مجدّدِ زمانہ نمبر

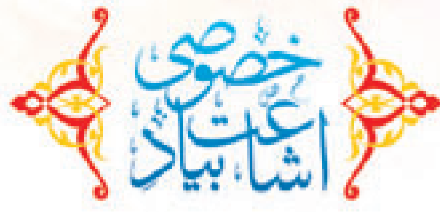
نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنّت کے راستے
اللہ جل جلالہ سے ملاتے ہیں سنّت کے راستے

ماہنامہ

افکارِ قاسمی

(9)

شوال المکرم / ذوالقعدہ ۱۴۳۴ھ مطابق اگست / ستمبر 2013ء



قطب الارشاد حکیم العصر شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدّدِ زمانہ

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب قدس اللہ سرہٗ

اشرف المدارس

ماہنامہ

افکارِ قاسمی

(9)

شوال المکرم / ذوالقعدہ ۱۴۳۴ھ مطابق اگست / ستمبر 2013ء

نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنت کے راستے
اللہ جل جلالہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

مجددِ زمانہ نمبر



خصوصی اشاعت بیاد

قطب الارشاد حکیم العصر شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب قدس اللہ سرہٗ

———● اراکینِ مجلّہ افکارِ قا ●———

ناشر: الغزالی اُردو فورم (www.algazali.org)

......::: قارئین سے گزارش :::......

اپنی حتی الوسع کوشش کی گئی ہے کہ پروف ریڈنگ (تصحیح) معیاری ہو، پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہِ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ درُستگی کی جاسکے۔ جزاك اللّٰه خيرا

اس کتاب کے عنوانات کو کلک کر کے مطلوبہ مضمون تک پہنچا جاسکتا ہے، اور اس میں تلاش کی سہولت بھی موجود ہے۔

—[رابطہ کے لیے برقی پتہ]—

برائے مجلّہ افکارِ قا: ....qasmimag@gmail.com

برائے مؤلف کتاب ھٰذا: ....armanfsd@yahoo.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

”شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے“۔



خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی پاکستان



حضرت والا نور اللہ مرقدہٗ کی نشست گاہ



خانقاہ امدادیہ اشرفیہ : کراچی پاکستان





جامع مسجد اشرف



خواتین کے لیے قائم کردہ ادارہ



جامعہ اشرف المدارس کراچی







جامعہ اشرف المدارس کراچی



حضرت والا کا وصیت نامہ (عکسِ تحریر)

۱/۲

بِاسْمِہٖ تَعَالٰی شَانُہٗ

HAKIM MUHAMMAD AKHTAR

NAZIM
MAJLIS-E-ISHATUL HAQ

KHANQAH IMDADIA ASHRAFIA
ASHRAFUL MADARIS
GULSHAN-E-IQBAL-2, KARACHI.
P.O.BOX NO. 11182
PHONES : 461958 - 462676 - 4981958

حکیم محمد اختر عفا اللہ عنہ
ناظم: مجلسِ اِشَاعَۃُ الْحَق
خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ / اشرف المدارس
ایس ٹی ۱-اے، گلشنِ اقبال بلاک ۲، کراچی
پوسٹ بکس نمبر ۱۱۱۸۲
فون: ۴۶۱۹۵۸-۴۶۲۶۷۶-۴۹۸۱۹۵۸

وصایا

۲۰ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ مطابق ۵ جولائی ۱۹۹۹ء

(۱) الحمد للہ کہ یہ فقیر مقروض نہیں ہے۔

(۲) میرے استعمال کی تمام اشیاءِ مستعملہ کا مالک میں نے مولانا مظہر میاں سلّمہٗ کو بنا دیا ہے اور میں بطور استعارہ استعمال کرتا ہوں لہٰذا ان میں وراثت جاری نہیں ہوگی اور میرے حجرہ میں جو متبرکات اور مناظر دیواروں میں آویزاں ہیں اس کے مالک بھی مولانا مظہر میاں ہیں۔ خانقاہ عــ۲ اور خانقاہ عــ۳ کی تمام چیزوں کے لئے بھی یہی حکم ہے۔

(۳) میری نقد رقوم کے تھیلیوں پر حصۂ احقر لکھا ہوا ہے ان میں وراثت جاری ہوگی۔ دو حصہ میرا بیٹا لے گا اور ایک حصہ میری بیٹی۔ میر عشرت جمیل کے پاس جو میرا پیسہ رہتا ہے اس میں بھی وراثت جاری ہوگی۔ بعد ادائیگی فدیۂ قضائے روزہ و نماز وراثت تقسیم ہوگی۔

(۴) اور میں وصیت کرتا ہوں اپنے نفس کے لئے اور اپنے تمام اہل خاندان اور احباب کے لئے کہ ہر لمحۂ حیات اور انفاسِ زندگی اللہ تعالیٰ کی مرضیات پر فدا کریں اور ایک لمحہ بھی اللہ پاک کو ناراض کر کے کوئی حرام خوشی اپنے نفس میں نہ لائیں اور اگر کبھی خطا ہو جائے تو توبہ و استغفار اور اشکباری اور آہ و زاری سے

حضرت والا کا وصیت نامہ (عکسِ تحریر)

اپنے مولیٰ کو خوش کریں۔

۵) تمام زندگی صحبت صالحین کا اہتمام لازم رکھیں اور اپنی مناسبت کے کسی مرشد کا سایہ اپنے سر پر رکھیں۔

۶) مالی معاملات میں تقویٰ کا نہایت اہتمام رکھا جائے اور اہل فتاویٰ سے مسائل شرعیہ میں رجوع لازم رکھیں۔

۷) میری تمام تصانیف کی اشاعت کا ہمیشہ اہتمام رکھیں تاکہ صدقۂ جاریہ جاری رہے اور ہماری ذریات دینی خدمات میں تمام زندگی مصروف رہے اور تجارت میں صرف کتب خانہ کی تجارت کو ترجیح دیں اور دواخانہ کی تجارت کو ضمنی (درجۂ ثانوی) رکھیں۔

۸) ~~جہاں~~ جس شہر میں بھی انتقال ہو وہیں دفن کردیا جائے۔

۹) ~~[illegible]~~ میری روح کو تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر ایصال ثواب کا معمول اور دعائے مغفرت کا معمول رکھیں۔

۱۰) میری نماز جنازہ مولانا مظہر میاں سلمہ پڑھائیں۔

۱۱) جنازہ جلد دفن کیا جائے، سنت کے مطابق قبر میں سینہ قبلہ رو کریں اور منہ دکھائی وغیرہ کی رسم سے احتیاط لازم رکھیں۔

راقم الحروف احقر سید عشرت جمیل میر عفا اللہ عنہ

حکیم محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ



فہرست

مشاہدات وتأثرات

.........☆☆☆.........

پیشِ لفظ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم ، اَمَّا بَعْدُ !

الحمدللہ ثم الحمد للہ! دو ماہ کے انتظار کے بعد آج ہم مجلّہ ''افکارِ قاسمی'' کی خصوصی اشاعت ''مجدّدِ زمانہ نمبر'' بیادِ قطب الارشاد حکیم العصر شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدّدِ زمانہ حضرتِ اقدس مولانا الشاہ حکیم محمد اختر صاحب قدس اللہ سرہٗ قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ ہماری پوری کوشش تھی کہ 14/اگست کو یہ خصوصی نمبر نکالتے مگر ماہِ رمضان المبارک میں مصروفیات و معمولات بڑھ جانے کی وجہ سے کام مکمل نہ ہو سکا، مجبوراً کچھ مزید ایام کی توسیع کرنا پڑی۔ اتنے ضخیم نمبر نکالنے میں جن صبر آزما مراحل سے گزرنا پڑتا ہے اس سے متعلق احباب بخوبی واقف ہیں۔ آخری دنوں میں بہت مشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑا جن کا تذکرہ یہاں ممکن نہیں، مگر الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے استقامت حاصل رہی، احقر اس کو سیّدی و مرشدی حضرت والا نور اللہ مرقدہٗ کی برکت اور کرامت سمجھتا ہے۔ رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ و رحمۃً واسعۃً۔

احقر جامع کی قلبی خواہش تھی کہ سیّدی و مرشدی حضرت والا قدس سرہٗ کے سانحۂ ارتحال پر جتنے بھی مضامین و منظوم کلام وغیرہ جہاں کہیں بھی لکھے گئے ہیں اُن سب کو تلاش کر کے ایک جگہ جمع کروں تاکہ محبوب مرشد سے استفادہ کرنے والوں کے مشاہدات و تاثرات معلوم ہوں اور دوسرا یہ کہ اوراقِ کتاب میں بھی ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جائیں گے جو آنے والوں کے لیے نفع سے خالی نہیں۔ بظاہر یہ کام مشکل نظر آتا تھا مگر اللہ کا نام لے کر اس پر اپنے طور کام شروع کر دیا۔

اللہ اکبر! میں قربان جاؤں اپنے مولیٰ پر، قدرتِ خداوندی دیکھئے! احقر کی اس خواہش کی تکمیل اللہ تعالیٰ نے یوں پوری فرمائی کہ محترم دوست جناب مولانا احمد قاسمی صاحب کے قلب میں حضرت والا پر خصوصی اشاعت نکالنے کا ارادہ ڈال دیا، اُنھوں نے منجملہ دیگر حضرات کے احقر سے بھی اس خواہش کا اظہار کیا اور کہا کہ یہ سب کیسے ہوگا، مضامین کہاں سے آئیں گے؟ احقر نے عرض کیا کہ یہ کام آپ مجھ سیاہ کار پر چھوڑ دیجئے، اور ایسا توکلاً علی اللہ کہا۔......... اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر سے نوازیں کہ انھوں نے احقر اور محترم دوست پیر بھائی جناب مولانا مجیب الرحمٰن منصور صاحب، دونوں کو اس نمبر کی تیاری کے لیے ایک ماہ کی خصوصی و اعزازی رُکنیت دے دی، اور احقر کو اس کام کا نگران بنا دیا، **ما اصابك من حسنة فمن اللّٰہ۔**

چونکہ وقت بہت کم تھا اس لیے احقر نے دن رات ایک کرکے اپنی بساط کے مطابق جہاں تک رسائی ممکن تھی مضامین حاصل کیے جو ایک الگ داستان ہے، لیکن اس بات کا بھی احساس ہے کہ بہت سے مضامین شامل ہونے سے رہ گئے ہیں کیونکہ مسلسل ابھی تک مضامین سامنے آ رہے ہیں۔ اس خصوصی نمبر میں حضرت والا کی سوانح، واقعات و کمالات، اکابر و اصاغر اور متعلقین و محبین کے مشاہدات و تاثرات، منظوم کلام اور حضرت والا کے افادات و تعلیمات وغیرہ شامل ہیں، مگر پھر بھی حضرت والا کی حیاتِ مبارکہ کے بہت سے گوشوں پر بات رہ گئی۔ دورانِ کام اس سیاہ کار کو بہت نفع ہوا، کئی بار ایسا ہوا کہ لکھتے لکھتے درمیان میں کام چھوڑا اور جی بھر کر رویا، اشکبار آنکھوں سے کام کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ میرے پیارے مرشد کی قبر مبارک کو انوار سے بھر دے، آمین۔

میں اپنے تمام دوستوں (قاسمی بھائی، عطاء رفیع بھائی، داؤد بھائی، مجیب بھائی، ذیشان بھائی اور عامر بھائی) کا دِل و جان سے بے حد مشکور ہوں جنھوں نے اس کام میں میرے ساتھ بھرپور تعاون فرمایا اور احقر کی ہر بات پر آمین کہا، بالخصوص اُن کا جنھوں نے آخری دنوں کے نہایت مشکل وقت میں بھی ساتھ نہ چھوڑا اور کام کے آخر تک ساتھ رہے۔ اسی طرح حضرت قاری عبید اللہ ساجد صاحب مدظلہٗ اور مدیرانِ مجلّات کا بھی، جزاہم اللہ خیرا۔

دِل و جان سے دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت والا کے نقشِ قدم پر چلنے، حضرت والا کی تعلیمات پر عمل کرنے اور زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں، مرشدی حضرت صاحبزادہ دامت برکاتہم العالیہ اور حضرت میر صاحب دامت برکاتہم کا سایۂ عاطفت ہم سب کے سروں پر تادیر بخیر و عافیت قائم رکھیں، اور ہماری یہ کوشش اپنی بارگاہ عالی میں قبول فرمائیں، اور ہم سب کو جذب فرما کر، اپنا محبوب بنا کر منتہائے اولیائے صدیقین کی آخری سرحد تک محض اپنے فضل و کرم سے پہنچا دیں بنائیں، آمین۔

خاکپائے اخترؔ و مظہرؔ

محمد ارمغان ارمانؔ

۲۴/ شوال المکرّم ۱۴۳۴ھ

حمد باری تعالیٰ شانہٗ

”اے مِرے خالقِ حیات“

اے مِرے خالقِ حیات تیری خوشی ہے صد حیات
آپ کی ناخوشی سے ہے میری حیات صد ممات
ذکر سے تیرے مل گئی دل کو ہمارے صد حیات
بلکہ ترِے ہی نام سے زندہ ہے ساری کائنات
ترِے بغیر میں ہی کیا مُردہ ہے ساری کائنات
تیرے کرم سے حشر تک زندہ ہے ساری کائنات
عارضی حُسن گل پہ ہیں بلبل کی ساری ہزلیات
فانی بتوں کو دل نہ دے یہ ہیں ہماری غزلیات
شمس و قمر کی روشنی ادنیٰ سی بھیک ہے ترِی
رُوح میں تیرے نُور سے کتنے ہیں ماہِ کائنات
نفس کا جو غلام ہے غرق ہے وہ گناہ میں
کیوں نہ کہوں کہ زندگی کتنی ہے اس کی واہیات
اُس کا سکون چھن گیا کتنی ہے تلخیٔ حیات
جس نے چکھے ہیں دوستو فانی بتوں کے نمکیات
توبہ کریں گناہ سے لیکن ہو صدقِ دل سے بھی
حشر میں ہوں گے فائزوں بیبیاں ہوں گی فائزات

ہیں تو خدا سے دُور دُور لیکن زباں پہ ہے ضرور

دعویٔ علمِ ارضیات دعویٰ علمِ فلکیات

جس کو خدا نے بخش دی لذتِ ذکر فضل سے

اخترؔ وہ پا گیا بس حاصل لطفِ کائنات

.........☆.........

مناجات بہ درگاہِ قاضی الحاجات جل جلالہٗ

"کوئی حاجت ہو رکھتا ہوں تِری چوکھٹ پہ سَر اپنا"

اِلٰہی اپنی رحمت سے تو کردے باخبر اپنا

نہ انجم ہیں ہمارے اور نہ یہ شمس و قمر اپنا

سوا تیرے نہیں ہے کوئی میر اسنگ دَر اپنا

کوئی حاجت ہو رکھتا ہوں تِری چوکھٹ پہ سَر اپنا

خداوندا محبت ایسی دے دے اپنی رحمت سے

کرے اخترؔ فدا تجھ پہ یہ دل اپنا جگر اپنا

میں کب تک نفس دشمن کی غلامی سے رہوں رُسوا

تو کرلے ایسے ناکارہ کو پھر بارِ دگر اپنا

چُھڑا کر غیر سے دل کو تُو اپنا خاص کر ہم کو

تو فضلِ خاص کو ہم سب پہ یارب عام کر اپنا

بہ فیضِ مُرشدِ کامل تو کردے ہنس زاغوں کو

کہ وقف خانقاہ شیخ ہے قلب و جگر اپنا

تغافل سے جو کی توبہ تو ان کی راہ میں اخترؔ

ہمہ تن مشغلہ ہے ذکر کا شام و سحر اپنا

.........☆.........

نذرانہ عقیدت در بارگاہِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم

"فیضانِ مدینہ ہے یہ فیضانِ مدینہ"

ساحل سے لگے گا کبھی میرا بھی سفینہ
دیکھیں گے کبھی شوق سے مکہ و مدینہ
مومن جو فدا نقشِ کفِ پائے نبی ہو
ہو زیرِ قدم آج بھی عالم کا خزینہ
گر سُنّتِ نبوی کی کرے پیروی اُمت
طوفاں سے نکل جائے گا پھر اس کا سفینہ
یہ دولتِ ایماں جو ملی سارے جہاں کو
فیضانِ مدینہ ہے یہ فیضانِ مدینہ
جو قلب پریشاں تھا سدا رنج والم سے
فیضانِ نبوت سے ملا اس کو سکینہ
جو دردِ محبت کا ودیعت تھا ازل سے
مومن پہ ہوا کشف وہ مدفون خزینہ
اے ختم رُسل کتنے بشر آپ کے صدقے
ہر شر سے ہوئے پاک بنے مثل نگینہ
خالی جو تھا انوار محبت کی رمق سے
اک آگ کا دریا سا لگے ہے وہی سینہ

صدقے میں ترے ہو گیا وہ رہبرِ اُمت

جو کفر کی ظلمت سے تھا اِک عبد کمینہ

اے صلِّ علیٰ آپ کا فیضانِ رسالت

جو مثلِ حجر تھا وہ ہوا رشکِ نگینہ

جو ڈوبنے والا تھا ضلالت کے بھنور میں

اب رہبرِ اُمت ہے وہ گمراہ سفینہ

جو کفر کے ظلمات سے تھا ننگِ خلائق

ہے نُورِ ولایت سے منّور وہی سینہ

اخترؔ کی زباں اور شرفِ نعتِ محمد (1)

اللہ کا احسان ہے بے خون وپسینہ

☆

(1) صلی اللہ علیہ وسلم۔

سوانح

حضرت والا قدس سرہٗ کی حیاتِ مبارکہ، متفرق واقعات و کمالات و خصوصیات کا تذکرہ
نیز حضرت والا کی وصایا، خلفائے مجازین اور تصانیف و تالیفات وغیرہ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مختصر سوانح

حضرت سیّد عشرت جمیل ملقب میر صاحب دامت برکاتہم
خادمِ خاص و خلیفہ مجاز سلطان العارفین شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدّدِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر قدس سرہ

ولادت باسعادت:

ہندوستان کے صوبہ یوپی کے ضلع پرتاب گڑھ کی ایک چھوٹی سی بستی اٹھیہہ کے ایک معزز گھرانے میں حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ۱۹۲۸ء میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام محمد حسین تھا، جو ایک سرکاری ملازم تھے۔ حضرت والا اپنے والد صاحب کے اکلوتے فرزند تھے۔ آپ کی دو ہمشیرگان تھیں، اس لیے والد صاحب آپ سے بے انتہا محبت فرماتے تھے۔

زمانۂ طفولیت ہی میں آثارِ جذبِ الٰہیہ:

بچپن ہی سے حضرت والا پر آثارِ جذب کا ظہور ہونے لگا۔ حضرت والا کی بڑی ہمشیرہ صاحبہ جو خود بھی اس وقت بچی تھیں، آپ کو گود میں لے کر محلہ کی مسجد کے امام جناب حافظ ابوالبرکات صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے دَم کروانے لے جاتی تھیں جناب حافظ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ حضرت والا فرماتے تھے کہ اس وقت بھی اللہ کی محبت میں مجھے مسجد کے در و دیوار، مسجد کی خاک اچھی معلوم ہوتی تھی، اتنے چھوٹے بچے کو جب کہ ہوش و حواس بھی صحیح نہیں ہوتے اللہ تعالیٰ کی محبت محسوس ہونا دلیل ہے کہ

حضرت والا مادر زاد ولی تھے۔ کچھ اور ہوش سنبھالنے کے بعد نیک بندوں کی محبت اور بڑھ گئی اور ان کی وضع قطع دیکھ کر بہت خوشی ہوتی اور ہر مولوی، حافظ اور ڈاڑھی والے کو محبت سے دیکھتے۔

درجہ چہارم تک اردو تعلیم حاصل کرنے کے بعد حضرت والا نے اپنے والد صاحب سے درخواست کی کہ علم دین حاصل کرنے کے لیے دیوبند بھیج دیا جائے، لیکن والد صاحب نے مڈل اسکول میں داخل کرا دیا۔ حضرت والا کا دل دنیوی تعلیمات میں بالکل نہیں لگتا تھا اور والد صاحب سے بارہا عرض بھی کیا لیکن ان کے اصرار پر ناچار سخت مجاہدہ کرکے یہ دن گزارے۔

اسی زمانۂ طفولیت میں جبکہ حضرت والا بالغ بھی نہیں ہوئے تھے، گھر سے دور جنگل میں ایک مسجد تھی، حضرت والا چپکے سے اٹھ کر رات کے آخری حصہ میں اس مسجد میں چلے جاتے، وہاں تہجد پڑھتے اور تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی یاد میں رویا کرتے اور فجر تک اللہ تعالیٰ کی یاد میں خوب گریہ وزاری کرتے تھے۔ ایک بار والد صاحب کے دوستوں میں سے کسی نے دیکھ لیا اور ان کو اطلاع کر دی۔ اگلے دن جب حضرت والا فجر کے قریب مسجد سے باہر آئے تو والد صاحب مسجد کے باہر کھڑے ہوئے تھے اور فرمایا کہ تم میرے اکلوتے بیٹے ہو، یہاں جنگل میں چور، ڈاکو ہوتے ہیں، دشمن بھی ہوتے ہیں، لہٰذا اتنی رات میں یہاں اکیلے مت آیا کرو، گھر میں ہی تہجد پڑھ لیا کرو۔ والد صاحب کے حکم کی تعمیل میں حضرت والا پھر گھر پر ہی تہجد پڑھنے لگے۔ ان حالات کو دیکھ کر والد صاحب آپ کا نام لینے کے بجائے ''مولوی صاحب'' کہنے لگے اور ان کے دوست بھی آپ کو ''درویش اور فقیر'' کہتے تھے۔

تحصیلِ طبِ یونانی:

درجہ ہفتم کے بعد حضرت والا کے والد گرامی نے پھر اصرار سے طبیہ کالج الٰہ آباد میں داخل کرا دیا اور فرمایا کہ طب کی تعلیم کے بعد عربی درسیات کی تعلیم حاصل کر لینا۔ چنانچہ والد صاحب کی خواہش پر الٰہ آباد طب کی تعلیم کے لیے تشریف لے گئے اور اپنی پھوپھی صاحبہ کے ہاں قیام فرمایا۔ وہاں سے ایک میل دور صحرا میں ایک مسجد تھی جو ''جنوں کی مسجد'' کے نام سے مشہور تھی، وہاں گاہے گاہے حاضر ہو کر یادِ الٰہی میں مشغول ہوتے تھے۔

اکثر ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے میرے والد صاحب کو کہ انہوں نے مجھے طب پڑھائی جس سے مجھے اپنے احباب کو غیر معتدل ہونے سے بچانے میں مدد ملتی ہے اور ان کو معتدل رکھنے کے لیے اپنی طب کو کام میں لاتے ہوئے ان کی صحت کا پورا خیال رکھتا ہوں، اتنا وظیفہ بھی نہیں بتاتا کہ جس کو پڑھنے سے ان کے دماغ میں خشکی بڑھ جائے۔

جس دن طبیہ کالج سے فارغ ہوئے اور پھوپھی کے گھر پہنچے تو گھر سے اطلاع ملی کہ والد گرامی کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ غم کا ایک پہاڑ ٹوٹا اور قلب کو شدید غم پہنچا لیکن اپنے آپ کو سنبھالا اور قبرستان تشریف لے گئے، قبروں کو نگاہِ عبرت سے دیکھا اور دل کو سمجھایا کہ یہی سب کی منزل ہے اور حق تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا ہی عین عبدیت ہے۔

تلاشِ مرشد:

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ بچپن ہی سے بطریق جذب آتشِ عشقِ الٰہی سے نوازے گئے تھے۔ کسی ایسے شخص اور مصلح کی تلاش میں رہے جو سراپا دردِ عشق و محبت اور سوختہ جان ہو۔ طبیہ کالج کے زمانہ ہی میں الٰہ آباد میں حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ کے ایک بزرگ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے اور روزانہ عصر سے رات گیارہ بجے تک حضرت کی خدمت میں رہتے۔

حضرت مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ زبردست صاحبِ نسبت اور سراپا محبت تھے اور حضرت والا سے بے انتہا محبت اور شفقت فرماتے تھے۔ حضرت والا اگر کبھی رات کا قیام فرماتے تو حضرت مولانا محمد احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ گھر سے اپنا بستر باہر خانقاہ میں لے آتے اور فرماتے کہ یہاں بڑے بڑے علماء آتے ہیں لیکن میں کسی کے لیے گھر سے باہر بستر نہیں لاتا، صرف آپ کے لیے گھر سے باہر آکر سوتا ہوں۔ ایک خط میں تحریر فرمایا کہ آپ کو مجھ سے جیسی محبت ہے دنیا میں مجھ سے ایسی محبت کرنے والا کوئی دوسرا نہیں۔ حضرت والا کا ذوق شعری حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی

صحبت کا تربیت یافتہ ہے۔ اسی دوران حضرت شیخ کی زندگی کا پہلا شعر ہوا جو آپ کی آتشِ غم نہانی کی ترجمانی کرتا ہے۔

دردِ فرقت سے مِرا دِل اس قدر بے تاب ہے

جیسے تپتی ریت میں اِک ماہی بے آب ہے

بیعت و ارادات:

پھر حضرت والا کو علم ہوا کہ پھولپور میں حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اجل خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ مقیم ہیں۔ ایک دوست نے حضرت شاہ عبد الغنی کے بارے میں چشم دید کیفیات دردِ محبت و عشق و دیوانگی کا حال بیان کیا تو حضرت شیخ کو ان کی طرف دل میں بہت کشش محسوس ہوئی اور بہت زیادہ مناسبت معلوم ہونے لگی اور شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کو اپنا مرشد و مصلح منتخب کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ حضرت والا نے حضرت مولانا شاہ عبد الغنی کو جب پہلا خط لکھا تو اس میں یہ شعر تحریر کیا۔

جان و دل اے شاہ قربانت کنم

دل ہدف را تیر مژگانت کنم

ترجمہ: اے شاہ میں جان و دل آپ پر قربان کرتا ہوں۔

حضرت مولانا شاہ عبد الغنی نے جواب میں لکھا کہ ”آپ کا مزاج عاشقانہ معلوم ہوتا ہے اور اہل عشق اللہ تعالیٰ کا راستہ بہت جلد طے کرتے ہیں، محبتِ شیخ مبارک ہو، محبتِ شیخ تمام مقاماتِ سلوک کی مفتاح ہے“ اور اپنے حلقۂ ارادت میں قبول فرمالیا اور ذکر و اذکار تلقین فرمائے۔

خدمتِ شیخ میں حاضری:

حضرت والا اپنے شیخ و مرشد کی زیارت اور خدمت میں پہنچنے کے لیے بے چین رہتے تھے، لیکن سفر سے بعض موانع عارض تھے اس لیے حاضر نہ ہو سکے۔ بالآخر حاضری کا وقت آن پہنچا۔ عید الاضحیٰ کے قریب والدہ صاحبہ سے اجازت لے کر پھولپور روانہ ہو گئے اور عین عید الاضحیٰ کے دن پھولپور

پہنچے، قلب و جان مسرور تھے، خوشی اور مسرت ہر بُنِ مو سے ٹپک رہی تھی۔ حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ تلاوت قرآن مجید میں مشغول تھے، ٹوپی زمین پر رکھی ہوئی تھی، بال بکھرے ہوئے تھے، گریباں چاک تھا۔ دیکھتے ہی ایسا معلوم ہوا جیسے حضرت شمس الدین تبریزی رحمہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کر رہے ہوں۔ جب حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ متوجہ ہوئے تو عرض کیا ''میرا نام محمد اختر ہے، پرتاب گڑھ سے اصلاح کے لیے حاضر ہوا ہوں، چالیس دن قیام کا ارادہ ہے''۔ حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بڑے صاحبزادے کو آپ کے قیام و طعام کا حکم دیا۔ پھر اپنے شیخ کے ساتھ ایسے جڑے کہ سترہ سال شاہ عبد الغنی کی خدمت میں گزار دیئے اور دس سال تو ایسے مجاہدات سے گزارے جن کا تصور کرنا بھی مشکل ہے۔

عشقِ شیخ اور خدمت و مجاہدات:

حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے جذبِ عشق و مستی کا عجب عالم تھا، گھر میں نہ بیت الخلاء تھا نہ غسل خانہ، قضاء حاجت کے لئے جنگل میں جانا ہوتا۔ وضو اور غسل کے لئے قریب میں پانی کا ایک تالاب تھا جس میں بہت جونکیں تھیں اور سردیوں میں پانی برف کی مانند ٹھنڈا ہو جاتا تھا، جب نہاتے تو ایک منٹ کے لئے ایسا لگتا کہ بچھوؤں نے ڈنگ مار دیا ہو، اسی میں نہاتے تھے اور جونکوں کو بھی ہٹاتے جاتے کہ کہیں چپک نہ جائیں۔ مسجد کے قریب ایک کنواں بھی تھا لیکن حضرت شیخ پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ اس کا پانی استعمال نہ کرتے تھے اس لئے حضرت اپنے شیخ کے لئے شدید گرمیوں میں بھی روزانہ ایک میل دور ندی سے پانی بھر کر لاتے۔ غرض حضرت اقدس شب و روز سفر و حضر میں اپنے شیخ کی خدمت میں مشغول رہتے۔

حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ ''اختر میرے پیچھے پیچھے ایسے لگا رہتا ہے جیسے دودھ پیتا بچہ ماں کے پیچھے پیچھے لگا رہتا ہے''۔ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ کے علوم و معارف اور ملفوظات کو بڑی محبت اور جانفشانی سے قلمبند فرماتے تھے، چنانچہ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''حکیم اختر میرے غامض و دقیق مضامین کو بھی قلمبند کر لیتے ہیں''۔

چنانچہ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب کے وہبی علوم آپ ہی کے ذریعہ منصۂ شہود پر آئے اور حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی زندگی میں معرفتِ الٰہیہ، معیتِ الٰہیہ، براہینِ قاطعہ، شراب کی حرمت اور ملفوظات حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ شائع ہوئیں جو حضرت والا کے قلم ہی سے لوگوں تک پہنچیں۔

تحصیل علومِ دینیہ:

آپ نے اپنے شیخ کے مدرسہ بیت العلوم میں دینی تعلیم حاصل کی، بعض ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لینا چاہیے لیکن حضرت نے انکار کر دیا کہ وہاں مجھے اپنے شیخ کی صحبت نہیں ملے گی جو علم کی روح ہے۔ فرمایا کہ علم میرے نزدیک درجہ ثانوی اور اللہ تعالیٰ کی محبت درجہ اولین میں ہے۔ یہاں علم کے ساتھ مجھے شیخ کی صحبت نصیب ہوگی جس کی برکت سے اللہ ملے گا۔ اسی کی برکت ہے کہ آج بڑے بڑے فضلاء دیوبند حضرت والا کے حلقہ ارادت میں ہیں حضرت والا نے اتنی محنت سے پڑھا کہ درسِ نظامی کے آٹھ سال کے نصاب کی چار سال میں تکمیل کی اور بخاری شریف کے چند پارے اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھے۔ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک واسطے سے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد ہیں۔ اس طرح آپ کی سند بہت عالی ہے۔

حضرت شیخ پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کے لیے فرمایا تھا کہ یہ تو صاحبِ نسبت ہیں ہی لیکن ان کی گھر والی بھی صاحبِ نسبت ہے۔ حضرت والا فرماتے تھے کہ وہ ہمیشہ دین میں میری معین رہیں اور ابتداء ہی سے مجھ سے کہا کہ ہم ہمیشہ آپ کا ساتھ دیں گے، جو کھلائیں گے کھالیں گے، جو پہنائیں گے پہن لیں گے، اگر فاقہ کریں گے ہم بھی فاقہ کریں گے، آپ جنگل میں رہیں گے تو ہم بھی جنگل میں رہیں گے، آپ سے کبھی کوئی فرمائش اور مطالبہ نہیں کریں گے اور کبھی آپ کو پریشان نہیں کریں گے۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اس عہد کو پورا کر دکھایا اور زندگی بھر کسی چیز کی فرمائش نہیں کی، نہ زیور کی، نہ کپڑے کی، نہ مال کی، دنیا کی محبت ان میں تھی ہی نہیں، جانتی ہی نہ

تھیں کہ دنیا کدھر رہتی ہے۔ جب گھر میں داخل ہوتا تو اکثر و بیشتر تلاوت کرتی ہوتیں۔ حضرت شیخ فرماتے تھے کہ میرے نزدیک وہ اس دور کی رابعہ بصریہ تھیں۔

سن ۱۹۶۰ء میں جب حضرت شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے پاکستان ہجرت کی تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ ساتھ آئے لیکن اپنی اہلیہ اور فرزند مولانا محمد مظہر میاں صاحب کو جو اس وقت بچے تھے ہندوستان میں چھوڑ آئے اور قلت وسائل کی وجہ سے ایک سال تک نہ بال بچوں کو پاکستان بلا سکے اور نہ خود جا سکے۔ یہ ایک سال حضرت پیرانی صاحبہ نے بڑے مجاہدے میں گزارا لیکن کبھی شکایت لکھ کر بھی نہیں بھیجی بس ایک خط میں بچہ کی شدید علالت کا تذکرہ کیا اور دعا کے لئے عرض کیا واپسی کا مطالبہ اور شکایت پھر بھی نہ لکھی۔

گزر گئی جو گزرنا تھی دل پہ پھر بھی مگر
جو تیری مرضی کے بندے تھے لب ہلا نہ سکے

خلافت و اجازتِ بیعت:

حضرت مولانا شاہ عبد الغنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ ان کے متعلقین مجدد ملت حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے آخری خلیفہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے رجوع کر لیں۔ چنانچہ حسبِ وصیت آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے وصال کے بعد حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے اصلاحی تعلق قائم فرما لیا اور دو سال بعد خلافت سے سرفراز فرمائے گئے۔ اس کے بارے میں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بہت پہلے خواب دیکھا تھا کہ حضرت شاہ عبد الغنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے فرمایا تھا کہ آپ اختر کو اجازت فرما دیں اور اس کی تعبیر کئی سال بعد ظاہر ہوئی۔

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے جو کتابوں میں پڑھا تھا کہ سات سو آٹھ سو برس پہلے لوگ کس طرح اپنے شیخ کی خدمت کیا کرتے تھے وہ ہم نے اپنی آنکھوں

سے نہیں دیکھا تھا مولانا حکیم اختر صاحب کو دیکھ کر اندازہ ہوا کہ دور قدیم میں اس طرح خدمت کرتے ہوں گے اور جب حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کا انتقال ہوا تو حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت کو خط میں تحریر فرمایا کہ ''از ابتداء تا انتہاء خدمتِ شیخ مبارک ہو''۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف و تالیفات، مواعظ حسنہ وملفوظات:

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی مایہ ناز تصانیف معرفت الٰہیہ، معارف مثنوی، کشکول معرفت اور روح کی بیماریاں اور ان کا علاج وغیرہ اس بات پر شاہد عدل ہیں۔ حضرت مولانا شیخ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے معارف مثنوی کے مطالعہ کے بعد ارشاد فرمایا تھا کہ ''برادر محترم مولانا حکیم محمد اختر صاحب کی تالیف لطیف معارف مثنوی پڑھ کر موصوف سے اتنی عقیدت ہوئی جس کا مجھے تصور بھی نہیں ہو سکتا تھا'' اور حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کی فارسی مثنوی پڑھ کر حضرت بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ ''لا فرق بینك و بین مولانا روم آپ میں اور مولانا روم میں کوئی فرق نہیں''۔

بڑی کتابیں: (۱)معرفتِ الٰہیہ (۲)معیتِ الٰہیہ (۳)براہینِ قاطعہ (۴)معارفِ مثنوی (۵)کشکولِ معرفت (۶)رسول اللہ ﷺ کی نظر میں دنیا کی حقیقت (۷)روح کی بیماریاں اور ان کا علاج (۸)مجالسِ ابرار (۹)قرآن وحدیث کے انمول خزانے (۱۰)ایک منٹ کا مدرسہ (۱۱)تسہیل قواعد النحو (۱۲)معارف شمس تبریز (۱۳)بد نظری اور عشق مجازیاں کی تباہ کاریاں اور ان کا علاج (۱۴)فیضانِ محبت (۱۵)آئینۂ محبت (۱۶)پیارے نبی ﷺ کی پیاری سنتیں (۱۷)معمولات صبح و شام (۱۸)درسِ مثنوی مولانا روم (۱۹)فغانِ رومی (۲۰)خزائن القرآن (۲۱)خزائن الحدیث (۲۲)تربیت عاشقانِ خدا (تین جلدیں) (۲۳)حقوق شیخ اور آداب (۲۴)اصلاحِ اخلاق (۲۵)ولی اللہ بنانے والے چار اعمال (۲۶)قومیت و صوبائیت اور زبان و رنگ کے تعصب کی اصلاح (۲۷)صدائے غیب (۲۸)حرمین شریفین میں حاضری کے آداب (۲۹) تلقینِ صبر جمیل (۱)۔

سفرنامہ: (۱)معارفِ ربانی (۲)پردیس میں تذکرۂ وطن (۳)ارشاداتِ دردِ دل (۴)آفتابِ نسبت مع اللہ (۵)سفرنامہ حرمین شریفین (۶)سفرنامہ رنگون وڈھاکہ (۷)سفرنامہ لاہور۔

ملفوظات: (۱)مواہبِ ربانیہ (۲)خزائن شریعت و طریقت (۳)خزائن معرفت و محبت (۴)باتیں ان کی یاد رہیں گی۔

مواعظ حسنہ: (۱)استغفار کے ثمرات (۲)فضائلِ توبہ (۳)تعلق مع اللہ (۴)علاج الغضب (۵)علاج کبر (۶)تسلیم و رضا (۷)خوشگوار ازدواجی زندگی (۸)حقوق النساء(۹)بدگمانی اور اس کا علاج (۱۰)منازلِ سلوک (۱۱)تجلیاتِ جذب (۱۲)تزکیۂ نفس (۱۳)طریق ولایت (۱۴)تکمیلِ معرفت (۱۵)مقصدِ حیات (۱۶)فیضانِ محبت (۱۷)ذکر اللہ اور اطمنیانِ قلب (۱۸)تقویٰ کے انعامات (۱۹)حیاتِ تقویٰ (۲۰)نزولِ سکینہ (۲۱)اہل اللہ اور صراطِ مستقیم (۲۲)مجلسِ ذکر (۲۳)تعمیر وطنِ آخرت (۲۴)راہِ مغفرت (۲۵)نورِ ہدایت اور اس کی علامات (حصہ اول) (۲۶) نورِ ہدایت اور اس کی علامات (حصہ دوم) (۲۷)عظمتِ حفاظِ کرام (۲۸)علامات اہل محبت (۲۹)بعثت نبوی کے مقاصد (۳۰)تشنگانِ جامِ شہادت (۳۱)عرفانِ محبت (۳۲)آدابِ راہِ وفا (۳۳)امیدِ مغفرت و رحمت (۳۴)صبر اور مقامِ صدیقین (۳۵)صحبتِ اہل اللہ اور جدید ٹیکنالوجی (۳۶)عشقِ رسالت ﷺ کا صحیح مفہوم (۳۷)منزلِ قربِ الٰہی کا قریب ترین راستہ (۳۸)انوارِ حرم (۳۹)فیضانِ حرم (۴۰)حقیقتِ شکر (۴۱)اللہ تعالیٰ کے باوفا بندے (۴۲)قافلۂ جنت کی علامت (۴۳)اللہ تعالیٰ کے ساتھ اشد محبت کی بنیاد (۴۴)یاارحم الراحمین مولائے رحمۃ للعالمین (۴۵)ولی اللہ بننے کے پانچ نسخے (۴۶)لذتِ ذکر اور لطفِ ترکِ گناہ (۴۷)ہم کس کو ملتے ہیں اور ہم کو کون پاتا ہے؟ (۴۸)تحفۂ ماہِ رمضان (۴۹)عظمتِ رسالت ﷺ (۵۰)اللہ تعالیٰ کا پیغامِ دوستی (۵۱)انعاماتِ الٰہیہ (۵۲)تقریر ختم قرآن و بخاری شریف (۵۳)محبوبِ الٰہی بننے کا طریقہ (۵۴)توبہ کے آنسو (۵۵)آرامِ دوجہاں کا طریقِ حصول (۵۶)خونِ تمنّا کا انعام (۵۷)تعلیم و تزکیہ کی اہمیت (۵۸)اصلی پیری مریدی کیا ہے؟ (۵۹)مقامِ اولیاء صدیقین (۶۰)علاماتِ مقبولین (۶۱)مقامِ اخلاص و محبت (۶۲)ثبوتِ قیامت اور اس کے دلائل (۶۳)حقوق الرجال (۶۴)نفس کے حملوں سے بچاؤ کے طریقے (۶۵)لذّتِ قربِ خدا (۶۶)دین پر استقامت کا راز (۶۷)زندگی کے قیمتی لمحات (۶۸)تعلیمِ قرآن میں شانِ رحمت کی اہمیت (۶۹)عزیز و اقارب کے حقوق

(۷۰)اہل اللہ کی شانِ استغناء (۷۱)دستکِ آہ فغاں (۷۲)نگاہِ نبوت میں محبت کا مقام (۷۳)آدابِ عشقِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم (۷۴)علم اور علماء کرام کی عظمت (۷۵)قربِ الٰہی کی منزلیں (۷۶)رُوحِ سلوک (۷۷)لازوال سلطنت (۷۸)محبتِ الٰہیہ کی عظمت (۷۹)بے پردگی کی تباہ کاریاں (۸۰)آدابِ محبت (۸۱)طریق الی اللہ (۸۲)اولیاء اللہ کی پہچان (۸۳)نسبت مع اللہ کے آثار (۸۴)قلبِ سلیم (۸۵) طریقِ محبت (۸۶)حقانیتِ اسلام (۸۷)عظمتِ صحابہ (۸۸)ایمان اور اعمالِ صالح کا ربط (۸۹)دلِ شکستہ کی قیمت (۹۰)نسبت مع اللہ کی شان وشوکت (۹۱)فیضانِ رحمتِ الٰہیہ (۹۲)صحبتِ شیخ کی اہمیت (۹۳)غمِ حسرت کی عظمت (۹۴)اہلِ محبت کی شان (۹۵)تعمیرِ کعبہ اور تعمیرِ قلب کا ربط (۹۶)طلوعِ آفتابِ اُمید (۹۷)کیفِ روحانی کیسے حاصل ہو؟ (۹۸)طلبہ و مدرسین سے خصوصی خطاب (۹۹)کرامتِ تقویٰ (۱۰۰) گناہوں سے بچنے کا راستہ (۱۰۱)عاشقانِ حق (۱۰۲)راہِ محبت کے اور اس کے حقوق (۱۰۳)دارِ فانی میں بالطف زندگی (۱۰۴) غمِ تقویٰ اور انعامِ ولایت (۱۰۵)لذتِ اعترافِ قصور (۱۰۶)داستانِ اہلِ دل (۱۰۷)حقوق الوالدین (۱۰۸)ہم جنس پرستی کی تباہ کاریاں اور ان کا علاج[1]۔

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی مختلف کتب اور مواعظ کا عربی، فارسی، سندھی، پشتو، بروہی، سرائیکی، انگلش، ترکی، فرنچ، رشین، ملائشیا، جرمنی، ہندی، گجراتی، لاطینی، پرتگالی، چائنی، برمی، بنگالی، زولو، تامل وغیرہ میں تقریباً ۳۳ زبان میں ترجمہ ہو کر شائع ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں اور بالکل مفت تقسیم کیے جاتے ہیں، اس طرح پوری دنیا میں حضرت والا کا فیض جاری ہے۔ اس کے علاوہ دنیا بھر میں ۱۰۰ سے زائد خانقاہیں قائم ہیں جہاں حضرت والا کی محنت ونسبت سے دین کی اشاعت و تبلیغ کا کام ہو رہا ہے اور ۶۰۰ سے زائد حضرت والا کے خلفاء ہیں جو اصلاح وتزکیہ کے کام میں مصروف ہیں۔

رضاء بالقضاء کی تصویر:

---

[1] مزید تفصیلی فہرست بعنوان ''تصانیف وتالیفات'' میں دیکھئے۔(از مرتب)

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ پر ۳۱/ مئی ۲۰۰۰ء بروز بدھ فالج کا حملہ ہوا تھا جس سے دایاں حصہ اور زبان بری طرح متاثر ہوگئی تھی لیکن اوّل یوم سے حضرت کے چہرہ پر جو اطمینان کی کیفیت تھی وہ کسی تندرست اور توانا کو بھی حاصل نہیں۔ حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ سے جب بھی کسی نے آپ کی بیماری کے پیش نظر طبیعت دریافت کی تو دل کی گہرائیوں سے الحمدللہ کہا اور فرمایا کہ سر سے لے کر پاؤں تک عافیت ہی عافیت ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کے قوت ارادی اور رضاء بالقضاء کے صدقے مرض میں کافی حد تک تخفیف ہوگئی۔ زبان تو الحمدللہ بالکل صاف ہوگئی اور اعضاء میں بھی کچھ حرکت آگئی لیکن معذوری کلی طور پر ختم نہیں ہوئی اور حضرت کے فیض رسانی کا سلسلہ پہلے سے کہیں بڑھ گیا۔ صحت کی حالت میں ہفتہ واری مجلس ہوتی تھی اور فالج کی بیماری کے بعد روزانہ چار مجلسیں فرمانے لگے۔ فجر کے بعد، ساڑھے گیارہ بجے دن، عصر کے بعد اور عشاء کے بعد اور ہر مجلس کا دورانیہ پونے گھنٹے سے ڈیڑھ گھنٹے تک تھا، اور حضرت کا فیض پہلے سے کہیں زیادہ سالکین کے قلوب محسوس کرتے تھے اور پورے عالم سے تشنگان شراب محبت الٰہیہ کا ہر وقت تانتا بندھا رہتا ہے

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی کی بنیاد:

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کا کراچی میں قیام پہلے ناظم آباد میں تھا پھر حضرت شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے گلشن اقبال کراچی میں خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی بنیاد رکھی اور ناظم آباد سے گلشن اقبال منتقل ہوگئے بعد میں اسی خانقاہ میں مدرسہ اشرف المدارس اور مسجد اشرف تعمیر کی گئی۔ الحمدللہ آج یہ خانقاہ پورے عالم کا مرکز ہے اور متوسلین اور طالبین خصوصاً بڑے بڑے اہلِ علم افریقہ، امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی، برما، بنگلہ دیش، انڈیا، افغانستان، ایران، کینیڈا، سعودی عرب، عرب امارات وغیرہ سے اور پاکستان کے مختلف علاقوں سے اصلاح وتزکیہ کے لیے حاضر ہوتے تھے۔

وفات:

سن ۱۹۹۷ء میں حضرت والا بہاولنگر تشریف لے گئے تو فجر کی نماز کے بعد بیان میں یہ بات ارشاد فرمائی کہ مولانا جلیل احمد کے والد مرحوم مولانا نیاز محمد صاحب کے بارے میں پتہ چلا ہے کہ وہ پیر کے دن مرنے کی تمنا رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی تمنا پوری فرمادی۔ میں بھی یہ تمنا کرتا ہوں کہ میری موت بھی پیر کے دن ہو۔

حضرت والا سن ۲۰۰۰ء سے بستر علالت پر تھے اور اس حالت میں بھی آپ کا فیضان ہر طرح جاری و ساری تھا لیکن کچھ عرصہ سے بیماری شدت اختیار کرتی جارہی تھی، ہر پیر کے دن دل ڈرتا تھا کہ کوئی غمناک واقعہ پیش نہ آجائے۔ چنانچہ وفات سے پانچ دل قبل حضرت والا نے اپنے صاحبزادے حضرت مولانا مظہر صاحب دامت برکاتہم سے دریافت فرمایا آج کیا دن ہے؟ حضرت مولانا نے جواب دیا کہ آج بدھ ہے تو حضرت والا نے نفی میں سر ہلا دیا۔ دو دن گزرنے بعد پھر پوچھا کہ آج کیا دن؟ حضرت مولانا نے جواب دیا آج جمعہ ہے تو پھر نفی میں سر ہلا دیا، گویا کہ حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ پیر کے دن کا انتظار فرمارہے ہوں۔ چنانچہ ۲۲ /رجب المرجب ۱۴۳۴ھ مطابق ۲/ جون ۲۰۱۳ء بروز اتوار عصر کے بعد حضرت والا کی حالت نازک ہوگئی۔

۲۳/ رجب المرجب ۱۴۳۴ھ شب سوموار سات بج کر بیس منٹ پر جب مغرب کی اذان شروع ہوئی تو سکرات کے آثار شروع ہوگئے اور سانسوں کے درمیان وقفہ زیادہ ہونے لگا حضرت کی پیشانی مبارک اچانک نورانی ہونا شروع ہوگئی اور دیکھتے ہی دیکھتے زرد نورانی رنگ پھیل گیا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

ایک خاص اطمینان و سکون چہرے پر ہویدا ہوا، جیسے تھکا مسافر اپنی منزل پر پہنچ گیا ہو۔ تو سات بج کر بیالیس منٹ ہو چکے تھے، اور پیر کو داخل ہوئے ۲۲ منٹ ہو چکے تھے، اور خانقاہ کے اندر آہ و بکا اور سسکیوں کی آوازیں گونج رہی تھی اور لوگ ایک دوسرے سے لپٹ کر رو رہے تھے۔ اللہ والے جو چاہتے ہیں، اللہ بھی وہی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے متقین بندوں کی مراد پوری فرماتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کی مراد کو بھی پورا فرمادیا، اور پیر کے دن موت عطا فرمائی۔

دوستو! سن لو تم کچھ مِری داستاں
ایک دن پھر نہیں ہوں گے دنیا میں ہم
(حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت والا کے انتقال پر ہزاروں افراد جن کے قلوب اس قیامت خیز خبر کے سننے پر پارہ پارہ تھے خانقاہ میں جمع ہو گئے۔ اس وقت حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کے وصایا ہی سے سب کو تسکین ہوئی۔

حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کو غسل دینے کی تیاری شروع ہو گئی اور اس بات کا اہتمام کیا گیا کہ ہر چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی سنت کے مطابق ہو۔ چنانچہ حضرت والا کے پوتے مولانا محمد اسحاق صاحب اور حضرت والا کے خدام حافظ ضیاء الرحمٰن صاحب، بھائی مظہر محمود صاحب اور حافظ برکت اللہ صاحب کو مفتی ارشاد صاحب، مفتی غلام محمد صاحب اور مولانا جلیل احمد اخون صاحب کی زیرِ نگرانی غسل دینے کی سعادت حاصل ہوئی۔ تقریباً رات ساڑھے دس بجے حضرت کو غسل اور کفن دے کر خانقاہ میں پہنچا دیا گیا۔ اور فوراً ہی قبر مبارک کی تیاری کا کام شروع کر دیا گیا جس میں تقریباً ۱۲ر گھنٹے کا وقت لگا۔ صبح آٹھ بجے حضرت والا کا جنازہ جامعہ اشرف المدارس سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر میں پہنچ گیا۔ نو بجے نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ وصیت کے مطابق حضرت والا کے صاحبزادے حضرت مولانا مظہر صاحب دامت برکاتہم نے نماز جنازہ پڑھائی، تقریباً ڈیڑھ لاکھ سے زائد افراد نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔ سندھ بلوچ میں حضرت کے وقف کردہ قبرستان میں حضرت والا کے پوتے مولانا ابراہیم صاحب، مولانا اسماعیل صاحب اور مولانا اسحاق صاحب نے سنت کے مطابق دفین کا کام سرانجام دیا، تقریباً ساڑھے دس بجے تدفین مکمل ہوئی اور قبرستان کو قبر کی زیارت کے واسطے عام و خاص کے لیے کھول دیا گیا۔

بہت روئیں گے کر کے یاد اہلِ میکدہ مجھ کو
شرابِ دردِ دل پی کر ہمارے جام و مینا سے
(حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

قبرستان سے متعلق ایک بشارت:

ایک عالم نے خواب میں دیکھا کہ مدرسہ کی عمارت کی توسیع کا کام ہو رہا ہے اور اس بات کی شدید ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ وہاں موجود قبور کو کہیں اور منتقل کر دیا جائے۔ چنانچہ قبر کشائی سے پہلے اعلان کیا گیا کہ یہ فلاں بزرگ کی قبر ہے جب ان کی قبر کھولی گئی تو ان کی میت اور کفن بالکل صحیح سالم تھا، تو ان کی میت کو دوسری جگہ منتقل کر دیا گیا۔ پھر دوسری قبر کشائی سے پہلے اعلان کر کے بتایا گیا کہ یہ فلاں بزرگ کی قبر ہے جب ان کی قبر کھولی گئی تو ان کی میت اور کفن بھی بالکل صحیح سالم تھا، چنانچہ ان کی میت کو بھی دوسری جگہ منتقل کر دیا گیا۔......... جب چوتھی قبر کی باری آئی تو اعلان ہوا کہ یہ فلاں شخص ہے جو نہایت فاسق و فاجر تھا کچھ دیر کے لیے تأمل کیا گیا کہ اس کی قبر کو کھولا جائے یا نہیں؟ ایسا نہ ہو کہ اس کو عذاب ہو رہا ہو۔ تو بالآخر یہ فیصلہ کیا گیا کہ اس کی قبر کو کھول لیا جائے، جب اس کی قبر کھولی گئی تو اس کی میت و کفن بھی بالکل صحیح سالم تھا، سب لوگ حیرت زدہ ہو جاتے ہیں کہ یہ کیسے صحیح سالم ہے؟ تو اچانک ایک آواز آتی ہے: ''یہ چونکہ میرے اولیاء کے قبرستان میں مدفون تھا اس لیے اس کی بھی مغفرت کر دی گئی''۔

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم سے متعلق

حضرت والا کا ارشاد:

حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے نے اپنی حیات ہی میں اپنے لختِ جگر، جامعہ اشرف المدارس و خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے مہتمم حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کو سب اُمور سونپ دیے تھے۔ اور حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کے متعلق حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ بار بار اپنے احباب سے مجالس میں فرماتے تھے کہ ''میرا ایک ہی بیٹا ہے لیکن لاکھوں بیٹوں سے بڑھ کر ہے''۔

حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مظہر صاحب سے ایسی محبت فرماتے تھے کہ اس دور میں اس کی مثال شاید ہی دیکھنے میں آئے۔ حضرت مولانا مظہر صاحب دامت برکاتہم جب کسی دینی سفر پر تشریف لے جاتے تو حضرت والا بار بار فون پر خیریت معلوم کرتے اور بے چینی کے ساتھ حضرت

مولانا کا انتظار فرماتے۔ جب معلوم ہوتا کہ مولانا واپس پہنچنے والے ہیں تو اپنی آرام گاہ سے اٹھ کر خانقاہ تشریف لے آتے اور بار بار دروازے کی طرف دیکھتے رہتے، جیسے ہی حضرت مولانا تشریف لے آتے تو چہرہ مبارک خوشی سے کھل اٹھتا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور مولانا سے معانقہ فرما کر کچھ دیر تک دیکھتے رہتے، پھر مولانا کے سفر کی تکان کا خیال کر کے فرماتے کہ جاؤ، اب آرام کرو۔ اور حضرت والا اکثر حضرت مولانا محمد مظہر صاحب سے ارشاد فرماتے تھے کہ "روئے زمین پر تمہارے علاوہ مجھے ابا کہنے والا اور کوئی بیٹا نہیں ہے"۔

الحمدللہ! حضرت والا کی بیماری کے ایام میں بھی حضرت والا کی مجالس روزانہ بلا کسی تعطل کے جاری رہیں۔ آخر میں حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم حضرت والا کی نیابت فرماتے اور حضرت کے روحانی فیض سے طالبینِ محبتِ الٰہیہ کے قلوب کو سیر اب کرتے رہے۔ حضرت والا ضعف کی وجہ سے آخری تین چار برسوں میں بیعت کے لیے آنے والوں سے بار بار فرماتے تھے کہ مولانا مظہر میاں بھی حضرت مولانا شاہ ابرار الحق رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ مجازِ بیعت ہیں اور جو ان کے ہاتھ پر بیعت ہو گا وہ مجھ ہی سے بیعت ہوا۔ ہر جمعرات کو عشاء کے بعد مجلس کے اختتام پر سینکڑوں طالبین حضرت مولانا مظہر صاحب دامت برکاتہم کے ہاتھ پر بیعت ہوتے، ان میں ایک بڑی تعداد کراچی کے مختلف مدارس سے آنے والے علماء و طلبہ کرام کی ہوتی تھی۔ حضرت والا کے انتقال کے بعد بھی تاہنوز دینی مجالس کا سلسلہ جاری ہے اور طالبینِ حق بکثرت صبح، شام اور رات کی مجالس میں شریک ہوتے ہیں اور شریعت و سنت کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی محبت سیکھ رہے ہیں[1]۔

(بشکریہ ماہنامہ الابرار کراچی، رمضان المبارک مطابق اگست 2013ء)



[1] یہ مضمون کچھ تبدیلیوں کے ساتھ روزنامہ اسلام کراچی (۲۸/رجب ۱۴۳۴ھ بمطابق 8/جون 2013ء) اور ہفت روزہ ضربِ مؤمن (۵ تا ۱۱/شعبان ۱۴۳۴ھ بمطابق 14 تا 20/جون 2013ء) میں بھی شائع ہوا ہے۔ (از مرتب)

میرے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے آخری لمحات

شیخ الحدیث حضرت مولانا جلیل احمد اخون صاحب مدظلہ
خلیفہ مجاز سلطان العارفین شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدّدِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر رحمہ اللہ تعالیٰ
و شیخ الحدیث جامع العلوم عید گاہ بہاولنگر

۲۳؍رجب المرجب ۱۴۳۴ھ بمطابق ۲؍جون ۲۰۱۳ء بروز اتوار بعد نماز مغرب شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس دنیائے فانی سے کوچ فرماگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ہر عاشق حق کی یہ تمنا رہی ہے کہ اس کی وفات اس دن ہو جس دن عاشقِ حق اور محبوبِ اعظم حضرت محمد ﷺ کی وفات ہوئی۔ چنانچہ سب سے پہلے یہ تمنا یارِ غار و مزار قدوۃ الصدیقین سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کی، جس پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ”باب استحباب تمنّی الموت یوم الاثنین“ کے عنوان سے باب باندھا ہے یعنی پیر کے دن مرنے کی تمنا کرنا مستحب ہے۔ اور اس باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ تمنا پوری ہوئی اور آپ کی وفات پیر کے دن ہوئی۔

۱۹۹۷ء میں میرے مربی و شیخ عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہاولنگر تشریف لائے تو جامع مسجد نادر شاہ بازار میں فجر کی نماز کے بعد بیان میں یہ بات ارشاد فرمائی کہ مولانا جلیل احمد کے والد مرحوم مولانا نیاز محمد ختنی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں پتا چلا ہے کہ وہ پیر کے دن مرنے کی تمنا رکھتے تھے، اور اللہ تعالیٰ نے ان کی تمنا پوری فرمادی، میں بھی یہ تمنا کرتا ہوں کہ میری موت بھی پیر کے دن ہو۔

میرے مربی و شیخ اگرچہ ۲۰۰۰ء سے بستر علالت پر تھے اور اس حالت میں بھی آپ کا فیضان ہر طرح سے جاری و ساری تھا، لیکن کچھ عرصہ سے بیماری شدت اختیار کرتی جارہی تھی، ہر پیر کے دن دل ڈرتا رہتا کہ کوئی غمناک واقعہ پیش نہ آجائے۔

بندہ چونکہ کراچی سے دور بہاولنگر کا رہائشی ہے، اس دوری کی وجہ سے ہمیشہ احساس محرومی کا شکار رہتا تھا لیکن ان دنوں میں ہر وقت دل پر یہ غم چھایا رہتا کہ اس دوری میں حضرت شیخ کو کچھ ہو گیا تو یہ کسک کبھی دل سے نہ جائے گی۔

۲۹ر مئی کو بیماری کی شدت کی اطلاع ملی تو رخت سفر باندھا اور جمعرات ۳۰ر مئی کو کراچی حاضر ہو گیا، رفتہ رفتہ بیماری کی شدت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ جوں جوں پیر کا دن قریب آتا جارہا تھا اندیشے بڑھتے جارہے تھے۔ اس سے پہلے بھی حضرت شیخ اپنے صاحبزادے حضرت مولانا حکیم محمد مظہر میاں صاحب دامت برکاتہم سے کئی بار پوچھ چکے تھے "آج کون سا دن ہے" (یہ حضرت کا خاص انداز تھا) تو مولانا فرماتے: بدھ ہے! یا جمعہ ہے! جو بھی دن ہوتا، تو آپ نفی میں سر ہلا دیتے۔

بندہ اتوار کی صبح حضرت شیخ کی زیارت کر کے رہائش گاہ پر بغرض آرام آیا تو عصر کے بعد یہ اطلاع ملی کہ حضرت کی حالت نازک ہوتی جارہی ہے۔ فوراً خانقاہ حاضر ہوا۔ خانقاہ میں ایک بہت بڑا مجمع ذکر و دعاء میں مشغول تھا اور سب کے چہروں پر غم کی پرچھائیاں صاف نظر آرہی تھیں، خاموش آنسو بہہ رہے تھے۔ ایک دفعہ تو بندہ کو سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کرے؟ پھر خانقاہ کے اندر سے بلاوا آیا، بندہ اندر حاضر ہوا، اندر سب دل گرفتہ اور پریشان تھے۔ حضرت کو آکسیجن دی جارہی تھی، ڈاکٹر صاحبان اپنی پوری کوشش میں لگے ہوئے تھے، بندہ نے حضرت کے سر کو دبانا اور سہلانا شروع کر دیا، حضرت مولانا محمد مظہر میاں صاحب دامت برکاتہم اور ان کے صاحبزادگان آکسیجن کی تھیلی کے ذریعے حضرت کو سانس لینے میں مدد دے رہے تھے، اور ان حضرات کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے، اور سب لوگ گھٹی گھٹی آواز سے رو رہے تھے۔ بندہ نے گھڑی پر نظر کی تو پیر کا دن داخل ہونے میں بیس (۲۰) منٹ باقی تھے، دل کو کسی چیز نے پکڑ لیا۔ حضرت کی کھلی آنکھیں بھی گھڑی کی طرف تھیں، اور دل نے کہا کہ

حضرت پیر ہی کا انتظا کر رہے ہیں۔ حضرت کی آنکھوں سے ایک دو آنسو آپ کے رُخسار پر لڑھک گئے، جو بندہ نے ہاتھ سے پونچھ کر اپنے چہرے پر مَل لیے اور شدّت جذبات سے حضرت کی پیشانی کا بوسہ دیا۔

سات بج کر بیس منٹ پر جب مغرب کی اذان ہوئی تو بندہ نے حضرت کے چند خدام کے ساتھ خانقاہ کے اندر ہی حضرت کے پاس باجماعت نماز پڑھ لی اور باقی حضرات مسجد چلے گئے۔ نماز پڑھ کر پھر دوبارہ بندہ حضرت کے سر کو دبانے اور سہلانے لگا تو سکرات کے آثار شروع ہو گئے۔ اور سانسوں میں وقفہ زیادہ ہونے لگا۔ حضرت کی پیشانی مبارک جو دبانے اور سہلانے سے خون کے اثر کی وجہ سے سرخ ہو رہی تھی، اچانک نورانی ہونا شروع ہو گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے زردنورانی رنگ پھیل گیا۔

عاشقانِ زرد رو کی چشمِ نم میں صبح دم
ان کے جلوؤں کا یہ رنگِ ارغوانی دیکھئے

(حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

اتنے میں حضرت کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد مظہر میاں صاحب دامت برکاتہم مسجد سے نمازِ مغرب پڑھ کر واپس تشریف لے آئے تو حضرت آخری سانسوں پر تھے، اور چند منٹ بعد پورے عالم اسلام کو یتیم چھوڑ کر عالم بالا کی طرف رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اور زرد نور پورے چہرے پر پھیل گیا اور ایک خاص اطمینان و سکون چہرے پر ہویدا ہوا، جیسے تھکا مسافر اپنی منزل پر پہنچ گیا ہو۔ میں نے گھڑی پر نظر کی تو سات بج کر بیالیس منٹ ہو چکے تھے اور پیر کو داخل ہوئے ۲۲ یا ۲۳ / منٹ ہو چکے تھے، اور خانقاہ کے اندر و باہر آہ و بکا اور سسکیوں کی آوازیں گونج رہی تھیں اور لوگ ایک دوسرے سے لپٹ کر رو رہے تھے۔ مجھے مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ شعر یاد آ رہا تھا۔

او چناں خواہد خدا خواہد چنیں
می دہد یزداں مرادِ متقیں

اللہ والے جو چاہتے ہیں، اللہ بھی وہی چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے متقین بندوں کی مراد پوری فرماتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے بھی میرے شیخ کی مراد کو پورا فرمایا اور پیر کے دن موت عطا فرمائی۔

دوستو! سن لو تم کچھ مِری داستاں

ایک دن پھر نہیں ہوں گے دنیا میں ہم

بندہ عرض کرتا ہے کہ جمعہ کے دن کی موت خائفین کے لیے ہے اور پیر کے دن کی موت عاشقین کے لیے ہے۔

حضرت شیخ کو غسل دینے کی تیاری شروع ہوگئی اور اس بات کا اہتمام کیا گیا کہ ہر چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی سنت کے مطابق ہو۔ چنانچہ غسل کی سعادت حضرت کے پوتے مولانا محمد اسحاق صاحب اور حضرت کے خدام حافظ ضیاء الرحمٰن صاحب، مولوی برکت اللہ صاحب، بھائی مطہر محمود صاحب نے مفتی محمد ارشاد اعظم صاحب، مفتی غلام محمد صاحب اور بندہ کی نگرانی میں حاصل کی۔ تقریباً ساڑھے دس بجے حضرت کو غسل اور کفن دے کر خانقاہ میں زیارت کے لیے پہنچا دیا گیا۔ بندہ اس خدمت کو اور ان لمحات کو اپنے لیے نجات کا ذریعہ سمجھتا ہے۔

۸ ربجے صبح حضرت شیخ کا جنازہ جامعہ اشرف المدارس کراچی سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر میں پہنچ گیا[1]۔

۹ ربجے نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ تقریباً ڈیڑھ لاکھ سے زائد افراد نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی اور ہزاروں افراد ٹریفک جام ہونے کی وجہ سے نہ پہنچ سکے۔ یہ وہ جنازہ تھا جس میں شریک ہونے والوں کی بخشش کی امید کی جا سکتی ہے۔ جنازے میں آنے والے جہاں جنازے کا اجر لینے کے متمنی تھے وہاں اپنی

---

[1] اور لکھتے ہیں کہ: کچھ دیر کے لیے جنازہ بڑی خانقاہ میں رکھا گیا جہاں آپ کی چارپائی کے ساتھ لمبے لمبے بانس باندھے گئے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ کندھا دینے کی سعادت حاصل کر سکیں ساڑھے آٹھ بجے جنازہ جنازہ گاہ میں لایا گیا الحمدللہ جنازہ کو کندھا دینے کی سعادت بندہ نے بھی حاصل کی اور چھوٹے بھائی اور حضرت کے خلیفہ مفتی خلیق احمد اخون سلمہٗ اور فرزند محمد طلحہ نیاز اخون سلمہٗ نے بھی حاصل کی۔ (از: روزنامہ اسلام کراچی)۔ (از مرتب)

بخشش کے بھی امیدوار تھے۔ وصیت کے مطابق حضرت کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد مظہر میاں صاحب دامت برکاتہم نے نماز جنازہ پڑھائی، اور سندھ بلوچ سوسائٹی میں حضرت کے وقف کردہ قطعۂ زمین میں آپ کی تدفین کی گئی، اور آپ کی تدفین کا عمل آپ کے پوتے حضرت مولانا محمد ابراہیم اور مولانا اسماعیل صاحب اور مولانا اسحاق صاحب اور دیگر اعزاء اور خدام کے ذریعے انجام پایا۔ اور حضرت شیخ کی وصیت کے مطابق آپ کے پورے جسم مبارک کا رخ قبر کی شرقی دیوار کے سہارے قبلہ رو کر دیا گیا (اور یہی شرعی حکم اور سنت ہے، صرف چہرے کا قبلہ رخ کرنا کافی نہیں)، سب سے پہلے تین لپ مٹی حضرت کے صاحبزادے مولانا محمد مظہر میاں نے ڈالے، پھر بندہ نے یہ سعادت حاصل کی اور پھر دیگر حضرات نے۔ سورہ بقرہ کے اوّل اور آخری رکوع حضرت کے پوتے حضرت مولانا محمد ابراہیم میاں اور مولانا اسماعیل میاں نے تلاوت کیے اور آخری دعا کروانے کا حکم بندہ کو ہوا۔ سب نے قبلہ رو ہو کر دعا کی۔ تقریباً ساڑھے دس بجے تدفین مکمل ہوئی، اور قبرستان کو قبر کی زیارت کے لیے عام و خاص کے لیے کھول دیا گیا۔

جنازہ ہوا قبر میں آج داخل
ہوئی خاکِ تن آج مٹی میں شامل

رحمة اللّٰہ علیہ رحمة واسعة (آمین)

بہت روئیں گے کر کے یاد اہلِ میکدہ مجھ کو
شرابِ دردِ دل پی کر ہمارے جام و مینا سے [1]

(بشکریہ اداریہ ماہنامہ الابرار کراچی، رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ مطابق اگست 2013ء)

.........☆.........

---

[1] یہ مضمون روزنامہ اسلام کراچی (۲۸/رجب ۱۴۳۴ھ مطابق 8/جون 2013ء) میں بھی تھوڑے سے فرق کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ (از مرتب)

حضرت والا کے واقعات و کمالات حضرت والا کی زبانی

محمد ارمغان ارمانؔ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم ، اَمَّا بَعْدُ!

شیخ العرب و العجم عارف باللہ حکیم العصر مجدّدِ زمانہ قطب العالم سلطان العارفین سیّدی و مرشدی مجی و محبوبی حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کی مختصر سوانح جو حضرت میرؔ صاحب نے ارقام فرمائی، جامع اور کافی ہے اس لیے اب حضرت والا کی چند خصوصیات و کمالات اور واقعات متفرق عنوانات اور بلاترتیب مرشدِ پاک حضرت والا ہی کی زبانی لکھتا ہوں۔

بچپن کے چند واقعات اور آثارِ ولایتِ خاصہ:

فرمایا کہ: میں پانچ سال کا تھا، اپنے پیروں سے چل نہیں سکتا تھا، بیمار رہتا تھا۔ بہن گود میں اُٹھا کر مسجد میں دَم کرانے لائی۔ مسجد دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے۔ امام صاحب جب دَم کرنے آئے تو اُن کی ڈاڑھی اور لمبا کُرتا دیکھ کر مَیں بہت خوش ہوا، امام صاحب مجھے اللہ والے معلوم ہوئے۔ یہ پانچ سال کی عمر کی بات ہے۔ جب میں پندرہ سال کا ہو گیا اور حکمت پڑھنے لگا تو معلوم ہوا کہ امام صاحب حافظ ابوالبرکات صاحب تھے جو حضرت حکیم الامت تھانوی کے خلیفہ تھے۔ میں پھر ضلع سلطان پور کے اُسی محلہ کی مسجد میں گیا اور اُن سے کہا کہ مجھے مرید کر لیجئے۔ اُنہوں نے فرمایا کہ میں حضرت تھانی رحمۃ اللہ علیہ کا خلیفہ تو ہوں مگر میرے خلافت نامہ میں للعوام لکھا ہوا ہے یعنی عام لوگوں کے لیے اور آپ عوام میں نہیں ہیں۔ معلوم نہیں اُنھوں نے کیا دیکھا حالانکہ اُس وقت میں طبیہ کالج میں

پڑھتا تھا، مولوی بھی نہیں ہوا تھا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اچھی جگہ سے جوڑ دے۔ پانچ سال کے بچہ کا مسجد دیکھ کر خوش ہونا اور اللہ والوں کو دیکھ کر خوش ہونا کیا یہ علامتِ جذب نہیں ہے؟

پھر میں جب دس سال کا ہوا اور مڈل کے درجہ پنجم میں پڑھنا شروع کیا تو جنگل کی مسجد میں جا کر نماز پڑھتا تھا جہاں سناٹا تھا، کوئی نہیں ہوتا تھا۔ پھر جب طبیہ کالج میں پڑھتا تھا تو وہاں ایک مسجد تھی جو جناتوں کی مسجد مشہور تھی، وہاں لوگ جاتے ہوئے ڈرتے تھے میں اُسی مسجد میں جاتا تھا اور مناجات پڑھ کر خوب روتا تھا۔ یہ بالغ ہونے سے پہلے کے حالات تھے۔ بچپن ہی سے آسمان اور زمین دیکھ کر اللہ یاد آتا تھا کہ یا اللہ! آپ نے کیسا آسمان بنایا، کیسی زمین بنائی۔ ان حالات سے میں سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بچپن ہی سے کھینچ لیا۔ یہی وجہ ہے کہ میری باتوں اور میری تقریر میں جذب کا اثر ہو جاتا ہے۔ ابھی تک سمندر کو دیکھتا ہوں تو حیرت میں پڑ جاتا ہوں کہ اللہ اکبر! آپ نے اِتنا پانی پیدا کیا، سمندر دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی پہچان بڑھتی ہے۔ یہ سب باتیں جذب کی علامت ہیں مگر ان پر بالکلیہ یقین بھی نہیں کرنا چاہیے اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے کہ یا اللہ اپنی رحمت سے اپنے راستہ سے ہٹنے نہ دیجئے[1]۔

فرمایا: جب ہم چھوٹے چھوٹے تھے تو ماں باپ ہی نے تو پالا ہے۔ جب الٰہ آباد طبیہ کالج سے چھٹیوں میں سلطان پور جاتا تھا تو ابّا ایک مہینہ پہلے ہی سے سرمہ لگاتے تھے تاکہ آنکھوں کی روشنی بڑھ جائے گی تو اپنے بیٹے کو اچھی طرح دیکھوں گا۔ (حضرت والا نے روتے ہوئے فرمایا کہ) جب میری ریل پہنچتی تھی تو ابّا للچائی نظروں سے ڈبوں میں دیکھتے تھے کہ میں نظر آجاؤں اور ابّا کنویں سے ڈول سے پانی بھر کر میرے اوپر ڈالتے تھے اور خوب مَل مَل کر نہلاتے تھے۔ میں کہتا تھا کہ ابّا یہ کیا کر رہے ہیں؟ فرماتے تھے کہ کچھ نہیں، بس خاموش رہو۔ خود نہلاتے تھے حالانکہ میں بڑا ہو گیا تھا، کالج میں طب پڑھ رہا تھا مگر باپ کی محبت ایسی تھی (بہت گریہ کے ساتھ فرمایا) اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے میرے ماں باپ کو بخش دیجئے[2]۔

---

[1] (پردیس میں تذکرۂ وطن: ۱۸۴۔۱۸۶)

[2] (خزائنِ شریعت وطریقت: ۱۸۵، ۱۸۴)

فرمایا: میرا بچپن سے ایک معمول تھا کہ جب اماں ہمیں دُکان بھیجتی کہ جاؤ دھنیا مرچ ہلدی لے آؤ تو دُکان دار پُڑیا باندھ کر چیزیں دیتا، میں گھر آکر سامان تو دے دیتا اور اس کاغذ کو دیکھتا کہ کہیں اس میں کوئی شعر تو نہیں ہے۔ کیونکہ بعض بنیے کتب پھاڑ کر اس کے کاغذ میں سودا سلف دیا کرتے ہیں، ہو سکتا ہے کوئی شاعری کی کتاب ہو تو ایک دن ایک شعر مل گیا۔

نت نیا روز مزہ چکھنے کا لپکا ان کو

دربدر جھانکتے پھرتے ہیں انہیں عار نہیں

یعنی بد نظری کے مریض ہر عورت کی ڈیزائن کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ انہیں کوئی عار اور شرم نہیں ہے[1]۔

تقویٰ و پرہیز گاری:

میں جہاں بھی رہوں جس فضا میں رہوں

میرا تقویٰ ہمیشہ سلامت رہے

روز و شب قلبِ اخترؔ کی ہے یہ دُعا

میرے مولیٰ مِری استقامت رہے

حضرت میرؔ صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ ۲۰۰۲ء میں جنوبی افریقہ کے دعوتِ سفر پر جب حضرت والا مع خدام ہم لوگ دبئی پہنچے جہاں سے جوہانسبرگ کو جانے والی پرواز میں ابھی وقت تھا، اور یہ پرواز حضرت والا کے آرام کیلئے ہی اختیار کی گئی تھی۔ دبئی ایئرپورٹ کے ہوٹل کے کمروں میں حضرت والا مع ہم سب خدام منتقل ہو گئے۔ ہوٹل کے کمرے میں ٹی وی رکھا ہوا تھا۔ حضرت والا نے اس پر چادر ڈلوا دی اور فرمایا کہ یہ گناہ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، اس میں ناچ گانے، عورتیں، بے

---

[1] اور بد نظری کے مریض ایسا کیوں کرتے ہیں؟ اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ جس آدمی کے دل میں سکینہ کا نور نہیں ہوتا وہ ایسے ہی اِدھر اُدھر منہ کر کے کبھی اس مکان میں کبھی اس فلیٹ میں تانک جھانک کرتا رہتا ہے کہ شاید کوئی حسین کوئی ٹیڑی نظر آجائے۔ دل میں سکون نہیں ہے۔ (وعظ مجلسِ ذکر: ۴۶،۴۵)

حیائی کی باتیں اور تصویریں وغیرہ آتی ہیں اس لیے اس پر چادر ڈلوادی کہ ہم آلہ گناہ کو بھی دیکھنا نہیں چاہتے اگرچہ اس وقت یہ بند ہے اور کوئی گناہ نہیں ہو رہا ہے مگر اس کو بھی دیکھ کر تکلیف ہوتی ہے[1]۔

فرمایا: بنگلہ دیش میں ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ میری جوان بیٹی ہے آپ تو اس کے دادا اور نانا کے برابر ہیں ذرا اس کے سر پر ہاتھ پھیر دیجئے۔ میں نے کہا لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ یہ تو بالکل حرام ہے چاہے سو برس کا بوڑھا ہو جائے کسی عمر کا ہو جائے اس کو بھی جوان لڑکیوں کو دیکھنا یا ان کے سر پر ہاتھ پھیرنا سب حرام ہے[2]۔

فرمایا: پاکستان آنے کے سولہ سال بعد جب میں کراچی سے الٰہ آباد گیا تو میری خالہ کی لڑکیاں سامنے آنے لگیں۔ میں نے کہا یہ کیا غضب کر رہی ہو، خبر دار کوئی میرے سامنے نہ آئے، پردہ میں رہو۔ جو تحفے تحائف کا دینا ہے سب کو خوب دوں گا، گھبراؤ نہیں۔ میں نے اُن کے بچوں کو پانچ پانچ روپیہ دس دس روپیہ اور خالہ کی بیٹیوں کو سو سو روپیہ دے دیے[3] محض اس بناء پر کہ ان کو یہ خیال نہ آئے کہ جو زیادہ ملّا ہو جاتا ہے یعنی دیندار ہو جاتا ہے وہ پردہ کرا کے اپنی جان چھڑا لیتا ہے اور پیسہ بچا لیتا ہے، یہ مولانا لوگ کنجوس ہوتے ہیں۔ میں نے اسلام کی اور ڈاڑھی کی عزت کے لیے ان کو خوب پیسہ دیا تاکہ وہ مولویوں کو بُرا بھلا نہ کہیں اور دین کی عظمت دل میں پیدا ہو، تو میرے ہدیہ دینے سے سب خوش ہو گئے۔ پھر میں نے نرمی سے سمجھا دیا کہ تمہاری محبت ہمارے دل میں ہے لیکن کیا کریں اللہ و رسول کا حکم ہے۔ تو اے میری خالہ کی بیٹیو! تم سے پردہ کرنا ہمارے اُوپر واجب ہے۔ عورتوں کے لیے خالہ کا بھائی، خالہ کا بیٹا، ماموں زاد بھائی یعنی ماموں کا بیٹا چچا کا بیٹا، پھوپھی کا بیٹا ان سب سے پردہ ضروری ہے[4]۔

[1] ارشاداتِ دردِ دل: ۱۸، ۱۷، بتغیر۔

[2] معارف ربانی: ۲۳۔

[3] یاد رہے! اُس زمانہ کے پانچ روپے آج کے پانچ سو روپے کے برابر ہیں۔ (از مرتب)

[4] وعظ حقوق الرجال: ۴۸۔

۱۹۹۳ء میں جب حضرت والا ری یونین کے دعوتِ سفر پر تھے، وہاں سینٹ لوئیس میں قبل نمازِ جمعہ مولانا اسماعیل صاحب (شاگرد و خلیفہ مجاز حضرت والا) کی مسجد میں حضرت والا کا بیان تجویز تھا۔ صبح مولانا یاددہانی کے لیے حاضر ہوئے تو حضرت والا نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا کہ آپ کی مسجد کا موذن ڈاڑھی منڈاتا ہے، موذن کو رکھنے والی کمیٹی اور امام سب سے قیامت کے دن مواخذہ کا خوف ہے کیونکہ ایسے شخص کی اذان اور امامت سب مکروہِ تحریمی ہے اس کا اخراج واجب ہے لہٰذا میں آپ کی مسجد میں بیان نہیں کروں گا کیونکہ:

لَا یَجُوْزُ الْحُضُوْرُ عِنْدَ مَجْلِسٍ فِیْهِ الْمَحْظُوْرُ

جس مجلس میں اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہو وہاں شرکت جائز نہیں۔ مولانا اسماعیل صاحب نے عرض کیا کہ اس موذن کو ہم نے نہیں رکھا بہت پُرانا ہے اور یہاں کے ملکی قوانین کے تحت کسی ملازم کو نکالنا تقریباً ناممکن ہے البتہ ہم نے اس کا انتظام کر لیا ہے کہ کل حضرت کی موجودگی میں وہ اذان و اقامت نہیں کہے گا۔ دوسرے صالح شخص کہیں گے۔ کیونکہ عذر معقول تھا اس لیے حضرت والا نے بیان کی دعوت قبول فرمالی اور نماز سے قبل حضرت اقدس کا دس منٹ نہایت مختصر اور جامع بیان ہوا جس میں سورۂ ملک کی شروع کی دو آیتوں کی تفسیر بیان فرمائی[1]۔

۱۹۹۷ء میں جب حضرت والا قونیہ تشریف لے گئے تھے تو مولانا رومی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار پر جانے سے قبل فرمایا کہ مولانا کے مزار کے متعلق معلومات کرنی ہے کہ وہاں کوئی بدعت تو نہیں ہو رہی ہے۔ جس وقت کوئی منکر نہیں ہو رہا ہو گا اس وقت جائیں گے۔......... ایسے موقع پر ہم مولانا کے مزار پر نہیں جائیں گے جب وہاں کوئی منکر ہو رہا ہو گا کیونکہ

''لا یجوز الحضور عند مجلس فیه المحظور''

[1] معارفِ ربانی: ۲۵۸،۲۵۷۔

اس مجلس میں شرکت جائز نہیں جہاں اللہ کی کوئی نافرمانی ہو رہی ہو۔ اگر بالفرض آج کل ہر وقت وہاں کوئی منکر ہو گا تو پھر جائیں گے ہی نہیں چاہے سفر کی ساری مشقتیں اور تمام اخراجات بے کار جائیں۔ شریعت کے ایک حکم پر سب کچھ قربان کیا جا سکتا ہے (اللہ اکبر)[1]۔

۲۰۰۴ء میں جب حضرت والا جنوبی افریقہ اپنے احباب خصوصی کی دعوت پر تشریف لے گئے تھے، وہاں ایک دن مجلس کے بعد حضرت والا اپنے کمرہ میں تشریف لائے اور حضرت والا کے ایک عالم خلیفہ کے دو صاحبزادے بھی ساتھ آئے بڑے اور چھوٹے صاحبزادے دونوں دو سال پہلے بھی حاضر ہوئے تھے لیکن اس وقت چھوٹے صاحبزادہ کے ڈاڑھی نہیں آئی تھی اب ماشاء اللہ پوری ڈاڑھی تھی۔ اُن کو دیکھ کر حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ کیا تم ان کے بھائی ہو؟ پھر فرمایا کہ اگر پہلے غور سے دیکھتا تو پہچان لیتا اسی لیے اب پوچھنا پڑا کہ کیا تم ان کے بھائی ہو کیوں کہ بھائی بھائی کی شکل میں مشابہت ہوتی ہے لیکن اس وقت غور سے نہیں دیکھا تھا کیوں کہ اس وقت دیکھنا جائز نہیں تھا۔ میر اشعر ہے۔

جن کے چہرے میں ہو نمک شامل

واجب الاحتیاط ہوتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے تقویٰ کی نعمت دی تھی جس سے ان کے چہرہ کو غور سے نہیں دیکھا تھا۔ آج ڈاڑھی خوب بڑی ہو گئی ایک مُٹھی سے بھی زیادہ ہے تو اب پوچھنے سے معلوم ہوا اور چہرہ بھی بتاتا ہے کہ بھائی بھائی ہیں[2]۔

اسی طرح ایک نوجوان جس کے چہرہ پر ڈاڑھی گھنی نہیں تھی کل[3] حضرت والا نے بوجہ تقویٰ اُن کو پاؤں دبانے کو منع فرما دیا تھا وہ حاضر ہوئے تو حضرت نے فرمایا کہ آپ اطمینان رکھیں کہ اللہ

---

[1] الطافِ ربانی: ۲۹۔

[2] پردیس میں تذکرۂ وطن: ۲۸، ۲۷۔

[3] یعنی موٴرخہ ۲۰ ربیع الاوّل ۱۴۲۵ھ مطابق ۱۰ مئی ۲۰۰۴ء بروز پیر بمقام جنوبی افریقہ، اور اگلے دن بعد نمازِ ظہر حضرت والا نے بیان فرمایا۔ (از مرتب)

تعالیٰ آپ کے خدمت نہ کرنے سے اِن شاء اللہ تعالیٰ زیادہ راضی ہو گا کیونکہ میں نے اللہ کے لیے احتیاطاً فیصلہ کیا کہ میرے نفس کو کوئی مزہ نہ آجائے جیسے کوئی عمارت گر جائے اور کھنڈر رہ جائے اور کھنڈر بزبانِ حال کہہ رہا ہو کہ یہاں عمارت عظیم تھی تو اس کھنڈر کو دیکھنا بھی جائز نہیں۔ جب گال ڈاڑھی سے بھر جائے تو ڈاڑھی سے دوستی گاڑھی ہو جاتی ہے، اُس وقت دیکھنے میں حرج نہیں اور جب تک اللہ کی دوستی میں خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہو اس وقت تک احتیاط کرو اور نہ دیکھو، اس لیے احتیاط کرتا ہوں۔ اللہ کے لیے دیکھتا ہوں اور اللہ کے لیے نہیں دیکھتا۔ آنکھیں اللہ کی بنائی ہوئی ہیں جہاں انھوں نے فرمایا کہ دیکھو وہاں دیکھتا ہوں جہاں منع فرمادیا وہاں نہیں دیکھتا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، اُس کی توفیق کا شکر گزار ہوں۔ جن کے گال بالکل صاف ہیں اُن کی طرف دیکھتے ہوئے ڈر لگتا ہے کہ کہیں میرا نفس شرارت نہ کر جائے۔ شرارت دِل میں ہو سکتی ہے کیونکہ جو شیخ ہوتا ہے وہ زبان سے اظہارِ شرارت نہیں کر سکتا کیونکہ شیخ کو عزت کا بھی خیال ہوتا ہے اس لیے شیخ کوئی نامناسب حرکت تو نہیں کرے گا لیکن دل میں خیال آسکتا ہے اس لیے احتیاط کرنا چاہیے۔

اَلْمُتَّقِیْ مَنْ یَتَّقِیْ الشُّبُھَاتِ

"متقی وہ ہے جو شبہ گناہ سے بھی بچے"۔

نفس بہت شریر ہے اس کے مکر سے وہی بچ سکتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہو ورنہ بڑے بڑے پڑھے لکھے اور شریف لوگ نفس کی چال میں آجاتے ہیں۔ جب اُن سے پوچھا جاتا ہے کہ کیوں دیکھتے ہو تو کہتے ہیں کہ اس میں کوئی خاص بات نہیں۔ اگر خاص بات نہیں ہے تو دیکھتے کیوں ہو؟ دیکھنا ہی دلیل ہے کہ خاص بات ہے[1]۔

چند کراماتِ مرشدی:

---

[1] پردیس میں تذکرۂ وطن: ۱۶۹،۱۷۰۔

سیّدی و مرشدی حضرت والا فرماتے ہیں کہ اولیاء کی کرامت برحق ہے کَرَامَاتُ الْاَوْلِیَاءِ حَقٌّ اسلامی عقائد میں سے ہے اس لیے کرامتِ اولیاء کا انکار بڑی گمراہی کی بات ہے البتہ کرامت کسی ولی کے اختیار میں نہیں ہوتی کہ جب وہ چاہے خود صادر کر دے بلکہ جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں اپنے کسی مقبول بندے کو عطا فرما دیتے ہیں کرامت "فعلِ عبد" نہیں ہے "فعلِ معبود" ہے۔ .... لیکن لوازم ولایت میں سے نہیں ہے۔......... حضرت ملّا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

الاستقامة فوق الف کرامة

"سنت و شریعت پر استقامت ایک ہزار کرامت سے افضل ہے"[1]۔

"اہتمامِ تقویٰ، اتباعِ سنّت، اتباعِ شریعت" یہ کرامتِ معنویہ ہے اور کرامتِ ظاہرہ سے افضل و اعلیٰ ہے۔ اس کے ذیل میں حضرت والا سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مشہور واقعہ بھی سنایا کرتے تھے کہ ایک شخص اُن کے پاس دس سال تک رہا جب کوئی کرامت نہ دیکھی تو مایوس ہو کر واپس ہونے لگا اور کہا کہ میں نے آپ کے اندر کوئی کرامت نہیں پائی۔ تو حضرت نے فرمایا کیا ان دس سالوں کے اندر میرا کوئی عمل خلافِ شریعت اور خلافِ سنّت دیکھا؟ اُس نے کہا کہ نہیں، تو آپ نے فرمایا کہ اس سے بڑھ کر تُو کیا کرامت چاہتا ہے؟

البتہ کرامتِ ظاہری کا کسی اللہ والے سے ظہور ہونا یہ انعامِ خداوندی ہے، احادیث میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بھی اولیاء اللہ کی کرامت بیان فرمائی ہیں[2]، حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ایک کتاب "کراماتِ صحابہ" تصنیف فرمائی تھی، اس کے علاوہ اولیاء اللہ کی کرامات پر بے شمار کتب ہیں۔

---

[1] ملخص از وعظ علاج الغضب: ۲۲-۲۵۔

[2] دیکھئے بخاری شریف، باب الکفالۃ۔

ہمارے سیّدی و مرشدی حضرت والا قدس سرہ بھی صاحبِ کرامت تھے، یعنی کرامتِ معنوی کے ساتھ ساتھ کرامتِ ظاہری بھی حاصل تھی، ناجانے کتنے بھٹکے ہوئے بندوں کو منزل تک پہنچا دیا اور لمحوں میں صاحبِ نسبت کر دیا۔

کرامتِ معنوی سے متعلق چند واقعات ''تقویٰ و پرہیز گاری'' کے عنوان کے تحت ذکر کیے جا چکے ہیں، صرف چند ایک واقعات کرامتِ ظاہری سے متعلق بھی ملاحظہ فرمایئے:

۱۹۹۸ء میں سیّدی و مرشدی حضرت والا اپنے احباب خصوصی کی دعوت پر رنگون (برما) تشریف لے گئے تھے، پھر وہاں سے ڈھاکہ (بنگلہ دیش) کو تشریف لے جانا تھا، روانگی والے دن کا واقعہ شیخ الحدیث حضرت مولانا جلیل احمد اخون صاحب مد ظلہ (خلیفہ مجاز حضرت والا) بیان فرماتے ہیں کہ:

رنگون سے ڈھاکہ سفر کی ٹکٹیں او۔کے (OK) کرانے کی ذمہ داری حافظ ایوب صاحب نے لی انھوں نے روانگی والے دن اتوار کو صبح یہ بتلایا کہ ٹکٹیں او۔کے ہو گئی ہیں اور فلائٹ کا وقت شام ۵ بج کر ۵۵ منٹ پر ہے اور یہی رنگون میں مغرب کا وقت تھا۔ فلائٹ کا وقت سن کر پریشانی ہوئی کیونکہ نہ رنگون میں نماز پڑھ سکتے تھے اور نہ ہی ڈھاکہ میں نماز کا وقت مل سکتا تھا۔ حضرت شیخ کو اطلاع کی گئی اور مغرب کی نماز کی بابت عرض کیا گیا تو حضرت نے فرمایا ''خدا کرے کہ جہاز لیٹ ہو جائے اور ہم جماعت سے مغرب کی نماز پڑھ لیں''۔ جب ہم حضرت کے کمرہ سے باہر آئے تو میں نے حافظ ایوب صاحب سے کہا کہ ان شاء اللہ ضرور جہاز لیٹ ہو گا چونکہ اللہ تعالیٰ اپنے مقربین بندوں کی بات ضرور پوری فرماتے ہیں۔ انہوں نے بندہ کی بات پر حیرت کا اظہار کیا۔ بہر حال یہ طے ہوا کہ وہ تین بجے احباب اور سامان کو ائیر پورٹ لے جائیں گے لیکن وہ پانچ بجے تک نہیں آئے پانچ بجے کے بعد آئے اور بندہ کو دیکھ کر مسکرائے اور کہا کہ مولانا آپ کی بات تو سچی ہو گئی فلائٹ کا ٹائم رات پونے نو بجے ہو گیا ہے اسی کے بارے میں مولانا جلال الدین رومی (رحمہ اللہ تعالیٰ) فرماتے ہیں ؏

می دہد یزداں مراد متقین

کہ اللہ تعالیٰ اپنے متقی بندوں کی مراد پوری فرماتے ہیں[1]۔

ع......... آناں کہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند

اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرب و خاص بندوں میں یہ تاثیر رکھی ہے کہ ان کی صحبت میں چند لمحے بیٹھنے والا بھی خام سے کندن ہو جاتا ہے۔ جس طرح پارس پتھر کی خاصیت مشہور ہے کہ اگر لوہے کو چُھو لے تو اسے سونا بنا دیتی ہے، اس سے بڑھ کر خاصیت اللہ والوں کے پاس بیٹھنے میں ہے۔

احادیثِ مبارکہ اور تاریخ میں ایسے بے شمار واقعات موجود ہیں مثلاً سلطان العارفین حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمہ اللہ تعالیٰ کی صحبت نے ایک شرابی کو لمحوں میں ولایت کے اعلیٰ درجہ پر پہنچا دیا تھا، حکیم الامت مجدّد الملت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی صحبت سے جگر مراد آبادی اور حفیظ جونپوری جیسے شرابی کبابی اللہ والے بن گئے تھے۔ ایسا کیوں ہے؟

اس کی وجہ حضرت والا فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کی صحبت سے قلب میں اعمالِ صالحہ کی ایک زبردست قوت و ہمت اور توفیق پیدا ہو جاتی ہے۔ چالیس چالیس سال سے انسان جس گناہ کو چھوڑنے کی طاقت نہ پاتا ہو اللہ والوں کے پاس چند دن رہ کر کے دیکھے کہ کیا ہوتا ہے۔ اور فرمایا کہ اللہ والوں کی صحبت سے تقدیریں بدل جاتی ہیں۔ سرورِ عالم ﷺ فرماتے ہیں:

هُمُ الْجُلَسَآءُ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ (بخاری، ص۹۴۸، ج۲)

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے پاس بیٹھنے والا شقی نہیں رہ سکتا۔ اس کی شقاوت کو سعادت سے اللہ تعالیٰ بدل دیتے ہیں۔۔۔ جب اولیاءللہ کی صحبت کا یہ انعام ہے۔۔۔ تو صحبتِ نبوت کے فیضان کا کیا عالم ہو گا؟ حالتِ ایمان میں جس پر نبوت کی نگاہ پڑ گئی وہ صحابی ہو گیا اور دنیا کا بڑے سے بڑا ولی بھی ایک ادنیٰ صحابی کے رُتبہ کو نہیں پا سکتا[2]۔

---

[1] سفر نامہ رنگون وڈھاکہ: ۱۷۳۔

[2] ملخص از وعظ علاج الغضب: ۱۰۔۱۳۔

اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جس طرح پارس پتھر میں سونا سازی یعنی لوہے کو سونا بنانے کی خاصیت رکھی ہے، آگ میں گرمی اور جلانے کی خاصیت رکھی ہے اور برف میں ٹھنڈا کرنے کی خاصیت رکھی ہے اور ان کی خاصیت بلا دلیل تسلیم کی جاتی ہے، اسی طرح اللہ والوں میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایک خاصیت رکھی ہے اولیاء سازی کی کہ ان کی صحبت میں رہنے والے ولی اللہ ہو جاتے ہیں[1]۔

اب فیضانِ صحبتِ ولی کامل پر سیّدی و مرشدی حضرت والا قدس سرہ کا ایک واقعہ بطورِ نمونہ ملاحظہ فرمائیے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا جلیل احمد اخون صاحب مدظلہٗ رقم طراز ہیں کہ حضرت شیخ اپنے کلام میں فرماتے ہیں۔

ہوئے ہیں کتنے رند اولیاء بھی
ذرا دیکھو تو فیضِ خانقاہی

اللہ والوں کی صحبت نے کتنے بھٹکے ہوؤں کو راہِ ہدایت دکھا دی اور فسق فجور اور گناہوں کی پستیوں سے نکال کر ولایت کی بلندیوں تک پہنچا دیا چنانچہ اس سفر (رنگون، برما) میں ایک رات جب عشاء کے بعد قیام گاہ پر بیعت اور زیارت کے لیے بہت سے احباب جمع تھے تو قیام گاہ کے پڑوس میں رہنے والا ایک شخص آیا ہال نما کمرے کے مرکزی دروازہ کے قریب بیٹھ گیا۔ اس کی ہئیت عجیب وحشت ناک تھی کلین شیو (یعنی بغیر ڈاڑھی) تھا سر کے بال اتنے لمبے کہ نصف کمر تک آتے تھے اور وہ بھی عورتوں کی طرح ربڑ سے باندھے ہوئے تھے، ہاتھوں میں کنگن اور انگلیوں میں انگوٹھیاں اور تین سونے کے ہار گلے میں تھے اور چہرے سے عجیب وحشت اور نحوست ٹپک رہی تھی۔ پہلے دن وہ مجلس کے آخر تک ویسے ہی بیٹھا رہا۔ غالباً یہ بدھ اور جمعرات کی درمیانی رات کا واقعہ ہے۔ دوسرے دن بندہ اس کو مغرب کے بعد جامع مسجد سورتی میں دیکھتا رہا شاید وہ بیان سننے کے لیے آیا ہو لیکن وہ وہاں موجود نہیں تھا لیکن جب عشاء کے بعد واپس قیام گاہ پر آئے اور بیعت ہونے لگی تو وہ پھر آیا۔ بندہ کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ وہ بھی

---

[1] وعظ صحبتِ اہل اللہ اور جدید ٹیکنالوجی: ۳۴،۳۳۔

کونے میں بیعت کے لیے پھیلائی ہوئی چادر کا پلہ پکڑے ہوئے تھا۔ اس کے بعد شاید وہ کبھی بھی مغرب کے بیان کے لیے جامع مسجد سورتی میں نہیں آیا لیکن عشاء کے بعد قیام گاہ پر روزانہ آتا تھا۔

آخری دن اتوار کو وہ صبح صبح آیا تو حضرت والا اس کو اپنے ساتھ چند منٹوں کے لیے اپنے حجرہ مخصوصہ میں لے گئے اس نے حضرت کے ساتھ خلوت میں چند منٹ گزارے پھر وہاں سے نکلا اور سیدھا چلا گیا۔ شام کو عصر کے وقت جب ہماری روانگی تھی تو وہ آیا اس کے بال سنت کے مطابق بال بنے ہوئے تھے نہ اس کے گلے میں کوئی ہار تھا اور نہ ہاتھوں میں کوئی کنگن اور نہ انگوٹھیاں تھیں تھوڑی ڈاڑھی اس کی بڑھی ہوئی تھی اور اس کا چہرہ نور سے جگمگا رہا تھا اس کے چہرہ کی تابانی قلب کے نور یزدانی کی غمازی کر رہی تھی۔ ہر ایک اس کی بدلی ہوئی کیفیت پر ششدر اور حیران تھا اور مجھے حضرت کا یہ شعر یاد آرہا تھا؎

کسی اہلِ دل کی صحبت جو ملی کسی کو اخترؔ

اسے آگیا ہے جینا اسے آگیا ہے مرنا[1]

فرمایا: اس زمانے میں خال خال ایسے لوگ ہیں جنہیں دیکھ کر کافر بھی ایمان لاتا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کے شکر کے طور پر کہتا ہوں، مجھ کو کئی کافروں نے ساؤتھ افریقہ میں دیکھ کر اسلام قبول کیا۔ میرے میزبان ادریس ہتھورانی کا عیسائی نوکر مجھے ایک نظر دیکھ کر دوڑا ہوا ادریس کے پاس گیا اور پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ اس نے بتایا کہ ہمارے پیر صاحب ہیں تو کہا کہ جس دین پر یہ ہیں مجھے بھی اسی دین پر کرا دو۔ انہوں نے پوچھا کہ کیوں؟ کہا کہ ان کا چہرہ بتا رہا ہے کہ یہ سچے دین پر ہیں اور وہ مسلمان ہو گیا[2]۔

تواضع، فنائیت اور للّٰہیت:

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَهُ اللّٰهُ (مشکوٰۃ، ص:۴۳۴)

”جس نے اللہ کے لیے تواضع اختیار کی اللہ تعالیٰ اس کو بلندی دیتا ہے“۔

---

[1] سفر نامہ رنگون وڈھاکہ: ۱۱۹، ۱۱۸۔

[2] خزائن شریعت وطریقت: ۳۷۵، ۳۷۶۔

حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ تصوف نام ہے اپنے نفس کو مٹا دینے کا، یہی حاصلِ سلوک ہے۔ اور حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو اپنا یہی مقصد ایک شعر میں لکھ کر پیش کیا تھا؎

نہیں کچھ اور خواہش آپ کے دَر پر میں لایا ہوں
مٹا دیجئے مٹا دیجئے میں مٹنے ہی کو آیا ہوں

سیّدی و مرشدی حضرت والا قدس سرہ تواضع و فنائیت اور بندگی و عبدیت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے بے شمار واقعات اس پر شاہد ہیں، اور حضرت والا کے متعلقین میں بھی فنائیت بہت پائی جاتی ہے اس بات کا اقرار بے شمار علماء کرام و مشائخ عظام بھی کرتے ہیں خود احقر نے بھی سنا ہے۔ در حقیقت یہ سلسلہ امدادیہ کی برکت ہے کیونکہ سیّد الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ کے سلسلہ میں اپنے آپ کو مٹانے اور فنا کرنے کی خوبی بہت نمایاں ہے، اور مشہور محاورہ ہے:

"پھلوں سے لدی ہوئی شاخ ہمیشہ جھکتی ہے"۔

حضرت والا فرماتے تھے کہ الحمدللہ! نسبتِ شیخ کی وجہ سے میں نے اپنے شیخ کے نوکروں کی بھی خدمت کی ہے۔ شاہ عبد الغنی صاحب کے ہاں جو نوکر تھے، وہ بالکل جاہل مطلق تھے لیکن میں نے کبھی کسی سے لڑائی نہیں کی، ہمیشہ شیخ کے ایک ایک فرد کا اکرام کیا ہے، اللہ کی توفیق سے مجھے ہر شخص بہت ہی محترم نظر آتا تھا، کیونکہ وہ جیسا بھی تھا اُس کو میرے شیخ سے نسبت تھی۔ اور فرمایا: اختر خود کچھ نہیں ہے لیکن یہ سب انہی بزرگوں کی نسبت کا صدقہ ہے، میں کچھ نہیں ہوں[1]۔

عشق و محبت:

حضرت مرشدی فرماتے ہیں کہ؎

محبت در حقیقت اتباعِ راہِ سنت ہے
نبی کا راستہ ہی حاصلِ عشق و محبت ہے

---

[1] وعظ راہِ محبت اور اس کے حقوق: ۲۵، ۲۴۔

یہ دعویٰ عشق کا جو بھی خلافِ راہِ سنت ہے

محبت نام کی تو ہے مگر دراصل بدعت ہے

وہی شیخِ طریقت دوستو محبوبِ ملّت ہے

کہ جس کے ہاتھ میں ہر وقت شمع نورِ سنت ہے

امام العاشقین سیّدی و مرشدی حضرت والا نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ مجھے اپنی محبت کی کیفیت دیتا ہے تو بادشاہوں کے تخت و تاج بکتے ہوئے، چاند و سورج مانند ہوتے ہوئے، حسینوں کا نمک جھڑتا ہوا نظر آتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ اختر پہ زمین و آسمان کے خزانے برسا دے تو پورے عالم میں خانقاہیں، مساجد و مدارس بنوادے، علماء کے قرضے ادا کر دے، ان کے مکانات بنوادے، فیکٹریوں میں ان کے شیئرز کھوادے تاکہ وہ کسی کے محتاج نہ رہیں[1]۔

سیّدی و مرشدی حضرت والا قدس سرہ سراپا محبت ہی محبت تھے، اتنے بڑے عاشقِ ذاتِ حق تھے کہ ان کی آتشِ عشق و محبت کی گرمی اور پُر دَرد قلب کی آہ نے نہ جانے کتنوں کو صاحبِ نسبت کر دیا اور تعلق مع اللہ کی دولت سے آباد کر دیا۔ حضرت والا فناء فی الرسول اور فناء فی اللہ کے بلند مقام پر فائز تھے۔

لذتِ قربِ بے انتہا کو

کس طرح لائے اخترؔ زباں میں

کس طرح سے چھپاؤں محبت

راز ظاہر ہے آہ و فغاں میں

عاشق کو اپنے محبوب کے شہر بھی سے بہت محبت ہوتی ہے، حضرت والا کو مدینہ شریف سے کتنا عشق و محبت تھا؟ اس کا اندازہ ان اشعار سے ہوتا ہے جو ترجمانِ محبت ہیں۔

نظر ڈھونڈتی ہے دیارِ مدینہ

---

[1] سفر نامہ رنگون وڈھاکہ:۲۱۷۔

ہیں دِل اور جاں بے قرارِ مدینہ

دل تڑپتا ہے میرا سینے میں

ہائے پہنچوں گا کب مدینے میں

قلب جس کا نہ ہو مدینے میں

اس کا جینا ہے کوئی جینے میں

اور فرماتے ہیں کہ

پھر مدینے کی لذّت کو میں کیا کہوں

کاش ہوتا مدینے میں میرا وطن

ہیں وطن میں مگر دِل مدینے میں ہے

اے مدینہ فدا تجھ پہ ہوں صد وطن

آہ! کیا دِل موہ لینے والے اشعار ہیں، اور پڑھئے میرے محبوب شیخ فرماتے ہیں کہ

تصور میں آتا ہے جب سبز گنبد

تو ایمان کو گرم تر دیکھتے ہیں

بفرطِ محبت بشوقِ نظر ہم

مدینہ کے در و دیوار دیکھتے ہیں

مدینہ کے دیوار و در دیکھتے ہیں

عجب حال قلب و جگر دیکھتے ہیں

اور یہ اشعار پڑھئے جن میں اپنے عشق و محبت کا اظہار ایک اور ہی انداز میں فرما رہے ہیں

جب نظر آئے وہ سبز گنبد

کہہ کے صلِّ علیٰ جھوم جائیں

جب حضوری کا عالم عطا ہو

اُن کو افسانۂ غم سنائیں

آپ کی شان بے انتہا کو

کس طرح لائے اخترؔ بیاں میں

اے اخترؔ مِرے قلب و جاں ہیں وہاں

مدینے سے گو دُور رہتے ہیں ہم

گر نہ صلِّ علیٰ ہو زباں پر

کیا اثر ہو گا آہ و فغاں میں

اور بالخصوص مدینہ منورہ سے واپس ہوتے ہوئے کے یہ اشعار ملاحظہ فرمایئے جس کا ایک ایک حرف سوز و عشق اور دردِ دل میں ڈوبا ہوا اور قلب میں اُترتا ہوا ہے۔ جیسے محبّ کو محبوب سے محبت ہوتی ہے ایسے ہی محبوب سے وابستہ ہر شیئے بھی محبوب ہوتی ہے اسی لیے تو مذکورہ کلام کے اس مصرعہ میں "مدینہ مدینہ مدینہ مدینہ" کی تکرار بھی بہت لطف دیتی ہے اور وجدانہ کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

یہ صبحِ مدینہ یہ شامِ مدینہ

مبارک تجھے یہ قیامِ مدینہ

بھلا جانے کیا جام و مینائے عالم

تِرا کیف اے خوش خرام مدینہ

مدینہ کی گلیوں میں ہر اِک قدم پر

ہو مدِّ نظر احترامِ مدینہ

مدینہ مدینہ مدینہ مدینہ

بڑا لطف دیتا ہے نامِ مدینہ

نگاہوں میں سلطانیت ہیچ ہو گئی

جو پائے گا دِل میں پیامِ مدینہ

سکونِ جہاں تم کہاں ڈھونڈتے ہو

سکونِ جہاں ہے نظامِ مدینہ

ہو آزاد اختؔر غم دو جہاں سے

جو ہو جائے دِل سے غلام مدینہ

حضرت والا کے کمرہ میں روضۂ مبارک کی تصویر لگی ہوئی ہے جو بجلی سے روشن ہو جاتی ہے اس کو دیکھ کر حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ یہ آسمان مدینہ پاک کا ہے۔ اس آسمان پر حضور ﷺ کی نظر پڑی ہے لہٰذا آج اس آسمان سے نظر ملا کر حضور ﷺ کی نگاہِ مبارک سے اپنی نظر ملا لو۔ یہ ملاقات کا عجیب طریقہ ہے اور صحابہ کی نظر بھی اس آسمان پر پڑی ہے اس لیے صحابہ کرام کی کی نظر سے بھی اپنی نظر ملا لو۔ حضور ﷺ کی نظر مبارک مدینہ کے ان پہاڑوں پر اور آسمان پر پڑی ہے لہٰذا ان مقامات کو دیکھنا حضور ﷺ کی نگاہ مبارک سے اپنی نگاہ کو ملانا ہے کیونکہ یہ مدینہ شریف کا فوٹو ہے، یہ وہیں کے پہاڑ ہیں، وہیں کا آسمان ہے اور وہیں کے سورج ڈوبنے کی سرخیاں ہیں جو تصویر میں دکھائی دے رہی ہیں۔ اس مقام کو اس نیت سے دیکھو کہ ہماری نگاہ وہاں پڑ رہی ہے جہاں ۱۴ سو برس پہلے حضور ﷺ کی نگاہِ مبارک پڑی تھی اور ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ کی نگاہ پڑی تھی تو اس وقت ہماری نگاہ واصل ہے نگاہِ رسالت ﷺ سے نگاہِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے۔ یہ فرما کر دریافت فرمایا کہ بتاؤ یہ مزہ آج تک کسی سے سنا تھا الا ماشاء اللہ۔

جب میں مدینہ شریف جاتا ہوں اور چاند کو دیکھتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ حضور ﷺ کی نگاہِ مبارک نے اس چاند کو یقیناً دیکھا ہے کیونکہ چاند دیکھنے کی دعا ثابت ہے اور تمام صحابہ کرام کی نگاہیں بھی اس چاند پر یقیناً پڑی ہیں۔ لہٰذا مدینہ منورہ کے چاند کو دیکھ کر یہ مراقبہ کرتا ہوں کہ حضور ﷺ کی نگاہِ مبارک جہاں پڑی ہے وہیں آج میری نگاہ بھی پڑ رہی ہے تو اس طرح میری نگاہ میں اور حضور ﷺ کی نگاہ میں ملاقات ہو رہی ہے۔ کہیں یہ باتیں سنیں؟ انتہائی احسان ہے مجھ پر اللہ تعالیٰ کا۔ هٰذَا مِمَّا

خَصَّنِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی بِلُطْفِہٖ یہ علوم وہ ہیں کہ جن میں اللہ تعالیٰ نے مجھ کو خاص کیا ہے۔ یہ جملہ حضرت تھانوی نے بھی کلید مثنوی کی شرح میں لکھا ہے۔ یہ فرما کر حضرت والا پر گریہ طاری ہوگیا[1]۔

اہتمامِ اتباعِ سنت:

حضرت والا فرماتے ہیں کہ شریعت و طریقت، تصوف و سلوک کی اساس اتباعِ سنت ہے۔ منازلِ قربِ الٰہی کی ابتدا بھی یہی ہے اور انتہاء بھی یہی ہے۔ اتباعِ سنت کی عظمت پر حضرت والا کا ایک شعر بین الاقوامی شہرت یافتہ اور اکابر علماء کا پسندیدہ ہے۔

نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے

اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

اس شعر پر بہت سے مبشرات بھی ہیں، چند ایک احقر نے "مبشراتِ منامیہ" میں لکھے ہیں۔

گر سنتِ نبوی کی کرے پیروی اُمت

طوفاں سے نکل جائے گا پھر اِس کا سفینہ

جو چلا تیرے نقشِ قدم پر

کامراں ہے وہ دونوں جہاں میں

حضرت والا کی پوری حیاتِ مبارکہ اتباعِ سنّت سے معمور تھی اور اپنے متعلقین کو بھی اس کی بہت ہی تاکید فرمایا کرتے تھے۔

بس مِرے دل میں تیری محبت رہے

زندگی میری پابندِ سنت رہے

حضرت والا نے ایک کتاب "پیارے نبی ﷺ کی پیاری سنتیں" بھی تحریر فرمائی ہے جو مختصر مگر نہایت جامع ہے، ایسی کتاب ابھی تک دیکھنے میں نہیں آئی۔ اس کے کئی ایڈیشن اب تک چھپ چکے ہیں اور لاکھوں کی تعداد میں پوری دنیا میں مفت تقسیم ہوئی ہے اور ہو رہی ہے، اور کئی زبانوں میں

---

[1] خزائنِ شریعت و طریقت: ۴۱۵، ۴۱۴۔

اس کے ترجمے ہو چکے ہیں، الحمد للہ تعالیٰ۔ حضرت والا کے اہتمامِ اتباعِ سنّت سے متعلق واقعات مختلف عنوانات میں بھی آچکے ہیں، اس کے علاوہ مضمون ''معمولات و عادات'' میں بھی درج ہیں۔

اَدب و اکرام:

طُرُقُ الْعِشْقِ کُلُّھَا اَدَبٌ

حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ یہ راستہ محبت کا راستہ ہے، اَدب کا راستہ ہے۔ جس نے جو کچھ پایا ادب سے پایا، اور جو محروم رہا بے ادبی کی وجہ سے محروم رہا۔ ہمارے سیّدی و مرشدی حضرت والا سراپا ادب تھے۔ چند ایک واقعات ملاحظہ فرمایئے:

فرمایا: الحمدللہ! اختر اپنے شیخ کا اتنا ادب کرتا ہے جتنا رعایا وزیرِ اعظم کا ادب کرتی ہے بلکہ میں اس سے بھی زیادہ اپنے شیخ کا ادب کرتا ہوں۔ .... اللہ والوں کے مقابلے میں بادشاہ یا وزیرِ اعظم کی کیا حیثیت ہے؟ ہمارے بادشاہ، ہمارے وزیرِ اعظم، ہمارے چیف کمانڈر، ہمارے سب کچھ ہمارے شیخ ہی ہیں۔ .... وہ ہمارے محسن ہیں، ہمارے مربّی ہیں، وہ ہمیں اللہ سے جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ ہمارا رُوحانی بیوٹی پارلر کرتے ہیں یعنی ہماری بندگی کی نوک پلک کو اللہ کی مرضی کے مطابق بنا کر ہمیں اللہ کا پسندیدہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں[1]۔

فرمایا: میرے مرشدِ اوّل حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے جب بھی مجھ سے فرمایا کہ پانی لے آؤ تو میں خود ہی حضرت کی خدمت میں پانی لے کر گیا، میں نے کبھی کسی اور سے نہیں کہا کہ پانی لے آؤ چاہے وہ میرا شاگرد ہی کیوں نہ ہو[2]۔

ہمارے حضرت شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک ہندو ڈاکیہ آتا تھا اور جب سلام کرتا تھا کہ مولوی صاحب آداب عرض تو حضرت فرماتے تھے ''آ... داب'' اور میرے کان میں

---

[1] وعظ راہِ محبت اور اس کے حقوق: ۱۶۔

[2] وعظ طلبہ و مدرسین سے خصوصی خطاب: ۸۔

فرماتے تھے کہ میں یہ نیت کرتا ہوں کہ آ اور میرا پیر داب۔ فرمایا کہ یہ اس لیے کرتا ہوں تاکہ کسی کافر کا اکرام لازم نہ آئے[1]۔

حضرت والا کے احباب میں سے ایک صاحب نے چند روز پہلے (جب حضرت والا ۱۹۹۳ء میں دعوتِ سفر کے سلسلہ میں ری یونین میں قیام پذیر تھے) حضرت والا سے عرض کیا تھا کہ ری یونین کا ایک عیسائی وزیر حضرت سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کو لے آنا۔ آج وہ صاحب اس وزیر کو لے آئے اور ان کو کمرے میں لانے کی اجازت چاہی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ان کو دوسرے کمرے میں بٹھلاؤ کیونکہ اگر وہ یہاں آیا تو مجھ کو اٹھنا پڑے گا جس سے اکرامِ کافر لازم آئے گا اور میں جاؤں گا تو اس کو اُٹھنا پڑے گا (سبحان اللہ!)[2]۔

حضرت والا جہاں کہیں کسی کو بے ادبی کرتے دیکھ لیتے تو بہت درد اور محبت کے ساتھ تلقین فرماتے، اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کی زبانِ مبارک میں بہت تاثیر رکھی تھی اسی لیے فوراً دل پر اثر ہوتا تھا۔ چند واقعات اور ملاحظہ فرمایئے:

فرمایا: بنگلہ دیش کی بعض مسجدوں میں تھوک دان رکھے ہوئے تھے جس میں پان کھا کر تھوکتے ہیں اور بلغم وغیرہ بھی تھوکتے ہیں تو میں نے گزارش کی کہ یہ بتلائیں کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ مالک کے گھر اپنا بلغم چھوڑ جائیں، حکم تو یہ ہے کہ جب کھانسی آئے تو جیب سے رومال نکالو، اس میں بلغم تھوک کر واپس جیب میں رکھ لو، اس طرح کرنے سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی، لیکن مساجد میں بلغم تھوکنا منع ہے اور وہاں تو مساجد میں بلغم کا اسٹاک ہو رہا تھا لہٰذا لوگوں نے فوراً ہٹا دیا، اللہ کا شکر ہے جہاں جہاں یہ چیز بیان کی گئی وہاں سے اُگالدان بڑی خوشی خوشی ہٹا دیے گئے اور کہا کہ اللہ آپ کو جزائے خیر دے اور

[1] معارفِ ربانی: ۶۷۔

[2] معارفِ ربانی: ۳۲۰۔

دعائیں بھی ملیں، بعض اوقات اس طرف ذہن نہیں جاتا بس جو چیز چل پڑے اس کے پیچھے پیچھے چل پڑتے ہیں[1]۔

اسی طرح ۱۹۹۳ء میں جب حضرت والا ری یونین کے شہر سینٹ جوزف میں اپنے ایک متعلق کی دعوت پر بیان کے لیے تشریف لے گئے، تو بیان اور نماز کے بعد دعوت کا انتظام بھی تھا۔ دستر خوان اٹھانے کے بعد حضرت والا کے ہاتھ دھلوانے کے لیے تسلہ لایا گیا جو معلوم ہوتا تھا کہ کھانے پینے کی چیزوں میں استعمال ہوتا ہے تو حضرت والا نے فرمایا کہ جس برتن میں ہاتھ دھلوائے جائیں اس میں کھانا نہ کھایا جاتا ہو یا کھانے کی چیزوں میں استعمال نہ ہوتا ہو۔ ہاتھ دھلوانے کے لیے الگ برتن ہو تو ٹھیک ہے ورنہ کھانے پینے کے برتنوں میں ہاتھ دھونا ٹھیک نہیں۔ ہم اُٹھ کر باہر جاکر ہاتھ دھولیں گے لہٰذا حضرت والا نے باہر جاکر ہاتھ دھوئے[2]۔

اللہ اکبر! حضرت والا اپنے مریدین و متعلقین کی بڑی فکر فرمایا کرتے تھے اور ان کے ہر عمل کی اصلاح کی فکر رکھتے تھے، یہ حضرت والا کی اپنے مریدین سے انتہائی تعلق کی دلیل ہے۔

احباب کے ساتھ دلجوئی اور محبت و شفقت:

حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کی اپنے خدام و متعلقین کے ساتھ محبت و شفقت اور دل جوئی کے بے شمار واقعات ہیں، چند ایک ملاحظہ ہوں:

حافظ داؤد صاحب (جو کہ حضرت والا کے خاص شاگرد اور خلیفہ مجاز ہیں، ری یونین سینٹ پییرٔ میں انھوں نے حضرت والا کے ایماء پر خانقاہ امدادیہ اشرفیہ قائم فرمائی) ایک شخص کو لے کر حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ یہ میرے دوست ہیں آج کل کچھ پریشان ہیں دعا چاہتے ہیں۔ حضرت والا نے فوراً دعا کے لیے ہاتھ اٹھادیے اور دعا فرمائی اور دعا کے بعد ان صاحب سے فرمایا کہ بعد میں بھی دعا

---

[1] وعظ گناہوں سے بچنے کا راستہ۔

[2] معارفِ ربانی: ۳۵۶،۳۵۷۔

کروں گا اور سب حاضرین سے فرمایا کہ جب کوئی دعا کے لیے فرمائش کرے تو ایک دعا فوراً کر دیا کرو اس سے اس کا دل خوش ہو جائے گا کیونکہ مؤمن کے دل میں خوشی داخل کرنا بہت بڑی عبادت ہے[1]۔

حضرت والا جب ری یونین کے دعوتِ سفر کے سلسلہ میں سینٹ پیئر میں قیام پذیر تھے، ایک دن یعقوب لمبات صاحب اپنے گھر سے حضرت والا کے لیے کچھ سموسے بنوا کر لائے جو چائے کے ساتھ پیش کیے۔ فرمایا کہ یہ سموسے میں کسی اور کو نہیں دوں گا کیونکہ ان کی تعداد بتا رہی ہے کہ یہ صرف میرے لیے لائے گئے ہیں۔ جو چیز آدمی اپنے شیخ کے لیے لائے اور دوسرے اسے کھائیں تو لانے والے کو تکلیف ہوتی ہے جبکہ وہ چاہتا ہے کہ یہ صرف میرا شیخ کھائے (سبحان اللہ!)[2]۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ خانقاہ میں دورانِ بیان حضرت والا نے رُومال طلب فرمایا تو ایک شخص نے ٹشو پیپر پیش کیا اور حضرت میرؔ صاحب دامت برکاتہم نے حضرت والا کا رُومال جو اُن کے پاس تھا پیش کیا، لیکن حضرت والا نے ان کا ٹشو پیپر استعمال فرمایا اور فرمایا کہ سب کی دلجوئی کرنا اتنا آسان کام نہیں ہے، اصلی شیخ وہی ہے جو دلوں کا خیال رکھتا ہے۔ میں نے اپنے بزرگوں سے سیکھا ہے کہ کسی اللہ والے کی دل شکنی نہ ہو، اس کا دل نہ ٹوٹنے پائے۔ اب اس بیچارے نے ٹشو پیپر دیا، کس محبت سے دیا اور مجھے رومال بھی پیش ہوا مگر یہ رومال تو میرا ہی ہے، اگر اپنے رومال کو نہ استعمال کروں تو کوئی شکایت نہیں کرے گا، لیکن اگر ٹشو پیپر استعمال نہ کرتا تو اس کا دل دکھ جاتا کہ میرا ٹشو پیپر قبول نہیں ہوا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی کہ ٹشو پیپر استعمال کروں۔ یہ توفیق ہونا بھی میرے بزرگوں کی جوتیوں کا صدقہ ہے۔ اللہ اکبر! اس واقعہ میں حضرت والا کی تواضع و فنائیت کا مقام بھی نظر آتا ہے[3]۔

جوہانسبرگ (جنوبی افریقہ) میں جب حضرت والا دعوتِ سفر پر تھے، وہاں ایک دن صبح جھیل پہنچ کر سیر کے بعد مولانا منصور الحق صاحب (جو کہ حضرت والا کے عاشق اور خلیفہ ہیں) سے اشعار

---

[1] معارفِ ربانی: ۴۷،۴۶۔

[2] معارفِ ربانی: ۲۷۲۔

[3] ملخص از وعظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اشد محبت کی بنیاد: ۱۱۔۱۳۔

پڑھنے کے لیے فرمایا اور نہایت محبت و رِقّت کے ساتھ فرمایا کہ اگر میں نواب ہوتا تو کوئی ریاست آپ کے نام لکھ دیتا کہ سب چھوڑو میرے ساتھ رہو لیکن کیا کریں اللہ تعالیٰ غیب سے کوئی سامان ان کا کر دیں تو یہ ہمارے لیے بہت ضروری ہیں (تمام احباب نے آمین کہا) پہلے زمانہ میں نواب لوگ شاعروں کو کچھ گاؤں لکھ دیتے تھے کہ یہ تمہارا ہے، شاعروں کے مزے آجاتے تھے۔ اب تو ریاستیں بھی ختم ہو گئیں مگر اللہ کی قدر بہت بڑی ہے (رِقّت آمیز آواز میں فرمایا کہ) وہ چاہیں تو اپنی رحمت سے کوئی انتظام غیب سے فرمادیں[1]۔

نگاہِ عبرت اور پند و موعظت:

ہر وقت حضرت والا کے قلبِ اطہر پر الہامی علوم و معارف کی بارش برستی رہتی تھی، چھوٹی چھوٹی باتوں سے ایسے ایسے نتائج نکالتے کہ بڑے بڑے علماء و اولیاء دنگ رہ جاتے اور ان کی زبان پر یہی ہوتا کہ یہاں تک عقل کی رسائی ممکن نہیں تھی یہ القائی باتیں ہیں کتابی نہیں۔ اللہ والے ہر چیز کو نگاہِ عبرت سے دیکھتے ہیں اور اس سے سبق حاصل کرتے ہیں۔ بطورِ نمونہ یہ واقعہ ملاحظہ فرمایئے:

حضرت والا نے احقر راقم الحروف (حضرت میر صاحب) سے دُھلی ہوئی چادر اوڑھنے کے لیے طلب فرمائی۔ احقر نے پیش کر دی اور عرض کیا کہ فرشی چادر بھی میلی ہے اگر حضرت والا فرمائیں تو اس کو بھی تبدیل کر دوں۔ فرمایا کہ نہیں۔ احقر خانقاہ میں آگیا۔ تھوڑی دیر بعد احقر کو دوبارہ طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میں نے فرشی چادر کو تبدیل کرنے کو منع کر دیا تھا کیونکہ اس کے میلے پن کا احساس نہیں تھا لیکن جب نئی سفید چادر کو دیکھا تو میلی چادر سے دل کو ناگواری ہونے لگی کیونکہ **تعرف الاشیاء باضدادھا** ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ اندھیروں کا تعارف انوار سے ہوا ہے۔ اس پر ایک علمِ عظیم عطا ہوا کہ جیسے جیسے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے انوار و تجلیات قلب کو عطا ہوتے جاتے ہیں

---

[1] ارشاداتِ دردِ دل: ۵۰۔

اندھیروں سے اور اندھیروں کے اعمال سے مناسبت ختم ہوتی جاتی ہے، نافرمانی اور گناہوں سے قلب غیر مانوس ہوتا جاتا ہے اور گناہوں کے خیال سے بھی وحشت ہونے لگتی ہے[1]۔

فرمایا: ایک دن بڑھئی خانقاہ میں اوپر کی منزل پر کام کر رہا تھا تو لکڑی کے چھوٹے چھوٹے ذرّے اُڑ کر نیچے آنے لگے، لوگوں نے جلدی جلدی کھڑکیاں بند کر دیں۔ میں نے کہا کہ آپ نے اپنی آنکھیں بچانے کے لیے کھڑکیاں بند کر دیں تاکہ ذرّے آنکھوں میں نہ گھس جائیں، لیکن جب اللہ تعالیٰ حسینوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ نامحرم عورتوں سے، اَمرد لڑکوں سے نگاہ بچاؤ تو یہاں کیوں اشکال ہوتا ہے؟ یہاں اللہ کی حرام کردہ چیز سے بچنے کے لیے آنکھ کی کھڑکی کیوں نہیں بند کرتے ہو؟ بدنظری سنکھیا زہر سے بڑھ کر ہے، سنکھیا تو جان لیتا ہے اور یہ ہمارا ایمان لے لیتا ہے[2]۔

۱۹۹۳ء میں جب حضرت والا خانقاہ امدادیہ اشرفیہ سینٹ پیئر (ری یونین) میں تشریف فرما تھے ایک دن کا واقعہ ہے کہ حضرت والا اپنے کمرے سے خانقاہ تشریف لائے تو دیکھا کہ بجلی کی ٹیوب لائٹ جل رہی ہے فرمایا کہ روشنی بجھا کر دیکھئے اگر ضرورت محسوس ہو تو دوبارہ جلالیں گے ورنہ استغفار کریں گے۔ چنانچہ روشنی بجھانے سے معلوم ہوا کہ ضرورت نہیں تھی۔ فرمایا کہ ہم سب کو چاہیے کہ استغفار کریں ربنا اغفرلنا ذنوبنا و اسرافنا فی امرنا اللہ تعالیٰ ہم سب کو معاف فرمائے اور اسراف سے بچائے۔ بعض وقت روشنی کی ضرورت نہیں ہوتی آدمی سمجھتا ہے کہ ضروری ہے اس کا معیار یہی ہے کہ بجھادو پھر دیکھو کہ ضرورت ہے یا نہیں۔ اگر ضرورت ہو تو دوبارہ جلالو۔ بجھانے کے بعد پتہ چلا کہ اس وقت ضرورت نہیں تھی لہٰذا اتنی دیر تک جو بجلی کا استعمال ہوا اس سے استغفار کرنا چاہیے کیونکہ اسراف کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتے۔ ربنا اغفرلنا ذنوبنا و اسرافنا فی امرنا[3]۔

---

[1] افضالِ ربانی: ۷۷،۷۶۔

[2] وعظ لازوال سلطنت: ۲۵۔

[3] معارفِ ربانی: ۵۲۔

طریقِ اصلاح:

حضرت والا نے سالکینِ طریقت کی اصلاح و تربیت جس انداز سے فرمائی وہ اپنی مثال آپ ہیں، اس کا اندازہ منسلکین کے اصلاحی خطوط کو لکھے جوابات پر مشتمل کتاب "تربیتِ عاشقانِ خدا" کا مطالعہ کر کے بھی آپ کو معلوم ہو جائے گا، جس میں جملہ امراضِ رُوحانی کے نادر و نایاب اور الہامی نسخے ہیں جو آپ کی شانِ تجدید پر شاہد ہیں۔ حضرت والا فرماتے ہیں:

جس شخص کو حق تعالیٰ تربیت کرنے کا شرف اپنی رحمت سے عطا فرماتے ہیں اس کے دل میں طالبین کے سوالات کے جوابات بھی عطا فرما دیتے ہیں تاکہ بدون سوال مشکل حل ہونے پر مرشد پر فدا ہو جائے[1]۔

حضرت والا قدس سرہ سراپا رحمت و محبت تھے۔ کسی کو ڈانٹ ڈپٹ نہیں کرتے تھے، اور اگر ضرورتاً کبھی ڈانٹتے تو دوسرے وقت اس قدر شفقت و کرم اور دل جوئی فرماتے کہ اس بندے کو خود ندامت ہونے لگتی تھی۔ حضرت والا فرماتے ہیں کہ جب اللہ والے ڈانٹتے ہیں تو بعد میں اس کے لیے دعائیں بھی بہت کرتے ہیں اور اس کی تلافی بھی کرتے ہیں تاکہ دوسروں کے دل میں اس کی عزت بڑھ جائے[2]۔

اور فرماتے تھے کہ "شیخ کے ذمہ ہے کہ اپنے احباب کی خطاؤں کو معاف کرتا رہے کیونکہ اس کو بھی تو قیامت کے دن اپنی معاف کرانی ہے اور اپنے کو برتر سمجھ کر نہ ڈانٹے یہی سمجھے کہ یہ شہزادے ہیں اور شاہ نے حکم دیا ہے کہ ان کے کوڑے لگاؤ تو جلاد کوڑے لگاتا ہے تو ڈرتا بھی رہتا ہے اور بادشاہ کی نظر کو دیکھتا رہتا ہے کہ کہیں شاہ کی نظر نہ بدل جائے کوئی کوڑا تیز نہ لگ جائے۔ یہ حکیم الامت کے

---

[1] تربیتِ عاشقانِ خدا: ۱/۱۲۶۔

[2] درسِ مثنوی: ۲۵۳۔

ارشادات ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اصلاح بھی تو ہمارے ذمے ہے، خاموش کیسے رہیں، دل پر جبر کر کے اور خود کو حقیر سمجھتے ہوئے کہنا پڑتا ہے"[1]۔

ایک بہت بڑے ڈاکٹر جو امریکہ و یورپ میں بلائے جاتے ہیں اور بہت دین دار ہیں لیکن ڈاڑھی پر کالا خضاب لگاتے ہیں۔ حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان سے ارشاد فرمایا کہ اگر کبھی آپ کو خضاب لگانے کی ضرورت پیش آئے تو براؤن خضاب لگائیے کالا خضاب نہ لگائیے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کالا خضاب لگائے گا قیامت کے دن اس کا چہرہ کالا کر دیا جائے گا۔ ڈاکٹر صاحب بہت خوش ہوئے اور عرض کیا کہ کبھی کالا خضاب نہیں لگاؤں گا۔

سبحان اللہ! یہ حضرت والا کا کمالِ حکمت ہے کہ ان سے یہ نہیں فرمایا کہ آپ نے کالا خضاب لگایا ہوا ہے کیونکہ اس سے وہ سُبکی محسوس کرتے۔ اس طریقہ سے ان کو مسئلہ بھی بتا دیا اور ان کی اصلاح بھی ہو گئی[2]۔

حضرت والا سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب اپنے دوست ایک وفاقی وزیر کو حضرت والا کی زیارت کے لیے لائے۔ لانے والے صاحب کے بھی پہلے داڑھی نہیں تھی حضرت والا کی برکت سے اب ان کے ماشاء اللہ پوری ڈاڑھی ہے۔ ان کو مخاطب کر کے حضرت والا نے فرمایا کہ میں نے آپ کے لیے بہت دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کی ڈاڑھی شریعت کے مطابق ایک مشت کر دے تاکہ جب اللہ تعالیٰ کے پاس جائیں تو اللہ تعالیٰ خوش ہو جائیں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ آپ کے دوست کی شکل بھی آپ جیسی ہو جائے، ایک مشت ڈاڑھی ہو جائے اور مونچھیں بھی ایسی ہی باریک ہو جائیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ڈاڑھی کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹاؤ۔ آج کل اُمت اس کے خلاف کر رہی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دُکھ پہنچا رہی ہے۔ بتاؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دُکھ پہنچانے والا کیسے فلاح پائے گا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ وہ دن جلد لائے کہ ان کی ڈاڑھی بڑھی ہوئی ہو اور اور مونچھیں کٹی ہوئی ہوں۔ بس وہ دن مجھے اللہ تعالیٰ

---

[1] الطافِ ربانی:۸۹۔

[2] خزائن شریعت وطریقت:۴۲۸،۴۲۷۔

جلدی دکھائے آمین اور وزارت کے زمانہ میں ہی اگر یہ ڈاڑھی رکھ لیں اور ساری مخلوق سے اعلان کر دیں کہ میں اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا تو یہ اللہ کے شیر ہو جائیں گے۔ شیر جنگل میں اکیلا ہوتا ہے۔ وہ لومڑیوں اور بندروں کی اکثریت سے ووٹنگ نہیں کراتا کہ لومڑیو تمہاری کیا رائے ہے، وہ نہیں ڈرتا کہ لومڑی کیا کہہ رہی ہے، بندر کیا کہہ رہا ہے۔ وہ اپنے عمل میں آزاد ہوتا ہے۔ مخلوق اللہ کے سامنے اس سے بھی زیادہ کمزور ہے۔ اس لیے بس اللہ تعالیٰ کو خوش کریں اور مخلوق کو نہ دیکھیں کہ مخلوق کیا کہے گی۔ اللہ کو دیکھیں کہ وہ کیا کہے گا۔ سوچ لو کہ حضور ﷺ کے چہرۂ مبارک پر ڈاڑھی تھی یا نہیں تھی؟ بس عاشق کے لیے یہی دلیل کافی ہے کہ محبوبِ رب العالمین ﷺ کے ڈاڑھی تھی لہٰذا ڈاڑھی رکھ لو تاکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے ہم یہ کہہ سکیں کہ

تِرے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اِس کو تو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں

دیکھو! دُنیا میں چند روز رہنا ہے۔ آپ کے ابا بھی چلے گئے، اُن کے ابا بھی چلے گئے، اور ایک دن سب کو جانا ہی ہے۔ بس اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ جذبہ عطا فرما دیں کہ ہم اللہ کو راضی اور خوش کر لیں اور ایک لمحہ کو بھی ناراض نہ کریں اور مخلوق کو کمزور اور بے حقیقت سمجھیں، کسی سے مرعوب نہ ہوں چاہے کوئی بھی ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عافیت سے رکھے، دنیا میں بھی عافیت اور عزت و آبرو سے رکھے اور آخرت میں بھی عافیت اور عزت و آبرو سے رکھے۔ آمین! حضرت والا کی نصیحت سے وفاقی وزیر آبدیدہ ہو گئے اور حضرت والا سے رخصت ہونے کے بعد اپنے دوست سے کہا کہ میں بہت سے بزرگانِ دین کے پاس گیا ہوں لیکن سوائے حضرت والا کے کسی نے مجھ سے ڈاڑھی کے متعلق نہیں کہا[1]۔

جس کے چہرہ پہ نہ ہو آہ نبی کی سنّت
کیسے معلوم ہو مومن کا مسلمان ہونا

حضرت والا اس صدی کے ”مجدّد اور امام الطریقت“:

[1] خزائن شریعت وطریقت: ۴۳۵۔۴۳۷۔

مجدّد ایسے لوگوں کو کہا جاتا ہے جو دین میں پیدا ہونے والی بدعات کو ختم کر کے قرآن وسنّت کو رواج دیتے ہیں۔ ہمارے سیّدی و مرشدی حضرت والا قدس سرہ بھی ان برگزیدہ ہستیوں میں سے ایک تھے جن سے اللہ تعالیٰ نے تجدیدِ دین کا کام لیا، اور بلاشبہ حضرت والا کے کارنامے اس پر شاہد ہیں کہ آپ پندرھویں صدی کے مجدّد اور امام الطریقت تھے۔ پاکستان، بنگلہ دیش، ہندوستان، جنوبی افریقہ اور برطانیہ کے اکابر علماء معترف ہیں کہ حضرت والا مجدّدِ غضِ بصر اور مجدّدِ تصوف ہیں۔

حضرت مرشدی نے تصوف کو قرآن و حدیث سے ایسا مدلل فرما دیا ہے کہ اب منکرین تصوف کے کسی الزام کی حقیقت باقی نہیں رہی۔ حضرت والا جب اجزائے تصوف و طریقت کو قرآن و حدیث سے ثابت کرنے کیلئے دلائل و استدلال بیان فرماتے تو بڑے بڑے علماء، محدثین، مفسرین اور مشائخ کیف و مستی اور وجد کی حالت میں آجاتے اور کہتے کہ ایسے دلائل و استدلال ہم نے تو کسی کتاب میں بھی نہیں پڑھے۔ حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ تصوف تمام تر سنت و شریعت ہے اور وہ تصوف تصوف ہی نہیں جو قرآن و سنت کے خلاف ہے اور جو عشق حدودِ شریعت کو توڑ دے اس قابل ہے کہ اس عشق ہی کو توڑ دیا جائے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں مجھے ایسا راستہ دکھایا ہے جس سے تصوف آسان ہی نہیں بلکہ لذیذ ہو گیا فالحمد للّٰہ تعالیٰ و لا فخر یا ربی[1]۔

حضرت حاجی محمد افضل صاحب دامت برکاتہم[2] حکیم الامت مجددِ ملّت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ سے بیعت ہیں اور آٹھ سال ان کا زمانہ پایا ہے اور حضرت تھانوی کے ساتھ سفر کی سعادت بھی نصیب ہوئی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ملفوظات میں ایک جگہ ذکر ہے کہ میرے پاس پنجاب کے ایک وکیل آئے میں نے ان کی کیل نکال دی وہ فرماتے ہیں کہ وہ وکیل میں ہی ہوں حضرت حاجی صاحب نے مجدد زمانہ کو دیکھا ہے حاجی صاحب کی عمر ۹۲ سال

---

[1] الطافِ ربانی: ۹۲، ۹۱۔

[2] حاجی صاحب اللہ تعالیٰ کی جوارِ رحمت میں جاچکے ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (از مرتب)

سے متجاوز ہے۔ ہفتہ[1] کو عشاء کے بعد حضرت شیخ[2] دامت برکاتہم کی عیادت کے لیے تشریف لائے حضرت شیخ دامت برکاتہم کی علالت کے بعد یہ پہلی ملاقات تھی کیونکہ حاجی صاحب زیادہ تر اسلام آباد تشریف فرما ہوتے ہیں اور چلنے پھرنے میں کچھ مجبوری بھی ہے دونوں حضرات مل کر بہت روئے۔ حاجی صاحب نے بار بار فرمایا:

"آپ تو غضِ بصر کے مجدّد ہیں اور صدیقین میں سے ہیں"[3]۔

ایک اور جگہ حضرت والا نے فرمایا ہے کہ: حکیم الامت کے صحبت یافتہ اور حضرت مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور میرے مرشد شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کے خلیفہ حاجی افضل صاحب جن کی عمر اس وقت تقریباً نوے سال کی ہوگی ایک زمانہ تھانہ بھون میں رہے ہیں، انہوں نے لاہور میں غلام سرور صاحب[4] اور میرے سب احبابِ خصوصی سے میری غیر موجودگی میں ایک بات کہی اور جب میں لاہور گیا تو اُن لوگوں نے مجھے خوشخبری سنائی کہ حاجی افضل صاحب نے یہ کہا کہ "اس زمانے میں حکیم محمد اختر نظر کی حفاظت کے مضمون کا مجدّد ہے"۔ اللہ والوں کی ان کو شخبریوں کو میں اپنے حق میں دعا سمجھتا ہوں، اللہ تعالیٰ مجھ کو ایسا ہی بنادیں، اپنے بڑے کوئی بات کہہ دیں تو خود کو اس کا مستحق مت سمجھو، یہ کہہ دو کہ یہ بزرگوں کی دعائیں ہیں، نیک فالیاں ہیں[5]۔

"شیخ العرب والعجم" کا لقب:

---

[1] ۴؍نومبر ۲۰۰۰ء بروز ہفتہ بعد نمازِ عشاء بمقام خانقاہ کراچی (سفر نامہ رنگون و دھاکہ: ۲۸۰)۔ (از مرتب)

[2] مراد حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ (از مرتب)

[3] سفر نامہ رنگون وڈھاکہ: ۲۸۱، ۲۸۰۔

[4] حضرت صوفی غلام سرور ڈار صاحب محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی کے خلیفہ ہیں، رحمہم اللہ تعالیٰ۔ (از مرتب)

[5] وعظ ایمان اور عملِ صالح کا رَبط: ۱۸۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کا فیض صرف عجم میں ہی نہیں بلکہ عرب میں بھی سارے عالم میں پھیلایا ہے، اسی لیے آپ کو "شیخ العرب والعجم" کا لقب عطا فرمایا ہے، حضرت والا کو یہ لقب کیسے، کب اور کہاں ملا؟ اور اکابر نے کیسے کیسے بلند کلمات اور دُعائیں دیں، اس کی تفصیل حضرت والا نے اپنے ایک محبوب دوست حضرت حبیب الحسن خان شروانی (خلیفہ مجاز حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ) کو لکھے گئے خط میں تحریر فرمائی ہے، اس خط کا اقتباس یہاں نقل کیا جاتا ہے ملاحظہ فرمایئے:

ایک شب تقریباً ایک بجے آنکھ کھلی۔ گھڑی دیکھ کر دوبارہ نفس کو سو جانے کی ہدایت کی لیکن نیند مجھ سے دُور بھاگ رہی تھی۔

نہ میں دیوانہ ہوں اصغر نہ مجھ کو ذوقِ عریانی
کوئی کھینچے لیے جاتا ہے خود جیب و گریباں کو

دل میں یہ محسوس ہوا بیت اللہ چل! امید ہے کہ بلایا جارہا ہے اور میاں کچھ مخصوص نعمت عطا فرمائیں گے۔ رفقاء کو محوِ خواب چھوڑ کر آہستہ حرم مکرم حاضر ہوا اور طاہرات میں وضو کیا۔ دل تھا کہ طواف کے لیے مضطر تھا بالآخر طواف سے مشرف ہوا۔ ملتزم پر خوب توفیق دعا ہوئی۔ اپنے لیے اور جملہ احباب اور تمام کائنات کے لیے مانگا۔ پھر دروازہ شریف کے سامنے کھڑا ہوا۔ ڈھائی بجے یا تین بجے رات کا وقت ہے اور گدا دروازۂ شاہ کے سامنے ہے اختر نے ہاتھ اُٹھا کر مضطربانہ یہ شعر پڑھا۔

گدا خود را تر اسلطان چو دیدم
بدر گاہ تو اے رحماں دویدم
بہ لطفِ آنکہ وقف عام کردی
جہاں را دعوت اسلام کردی
بحق آنکہ او جان جہاں است
فدائے روضہ اش ہفت آسمان است
درونم را بعشق خویشتن سوز

بہ تیر دردِ خود جان و دلم دوز

دلم از نقش پاک فرما

براہ خود مرا چالاک فرما

اگر نالائقم قدرت تو داری

کہ خار عیب از جانم بر آری

وَاِنْ كَانَ لَا يَرْجُوْكَ اِلَّا مُحْسِنٌ

فَمَنْ ذَالَّذِیْ يَدْعُوْ وَيَرْجُوْ الْمُجْرِمُ

ترجمہ: اگر محسن اور نیکو کار ہی تجھ سے امید رکھ سکتے ہیں تو کون ہے وہ ذات پاک کہ جسے مجرمین اور گنہگار پکاریں؟ یہ شعر دروازۂ بیت اللہ پر پڑھا اور ایک آہ نکلی، امید ہے کہ عرش تک پہنچی اور آغوشِ رحمت میں پیار کی گئی۔ پھر دیر تک دعا کی توفیق ہوئی۔ پھر اضطرار کے ساتھ یہ بھی عرض کیا کہ آپ کے اس شہر مبارک میں میرا پر دادا آرام فرما ہے ان کے صدقہ میں نیز حضرت اقدس پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت غلامی و خدمت کے صدقہ میں اور حضرت اقدس ہر دوئی کے صدقہ میں اپنے اس شہر کے کچھ شاہزادوں کو اس بھنگی کے ہاتھ پر بیعت ہو جانے کے لیے متوجہ فرما دیجئے اور اس بھنگی کو ان شاہزادوں کی چاکری و خدمت کا شرف عطا فرما دیجئے اور اختر کے لیے اس کو صدقۂ جاریہ فرما دیجئے اور ان کی جانوں کو اپنی محبت کے درد کی حلاوت عطا فرما دیجئے اور اپنے حرمِ پاک میں ان کو ذکّار، شکّار، اوّاہاً منیباً بنا دیجئے الی غیر ذلک یعنی اس اجمال سے قیاس فرما لیا جاوے۔ دل میں قبولیت کی امید کا آفتاب طلوع ہوتا رہا اور اختر رات گزر جانے کے بعد دن کو منتظر رہا کہ آج ہی کچھ لوگ آئیں گے۔ بعد ظہر احقر کی عمروضات کا سلسلہ ہوا۔ عصر بعد دس افراد جن میں چار عالم جو شہر مکہ مبارکہ میں درس و تدریس میں مشغول ہیں اور ایک حافظ قرآن بیعت ہوئے اور باقی عوام المسلمین سے تھے۔ مگر سب مقیم مکہ مکرمہ تھے۔ تین دن کے بعد پانچ پھر کچھ ہی دن بعد اُنیس احبابِ مقیمین بیعت ہوئے۔

بروز جمعہ احباب میں اعلان ہو گیا کہ فلاں جگہ حرم پاک میں سب جمع ہوں یہ ناکارہ کچھ عرض کرے گا۔ جمعہ بعد تا اذان عصر عجیب دردناک مضامین میاں نے اپنی رحمت سے بیان کرائے جو قابل صد شکر ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ عند المشافہ و ملاقات عرض کروں گا۔ حق تعالیٰ کی محبت اور بیت اللہ شریف کی تجلیاتِ خاصہ پر عجیب و غریب مضامین گویا کہ سامعین اور مقرر کو حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ بیت اللہ شریف میں کا طواف کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں وھٰکذا سیدنا اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سید المرسلین محدم رسول اللہ ﷺ مع اصحاب کثیرہ مطاف میں طواف کرتے ہوئے گویا نظر آ رہے تھے، یہ ناکارہ اور سامعین سبھی اشکبار تھے اور کلیجے منہ کو آرہے تھے۔ اسی شب اختر نے کعبہ مکرمہ کی طرف نظر کر کے عرض کیا کہ اے اللہ! چالیس کی تعداد پوری فرما دیجئے اُنتالیس ہو چکے ہیں۔ بروز جمعہ مغرب کے بعد یہ دعا کی، عشاء کے بعد ہی چار حفاظ قرآن حرم شریف میں بیعت ہوئے۔ بالآخر کل تعداد ۵۳ ہو گئی، ۴ عالم حفاظ قرآن اور باقی عوام المسلمین۔

حضرت قاری امیر حسن صاحب بھی اس وقت تھے خوش ہو کر کہا کہ شیخ العجم تھے ہی اب حق تعالیٰ نے تجھے شیخ العرب بھی بنا دیا۔ حق تعالیٰ شانہ نے آپ کے قلم مبارک سے بھی پتہ میں یہی لفظ لکھا دیا جس کو یہ ناکارہ بدون استحقاق اپنے لیے نیک فالی اور آپ کی دعا سمجھتا ہے۔

جب حضرت مولانا محمد احمد صاحب مد ظلہ العالی نے احباب کے رجوع کی تعداد احقر سے سنی تو بہت خوش ہوئے اور وجد آگیا سینہ سے لگا کر فرمایا کہ ابھی کیا دیکھتے ہو، پھر ہاتھ اُٹھا کر چاروں طرف دائرہ کی طرح گھمایا اور فرمایا کہ یہ حق تعالیٰ نے بے اختیار کرا دیا ان شاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہو گا۔ اس ناکارہ نے حرمِ پاک میں حضرت مولانا محمد احمد صاحب مد ظلہ کو اپنا ایک شعر سنایا حضرت کو وجد آیا اشکبار ہوئے اور سینہ سے لگایا۔ شعر یہ ہے۔

مبارک تجھے اے میری آہ مضطر
کہ منزل کو نزدیک تر لا رہی ہے

اور حضرت حافظ صاحب مدظلہ بھی مسرور ہوئے۔ و آج آپ کی تمنا حافظ صاحب مدظلہ کے خط میں پڑھ کر کہ ۳۰ کی خبر ملی ہے خدا کرے کہ ۴۰ کی تعداد ہو جائے آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ ع

می دہد یزداں مراد متقیں

میرے دل و جان اور ہر بُنِ مو ان الطافِ الٰہیہ سے کس قدر ممنون ہیں بس میری زبان اور میری لغت قاصر ہے، حق تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرمائیں، آمین۔ یہاں حضرت ڈاکٹر عبد الحیؒ صاحب مدظلہٗ سے جب عرض کیا رونے لگے اور کھڑے ہو کر سینہ سے لگایا اور اسی طرح بابا جان مدظلہٗ اور حضرت حافظ صاحب مدظلہٗ نے مبارکبادیاں پیش کیں۔ یار عبد الوحید خاں بھی بہت متاثر ہیں اور اس ناکارہ کی معروضات ارواح سامعین کو مضطر اور ان کی آنکھوں کو اشکبار کرتی ہیں خواہ اکابر ہوں یا معاصر یا اصاغر (سنّاً)۔ اس سال امام الکعبۃ المشرفۃ حق تعالیٰ شانہٗ سے کلام مؤثر عطا ہونے کی بھیک بھی مانگی ہے جس کی قبولیت کے آثار شروع ہو گئے ہیں تَقَبَّلَ اللّٰہُ تَعَالٰی بِفَضْلِهٖ وَاحْفِظْنَا مِنَ الْعُجُبِ وَ الرِّيَآءِ وَ الْكِبَرِ وَالشِّرْكِ وَالْكُفْرِ وَ عَنْ كُلِّ الْمَعَاصِيْ وَ يَرْضٰى مِنَّا رِضَآءً دَآئِمًا حَيْثُ لَا يَتَبَدَّلُ مِنَ الْغَضَبِ وَالسَّخْطِ، آمین۔

حضرت اقدس ہر دوئی دامت برکاتہم کے الطاف اس ناکارہ پر اس قدر ہیں کہ بیان سے قاصر ہوں، ارشاد ہوا جدہ میں تیرا بیان ہو گا پھر مدینہ منورہ میں ارشاد فرمایا کہ یہاں مسجد نبوی ﷺ میں ہر روز کچھ عرض کر دیا کر۔ یہ سب حضرت اقدس کا حسنِ ظن ہے ورنہ یہ ناکارہ کیا ہے محض لاشے۔

اگر حضرت مولانا محمد احمد صاحب مدفیوضہم سے ملاقات ہو گی تو مزید آپ کو ان حالات کا علم ان کی زبانِ مبارک سے بہت ہی مسرور کرے گا۔ احباب کے احقر کی طرف رجوع کو فرمایا کہ یہ سب میرا ہی کام ہو رہا ہے اور خوب مسرور ہوئے تھے نیز حضرت اقدس ہر دوئی کی خدمت میں جب عرض کیا کہ حضرت پوتے مبارک ہوں تو بہت ہی مسرور ہوئے اور کیا کیا دعائیں دیں اور کرتے رہتے ہیں انہی

کی جانِ پاک جانتی ہے۔ ہم تو یہ سب کچھ اسی کی قبولیت کے آثار سمجھتے ہیں ورنہ یہ ناکارہ بالکل ہی بے ہنر کسی کسی کام کا نہیں۔ اس بے ہنر کو اہلِ ہنر ہی خریدتے ہیں[1]۔

ایک سعودی النسل عالم شیخ خالد مرغوب صاحب جو کہ حضرت سے مجازِ بیعت ہیں اور ماشاء اللہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے کلیۃ الحدیث کے سینئر استاد ہیں۔ انہوں نے حضرت کی کتابوں اور مواعظ سے متاثر ہو کر حضرت کے کچھ حالاتِ زندگی کو ایک کتاب میں جمع فرمایا اور مختصر سی سوانح مرتب کی جس کا نام ہے:

''عبقات العنبر و نسمات المسك الأذفر
فی التعریف بالشیخ محمد اختر
و مقتطّفات من مواعظ لہٗ حول حلاوۃ الایمان''

حضرت والا کے مختصر حالات پر تالیف کی ہے۔ عرب و عجم کے مختلف ملکوں میں حضرت کی کتابیں اور اشعار کی تشریحات کو پڑھ کر استفادے کے لیے کثیر مجالس منعقد ہو رہی ہیں[2]۔

خوش طبعی اور مزاح میں اصلاح و تربیت:

حضرت والا مجلس میں اکثر لطائف سنایا کرتے تھے جس سے سامعین بہت محظوظ ہوتے، اور حدودِ شریعت کی پاسداری کرتے ہوئے اپنے احباب سے مزاح بھی فرماتے جس کی برکت سے لوگ بہت جلد حضرت والا سے مانوس ہو جاتے تھے، خود بھی ہنستے اور دوسروں کو بھی ہنساتے مگر یہ ہنسی غفلت کی نہیں ہوتی تھی اور اس خوش طبعی اور مزاح میں بھی متعلقین کے لیے اصلاح کا پہلو ضرور شامل ہوتا تھا، اور حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس شعر کے مصداق تھے۔

ہنسی بھی ہے گو لبوں پہ ہر دم اور آنکھ بھی میری تر نہیں ہے
مگر جو دِل رو رہا ہے پیہم کسی کو اس کی خبر نہیں ہے

---

[1] تربیتِ عاشقانِ خدا: ۲/۴۶۔۵۰۔

[2] عرفانِ محبت شرح فیضانِ محبت: ۱۱۷۔

آہ! سیّدی و مرشدی مجی و محبوبی حضرت والا قدس سرہ کے ہنسنے کی آواز جب یاد آتی ہے تو چشم پُر آب اور قلب پُر غم ہو جاتا ہے کہ وہ حق تعالیٰ کے ان مقربین و محبوبین میں سے تھے جن کے ہنسنے پر رَبّا بھی خوش ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ حضرت مرشدی کی قبر کو نور سے بھر دے۔ ؏

تیرے عاشق کو لوگوں نے سمجھا ہے کم

حضرت والا کو خوش طبع اور ہنسنے بولنے والے لوگوں سے مناسبت اور زیادہ خاموش اور سنجیدہ قسم کے لوگوں سے وحشت ہوتی تھی، کیونکہ سنجیدہ لوگ اکثر متکبر ہوتے ہیں، اور فرمایا کہ سنجیدگی علامت کبر ہے جبکہ خندیدگی علامت فنائیت ہے[1]۔

حضرت والا فرماتے ہیں کہ:

میں دین کو نہایت لذیذ انداز میں سکھاتا ہوں کہ الحمدللہ بڑے بڑے مسٹروں کا دل میرے پاس نہیں گھبراتا، کالج یونیورسٹی کے کتنے نوجوان میرے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ کی صحبت میں وقت کا پتہ ہی نہیں چلتا، یہ اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے[2]۔

فرمایا: میں کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں اپنے اللہ والے دوستوں میں رہو، ان سے خوب ہنسو بولو بس نافرمانی کے قریب بھی نہ جاؤ[3]۔ اب حضرت والا کی خوش طبعی اور مزاح کے چند واقعات ملاحظہ فرمایئے:

فرمایا: برطانیہ میں ایک میمن آیا، بہت موٹا تھا۔ سب تو پھونک مانگ رہے تھے لیکن اس نے کہا مولانا ہم کو ایک پھونکا دے دو۔ زندگی میں کبھی میں نے یہ لفظ نہیں سنا تھا، مجھے بھی گدگدی لگی اور ہنسی آگئی تو میں نے پورا مزہ لینے کے لیے منبر سے اعلان کر دیا کہ جس جس کو پھونکا لینا ہو، جلدی آجاؤ۔ آج یہ فقیر کسی کو اپنے پھونکا سے محروم نہیں کرے گا۔ میں نے وہی لفظ استعمال کیا جس سے مجھے مزہ

---

[1] سفرنامہ رنگون وڈھاکہ: ۱۷۹۔

[2] معارفِ ربانی: ۴۲۷۔

[3] انعاماتِ ربانی: ۱۱۲۔

آیا۔ میں حلال مزہ ایک بھی نہیں چھوڑتا مگر حرام سے بچنے کی پوری کوشش کرنے کی اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگتا ہوں[1]۔

۱۹۹۳ء میں ری یونین میں جب حضرت والا اپنے ایک خاص دوست سے ملاقات کے بعد واپس سینٹ پیر کو تشریف لے جارہے تھے، مولانا داؤد صاحب نے عطر لگایا جس سے کار میں خوشبو پھیل گئی تو حضرت والا نے پوچھا کون سا عطر ہے؟ مولانا داؤد نے عرض کیا کہ سلمیٰ۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ندوۃ سے مولانا سلمان کراچی آئے تھے تو مجھ سے ملنے بھی آئے۔ ان کے لیے میں نے ایک شعر کہا تھا۔

ایک سلمیٰ چاہیے سلمان کو
دل نہ دینا چاہیے انجان کو

اور میں نے کہا کہ جو انجان (نامحرم) کو دل دیتا ہے اس کو انجائنا ہو جاتا ہے۔ مولانا سلمان اتنا خوش ہوئے کہ ندوۃ جاکر میرے بارے میں کہا کہ یہ درویش بہت زندہ دل ہے۔ ان کی مجلس میں دل بالکل نہیں گھبراتا[2]۔

دستر خوان پر گائے کا گوشت دیکھ کر فرمایا کہ اُس دن پہاڑ پر دیکھا تھا کہ یہاں (ری یونین) کی گائیں بہت تنگڑی ہیں پھر احقر (حضرت میر صاحب دامت برکاتہم) سے مزاحاً فرمایا کہ اگر کوئی گائے آپ کو دیکھ لیتی تو کہتی اے میرے سردار! آپ کی باڈی مجھے بہت محبوب ہے کیونکہ میرا بیل جو تھا وہ اِسی قسم کا تھا، اُس کی صحبت سے ہم عرصہ سے محروم ہیں، اس کے بعد وہ گائے ایک بات اور کہتی کہ سنا ہے کہ آپ کے پاس کوئی گائے نہیں ہے، ہم میں سے جس کو چاہیں آپ سلیکٹ (Select) کر سکتے ہیں، ہم آپ کو ریجیکٹ (Reject) نہیں کریں گے۔ حضرت والا کے مزاح سب پر لوگ ہنس پڑے[3]۔

---

[1] وعظ قافلۂ جنت کی علامت: ۱۶۔

[2] معارفِ ربانی: ۸۰، ۷۹۔

[3] معارفِ ربانی: ۴۲۴۔

ایک دن ظہر کے بعد حضرت والا کے کمرہ میں لوگ جمع ہو گئے اور کمرہ کے باہر بھی زمین پر بیٹھ گئے۔ ارشاد فرمایا کہ دیکھئے! یہ کمرہ چھوٹا پڑ گیا، اللہ کے عاشقوں کی تعداد بڑھ گئی، دیکھئے! مداری جب ڈُگڈُگی بجاتا ہے تو اس کے پاس بندر آ جاتے ہیں اور جب میں ڈگڈگی بجاتا ہوں تو میرے پاس قلندر آ جاتے ہیں[1]۔

ایک مرتبہ مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اچانک ملاقات ہو گئی، میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ مجھے بطورِ نعمتِ غیر مترقبہ مل گئے ہیں (نعمتِ غیر مترقبہ اُس نعمت کو کہتے ہیں جس کی اُمید نہ ہو اور وہ مل جائے) تو ہنس کر فرمایا بھئی چاہے نعمتِ غیر مترقبہ کہہ لو چاہے آفتِ ناگہانی کہہ لو۔ بزرگانِ دین مزاح بھی کرتے ہیں اور اپنے چھوٹوں پر شفقت فرماتے ہیں[2]۔

حضرت والا کے خاص احباب میں سے ایک صاحب صبح کی مجلس میں شرکت کے لیے آئے۔ ان کی قمیض کی آستینوں پر لمبی لمبی پٹیاں بنی ہوئی تھیں۔ مزاحاً فرمایا کہ آپ نے اتنی پٹیاں باندھی ہوئی ہیں لیکن آپ کی شرافت ہے کہ پھر بھی آپ لوگوں کو پٹی نہیں پڑھاتے۔ اسی طرح ایک صاحب نے کہا کہ میں ٹیپ ریکارڈ دُکاندار کو واپس کرنے جارہا ہوں کیونکہ یہ خراب ہے حالانکہ میڈ اِن جرمن لکھا ہوا ہے۔ مزاحاً فرمایا کہ آپ اس دُکاندار سے کہہ دیں کہ اگرچہ یہ میڈ اِن جرمن ہے لیکن ہمارا مَن خوش نہیں ہے[3]۔

فرمایا کہ لندن میں مَیں نے دیکھا کہ دروازوں پر کہیں پُل (Pull) لکھا ہوا ہے اور کہیں پُش (Push)۔ میں نے دوستوں سے کہا کہ حسینوں کو دکھا کر شیطان پہلے پُل (Pull) کرتا ہے پھر پُل پر چڑھا کر پُش (Push) کرتا ہے اور پُل کے نیچے گرا دیتا ہے پھر آدمی پچھتاتا ہے کہ مجھے کہاں ذلت میں گرا دیا۔

---

[1] خزائنِ شریعت و طریقت: ۴۸۱۔

[2] معارفِ ربانی: ۳۴۸۔

[3] فیوضِ ربانی: ۱۷۔

فرمایا کہ عشقِ مجازی بہت بُرا مرض ہے بعض لوگوں نے کہا کہ ویلیم فائیو کھاتا ہوں لیکن نیند نہیں آتی۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ کیوں دیکھتے ہو کسی کی وائف کہ کھانا پڑے ویلیم فائیو اور خراب ہو جائے تمہاری لائف اور جگر میں چھبے اس کا نائف۔ نہ دیکھو کسی کا میک اَپ ورنہ نفس میں اُٹھے گا پک اَپ۔ میں انگریزی ایک لفظ نہیں جانتا لوگوں سے سن سن کر نصیحت کے لیے استعمال کر لیتا ہوں۔ اور کہتا ہوں کہ جنھوں نے حسینوں کے حسن کو ہینڈل کرنے کی کوشش کی ان کے سر پر سینڈل پڑے ہیں[1]۔

مزاحاً فرمایا کہ انگریزوں کو، کافروں کو اللہ تعالیٰ نے جانور فرمایا ہے بلکہ جانور سے بدتر **اولٰئك كالانعام بل هم اضل** اسی لیے ان کے سال کا آغاز "جانوری" سے ہوتا ہے۔ اس جملہ سے سب حاضرین نہایت محظوظ ہوئے اور اور بے اختیار ہنس پڑے[2]۔

فرمایا: ایک شخص میرے پاس آیا، میں نے پوچھا کہاں رہتے ہو، کہنے لگا منظور کالونی میں۔ میں نے کہا کہ دیکھو ناظر کالونی میں نہ رہنا۔ پھر میں نے ایک شعر کہا کہ؂

اخترؔ وہی اللہ کا منظورِ نظر ہے
دنیا کے حسینوں کا جو ناظر نہیں ہوتا[3]

حضرت والا نے فرمایا کہ میرے شیخ مولانا شاہ عبد الغنی صاحب (رحمہ اللہ تعالیٰ) کو فقہ لغت میں ید طولیٰ حاصل تھا اور مجھے بھی اس میں ذوق ہے[4]۔ حضرت والا دورانِ گفتگو مختلف الفاظ کے لغوی معنیٰ مزاحاً بیان فرمایا کرتے تھے، مثلاً:

---

[1] فیوضِ ربانی: ۲۲۔

[2] فیوضِ ربانی: ۷۰۔

[3] ارشاداتِ دردِ دل: ۱۳۹۔

[4] سفر نامہ رنگون وڈھاکہ: ۱۵۳۔

فرمایا: شراب میں اضافت مقلوبی ہے، اصل لفظ ہے "آب شر" یعنی شر والا پانی جس کو پی کر شر آتا ہے[1]۔

فرمایا: آفتاب کے معنٰی ہیں کہ "آفت آب" یعنی جو پانی کو خشک کر دے۔ پھر فرمایا کہ پراٹھا کا معنٰی "آٹھ پَر جس روٹی کی آٹھ تہہ ہو"[2]۔

فرمایا: بیاہ کے معنٰی کیا ہیں؟ بیاہ اصل میں تھا "بے آہ" کہ جو آہ آہ کر رہا تھا کہ ہائے بیوی کب ملے گی، شادی کب ہو گی، جب بیوی پا گیا تو آہ ختم ہو گئی اور وہ بے آہ ہو گیا[3]۔

تربیتِ اولاد:

آج کل والدین اپنی اولاد کی تربیت پر کچھ توجہ نہیں دے رہے، روزمرہ کے مشاہدات و واقعات اس بات پر شاہد اور نسلِ نو کی بے راہ روی اسی کا نتیجہ ہے۔ اپنی اولاد کو صرف دُنیاوی تعلیم و فنون کی جانب توجہ دلاتے ہیں، علمِ دین اور آداب نہیں سکھاتے، نتیجۃً وہ بچے بڑے ہو کر اپنے والدین کے ساتھ بے ادبی و بے احترامی کا معاملہ کر کے والدین کے لیے بھی اور دوسروں کے لیے بھی دردِ سر بن جاتے ہیں۔......... حضرت والا نے کس طرح اپنی اولاد کی ظاہری و باطنی تربیت فرما کر حق ادا کیا، درج ذیل واقعات و ارشادات والدین کے بالخصوص ایک بہترین نمونہ ثابت ہوں گے اِن شاء اللہ العزیز۔

فرمایا: آج مظہر سلمہٗ سے ایک بات پر میں ناراض ہوا اور بہت ڈانٹا۔ پھر تنبیہ کی کہ وضو کر کے دو رکعت توبہ پڑھو اور خوب رو کر یا رونے والوں کا منہ بنا کر اے خدا جو یَم توفیق ادب بار بار پڑھو۔ پھر جب وہ آئے تو میں نے کہا کہ میرے پیر دباؤ اور کہو ابا مجھ سے غلطی ہوئی معاف کر دیجیے۔ انہوں نے کہا مجھ سے غلطی ہوئی معاف کر دیجیے۔ میں نے کہا ایسے نہیں پہلے ابا لگاؤ۔ پھر کہا ابا مجھ سے غلطی ہوئی الخ۔ میں نے کہا کہ دونوں عنوان میں کیا فرق ہے؟ ابا کہنے سے دل پر خاص رحمت کا جوش ہوا۔ پس اس آیت

---

[1]سفر نامہ رنگون وڈھاکہ: ۱۵۲۔

[2]سفر نامہ رنگون وڈھاکہ: ۱۹۱۔

[3]وعظ اللہ کے باوفا بندے: ۴۱۔

کی تفسیر سمجھ لو کہ رَبَّنَا ظَلَمْنَا میں حضرت آدم علیہ السلام سے ربنا کہلانے کا کیا راز ہے خالی ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا کیوں نہیں کہلایا اور جس طرح میں نے تمہیں مضمونِ معافی ابا لگوا کر تلقین کیا بوجہ رحمت کے اسی طرح سمجھ لو فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ حق تعالیٰ نے بوجہ رحمت و عنایت حضرت آدم علیہ السلام کو کلماتِ معافی عطا فرمائے[1]۔

صاحبزادے حضرت مولانا مظہر صاحب دامت برکاتہم کو ایک ارشاد (ملفوظ) کے شروع میں طلب فرمایا لیکن وہ مدرسہ کے کسی ضروری کام میں مصروف تھے اس لیے آنے میں ذرا تاخیر ہو گئی۔ مولانا موصوف کے تشریف لانے پر ارشاد فرمایا کہ اوّل تو میں احتیاط کرتا ہوں لیکن اگر بلایا تو سب کام چھوڑ کر وہاں پہنچو اور آئندہ کے لیے وعدہ کرو کہ فوراً آؤ گے۔ اگر کوئی ضروری کام ہے تو کہو ابّا بہت ضروری کام ہے، دس منٹ لگیں گے۔ ورنہ موقع نکل جائے گا۔ بعضے کام ایسے بھی ہوتے ہیں کہ مہتمم کو ان کو اسی وقت کرنا ہوتا ہے۔ لیکن اگر چند قدم آکر خود کہہ دے کہ دس منٹ میں آرہا ہوں تو تمام لوگوں پر اس کا اثر پڑے گا، نفع متعدی ہو گا، لوگ سمجھیں گے کہ دیکھو باپ کا کتنا ادب کیا ہے اس بچے نے کہ خود جا کر اطلاع کی اور اللہ تعالیٰ کے دریائے رحمت میں بھی کیا طغیانی آئے گی کہ اس نے اپنے باپ کا کیسا ادب کیا ہے۔ یہ نہ سوچو کہ ارے ابّا تو بہت پیارے ہیں وہ تو کچھ نہیں کہیں گے، اس لیے اچھا ہے دیر سے جاؤ مگر پیار اور کرم کا شکر یہ یہ ہے کہ زیادہ اطاعت کرو کیونکہ میرے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک بزرگ تھے انہوں نے جب یہ آیت پڑھی مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ تم کو ربِّ کریم سے کس نے دھوکہ میں ڈالا ہے تو اس بزرگ اللہ والے نے کہا کہ کَرَمُكَ يَا رَبِّيْ اے ربّ آپ کے کرم ہی سے تو ہم لوگ آپ سے غافل ہو گئے ورنہ ہم کو اگر ڈنڈے پڑتے تو پھر پتہ چلتا جیسے کوئی بد نظری کر رہا ہے تو ایک فرشتہ آسمان سے ایسا جوتا یا طمانچہ لگاتا کہ چکر آجاتے لیکن اللہ تعالیٰ انتہائی کریم مالک ہیں جس سے ہماری جسارت بڑھ گئی مگر یہ جسارت محمود نہیں، مذموم ہے، ہماری نالائقی ہے آپ کے کرم کے ساتھ تو ہمیں آپ پر اور فدا ہونا چاہیے تھا۔ ایک شفیق باپ ہے تو اس باپ

[1] خزائنِ شریعت وطریقت: ٦٣۔

پر اور زیادہ فدا ہونا چاہیے بہ نسبت ڈنڈے والے باپ کے۔ ایسے اللہ تعالیٰ پر زیادہ فدا ہونا چاہیے جو ہمیں بد نظری کے وقت نابینا کرنے پر قادر ہے لیکن پھر بھی ہماری بینائی کو سلب نہیں کرتا تو ایسے مالک پر فدا ہونا چاہیے یا نہیں؟ کچھ شرافت ہے یا نہیں؟ یا خباثت اور کمینہ پن کی حد ہے۔ علم کی نعمت ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم کمینہ پن سے نہ رہیں، اللہ والے بن کر رہیں اور خاندانی عزت و شرافت ہمیں مجبور کرتی ہے جیسے کسی کو نسبتِ عزتِ سادات حاصل ہے کسی کو نسبتِ بزرگاں حاصل ہے تو ہمیں اور زیادہ چوکس اور مستعد رہنا چاہیے[1]۔

حضرت والا نے اپنے بیٹے کو جب وہ طالب علم تھے، "مولانا مظہر میاں سے خطاب" کے عنوان سے منظوم نصیحت فرمائی تھی جس کے چند اشعار ملاحظہ فرمایئے۔

پس سمجھ لو نامناسب وہ عمل ہے اے پسر
جس عمل سے قبل ہو محسوس دل میں کچھ کھٹک
تم کو اپنے باپ کی تنبیہ کے لہجہ میں بھی
چاہیے آئی نظر مظہر! محبت کی جھلک
تم سے کچھ شکوہ نہیں اخترؔ کا اے جانِ پدر
ہاں مگر مل جائے آدابِ محبت کی چسک

ایک دفعہ دورانِ گفتگو فرمایا کہ: میں نے اپنے بیٹے اور پوتوں سے کہہ دیا ہے کہ دین کی خدمت میں لگو چاہے سوکھی روٹی کھاؤ[2]۔

حضرت والا نے اپنی صاحبزادی کو نہایت درد اور اشکبار آنکھوں سے یوں نصیحت فرمائی کہ:

"اپنے شوہر کی مرضی پہ راضی رہو۔ جس بات سے وہ خوش ہوں اسی کو اختیار کرو۔ تمہاری دنیا و آخرت کی کامیابی اسی میں ہے۔......... ان کی خوشی میں اللہ تعالیٰ کی خوشی ہے اور اللہ تعالیٰ کی خوشی

---

[1] خزائنِ شریعت و طریقت: ۲۹۵، ۲۹۴۔

[2] پردیس میں تذکرۂ وطن: ۳۲۔

سب خوشیوں سے افضل ہے۔........ اور فرمایا کہ اپنے ابا کی خوشی کو مت دیکھو، اپنے رَبّا کی خوشی کو دیکھو اور رَبّا خوش ہے تمہارے شوہر کی خوشی میں اس لیے اپنے شوہر کی خوشی کو مقدم رکھو"[1]۔

شفقت علی الخلق:

سیّدی و مرشدی حضرت والا کی اپنے رَبّا کے بندوں پر جو شفقت و محبت تھی اس کے لیے یہ ایک واقعہ ملاحظہ فرمایئے:

۲۰۰۲ء میں موزمبیق (افریقہ) میں جب حضرت والا تشریف لے گئے تھے، وہاں مولانا نذیر لونت صاحب جو کہ محی السنہ حضرت والا ہردوئی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت تھے کے مکان پر حضرت والا نے عشق و محبت میں ڈوبا ہوا وعظ "اللہ تعالیٰ کا پیغامِ دوستی" بیان فرمایا، وعظ کے بعد میزبان مولانا نذیر لونت صاحب کے (نوجوان) عیسائی ڈرائیور نے کہا کہ حضرت مرشدنا و مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب کے ہاتھ پر مجھے مسلمان کرادیں۔ مولانا نذیر لونت نے بتایا کہ یہ اردو بالکل نہیں سمجھتا۔ یہ تقریر سن کر ایمان نہیں لایا، حضرت والا کا چہرۂ مبارک دیکھ کر مسلمان ہوا ہے۔ حضرت والا نے اس کو کلمہ پڑھا کر اپنے سینۂ مبارک سے لگالیا۔ حضرت والا کی شفقت سے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

حضرت والا کا شعر ہے ؎

ہائے! جس دل نے پیا خونِ تمنا برسوں
اس کی خوشبو سے یہ کافر بھی مسلماں ہوں گے

اور ارشاد فرمایا: نو مسلم کی تالیفِ قلب کا حکم ہے۔ اس لیے نو مسلم محمد بلال کو ہدیہ دینا چاہیے۔ حضرت والا نے اس کا نام بلال رکھا اور محبت سے اس کو فرماتے کہ یہ میرا بلال ہے اور فرمایا کہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کالے تھے۔ حضرت والا نے (اپنے خادم) حافظ ضیاء الرحمٰن کو حکم دیا کہ حضرت والا کی رقم میں سے بلال کے لیے ہدیہ نکال کے رکھ لیں۔ شام کو اس کو پیش کریں گے۔ حضرت والا کے احباب نے بھی جو کراچی سے ساتھ گئے تھے حضرت والا کی خدمت میں ہدایا پیش

---

[1] اقتباس از خزائنِ شریعت و طریقت: ۴۳۹، ۴۳۸۔

کیے کہ حضرت والا اپنی طرف سے بلال کو عطا فرمائیں۔ میزبان نے عرض کیا کہ ہم لوگ نو مسلموں کو ہدیہ نہیں دیتے کیونکہ اس سے ان کی عادت خراب ہو جاتی ہے اور وہ لالچ کرنے لگتے ہیں۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ بات صحیح ہوتی تو اللہ تعالیٰ نو مسلموں کی تالیفِ قلب کا حکم نہ فرماتے اور آیت **وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ** نازل نہ ہوتی بلکہ رسول اللہ ﷺ کو وحی سے روک دیا جاتا کہ آپ ایسا نہ کیجئے اس سے نو مسلموں کی عادت خراب ہو جائے گی۔ اس کے برعکس ان کی تالیفِ قلب کا حکم دیا گیا جو دلیل ہے کہ اس سے ہرگز ان کی عادت خراب نہیں ہو سکتی بلکہ ان کی ہمت افزائی ہو گی اور دین سے ان کی محبت اور پختہ ہو گی۔ پھر جس کو رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک سے تحفہ ملے تو عادت خراب ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ معلوم ہوا کہ اپنے مربی کے ہاتھ سے جو چیز ملے اس سے کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی۔ اس لے میں خود بلال کو ہدیہ پیش کروں گا۔

بعد مغرب حضرت والا نے بلال کو طلب فرمایا اور اپنے دستِ مبارک سے بہت سے تحفے دیے جن میں نقدی بھی تھی اور دوسرے تحائف بھی تھے۔ آخر میں حضرت والا نے جائے نماز منگوائی اور بلال کو عطا فرمائی۔ بلال نے پرتگالی زبان میں مولانا نذیر لونت سے کہا کہ میں نے رات ہی خواب دیکھا کہ حضرت والا مجھ کو جائے نماز عطا فرما رہے ہیں اور اپنے نانا کو دیکھا جو مسلمان تھے کہ وہ بلال کے اسلام لانے پر بہت خوش ہو رہے ہیں۔ حضرت والا نے روتے ہوئے فرمایا کہ خوش کیوں نہ ہوں گے کہ ان کا خون دوزخ کی آگ سے بچ گیا[1]۔

خدمتِ خلق اور الاختر ٹرسٹ:

"خدمتِ خلق" اللہ والوں کا خاصہ ہے، وہ اپنے ربّا کے پیارے بندوں کی خدمت کو اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتے ہیں۔ 2000ء کو سیّدی و مرشدی حضرت والا قدس سرہ کی سرپرستی میں صاحبزادہ حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے "الاختر ٹرسٹ انٹرنیشنل" کے نام سے

---

[1] ارشاداتِ دردِ دل: ۲۶۴، ۲۶۳۔

ایک رفاہی و فلاحی ادارہ کی بنیاد رکھی تھی۔ اس ادارے کا مقصد انسانی ہمدردی کی بنیاد پر انسانیت کی فلاح و بہبود بلا تفریق رنگ و نسل تھا۔

جب 14/ اگست 2002ء کو گلستانِ جوہر میں "الاختر میڈیکل سنٹر" قیامِ عمل میں لایا گیا تو اس کی افتتاحی تقریب سے حضرت والا نے خطاب فرماتے ہوئے فرمایا تھا کہ: "اگر ہم نیت درست کرلیں تو ہماری دنیا بھی دین بن جائے گی۔ ہمارا مقصود ہر صورت میں اللہ کی رضا ہو اور آخرت کی فلاح ہو۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جو کام بھی کیجئے پہلے دیکھئے کہ یہ جائز ہے یا ناجائز۔ اگر ناجائز ہے تو ہرگز وہ کام نہیں کریں گے۔ اس لیے صرف یہ نہ دیکھو کہ اس کام میں دنیا کا یا مخلوق کا فائدہ ہے یا نہیں، بلکہ مسلمان کو یہ دیکھنا چاہیے کہ ہمارا اللہ اس کام سے راضی ہے یا نہیں۔ جب فائدہ پہنچے گا تو دنیا تعریف کرے گی، لیکن بے وقوف ہے وہ انسان جو مخلوق کی فائدہ رسانی اہم سمجھے اور اللہ کے غضب اور عذاب کو معمولی سمجھے۔ یہ اسپتال الاختر میڈیکل سنٹر اسی بنیاد پر قائم کیا گیا ہے کہ یہاں ہر کام شریعت کے مطابق ہو گا اور مخلوقِ خدا کو بھی فائدہ پہنچے گا۔......... خدماتِ دینیہ و خدماتِ دنیویہ کا مقصود رضائے الٰہی ہے"۔

المختصر یہ کہ اس ادارے نے بہت ہی تھوڑے عرصہ میں ہر جگہ اور ہر مقام پر عظیم الشان اور قابلِ قدر خدمات سرانجام دے کر تاریخ رقم کر دی، جس کا اعتراف ملکی و بین الاقوامی شخصیات نے بھی کیا تھا، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

خدمتِ خلقِ خدا ہی تیرا نصب العین
کر نہیں سکتا کوئی انکار الاختر ٹرسٹ

مگر دشمنانِ اسلام کو عالمِ اسلام کا یہ عظیم دینی و رفاہی ادارہ ایک آنکھ نہ بھایا اور بالآخر انہوں نے اس وقت کی حکومتِ پاکستان کے ذریعہ اس عظیم رفاہی و فلاحی ادارے پر پابندی لگا کر اس کے تمام دفاتر بند کروادیے، ہر طبقے کی جانب سے بھرپور احتجاج ہوا اور اس کی مذمت کی گئی۔

جسم اہلِ حق کے حق میں اک مسیحا کی طرح
چشمِ باطل میں ہے جب ہی خار الاختر ٹرسٹ

اشاعتِ دین کے لیے تڑپ:

ع......... پھرتا ہوں دل میں دردِ محبت لیے ہوئے

حضرت والا ہر وقت امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں مشغول رہتے تھے، خلوت ہو یا جلوت بس محبتِ الٰہی کے بیان کا شغل رہتا، جہاں بھی تشریف لے جاتے اپنے مخصوص انداز میں بد نظری و عشقِ مجازی کی تباہ کاریوں اور اس کے مضراتِ دنیویہ و دینیہ بیان فرماتے تھے، اور اس سلسلے میں کسی کی کوئی رعایت نہیں فرماتے تھے اور نہ ہی کسی سے مرعوب ہوتے تھے۔

تحدیثِ نعمت کے طور پر فرمایا کہ: اگرچہ میں تارکِ سلطنت نہیں ہوں لیکن (نہایت رِقّت کے ساتھ فرمایا) دل میں تارکِ سلطنت کا جذبہ رکھتا ہوں۔ میں بادشاہوں کے کانوں کو تلاش کرتا ہوں کہ تمام دنیا کے سلاطین جمع ہو جائیں اور میری تقریر کا ہر زبان میں ترجمہ ہو اور اللہ تعالیٰ کا خاص فضل مجھ پر ہو تو پھر دیکھئے تماشہ! اگر بادشاہ لوٹنے نہ لگیں اور سلطنت ان کو حقیر اور کمتر نہ معلوم ہونے لگے تو اللہ کے کرم سے میں یہی گمان رکھتا ہوں[1]۔

حضرت والا کے یہ اشعار اس بات کی ترجمانی کرتے نظر آتے ہیں۔

اپنا پتہ دے مجھ کو یوں اپنا نشان دے
جاؤں جہاں بھی دِل مِرا بس تجھ پہ جان دے
مالک مِری زباں کو وہ سحر بیان دے
جو میری بات سن لے وہ بھی تجھ پہ جان دے
اخترؔ کو اپنے غم کی وہ مخمور جان دے
جو تیرے درد و غم کا ہمہ سُو بیان دے

اللہ کی محبت کی آگ حضرت والا کو بے قرار رکھتی، حضرت والا کی زندگی کا مقصد یہی تھا کہ ہر دل میں اللہ کی محبت کی آگ لگ جائے اور ہر شخص ولایتِ صدیقیت کی آخری سرحد تک پہنچ جائے۔

---

[1] ارشاداتِ دردِ دل: ۱۹۔

حضرت والا نے فرمایا کہ دُرویشوں کی ایک جماعت ہونی چاہیے جس کا نام ”گروہِ عاشقاں“ ہے، جو ”عاشقِ عشق و مستی“ ہو اور ”ناواقفِ انتظامِ بستی“ ہو[1]۔

فرمایا: ایک طبقہ ایسا ہونا چاہیے جس کا کام ”نشرِ محبتِ الٰہیہ“ ہو وہ نہ تو کسی مدرسے کے مہتمم ہوں اور نہ کسی مسجد کے امام ہوں اور نہ کوئی اور انتظامی ذمہ داری ہو۔ پھر مولانا جلال الدین رومی (رحمہ اللہ تعالیٰ) کا یہ شعر پڑھا ؎

از کرم از عشق معزولم مکن
بذکر جز بذکر خویش مشغولم مکن

ترجمہ: اے اللہ تعالیٰ! اپنے کرم سے اپنے عشق و محبت سے معزول نہ کرنا سوائے اپنی یاد کے کسی چیز میں مشغول نہ کرنا۔

اس میں حقوق العباد داخل ہیں کیونکہ ان کو پورا کرنا بھی انہیں کی یاد کا حصہ ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ امام محمد (رحمہ اللہ تعالیٰ) فرماتے ہیں کہ جس کو اللہ تعالیٰ اپنے دین کی خدمت میں قبول فرماتے ہیں اسے مٹی کے کھلونوں میں مشغول نہیں ہونے دیتے[2]۔

اور حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اللہ کے کچھ عاشقین کی ایک جماعت مل جائے جو سارے عالم میں میرے ساتھ اللہ کی محبت میں پھریں ؎

سارے عالم میں پھر پھر کے یارب
تیرا دردِ محبت سنائیں
تیرا دردِ محبت سنا کر
سارے عالم کو مجنوں بنائیں
سارے عالم کو مجنوں بنا کر

---

[1] ارشاداتِ دردِ دل: ۲۴۹۔

[2] سفر نامہ رنگون وڈھاکہ: ۲۱۹۔

میرے مولیٰ تِرے گیت گائیں

لذتِ قرب پاکر تیری ہم

لذتِ دو جہاں بھول جائیں

دربدر ڈھونڈتا ہے یہ اخترؔ

اہلِ دردِ محبت کو پائیں

اور فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ مجھ کو کچھ اپنے عاشقوں کی ایک جماعت عطا فرما جو اختر کے دردِ دل کی ترجمانی کے لیے اپنا کان پیش کریں اور اور کانوں سے وہ دردِ دل حاصل کریں اور پھر سارے عالم میں میرا وہ ساتھ دیں اور میں ان کا ساتھ دوں۔ اللہ غیب سے ایسا خزانہ برسائے کہ سارے عالم میں اختر آہ وفغاں اور دردِ دل کے نشر کا شرف عطا ہو اور میری آہ وفغاں کو سارے عالم میں نشر کے لیے اسباب پیدا فرما اور اور افراد عطا فرما اور الحمد للہ میں پا بھی رہا ہوں محدثین اور علماء و مفسرین اور شیخ الحدیث بھی اللہ مجھے دے رہا ہے اور شاعر بھی دے رہا ہے[1]۔

اخترؔ کی یہ دعا ہے کہ یارب کرم سے تو

دونوں جہاں میں رکھنا مجھے عاشقاں کے ساتھ

فرمایا: ہم کو بنگلہ دیش میں ایک آدمی اپنی لڑکی دے رہا تھا اور وہ بڑھا خوبصورت تھا، لڑکی بھی خوبصورت ہو گی مگر میں نے انکار کر دیا۔ میں نے کہا کہ مجھ کو دین کی خدمت عزیز ہے۔ اگر میں نے یہ شادی کرلی تو میں مجلس میں دین کی بات سنا رہا ہوں گا کہ تم آؤ گے کہ آپ کے بیٹے کو ڈائیریا ہو گیا ہے اس کو ڈاکٹر کے ہاں لے کر جائیے تو آپ ہم سے اس کام کو چھین لیں گے۔ اب ہم کو یہی کام عزیز ہے۔ اگر نوجوان لڑکیاں مفت میں ملیں، گفت میں ملیں تب بھی میں (Reject) کر دوں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ کیونکہ یہ مزہ جو ہے اللہ تعالیٰ کے ذکر کا، فکر کا، دین کی اشاعت کا اس کا کوئی مثل نہیں۔ اب سمجھ لو کہ

---

[1] خزائنِ شریعت وطریقت:۲۶۹۔

اس وقت مجھے کیا نشہ آیا، سلطنت بھی اگر ہو تو قربان کر دی جائے، اس مزہ کے سامنے سلطنت کی کوئی قیمت نہیں[1]۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو وہ دردِ دل عطا فرمایا اور بیان میں تاثیر دی کہ جو بھی آپ کے پاس آیا اپنے اندر ایک تبدیلی اور قوتِ رُوحانی لے کر گیا اور پھر کوئی لذتِ فانی اس کے سامنے ٹھہر نہ سکی۔ بطورِ نمونہ ایک واقعہ بزبانِ مرشدِ پاک ملاحظہ ہو، فرمایا:

کراچی میں خون کے ایک بہت بڑے اسپیشلسٹ ڈاکٹر جو علامہ سیّد سلیمان ندوی کے عزیز بھی ہوتے ہیں مجھ سے بیعت ہو گئے اور اللہ اللہ کرنے لگے، ڈاڑھی بھی رکھ لی۔ ایک دن کہنے لگے کہ مجھے ہفتہ میں دو بار کالج میں لڑکیوں کو ایک ایک گھنٹہ پڑھانا ہوتا ہے اور اس کے دس ہزار روپے تنخواہ کے علاوہ ملتے ہیں لیکن اب بیعت ہونے کے بعد یہ ہو رہا ہے کہ جس دن میں ان کو پڑھاتا ہوں اس دن میری تہجد قضا ہوتی ہے اور دل میں ظلمت معلوم ہوتی ہے۔ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ یہ لڑکیوں کے پڑھانے کی نحوست ہے کیونکہ وہاں نظر کی حفاظت پورے طور پر نہیں ہو پاتی لہٰذا میں اس پڑھانے کی نوکری سے استعفیٰ دے رہا ہوں کیونکہ میری ہسپتال کی ملازمت تو ہے ہی اور پڑھانے کی نوکری چھوڑنے سے جو دس ہزار کی کمی ہو گی تو میرے پاس ایک اور فن ہے دواؤں کا وہ شروع کر دوں گا اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے عطا فرمائیں گے۔ لیکن اب میں لڑکیوں کو نہیں پڑھا سکتا لہٰذا انہوں نے استعفیٰ دے دیا اور ماشاء اللہ بہت آرام سے ہیں، کوئی معاشی تنگی اور رزق میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ آدمی ہمت کرے تو کچھ مشکل نہیں[2]۔

مجلس صیانۃ المسلمین:

مجلس صیانۃ المسلمین حکیم الامت مجدّد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کی قائم کردہ اصلاحی تنظیم ہے جس کے ذریعے اصلاح و ارشاد کا کام حضرت کے سلسلہ کے لوگ

---

[1] ارشاداتِ دردِ دل:۱۳۸،۱۳۷۔

[2] معارفِ ربانی:۳۸،۳۷۔

ہی کرتے ہیں۔ اس کا مرکزی دفتر لاہور شہر میں ہے جہاں ہر سال سالانہ اجتماع بھی منعقد ہوتا ہے، اجتماع میں سلسلہ کے اکابر علماء ومشائخ وطلباء وسالکین اور عامۃ الناس جمع ہوتے ہیں۔۔ سیّدی ومرشدی حضرت والا قدس سرہ بھی مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کے سالانہ اجتماع میں شرکت فرمایا کرتے تھے۔ اجتماع کی مرکزی نشست جو حضرت حکیم الامت کے خلفاء کے لیے مخصوص تھی ان حضرات کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد کئی سالوں تک حضرت والا کے لیے خاص کر دی گئی تھی، اور حضرت والا کا بیان مرکزی بیان ہوا کرتا تھا۔

اس مجلس کے سالانہ اجتماع میں کیے گئے کچھ مواعظ چھپ بھی چکے ہیں۔

حضرت والا فرماتے ہیں کہ اس مجلس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی محبت ومعرفت میں ترقی، اصلاحِ نفس، گناہوں کو چھوڑنے کی توفیق اور ہر ایک مسلمان کا صاحبِ نسبت ہو جانا ہے، ہمارے حکیم الامت مجددالملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مجلس کو انہیں خاص مقاصد کے لیے قائم فرمایا اور فرمایا کہ اس شعبۂ تزکیۂ نفس کے لیے میں اب اپنی زندگی کو وقف کرتا ہوں[1]۔

مجلسِ دعوۃ الحق:

فرمایا: دعوۃ الحق کیا ہے؟ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کو قائم فرمایا اور میرے شیخ شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا نام رکھا۔ حضرت والا نے ایک مجلسِ شوریٰ بلائی اور موجود علماء کرام سے فرمایا کہ اللہ کے بندوں کی ہدایت کے لیے ایک مرتب نظام تجویز ہے پھر اس کے نام کے لیے پوچھا تو کسی نے کچھ کسی نے کچھ کہا مگر حضرت کو پسند نہ آیا۔ میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ **لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ**۔ قرآن شریف کی آیت پڑھ دی۔ بس حضرت پھڑک گئے اور فرمایا کہ یہ بہترین نام ہے "دعوۃ الحق"[2]۔

---

[1] وعظ طریقِ ولایت: ۲۔

[2] عرفانِ محبت: ۲۳۔

۱۹۹۳ء میں ری یونین میں مجلس دعوۃ الحق کو قائم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: دعوۃ الحق کا کام بہت برکت والا ہے اور بہت آسان ہے۔ جب تک یہ مجلس قائم نہیں کی تھی تو میں سمجھتا تھا کہ بہت مشکل ہے لیکن جب کام شروع کیا تو معلوم ہوا کہ بالکل آسان ہے۔ لہٰذا آج ہی سے مجلس دعوت الحق قائم کر دی جائے گی، مولانا داؤد اور ان کے والد صاحب قابلِ مبارک باد ہیں اور ان کے لیے بڑی سعادت کی بات ہے کہ ان کے گھر سے یہ شروع ہو رہا ہے۔ ہم تو یہاں (حضرت ہردوئی رحمہ اللہ تعالیٰ کو) فون کرنے آئے تھے لیکن یہ نہیں معلوم تھا کہ یہاں یہ نعمت عطاء ہونے والی ہے۔ پھر حضرت والا نے ری یونین کے چار شہروں کے لیے چار حلقے قائم کر دیے اور طریقہ کار بتایا کہ ہر حلقے کا ایک ناظم، نائب ناظم، کازن اور چند کارکن مقرر فرمائے اور ایک رجسٹر پر ان کے نام لکھ دیے گئے اور فرمایا کہ ہفتہ میں ایک دن مقرر کر لیا جائے جس میں سب کارکن مل کر بیٹھ جائیں اور حیاۃ المسلمین، جزاء الاعمال، بہشتی زیور کا ساتواں حصہ اور ایک منٹ کا مدرسہ دس پندرہ منٹ پڑھ کر سنا دیں، اس کا نام مجلسِ نصیحت ہے اور پھر ایک تسبیح لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا ذکر کریں اور منکرات کی روک ٹوک کے لیے مشورے کریں کہ اپنے خاندانوں سے کس طرح برائیوں کو مٹایا جائے، شادی، بیاہ، غمی سب سنت کے مطابق ہو جائیں اس کے لیے آپس میں مشورہ کر کے ان برائیوں کو مٹانے کی کوشش کریں جس کے لیے میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے چھوٹے چھوٹے بہت مفید رسالے تحریر فرمائے ہیں مثلاً اشرف الخطاب، اشرف النظام وغیرہ جو کراچی سے منگوا لیں۔ ان کے مطالعہ سے دعوۃ الحق کا کام کتنے میں آسانی ہو گی اور ہر ہفتہ ہر شخص کم از کم دس دس فرینک دین کی نشر و اشاعت کے لیے جمع کرے اور ہر ماہ یہ رقم مرکز میں خانقاہ امدادیہ اشرفیہ بھجوا دی جائے اور مولانا داؤد ہر حلقے کا الگ حساب رکھیں پھر جو دین کی کتاب یا تبلیغی پرچے شائع کرنا ہوں اس میں یہ رقم خرچ کی جائے اور مرکز کو ہر شاخ ماہانہ رپورٹ بھیجے کہ مہینے میں کیا کام کیا گیا۔

ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے جگہ جگہ دین کا کام شروع ہو جائے گا اور اس کی برکات نظر کے سامنے آ جائیں گی۔ یہ ایک مجدد زمانہ حضرت حکیم الامت کا کام ہے اور حضرت کو اس سے کتنا تعلق تھا وہ

اس بات سے ظاہر ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ میں اس دن کا بے چینی سے منتظر ہوں کہ یہ کام شروع ہو۔ لہٰذا ایک رجسٹر بنایا جائے جس میں کام کا طریقہ کار مذکور ہو اور اس کے مطابق کام کیا جائے۔ دیکھئے خانقاہ میں ہفتہ میں ایک دن تو کچھ لوگ آسکتے ہیں لیکن پھر پورے ہفتہ خالی رہیں یہ مناسب نہیں لہٰذا اس کام کے اجراء سے جگہ جگہ دینی مجلسیں قائم ہوں گی اور جگہ جگہ دین کا کام ہو گا جو برائیوں کی اصلاح کے لیے بہت ضروری ہے۔ کراچی میں پچاس حلقے مجلس کے قائم ہوگئے اور لوگ بتا رہے ہیں کہ اس سے بہت زبردست نفع ہو رہا ہے۔ اتوار کے دن علماء کی مجلس میں ان شاء اللہ اس کا ذکر کروں گا اور مزید شاخیں ان شاء اللہ قائم ہوں گی۔ اگر دعوۃ الحق یہاں قائم نہ کی جاتی تو میرے شیخ کو تکلیف ہوتی، اللہ تعالیٰ کا کروڑ کروڑ شکر ہے کہ اس نے اس کام کو کرنے کی توفیق عطا فرمائی، دعا کریں کہ اللہ ہم سب سے یہ کام لے لے اور اُسے قبول فرمالے[1]۔

توکل واعتماد اور استغناء:

سیّدی و مرشدی حضرت والا نے فرمایا: مجھے میرے بزرگوں کی تعلیم ہے کہ اتنا کام کرو جو عظمتِ دین اور عزتِ نفس کے ساتھ ہو۔......... جو عظمتِ دین کو قائم رکھے گا مالک کا کرم ان شاء اللہ تعالیٰ اس کو محروم نہیں کرے گا۔ اس کے لیے غیب سے اسباب پیدا ہوں گے۔

ایک زمانہ میں میں بہت مقروض ہو گیا مدرسہ کی پانچ منزلہ عمارت کی تعمیر کی وجہ سے جو مسجد کے دائیں طرف ہے جہاں اب دین کی تعلیم ہو رہی ہے[2]۔ بس ایک دن ایک ملک سے فون آیا کہ

---

[1] معارفِ ربانی: ۳۳۷،۳۳۶۔

[2] حضرت والا نے فرمایا کہ ہم نے مدرسہ پیٹ کے لیے نہیں کھولا، نہ مولانا مظہر تنخواہ لیتے ہیں نہ ہم تنخواہ لیتے ہیں۔ ہمارے لیے کتب خانہ و دواخانہ ہے اور اللہ کی رحمت سے گزارا ہے۔۔۔ ہماری روزی کا ذریعہ مدرسہ نہیں ہے۔ فرمایا: میں نے مڈل اسکول پڑھ کر والد صاحب سے عرض کیا کہ مجھے دیوبند بھیج دیجئے، میں عالم بننا چاہتا ہوں، انہوں نے کہا نہیں پہلے تم کو حکیم بناؤں گا۔ میں نے کہا کیوں؟ کہنے لگے کہ میں نہیں چاہتا کہ تم پیٹ کے لیے علمِ دین سیکھو اور سکھاؤ، دواخانے سے پیٹ کمانا اور اللہ کے لیے دین سکھانا۔ (وعظ تعلیم قرآن میں شانِ رحمت کی اہمیت: ۱۲)

یہاں ایک تاجر ہیں، اللہ والے آدمی ہیں وہ کچھ رقم آپ کے مدرسہ میں دینا چاہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ کہ کب بھیجیں اور کتنا بھیجیں۔ میں نے کہا کہ وہ خود براہ راست مجھ سے بات کریں۔ پھر ان کا خود فون آیا کہ میں ایک مہینہ سے کوشش کر رہا ہوں لیکن درمیان والے صاحب جو آپ سے تعلق بھی رکھتے ہیں وہ بھول جاتے ہیں۔ ۳۵ لاکھ کا قرضہ ہو گیا تھا خالی اسی شخص نے بھیج دیا اور وہ میرے مرید بھی نہیں ہیں اور میں نے ان سے کہا بھی نہیں اور اور کسی سے کہلوایا بھی نہیں۔ انہوں نے کہا کہ ایک مہینے سے عالم غیب سے بار بار میرے دل میں تقاضا ہو رہا ہے کہ میں آپ کے مدرسہ میں کچھ رقم پیش کروں۔ لہٰذا اللہ کے کرم کا اختر جتنا بھی شکر ادا کرے کم ہے کہ بغیر اشارہ کنایہ بے منت مخلوق انتظام فرمادیا۔

بے سوالی بھی نہ خالی جائے گی

دل کی بات آنکھوں سے پالی جائے گی

کیا نظر مجھ پر نہ ڈالی جائے گی

کیا مِری فریاد خالی جائے گی

میں نے اپنی اولاد کے لیے ابھی تک کوئی مکان بھی نہیں بنایا اور الحمدللہ مجھے اس کا کوئی غم بھی نہیں ہے۔ اپنا ناظم آباد کا مکان بیچ کر میں یہاں گلشن میں آگیا۔ ایک کتب خانہ کر لیا جو ذریعہ اشاعت دین ہے۔ اور اللہ کے کرم سے عظمت دین اور عزت نفس کے ساتھ کام ہو رہا ہے۔ برطانیہ، امریکہ، باربڈوز، ری یونین، جنوبی افریقہ اور بنگلہ دیش برسوں سے سفر ہو رہا ہے کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ میں نے کبھی مدرسہ مسجد کا نام لیا ہو۔ یہ میرے بزرگوں کا صدقہ ہے جن کی اختر نے جوتیاں اٹھائی ہیں۔

آج سے بیس سال پہلے جب یہ خانقاہ بن رہی تھی تو نواب قیصر صاحب آئے۔ نواب صاحب کہنے کو تو نواب ہیں لیکن بزرگوں کی صحبت نے ان کو بالکل مٹا دیا۔ نام کے نواب ہیں حقیقت میں اب بالکل فقیر اور درویش ہیں۔ پوچھا کہ خانقاہ کی تعمیر کا تخمینہ کیا ہے۔ میں نے کہا کہ ٹھیکہ دار نے چھ لاکھ بتائے ہیں۔ کہنے لگے کہ یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔ شیخ دوبئی میرا دوست ہے۔ میری کوٹھی کے پاس اس کی کوٹھی ہے۔ میں اس سے کہہ دوں گا وہ چھ لاکھ اُمید ہے دے دے گا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ اگلے دن

ان کا فون آیا کہ شیخ دوبئی روپیہ دینے کو تیار ہو گیا ہے۔ میں نے کہا آپ لے لیجئے۔ کہنے لگے کہ نہیں آپ کو آنا پڑے گا اور رقم وصول کر کے رجسٹر پر دستخط کرنے ہوں گے۔ میں نے کہا کہ میں ہرگز نہیں آ سکتا۔ اگر میں نے وہاں جا کر یہ رقم لے لی تو خانقاہ تو بن جائے گی لیکن خانقاہ کی روح نکل جائے گی اور خانقاہ کی پیشانی پر ہمیشہ کے لیے یہ کلنک کا ٹیکہ لگ جائے گا کہ اس کا بانی ایک بادشاہ کے دروازہ پر پیسہ وصول کرنے آیا تھا۔ بئس الفقیر علی باب الامیر کی رسوائی سے میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ نواب صاحب حیرت میں پڑ گئے اور اتنے متاثر ہوئے کہ ان کے منہ سے نکل گیا کہ آپ تو ہمارے بزرگوں کی یادگار ہیں اور کہنے لگے کہ آج اگر میں اس رقم کے متعلق اشارہ کر دوں تو میرے گھر پر چندہ لینے والوں کی لائن لگ جائے گی لیکن آپ انکار کر رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ میرا کمال نہیں ہے میرے بزرگوں کی کرامت ہے جن کی میں نے ساری عمر جوتیاں اٹھائی ہیں۔ اس واقعہ کی جب میں نے اپنے مرشد حضرت والا ہردوئی دامت برکاتہم کو اطلاع دی حضرت نے تحریر فرمایا کہ بہت اچھا کیا۔ تعمیر فقیری تعمیر شاہی سے بہتر ہے[1]۔

فرمایا: میں نے اپنے شیخ شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ لُنگی کُرتے میں نواب چھتاری کے یہاں گئے، جو ہندوستان کی ایک بڑی ریاست کے نواب تھے، انگریزی حکومت میں ہندوستان کے پہلے مسلمان گورنر تھے، انڈیا میں ان کی اسپیشل ریل چلتی تھی، اس میں کوئی دوسرا مسافر نہیں بیٹھ سکتا تھا، انہوں نے میرے شیخ کو دعوت دی، میں بھی حضرت کے ساتھ تھا، چونکہ میں نے بڑے بڑے گورنروں اور نوابوں کو دیکھا ہے اس لیے الحمدللہ مجھ پر کسی مالدار کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ نواب صاحب حافظِ قرآن تھے اور حضرت سے بیعت تھے۔ میرے شیخ کُرتے میں بٹن نہیں لگاتے تھے اور لُنگی پہنتے تھے تو میں نے راستہ میں حضرت سے کہا کہ حضرت نواب لوگوں کے پاس تشریف لے جا رہے ہیں اور آپ کی ٹوپی میلی ہے اور کُرتا اُجلا ہے تو شیخ نے فرمایا کہ:

---

[1] انعاماتِ ربانی:۱۵۸۔۱۶۱۔

”جس ٹوپی سے میں نے اللہ کے سامنے نماز پڑھی ہے ان نوابوں کو خوش کرنے کے لیے اس کو صاف نہیں کروں گا، جیسی ہے ویسی رہنے دو“۔

لیکن واللہ! میں نے دیکھا کہ حضرت کی عظمت سے نواب صاحب کانپ رہے تھے اور زبان میں رعشہ پیدا ہو گیا تھا[1]۔

اور فرمایا: میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوئی بھی صاحبِ باطن چندے کے لیے دروازے دروازے نہیں پھر سکتا۔ اگر اس کے قلب میں مولیٰ ہے تو اسے غیرت آتی ہے۔ .... ہمارے جتنے اکابر گزرے ہیں آپ بتاؤ یہ رسید بک لے کر دروازوں پر گئے ہیں؟......... الحمد للہ کوئی یہ بات ثابت نہیں کر سکتا کہ اختریا اس کی اولاد کسی کی دکان پر گئے ہوں۔ بتاؤ دین کا کام ہو رہا ہے یا نہیں؟ یہ میں نے اپنے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھا ہے۔۔۔ حضرت نے مسجد کے ایک حصہ پر چھت ڈالی تھی دوسرے حصہ میں چھت نہیں تھی، تہجد عموماً اسی حصہ میں پڑھتے تھے پوری زندگی اس میں گزار دی اور وہیں سے پاکستان ہجرت کی۔ مگر کبھی کسی سیٹھ سے نہیں کہا کہ یہ چھت خالی ہے اس پر چھت ڈالنا ہے۔ اپنی زندگی میں میں نے حضرت کو دیکھا بڑے بڑے نوابوں نے بلایا ریاست رام پور کے نواب ہوں یا نواب چھتاری ہوں، حضرت والا سب سے مستغنی رہے۔ .... یہاں تک کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو کہنا پڑا کہ اے پھولپور والو! مولانا کے مدرسے کو چندہ دو، ان کا نام عبد الغنی ہے۔ یہ کسی سے نہیں کہیں گے کہ تم چندہ لاؤ۔ لیکن یاد رکھو اگر تم لوگوں نے چندہ نہ دیا تو تمہاری گردن قیامت کے دن پکڑی جائے گی۔ یہ بات شیخ نے مجھے سنائی اور میں آپ کو بتا رہا ہوں۔......... واقعی میں نے ساری زندگی دیکھا کہ کبھی کسی سیٹھ سے سوائے دردِ دل اور اللہ کی محبت کے ان کی زبان سے پیسے کا نام نہیں سنا۔ اگر کوئی اس زمانے کا شمس الدین تبریزی ہو سکتا تو وہ شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ ہوتے۔.........

[1] معارفِ ربانی: ۳۰۹،۳۰۸۔

ہم نے تو اپنے شیخ سے یہ سیکھا ہے کہ پیٹ میں چٹنی روٹی ڈال لو مگر اہلِ مال سے مستغنی رہو۔ میں واللہ کہتا ہوں جو مہتمم کتنا ہی بڑا خلیفہ ہو لیکن اگر کبھی اس نے مالداروں سے چندہ کے لیے کہا تو اس سے دین کی بات لوگ نہیں سنیں گے، بلکہ صورت دیکھتے ہی ڈر جائیں گے کہ آگئی کالی بلا، یہ پھر کچھ مانگے گا۔ بس اللہ کی محبت سکھانے کے لیے اپنی زندگی کو وقف کر دو، شعبہ تزکیہ نفس بہت حساس مضمون ہے۔ اللہ کی محبت سکھانا بہت حساس مضمون ہے یہ اتنا نازک مضمون ہے، یہ اتنا مبارک مضمون ہے کہ اس کے ساتھ چندہ اور طلبِ زر جمع نہیں ہو سکتے۔.........

احقر جامع (ارمان) کہتا ہے کہ یہاں حسبِ حال حضرت والا کا یہ شعر ملاحظہ فرمائیے۔

جس کو گِرا ہوا تو دیکھ دُنیا کے مال وزر پہ آہ
اخترؔ سمجھ کہ عشقِ حق اس کو ابھی ملا نہیں

سندھ بلوچ سوسائٹی کراچی میں ڈیڑھ سال تک زمین کے اوپر آسمان کے نیچے روزانہ دوستوں کے ساتھ نوافل پڑھ کر دعا کی کہ یا اللہ یہاں خانقاہ کے لیے کوئی زمین دلوادیجئے جہاں اللہ کا نام لوں اور دوستوں کو تصوف اور آپ کی محبت سکھاؤں۔ مگر میں نے اس کے لیے کوئی اعلان نہیں کیا کہ مجھے خانقاہ کے لیے پیسے دو۔ تو بھئی میں نے اپنے بزرگوں سے یہی سیکھا ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے دین کی خدمت کے لیے مامور فرمایا ہے وہ بہت محتاط رہیں۔ چاہے کوئی کتنا ہی خاص ہو، اخص الخواص ہو اس سے بھی کبھی سوال نہ کریں ورنہ اس کے قلب سے بھی ایسے عالم کی عظمت ختم ہو جاتی ہے۔ دو لفظ میں نے علماء کو بتائے کہ عزتِ نفس اور عظمتِ دین سے کام کرو یہ دو لفظ یاد کر لو، ڈائری میں نوٹ کر لو کہ عزتِ نفس اور عظمتِ دین۔ کوئی تمہارا خاص سے خاص بھی ہو، اس سے بھی نہ کہو تجربہ یہی ہے کہ جو مستغنی رہتا ہے لوگ اس کے دردِ دل کی بات سنتے ہیں۔ کیا ضروری ہے کہ ہم بڑا مدرسہ بنائیں اور سوال کر کے اپنے دردِ دل کو مٹی کریں۔......... مدراس کا وجود یقیناً بہت ضروری ہے، لیکن ہم کو جو تعلیم دی گئی میں وہی تعلیم پیش کر رہا ہوں۔ جس کو اس تعلیم سے مناسبت نہ ہو وہ میری تعلیم کو چھوڑ کر دوسرے طبقے سے تعلق کر لے لیکن میں نے جو سبق لیا ہے وہ یہی لیا ہے اور میں اس کو نہیں چھوڑ سکتا۔

کتنے سال سے میں جنوبی افریقہ جارہاہوں۔ کتنے بڑے بڑے جلسے ہوتے ہیں۔ لیکن کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کبھی میں نے بتایاہو کہ میرا ایک مدرسہ بھی ہے۔ یہی میں نے شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھاہے۔ ان شاء اللہ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ کا نام قیامت تک روشن رہے گا۔ اگر مالداروں سے ربط ہوتاتونام ختم ہو جاتا۔ اگر کسی سے مدرسہ نہ چل سکے تو استعفیٰ دے دویا مدرسہ بند کرو لیکن امیروں کے سامنے ہاتھ مت پھیلاؤ۔.........

بعض لوگ آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنے مریدوں میں سے سیٹھ لوگوں کو ایک خط لکھ دیں، کوئی کہتاہے کہ ٹیلی فون کر دیں، کوئی کہتاہے چندے کی سفارش کر دیں۔ میں نے کہامیں اپنے لیے نہیں کرتاتوکسی کے لیے کیوں کروں؟۔.........

میرے بیٹے مولانامظہر سلمہٗ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کے خلیفہ ہیں۔ وہ کبھی کبھی مقروض بھی ہوئے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ اس بیٹے کو جزاے خیر دے، کبھی اس نے نہیں کہاکہ ابا آج کل میں مقروض ہوں، کسی مرید سے، آپ اہلِ خیر سے کچھ اشارہ کر دیں تاکہ میرا قرضہ ادا ہو جائے۔ مدرسہ وہی چلاتاہے، یہ جو ڈیڑھ ہزار طلبا ہیں[1] اس میں حافظ اور عالم ہو رہے ہیں، اس مدرسہ سے میرا تعلق مولاناکی محنتوں سے ہے۔ میراتو وہی ذوق ہے کہ جہاں کسی ملک نے اللہ کی محبت میں بلایافوراًپاسپورٹ ویزالگوایااور کبھی لندن، کبھی کینیڈااور کبھی انگلینڈ روانہ ہو گیا۔

مجھ سے جنوبی افریقہ میں میرے بعض پیر بھائیوں نے کہاکہ آپ چندے کے لیے کسی سے نہ کہیے مگر ہم آپ کے مدرسہ کے لیے چندہ کرتے ہیں۔ میں نے کہاکہ میری موجودگی میں آپ ہر گز ایسانہ کریں۔ لوگ کہیں گے کہ یہ خود تو منبر پر خاموش ہے، اللہ کی محبت کا درد سکھارہاہے لیکن اپنے ایجنٹ چھوڑے ہوئے ہیں جومال گھسیٹ رہے ہیں۔ پھر انہوں نے کہاکہ اچھاتمہارے جانے کے بعد ہم چندہ کر کے بھیجیں گے۔ میں نے کہاجانے کے بعد بھی چندہ مت کرنا، اس لیے کہ جانے کے بعد اگر تم کہوگے کہ فلانے جو آئے تھے ان کے مدرسے کے لیے چندہ دو تو پھر لوگ یہ سمجھیں گے کہ اس مرغے نے اپنی

---

[1] اب الحمدللہ تعالیٰ پانچ ہزار سے زائد طلبا ہو چکے ہیں۔ (ازمرتب)

ٹکڑوں کوں سنائی مگر مرغیاں چھوڑ گیا جو کٹ کٹ کٹاک کر رہی ہیں۔ اور ہر طرف کٹ کٹ کٹاک کر کے اسٹاک جمع کر رہی ہیں[1]۔ آج ان کے دلوں میں میری کتنی عزت ہے۔ چندہ کی طلب سے سب خاک میں مل جائے گی اور پھر وہ مجھ سے دین کی بات نہ سنیں گے میں اپنے دردِ دل کو دنیا کے عوض فروخت نہیں کر سکتا۔ مولانا نے کہا کہ آپ نے تو کمال کر دیا۔ میں نے کہا یہ میرا کمال نہیں یہ شاہ عبد الغنی کا کمال ہے[2]۔

ایک دفعہ میرا پوتا اسماعیل بیمار ہو گیا۔ میں ان دنوں ڈھاکہ میں تھا۔ مولانا مظہر میاں نے مجھے فون کیا کہ آپریشن تجویز ہے، میں نے ہسپتال میں اس کے لیے کمرہ لے لیا ہے۔ میں نے کہا ایک ہفتے کے لیے مہلت دو، مجھے اللہ سے مانگنے کا موقع دو، ایک ہفتے کے بعد تمہیں اختیار ہے، تمہارا بچہ ہے جو چاہو کرو، لیکن ہمارا بھی تو کچھ ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے رو رو کے عرض کیا کہ ''یا اللہ! میرے بچے کو آپریشن کے بغیر اچھا کر دیجئے''۔ آج چار پانچ سال ہو گئے آپریشن نہیں ہوا، بالکل مرض ہی غائب ہو گیا۔ اللہ سے مانگ کر کے تو دیکھو۔ اگر اپنے ربّا کے اوپر ہم ناز نہیں کریں گے تو کس پر ناز کریں گے اور کوئی ہے کیا؟ کیا کوئی دروازہ بھی ہے جس پر ہم جائیں؟ ؎

نہ پوچھے سوا نیکو کاروں کے گر تو
کہاں جائے بندہ گنہگار تیرا

کوئی بھی مرض ہو، چاہے جسمانی ناسور ہو یا روحانی ناسور ہو، پُرانے سے پُرانا پاپی اور مجرم ہو، مجرمانہ عادت رکھتا ہو اللہ سے رو رو کر مانگے، نہ ٹھیک ہو تو کہنا اختر کیا کہہ رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ غیب سے اسباب پیدا کر دیں گے[3]۔ ؎

آہ جائے گی نہ میری رائیگاں......... تجھ سے ہے فریاد اے ربِ جہاں

---

[1] حضرت والا کی طبعی ظرافت کی وجہ سے اس طرح کے شگفتہ جملے بے اختیار نکل جاتے ہیں۔ (مضمون نگار)

[2] ملخص از خزائنِ معرفت و محبت: ۳۹۸۔۴۰۹۔

[3] خزائنِ معرفت و محبت: ۳۸۵، ۳۸۴۔

پیرانی صاحبہ رحمہا اللہ تعالیٰ کا تذکرہ:

پیرانی صاحبہ رحمہا اللہ تعالیٰ کا تذکرہ کچھ تفصیل سے اس لیے کر رہا ہوں کہ آج کل بیویوں کے حقوق کے معاملہ میں بہت غفلت برتی جا رہی ہے۔ اس تفصیلی تذکرہ سے معلوم ہو گا کہ ہم جن اکابر کے نام لیوا ہیں ان نفوسِ قدسیہ کے عمل کیا تھے، ان واقعات میں ہمارے لیے بہت بڑا سبق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

پیرانی صاحبہ کا اپنی ساس سے کیسا تعلق تھا؟ اس کا ایک واقعہ ایک مرتبہ حضرت والا نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میرے بیٹے مظہر میاں کی والدہ کو جزائے خیر دے، انہوں نے ستّر ہزار (کلمہ) پڑھ کر میری والدہ کو بخشا ہے۔ اس کو کہتے ہیں ساس بہو کا تعلق حالانکہ میری والدہ زندہ نہیں ہیں لیکن انہوں نے اسی مہینے میں مجھے بتایا کہ ستّر ہزار پڑھ لیا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور میری والدہ کی مغفرت کا سامان بنائے[1]۔

پیرانی صاحبہ کے آخری دنوں میں جب سیّدی و مرشدی حضرت والا عمرہ کی ادائیگی کے لیے تشریف لے گئے تھے، اس وقت کے حالات حضرت والا بیان فرماتے ہیں کہ:

مکہ مکرمہ میں پہنچنے کے اگلے دن جب میرے بیٹے مولانا مظہر سلمہٗ نے مجھے اطلاع کی کہ مرض بڑھ گیا ہے لیکن کہا کہ والدہ بھی اجازت دے رہی ہیں کہ ابھی وہاں اور رہ جاؤ تو میں نے دل میں کہا کہ اجازت اور ضابطہ اور چیز ہے اور رحمت اور رابطہ اور چیز ہے لہٰذا میری رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ اب مجھے فوراً واپس جانا چاہیے کیونکہ عمرہ ہو چکا۔ معلوم ہوا کہ رات کو کراچی کے لیے ایک پرواز ہے لیکن بتایا گیا کہ اس میں جگہ ملنا بوجوہ مشکل ہے لیکن یہ بھی میرے گھر میں کی کرامت تھی کہ ہمارے دو احباب سعودی ایئر لائن کے دفتر گئے تو وہاں بہت اجتماع تھا شاید ڈیڑھ دو گھنٹہ میں نمبر آتا لیکن دو منٹ میں کمپیوٹر میں ان کا نام آگیا۔ تین سیٹیں بھی مل گئیں اور بورڈنگ کارڈ بھی مکہ شریف ہی میں مل گیا جبکہ جدہ ایئرپورٹ پر ملتا ہے۔ ان کی کرامت تھی کہ ہر طرف سے مدد ہوئی۔

---

[1] وعظ راہِ محبت اور اس کے حقوق: ۳۵۔

اس کے بعد مدینہ پاک کی حاضری کے لیے ٹیکسی ہی سے گئے مواجہہ شریف میں صلوٰۃ وسلام پڑھا اور ٹیکسی سے فوراً جدہ واپس ہو گئے۔ سارا دن مسلسل سفر رہا، ایک لمحہ کو آرام نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسی مدد فرمائی کہ ضعف کے باوجود سب نہایت آسانی سے ہو گیا۔ ۳/ شعبان مطابق ۲۳/ نومبر کو شام کو گئے تھے اور ۵/ شعبان یعنی ۲۵/ نومبر کی صبح کو کراچی پہنچ گئے، صرف ایک دن کے اندر عمرہ کی ادائیگی اور مدینہ پاک کی حاضری سب اللہ تعالیٰ نے نصیب فرمادی۔ علالت کے سولہویں دن ۱۹/ شعبان ۱۴۱۹ھ بدھ کے دن ان کا انتقال ہوا[1]۔

فرمایا: میرے احباب جو ساتھ آئے تھے تڑپتے رہ گئے کہ آیا بھی وہ، گیا بھی وہ اور ختم فسانہ وہ گیا لیکن رفیقۂ حیات کے حق دلجوئی کا ان کو سبق بھی مل گیا اور بعض دوستوں نے کہا کہ تمہارے اس عمل سے ہمیں بیویوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا ایسا زبردست سبق ملا جو بڑی بڑی تقریروں سے نہ ملتا[2]۔

۱۹/ شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ مطابق ۹/ دسمبر ۱۹۹۸ء بروز بدھ پونے دس بجے صبح والدہ مولانا مظہر سلمہٗ کا انتقال ہو گیا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اور پچاس سالہ رفاقت کا باب بند ہو گیا جس سے قلب پر بہت اثر ہے لیکن الحمدللہ تعالیٰ میرے بزرگوں کے فیض سے دل بالکل اللہ کی مرضی پر راضی ہے جس پر احقر کے چند اشعار ہیں۔

حسرت سے میری آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں
دل ہے کہ ان کی خاطر تسلیم سر کیے ہے
کیف تسلیم و رضا سے ہے بہارِ بے خزاں
صدمہ و غم میں بھی اخترؔ رُوح رنجیدہ نہیں
صدمہ و غم میں مِرے دِل کے تبسم کی مثال

---

[1] وعظ صبر اور مقامِ صدیقین: ۳۶، ۳۵۔

[2] وعظ فیضانِ حرم: ۴۳۔

جیسے غنچہ گھرے خاروں میں چٹک لیتا ہے

پچاس سال تک ان کے جو حالاتِ رفیعہ دیکھے اس سے احقر کا گمان اقرب الی الیقین ہے کہ وہ ایک صاحبِ نسبت، بہت بڑے درجہ کی ولیہ تھیں۔ دین میں وہ ہمیشہ میری مددگار رہیں برسوں سے غیر ملکی اسفار ہو رہے ہیں کبھی حائل نہ ہوئیں۔ ان کی وجہ سے ہی مجھے اپنے شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہنا ممکن ہوا کیونکہ شیخ کے ساتھ میرے تعلق کو دیکھ کر نکاح کے بعد ہی انہوں نے مجھے خوشی سے اجازت دی کہ آپ جب تک چاہیں شیخ کی خدمت میں رہیں ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا[1] اور یہ بھی کہا کہ آپ جس حال میں رہیں گے ہمیشہ آپ کے ساتھ رہیں گے، آپ کھائیں گے تو ہم بھی کھائیں گے آپ فاقہ کریں گے تو ہم بھی فاقہ کریں گے، آپ جنگل میں رہیں گے تو ہم بھی جنگل میں رہیں گے۔ آپ جو کھلائیں گے کھالیں گے جو پہنائیں گے پہن لیں گے اور آپ سے کبھی کسی چیز کی فرمائش نہ کریں گے اور اس پر عمل کر کے دکھادیا کہ پوری زندگی کبھی کسی چیز کی فرمائش نہیں کی۔ دل میں دنیا کی محبت بالکل نہیں تھی، جانتی ہی نہیں تھی کہ دنیا کیا چیز ہے۔ جب گھر میں جاتا تو اکثر دیکھتا کہ قرآنِ پاک کھلا ہوا ہے اور تلاوت ہو رہی ہے۔ یہ بھی ان کی کرامت تھی کہ برسوں سے مختلف امراض لاحق تھے لیکن معمولات میں کوئی فرق نہ آتا تھا۔ انتقال کے قریب ان کے پاس تیمادار عورتوں کو نہایت عمدہ و عجیب و غریب قسم کی خوشبو محسوس ہوئی۔

اور سب سے بڑی بات یہ کہ ان کے پیٹ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے مولانا مظہر سلمہٗ جیسا لائق، متقی، عالم بیٹا عطا فرمایا جن سے اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے دین کا عظیم الشان کام لے رہے ہیں اور ان کے بیٹے بھی ماشاء اللہ حافظ عالم ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور میری اولاد کو قیامت تک خدمتِ دینیہ کی

---

[1] اور فرمایا کہ حضرت شیخ (شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ) کے ساتھ پہلی بار جب پاکستان آیا تو ایسے حالات پیدا ہوئے کہ ایک سال تک واپس جانا نہ ہوا۔ نہ جانے کس مجاہدہ و مشقت اور تنگی سے یہ سال گزرا لیکن کبھی شکایت نہ کی۔ اسی لیے دل کو اتنا غم ہوا جس کو میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا اور ساتھ بھی نصف صدی کا ساتھ دو چار دن کی بات نہیں۔ ع
"نصف صدی کا قصہ ہے دو چار برس کی بات نہیں"۔ (وعظ صبر اور مقامِ صدیقین: ۳۶)

توفیق بخشیں اور قیامت تک میری اولاد میں علماء ربانیین علیٰ سطح ولایت الصدیقیت پیدا ہوتے رہیں تاکہ جو دینی ادارے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں ان کو قیامت تک باحسن وجوہ چلانے کی میری اولاد کو اللہ تعالیٰ صلاحیت عطا فرمائے اور قبول فرمائے، آمین۔

انتقال کے بعد ان کے لیے بہت سے مبشرات منامیہ بھی ہیں۔ (۱) مفتی حسین بھیات صاحب سلمہٗ جو جنوبی افریقہ کے عالم ہیں، میرے بہت خاص احباب میں سے ہیں اور میرے مجاز بھی ہیں انہوں نے انتقال کے دوسرے دن خواب دیکھا کہ وہ جنت میں داخل ہونا چاہتے ہیں لیکن فرشتے نے ان کو روک دیا کہ ابھی نہیں اور پوچھا کہ پیچھے کون آرہی ہیں؟ مفتی حسین بھیات نے کہا کہ یہ میری ماں ہیں (یعنی والدہ مولانا مظہر سلمہٗ) فرشتے نے ان کو راستہ دے دیا اور وہ جنت میں داخل ہو گئیں۔ (۲) جدہ میں مولانا عبد الرحمٰن صاحب کی اہلیہ نے خواب میں دیکھا کہ نہایت شاندار لباس پہنے ہوئے قرآنِ پاک کی تلاوت کر رہی ہیں۔ تلاوت کرتے ہوئے اور بھی کئی احباب نے دیکھا۔ (۳) مولانا مظہر سلمہٗ کے برادر نسبتی مفتی عاصم سلمہٗ نے خواب میں دیکھا کہ والدہ مظہر سلمہٗ ایک اتنے بڑے کمرہ میں ہیں جس کی چھت نظر نہیں آرہی ہے اور زمین سے کوئی بہت چمکدار چیزیں اٹھا رہی ہیں جس کی تعبیر یہ دی گئی کہ یہ ایصالِ ثواب ہے جو ان کو پہنچ رہا ہے۔ (۴) اور احقر کے احباب میں سے جناب ظفر اقبال صاحب انجینئر جن کو انتقال کی خبر نہیں تھی انہوں نے خواب دیکھا کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا ہے اور احقر کے یہاں بھی کوئی جنازہ ہو گیا ہے اور دیکھا کہ حضرت تھانوی کا جنازہ احقر کے گھر سے نکل رہا ہے۔

دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ والدہ مولانا مظہر سلمہٗ کی مغفرت بے حساب فرما کر جنت الفردوس عطا فرمائے اور ہم پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے **آمین یا رب العالمین بحرمۃ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم**[1]۔

---

[1] وعظ صبر اور مقامِ صدیقین: ۳۰۔۶۔

فرمایا: اب ہمارا تو گھر میں جانے کو جی نہیں چاہتا کیونکہ ہمارا معمول تھا کہ روزانہ جا کر ملاقات، ہنسنا بولنا لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی پر دل سے راضی ہوں کیونکہ جو کچھ ہوا ان کی منشا اور مرضی سے ہوا لہٰذا ان کی مرضی سب سے بہتر سب سے بڑھ کر ہے۔

جو ہوا اچھا ہوا بہتر ہوا

وہ جو حسبِ مرضی دلبر ہوا[1]

اور فرمایا: ایک رات تو اچانک میرے منہ سے نکل گیا کہ اے بڑھیا! تو مجھے چھوڑ کر کہاں چلی گئی پھر میں نے جلدی سے اپنے دل کو سنبھالا اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ ہم آپ کی مرضی پر راضی ہیں اور اس وقت ان کی رحلت آپ کی منشا سے ہوئی لہٰذا اس وقت سے بہتر کوئی وقت نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ آپ کی تجویز اور آپ کی مرضی سے بڑھ کر دونوں جہاں میں کوئی چیز نہیں اور آپ کے ہر فعل میں حکمت اور بندوں کا فائدہ ہے لہٰذا مرضیٔ اولیٰ از ہمہ اولیٰ اس لیے اے اللہ! آپ کے فیصلوں پر ہم دل سے راضی ہیں اور فالج کی وجہ سے ایسی حالت ہو گئی تھی کہ اگر دس بارہ دن اور زندگی ہوتی تو بستر پر لیٹے لیٹے کھال زخمی ہونے لگی تھی پھر خدانخواستہ اگر سڑنا شروع ہو جاتی تو وہ تکلیف ہم سے برداشت نہ ہوتی لہٰذا جس وقت اے اللہ! آپ نے بلایا وہ ان کے لیے بھی رحمت ہے، ہمارے لیے بھی رحمت ہے۔ بس آپ اپنی رحمت سے ان کی مغفرت بے حساب فرمایئے اور اپنی آغوشِ رحمت میں لے لیجئے اور کروٹ کروٹ چین عطا فرمایئے اور ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمایئے اور ان کی برکت سے ہمارے تمام جائز کام اپنی رحمت سے بنا دیجئے۔

(اللہ اکبر! اس واقعہ سے حضرت والا کا مقامِ تسلیم و رضا معلوم ہوتا ہے۔ از مرتب)

فرمایا: آج ایک راز کی بات بتاتا ہوں کہ میں ان کی بزرگی کا اتنا معتقد ہوں کہ ان کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا تھا کیونکہ میں نے پچاس سال ان کو دیکھا کہ انتہائی تہجد گزار، بڑی صابرہ، بہت شاکرہ تھیں، دنیا کی محبت تو جانتی ہی نہ تھیں۔ زندگی بھر کبھی فرمائش نہیں کی کہ ہمیں ایسا کپڑا لا دو یا

---

[1] وعظ صبر اور مقامِ صدیقین: ۴۸۔

ویسا۔ جانتی ہی نہ تھیں کہ دنیا کہاں رہتی ہے۔ جب گھر میں جاتا تو دیکھتا کہ قرآن شریف کھلا ہوا ہے اور تلاوت ہو رہی ہے[1]۔

فرمایا: انتقال سے چند دن پہلے کہنے لگیں کہ ابھی ابھی ہمارے بیٹے اظہر اور اطہر آئے تھے۔ دو بیٹے مولانا مظہر سے پہلے پیدا ہوئے تھے جن کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔ جب یہ کہا تو اسی وقت دل کھٹک گیا کہ اب بچنا مشکل ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عالمِ برزخ منکشف ہو رہا ہے[2]۔

صبر و تحمل اور تسلیم ورضا:

جب حضرت والا اپنے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی پھولپوری کے ساتھ ان کی خدمت میں رہتے تھے تو اللہ کے غیبی تکوینی نظام کے تحت وہاں کچھ حاسدین پیدا ہو گئے جو حضرت والا کے متعلق خلافِ واقعہ باتیں کہتے رہتے تھے تاکہ حضرت والا کو ایذاء و تکلیف پہنچے اور برداشت نہ کر کے حضرت کا ساتھ چھوڑ دیں۔ مختلف جملے کستے اور اشارہ کر کے چڑاتے۔

ایک مرتبہ بعض نادان حضرت والا کے شیخ سے آکر کہنے لگے کہ آپ اپنی امانتیں وغیرہ ان کے پاس جمع نہ کیا کریں کیونکہ یہ ابھی جوان ہیں کہیں یہ خرد برد نہ کر دیں تو حضرت پھولپوری رحمہ اللہ نے ان کو غصہ میں فرمایا کہ:

"یہ جوان صاحبِ نسبت ہیں اس کے لیے ایک روپیہ اور ایک کروڑ روپیہ برابر ہیں اور جاؤ دو رکعت نماز پڑھ کر توبہ کرو ورنہ کسی صاحبِ نسبت سے بدگمانی سوئے خاتمہ کا سبب بن سکتی ہے"۔

حضرت میر صاحب دامت برکاتہم نے بتایا کہ صوفی غلام سرور صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مولانا شاہ ابرار الحق رحمہ اللہ حضرت والا سے ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ بہت سے لوگ اب آپ کی جان کے دشمن ہو گئے ہیں اس لیے اب آپ یہاں سے کچھ دنوں کے لیے چلے جائیں تو اس پر حضرت والا نے جواب دیا کہ میں ایک اللہ والے سے اخیر عمر میں اس طرح داغ بے وفائی نہیں دے سکتا جبکہ اس

---

[1] ایضاً: ۳۷۔

[2] وعظ صبر اور مقامِ صدیقین: ۳۸۔

وقت حضرت کو میری خدمت کی ضرورت ہے اور موت کا ایک وقت مقرر ہے جس میں ذرا تبدیلی ممکن نہیں اور حضرت کو صورتِ حال کا علم نہیں اس لیے اللہ کے ولی سے بے وفائی کا تصور بھی مجھ سے ممکن نہیں، بالآخر وہ وقت آیا کہ خود ان لوگوں کو پاکستان چھوڑ کے جانا پڑا اور حضرت والا بسلامت وعافیت اللہ کی طرف سے حفظ وامان میں رہے۔

حضرت میر صاحب مدّ ظلہم سے ہم نے یہ بات سنی کہ حضرت حبیب الحسن خاں شیروانی رحمۃ اللہ علیہ خلیفۂ حضرت پھولپوری نور اللہ مرقدہ نے حضرت والا کے لیے فرمایا کہ انہوں نے شیخ کی خدمت میں جس طرح سولہ سال گزارے ہیں ہم جیسے ایک دن بھی نہیں گزار سکتے تھے[1]۔

حضرت والا کا ایمان ویقین بہت اعلیٰ درجے کا تھا، چنانچہ حضرت والا فرماتے ہیں۔

رب ہے کافی مِری حفاظت کو

لاکھ چاہے بُرا اگر دُشمن

فرمایا: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ سترہ سال تک میں اپنے شیخ کے ساتھ تھا اور میرے سامنے میرے شیخ کی روح قبض ہوئی۔ حاسدوں نے مجھے ہر طرح سے بھگانے کی کوشش کی کہ اس کو اتنا ستاؤ کہ بھاگ جائے کیونکہ مجھے دیکھ رہے تھے کہ اس کا روز بروز نام بڑھ رہا ہے اور حضرت اس سے بہت محبت کر رہے ہیں، بٹیر کا شوربہ پلا رہے ہیں۔ حضرت جب بٹیر کھاتے تھے تو مجھ کو بلاتے تھے تو حاسدوں سے برداشت نہیں ہو سکا کہ اختر بٹیر کا شوربہ پی رہا ہے اور بٹر کھا رہا ہے، مجھے طرح طرح سے ستاتے تھے مگر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں نے اپنے شیخ سے بے وفائی نہیں کی، میں کہتا ہوں کہ سارے گناہ ایک طرف اور کسی اللہ والے سے بے وفائی کا جرم ایک طرف۔ یاد رکھو یہ بہت اہم جملہ عرض کر رہا ہوں کہ ساری دنیا کے گناہ ایک ترازو پر رکھ دو اور کوئی شخص اللہ والے سے بے وفائی کر دے بس سمجھ لو یہ زیادہ عظیم ہے۔ مثال کے طور پر آپ کا ایک نوکر ہے ایک لاکھ غلطیاں کرتا ہے لیکن آپ کے بیٹے کو کبھی ستا

---

[1] مستفید از عرفانِ محبت شرح فیضانِ محبت: ۲۳۲، ۲۳۱۔

دے یہ جرم بھاری ہوگا یا نہیں؟ جتنا آپ کو اپنا بیٹا پیارا ہے اللہ تعالیٰ کو اللہ والے اس سے زیادہ پیارے ہیں[1]۔

حضرت والا کی "بیاد حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ" کے عنوان سے ایک نظم ہے، جو ان حالات پر شاہد ہے۔

بتاؤں کیا کیا سبق دیئے ہیں تِری محبت کے غم نے مجھ کو
تِرا ہی ممنون ہے غمِ دل اور آہ و نالہ دلِ حزیں کا
جفائیں سہہ کر دعائیں دینا یہی تھا مجبور دل کا شیوہ
زمانہ گزرا اسی طرح سے تمہارے در پر دلِ حزیں کا
جو تیری جانب سے خود ہی آئے پیامِ الفت دلِ حزیں کو
تو کیوں نہ زخمِ جگر سے بہہ کر لہو کرے رخ تِری زمیں کا
نہیں تھی مجھ کو خبر یہ اخترؔ کہ رنگ لائے گا خوں ہمارا
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

اسی طرح جب حضرت والا نے تقریباً چالیس سال پہلے ناظم آباد میں ایک مدرسہ روضۃ العلوم قائم فرمایا (الحمد للہ تعالیٰ آج بھی قائم ہے) اور اس میں ایک استاذ کا تقرر فرمایا، تو کچھ عرصہ بعد ہی ان کی نیت خراب ہوگئی اور بغاوت کرتے ہوئے اعلان کر دیا کہ میں اس مدرسہ کا مالک ہوں۔ مگر حضرت والا نے اپنے کمالِ حلم و شرافتِ طبع و وسیع ظرفی سے ان کے خلاف کوئی اقدام نہ کیا اور فرمایا کہ "مطلب تو کام سے ہے، وہ بھی عالم ہیں دین ہی کا کام کریں گے"۔ مگر دارالعلوم کے ایک بڑے مفتی صاحب نے فرمایا کہ لوگوں نے آپ کے اعتماد پر مالی تعاون کیا ہے ان استاذ کے اعتماد پر نہیں لہٰذا مدرسہ سے ان کا اخراج واجب ہے۔ اس کے بعد مدرسہ سے ان کا قبضہ ختم کرایا گیا اور ان استاذ نے تحریراً معافی مانگی، جواباً حضرت والا نے خطا معاف فرمادی اور اطمینان دلایا کہ بغاوت کی سزا میں کوئی انتقامی اقدام نہ ہوگا آپ

[1] خزائنِ شریعت و طریقت: ۲۳۹۔

بے فکر ہو کر رہیں مگر آپ کبھی میرے یہاں نہ آئیں کہ آپ کی رویت سے آپ کے کلمات موذیہ یاد آ کر نا قابلِ تحمل اذیت کا باعث ہوں گے۔ الغرض پورا خط ہی آبِ زر سے لکھنے کے قابل اور پڑھنے کے لائق ہے، مگر طوالت کے خوف سے یہاں مختصرا لکھا گیا ہے[1]۔

سیّدی و مرشدی حضرت والا قدس سرہ تسلیم و رضا کی عملی تصویر تھے، اور یہ اخلاص سے بھی اونچا مقام ہے۔ حضرت والا فرماتے ہیں کہ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب (رحمہ اللہ تعالیٰ) سے پوچھا تھا کہ بتاؤ اخلاص سے اونچا کیا مقام ہے؟ حضرت نے عرض کیا کہ مجھے نہیں معلوم۔ فرمایا کہ تسلیم و رضا، اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی رہنا[2]۔

آہ! حضرت والا کے اشعار ہے۔

صدمہ و غم میں مِرے دِل کے تبسم کی مثال
جیسے غنچہ گھرے خاروں میں چٹک لیتا ہے
اس خنجرِ تسلیم سے یہ جانِ حزیں بھی
ہر لحظہ شہادت کے مزے لوٹ رہی ہے
زندگی پُر کیف پائی گرچہ دل پُر غم رہا
ان کے غم کے فیض سے میں غم میں بھی بے غم رہا

حضرت والا کی حیاتِ مبارکہ کے آخری ۱۳ سال جو شدید علالت میں گزرے، وہ تسلیم و رضا کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ اُن واقعات کو لکھ نہیں پا رہا۔ اللہ تعالیٰ اپنی شان کے لائق میرے پیارے مرشد کے ساتھ معاملہ فرمائے۔

اپنے شیوخ سے تعلق و عشق:

مِری یہ گرمیٔ ایماں ترے آتشِ فشاں سے ہے

---

(1) ملخص از تربیتِ عاشقانِ خدا:۷۸۔۸۰۔

(2) استغفار کے ثمرات:۱۵،۱۴۔

مِرے کانٹوں پہ شان گل بھی تیرے گلستاں سے ہے

یہ حضرت والا کا شعر ہے، سیّدی و مرشدی حضرت والا "فناء فی الشیخ" کے مقام پر فائز تھے، حضرت والا جب اپنے مشائخ کا تذکرہ والہانہ و عاشقانہ انداز میں بیان فرمایا کرتے تھے۔ اس عنوان پر لکھنے کو بہت ہے اور جی بھی چاہتا ہے، مگر مضمون کی طوالت کے خوف سے مختصر و متفرق واقعات ہی پر اکتفاء کر رہا ہوں۔ درج ذیل واقعات وارشادات میں آپ کو "تکرار" محسوس ہو گی، مگر ان شاء اللہ العزیز دِل کے موجبِ "قرار" ہو گی۔

حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ: میں نے تین دریاؤں سے پانی پیا ہے کوئی سنگم ہوتا ہے اور کوئی تربینی ہوتا ہے۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم۔ ان تین دریاؤں کا پانی آپ اس فقیر سے ان شاء اللہ پئیں گے، یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے[1]۔

اور فرمایا: سب سے پہلے حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق ہوا لیکن بیعت حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا۔ حضرت پھولپوری کے انتقال کے بعد حضرت ہر دوئی سے تعلق کیا۔ اس کے بعد حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب کا بھی انتقال ہو گیا۔ اگرچہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب نے بھی مجھ کو خلافت دی ہے لیکن حضرت ہر دوئی کے صدقہ ہی میں آج مجھے دنیا پوچھ رہی ہے[2]۔

فرمایا: الحمد للہ بزرگوں کی مجھے اللہ تعالیٰ نے اتنی صحبت عطا فرمائی کہ روئے زمین پر شاید آپ نہیں پائیں گے، شاید کا لفظ دعویٰ توڑنے کے لیے کہتا ہوں۔ میں تو بالغ ہی اہل اللہ کی آغوش تربیت میں ہوا۔ پندرہ سے اٹھارہ سال کی عمر تک مسلسل تین سال حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہا جن سے ملاقات کے لیے میرے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب ان

---

[1] وعظ نورِ ہدایت اور اُس کی علامات: ۲۱۔

[2] خزائنِ شریعت وطریقت: ۱۸۳۔

کے گھر تشریف لے گئے تو زمین کو دیکھا اور پھر آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ مولانا محمد احمد صاحب کا نور مجھے زمین سے آسمان تک نظر آرہا ہے اور یہ اس کی آنکھوں کا فیصلہ ہے جس کی آنکھوں کو اللہ تعالیٰ نے خواب میں بارہ مرتبہ حضور ﷺ کی زیارت عطا کی۔ ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تین سال تک اپنی رحمت سے مجھ کو رکھا۔ روزانہ طبیہ کالج سے فارغ ہوتے ہی شام کو عصر سے رات گیارہ بجے تک حضرت کی مجلس میں رہتا تھا۔ بڑے بڑے علماء آرہے ہیں، اشعار ہو رہے ہیں۔ کیا کہوں کیا مجلس تھی۔ تین سال تک حضرت کی زبان سے میں نے کبھی کوئی غیر اللہ کی بات نہیں سنی سوائے اللہ تعالیٰ کی محبت کے۔ وہ عالمِ غیب کے ریڈیو تھے، مادر زاد ولی تھے۔ ایک عالم نے بتایا کہ بچپن میں جب ہم لوگ گلی ڈنڈا کھیلتے تھے حضرت اسی بچپن میں لکڑی اور اینٹوں سے مسجد بنا کر اذان دیتے تھے۔

اس کے بعد حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو گیا[1]۔

فرمایا: میں جب اپنے شیخ سے بیعت ہونے چلا تو اسی رات خواب دیکھا کہ میں مولانا سراج احمد صاحب (خلیفہ حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ) سے بیعت ہو گیا ہوں اور انہوں نے مجھے سینہ سے لگا لیا۔ اگر میں خواب پر ان سے بیعت ہو جاتا تو تباہ ہو جاتا کیونکہ بیداری میں مجھے ان سے مناسبت نہیں تھی، اس خواب کے بعد بھی میں اپنے شیخ پھولپوری ہی سے بیعت ہوا کیونکہ اگر کسی کو بیداری میں کسی محبوب سے محبت ہے اور خواب دیکھے کہ کسی دوسرے محبوب نے اسے سینے سے لگا لیا تو کیا خواب سے بیدار ہو کر اسے اس دوسرے محبوب سے حقیقتاً محبت ہو جائے گی؟ ہر گز نہ ہو گی۔ بس روحانی مناسبت کا بھی یہی معاملہ ہے[3] [2]۔

---

[1] درسِ مثنوی: ۲۶، ۲۵۔

[2] خزائنِ معرفت و محبت: ۲۷۴۔

[3] ارشاد فرمایا: اگر خواب میں دیکھے کہ میں فلاں شخص سے بیعت ہو رہا ہوں تو یہ غیبی تائید تو ہو سکتی ہے لیکن خواب کو بنیاد نہیں بنانا چاہیے۔ خواب کو بنیاد بنانا بنیادی غلطی ہے۔ بیداری میں دیکھو کہ اس شیخ سے مناسبت ہے یا نہیں۔ بیداری میں مناسبت ہے تو نفع ہو گا اور اگر بیداری میں مناسبت نہیں تو محض خواب کی بنیاد پر تعلق قائم نہیں کرنا چاہیے۔ حکیم

حضرت والا نے فرمایا کہ الحمدللہ پہلی ہی ملاقات میں چالیس دن اس (یعنی حضرت والا) نے اپنے شیخ کے ساتھ گزارے ہیں۔ .... میں نے اپنی والدہ صاحبہ سے اجازت لے لی تھی کہ میں شیخ کے ساتھ بقر عید کروں گا۔ میں نے والدہ سے کہا کہ میں نے آپ کے ساتھ بقر عید بہت کی ہے میں چاہتا ہوں کہ ایک روحانی باپ کے ساتھ بقر عید کروں آپ مجھے اجازت دیجئے۔ میرے جذبات کو دیکھ کر انہوں نے اجازت دے دی[1]۔ حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حضرت والا اپنی پہلی حاضری اور پہلی ملاقات کا حال بیان لکھتے ہیں کہ:

اپنے آبائی وطن پر تا بگڈھ سے چل کر احقر عین بقر عید کے دن نمازِ عید الاضحیٰ سے ایک گھنٹہ قبل پھولپوری ضلع اعظم گڈھ پہنچا۔ عجیب خوشی اور مسرت تھی یہ تصور ذرّ ذرّہ سے قلب کو مسرور کر رہا تھا کہ یہ میرے مرشد کا شہر ہے۔ اس وقت احقر کی عمر تقریباً ۱۶ سال کی تھی۔ پھولپور دیکھتے ہی زبانِ حال نے یہ شعر پڑھا ؎

شہر تبریز ست و شہر شاہ من

نزد عاشق ایں بود حب الوطن

(رومیؔ)

الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خوابوں کی بنیاد پر بیعت ہونا ریت پر مکان بنانا ہے۔ .... لہٰذا شہرت نہ دیکھو مناسبت دیکھو۔ نفع کا مدار مناسبت پر ہے۔ مناسبت نہ ہو تو عمر بھر اگر ساتھ رہو گے تو کچھ حاصل نہ ہو گا۔ میرا شعر ہے ؎

آنکھ سے آنکھ ملی دل سے مگر دل نہ ملا

عمر بھر ناؤ پہ بیٹھے مگر ساحل نہ ملا

.... جس کو دیکھ کر اس کی محبت معلوم ہو، اس کے حرکات و سکنات اچھے معلوم ہوں، اس کی صحبت سے اللہ کی محبت میں اضافہ ہو تا جائے یہ علامات ہیں روحانی مناسبت کی۔ (انعاماتِ ربانی:۷۷،۷۶)

[1] معارفِ ربّانی:۳۹۴،۳۹۳۔

میرے مرشد (رحمہ اللہ تعالیٰ) اس وقت تلاوت میں مشغول تھے۔ ٹوپی زمین پر رکھی ہوئی تھی سر مبارک کے بال بکھرے ہوئے، گریباں چاک تھا۔ اچانک میری طرف دیکھا۔ احقر کو ایسا محسوس ہوا کہ حضرت شمس الدین تبریزی ہیں اور احقر نے زبانِ حال سے یہ شعر پڑھا۔

کچھ راز بتا مجھ کو بھی اے چاکِ گریباں

اے دامنِ تَر اشکِ رواں زلفِ پریشاں

احقر نے عرض کیا: السلام علیکم! محمد اختر ہوں۔ پرتاب گڈھ سے آیا ہوں اصلاح کی غرض سے۔ ۴۰ دن قیام کا ارادہ ہے۔ یہ تین باتیں ایک سانس میں کہہ گیا اور یہ آداب حاضری حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں میں پڑھ چکا تھا۔

حضرت نے بڑے صاحبزادے کو پکارا اور فرمایا ان کے لیے ناشتہ لاؤ اور حکم فرمایا ناشتہ کر کے کچھ آرام کر لو۔

ایک ہی نظر میں ایسا معلوم ہوا کہ احقر حضرت شمس الدین تبریزی (رحمہ اللہ تعالیٰ) کی زیارت کر رہا ہے۔ جلد مبارک پر جگہ جگہ عشقِ الٰہی سے جلے ہوئے نشانات ژولیدہ بال گریباں چاک، تھوڑے تھوڑے وقفہ سے مسلسل آہوں کی آواز۔ پس قلبی مراد پوری ہوتی نظر آئی کہ جیسا پیر اللہ سے چاہتے تھے اپنے کرم کے صدقہ میں ویسا ہی عطا فرمایا۔ احقر کے یہ اشعار اسی نقشہ کو کھینچتے ہیں۔

ہم نے دیکھا ہے ترے چاک گریبانوں کو

آتشِ غم سے چھلکتے ہوئے پیمانوں کو

ہم نے دیکھا ہے ترے درد کے بیماروں کو

سوزشِ غم سے تڑپتے ہوئے پروانوں کو

ہم فدا کرنے کو ہیں دولتِ کونین نثار

تو نے بخشا ہے جو غم ان پھٹے دامانوں کو

حضرت کی والہانہ عبادت ذکر و تلاوت اور تہجد کی ہر دو رکعت کے بعد سجدہ میں دیر تک دعا مانگنا اور آہستہ آہستہ رونے کا نقشہ احقر کی نگاہوں اب تک پیوست ہے۔ احقر نے ایسی والہانہ عبادت کثرتِ آہ و نعرہ ہائے عشق کے ساتھ کرتے ہوئے پھر کسی کو نہ دیکھا۔ اور حضرت والا کے رہن سہن کی سادگی حدیث کُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ کی شرح تھی۔ گھر کے احاطۂ صحن کی خام دیواروں کے کنارے بارش کے کٹے پٹے اور چٹائیوں کے ایک چھپر میں حضرت کا اکثر آرام فرمانا۔ کبھی دریا کی طرف سیر کرنا اور اکثر مغرب کے بعد عشا تک صرف تاروں کی روشنی میں مسجد کی کھلی چھت والے حصہ میں ذکر اللہ اور تلاوت میں بار بار آہوں کی آواز اور نعرہ ہائے درد کے ساتھ مشغول رہنا احقر کو آج بھی جب یاد آتا ہے تو دل خون کے آنسو روتا ہے۔

خانقاہ شریف کی سادگی دیکھ کر غالب کا یہ شعر یاد آتا۔

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے
دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

ایک دن بطورِ عرضِ حال کے تحریر کیا کہ ؎

میرے غم کا کچھ مداوا کیجئے

(اخترؔ)

اور حضرت حافظ شیرازی (رحمہ اللہ تعالیٰ) کا یہ مصرعہ تحریر کیا ؎

کجا رویم بفرما ازیں جناب کجا

جواب رقم فرمایا ؎

سر ہمانجا نہہ کہ بادہ خوردۂ

یہ مصرعہ تحریر فرما کر میرے مرشد (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے اپنے آستاں سے ایسا چپکایا کہ آخری سانس تک تاب جدائی نہ لا سکا اور تقریباً سولہ برس دن رات کی صحبت کا شرف حاصل رہا اور اختر پر حق تعالیٰ کا انعامِ عظیم اور یہی میرا حاصل مراد ہے۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد

روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد[1]

فرمایا: جب میں نے پہلا خط لکھا تو اس میں یہ لکھا تھا کہ ؎

دل و جاں اے شاہ قربانت کنم

یعنی اے شاہ میں آپ پر اپنا دل اور اپنی جان فدا کرنا چاہتا ہوں تو حضرت نے اس پر لکھا کہ تمہارا مزاج محبت کا معلوم ہوتا ہے ان شاء اللہ اللہ کا راستہ جلد طے ہو جائے گا۔ یہ شیخ نے مجھے بشارت دی[2]۔

اور فرمایا: اس ناکارہ عبد نے عربی درسیات کی تعلیم حضرت شیخ ہی کے مدرسہ بیت العلوم میں حاصل کی اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے بخاری شریف کے چند پارے برکت کے لیے پڑھے۔

حضرت شیخ صرف ایک واسطہ سے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب دامت برکاتہم کے والد ماجد حضرت مولانا یحییٰ صاحب (رحمہ اللہ تعالیٰ) اور ہمارے حضرت کے استاد صاحب مولانا ماجد علی صاحب (رحمہ اللہ تعالیٰ) حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں درسِ حدیث بخاری شریف میں ہم سبق (اور پیر بھائی) تھے[3]۔

فرمایا: پھولپور (الٰہ آباد) میں میری تعلیم کے زمانے میں بڑے بڑے جلسے ہوتے تھے لیکن میں کسی جلسے میں نہیں جاتا تھا بلکہ اپنے شیخ کے پاس رہتا تھا، اور مجھے ایسا لگتا تھا جیسے میں اللہ کو دیکھ رہا ہوں مجھے یہ بات نہ کسی نے سمجھائی تھی اور نہ ہی شیخ نے بتائی تھی لیکن ؎

محبت خود سکھا دیتی ہے آدابِ محبت

جب میں مڈل پڑھ رہا تھا تو گاؤں والے ایک شعر پڑھتے تھے ؎

---

[1] معرفتِ الٰہیہ: ۴۷۔۴۹۔

[2] معارفِ ربانی: ۳۹۴۔

[3] معرفتِ الٰہیہ: ۵۰،۵۱۔

اللہ اللہ کیا مزا مرشد کے مے خانے میں ہے
دونوں عالم کا مزہ بس ایک پیمانے میں ہے[1]

فرمایا: میں شکر ادا کرتا ہوں کہ ایسے مدرسہ میں پڑھا جس میں نہ ناشتہ ملتا تھا نہ گوشت، مجھے بس یہی لالچ تھی کہ وہ میرے شیخ شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا مدرسہ تھا، وہاں پڑھنے سے میرا مقصد اپنے شیخ کی صحبت تھا۔ .... اور یہ بات کم لوگوں کو معلوم ہے کہ میرے شیخ میرے والد بھی تھے کیونکہ میری والدہ سے حضرت کا نکاح ہوا تھا اور جب نکاح پڑھایا تو فرمایا کہ امام محمد کی والدہ سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے نکاح کیا تھا، مجھے یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی اور میں نے دعا کی کہ یا اللہ! اللہ والوں کے عمل سے مطابقت کے صدقہ میں میرے اس عمل کو قبول فرمالیجئے[2]۔

فرمایا: قصبہ پھولپور میں شہر سے دور حضرت کا مکان تھا جہاں سے قصبہ نظر تو آتا تھا لیکن وہاں کی آواز نہ آتی تھی، دس منٹ کا راستہ تھا۔ جنگل کا سا سناٹا، حضرت کی اپنی مسجد، اپنی خانقاہ چھوٹا سا مدرسہ جہاں ہر گھنٹہ دو گھنٹہ پر حضرت کی آہ کا نعرہ سنائی دیتا تھا۔ قرآنِ پاک کی تلاوت کا بھی عجیب انداز تھا ایسی عمدہ آواز تھی، معلوم ہوتا تھا کہ ساز بج رہا ہے اور دس بیس آیات کے بعد ایسا لگتا تھا کہ سینہ درد سے بھر گیا پھر پڑھتے پڑھتے اس زور سے اللہ کہتے تھے کہ پوری مسجد ہل جاتی تھی جیسے انجن میں جب اسٹیم زیادہ ہو جاتی ہے تو اس کا ڈھکن کھول دیا جاتا ہے اور بھاپ شور کے ساتھ نکل جاتی ہے ورنہ انجن پھٹ جائے۔ جب حضرت اللہ کا نعرہ لگاتے تھے تو ایسا ہی لگتا تھا کہ اگر حضرت یہ نعرہ نہ لگائیں تو جسم کے پرخچے اڑ جائیں گے۔ حضرت کی عبادت عاشقانہ عبادت تھی ایسا لگتا تھا جیسے کوئی شدید بھوک میں پلاؤ قورمہ کھا رہا ہے، روئے زمین پر میں نے کسی کو ایسی عاشقانہ عبادت کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ تہجد میں بھی بہت روتے تھے۔

[1] سفر نامہ رنگون وڈھاکہ: ۱۸۶۔

[2] معارفِ ربانی: ۱۸۵۔

اللہ تعالیٰ کا اختر پر فضل عظیم ہے کہ اتنے بڑے شیخ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے سترہ برس تک رکھا، دس سال تو خاص پھولپور میں اور سات برس مختلف مقامات پر جس کا میں آج شکر ادا کر رہا ہوں کہ مالک آپ کا احسان و کرم ہے کہ آپ نے مجھے حضرت والا کے ساتھ چپکائے رکھا ورنہ جوانی میں بوڑھے آدمی کے ساتھ کون رہتا ہے۔ جوان آدمی تو ہم عمر جوانوں کو تلاش کرتا ہے گپ لگانے کے لیے۔ میں بیس بائیس سال کا اور شیخ ستر کے قریب لیکن کیا بتاؤں شیخ کے بغیر میرا کہیں دل نہیں لگتا تھا۔ سارا عالم مجھے حضرت میں نظر آتا تھا۔ اسی پر میرا شعر ہے۔

وہ اپنی ذات میں خود انجمن ہے

اگر صحرا میں ہے پھر بھی چمن ہے[1]

فرمایا: میں اپنے شیخ کے ساتھ رہتا تھا۔ حضرت آٹھ آٹھ گھنٹے عبادت کرتے تھے، تین بجے رات کو اُٹھتے اور گیارہ بجے دن تک عبادت میں مشغول رہتے، دس دس پارے تلاوت کرتے تھے، مناجاتِ مقبول زبانی یاد تھی اور اس کی ساتوں منزل روزانہ پڑھتے تھے، قصیدہ بُردہ زبانی یاد تھی، بارہ تسبیح اور تہجد کی ہر دو رکعت کے بعد سجدہ میں روتے تھے، یہ سب پندرہ سال تک میری آنکھوں کا دیکھا ہوا ہے، لیکن میں کبھی حضرت سے غائب نہیں ہوا، الحمد للہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ حضرت فارغ ہوئے ہوں اور مجھے نہ پایا ہو، میں حضرت کی جوتیاں لیے ایک جگہ بیٹھا رہتا، ایسی جگہ بیٹھتا تھا کہ حضرت کی نظر مجھ پر نہ پڑے، تاکہ ان کو احساس نہ ہو کہ میرے رازِ خلوت سے کوئی واقف ہو رہا ہے، تاکہ آزادی سے میرا شیخ اپنے اللہ کو خوب یاد کرے، کیونکہ دیکھنے سے عبادت مشکل ہو جاتی ہے، اس لیے کونے میں بیٹھتا تھا جب حضرت اٹھتے اور مسجد سے باہر آتے تو حضرت کے پاؤں میں جوتا پہنا دیتا۔ کبھی حضرت بارہ بجے رات تک جلسہ میں جاگے اس کے بعد تین گھنٹہ سوئے پھر اٹھ گئے اور میں حضرت کے پاؤں دباتا رہا،

---

[1] درسِ مثنوی: ۲۶،۲۷۔

جوانی میں ایک گھنٹہ سونے کو ملا، ایک دن حضرت نے فرمایا کہ حکیم اختر میرے ساتھ اس طرح رہتا ہے جیسے دودھ پیتا بچہ اپنی ماں کے پیچھے پیچھے پھرتا ہے[1]۔

اور فرمایا: میں چند منٹ کو بھی کہیں جاتا تھا تو میرے شیخ پوچھتے تھے کہ حکیم اختر کہاں گئے۔ مجھے مزہ آتا تھا کہ بابا تلاش کر رہے ہیں[2]۔

فرمایا: ایک بار میں اپنے شیخ حضرت پھولپوری کا پیر دبا رہا تھا اور ریل ہردوئی سے دہلی جا رہی تھی اور میں نیچے بیٹھ کر اپنے شیخ حضرت پھولپوری کا پیر دبا رہا تھا تو ایک ہندو بیٹھا تھا اس نے مجھ سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ میں نے کہا کہ یہ ہمارے روحانی پتاجی ہیں گُورہیں، ہندو مرشد کیا سمجھتا تو اس نے ایک جملہ کہا سیوا کرے تو میوہ کھائے یعنی جو اپنے بزرگوں کی خدمت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ پھر اسے میوہ کھلاتا ہے مگر میوہ کی نیت سے سیوا مت کرو جو کچھ کرو اللہ کے لیے کرو اخلاص کے ساتھ[3]۔

حضرت والا اپنے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

تقریباً ایک میل سے شیخ کے لیے پانی لاتا کیونکہ حضرت کنویں سے وضو نہیں کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ ہندو یہاں پانی بھرتے ہیں اور کنویں میں اپنا ڈول ڈالتے ہیں اگرچہ اس سے وضو کرنا جائز ہے لیکن میرا دل نہیں چاہتا لہٰذا گرمیوں کی دھوپ میں روزانہ ایک میل دور ندی سے حضرت کے لیے پانی لاتا تھا[4]۔

---

[1] معارفِ ربانی: ۱۱۰،۱۰۹۔

[2] انعاماتِ ربانی: ۴۳۔

[3] خزائنِ شریعت وطریقت: ۲۵۷۔

[4] درسِ مثنوی: ۱۶۶،۱۶۵۔

اور حضرت کے کپڑے اختر ہی دھوتا تھا اور رات کو تین بجے اُٹھ کر وضو کرانا بھی میرے ہی ذمہ تھا۔ کیا کہوں کیا لطف آتا تھا[1]۔

فرمایا: دہلی میں میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے میزبان الیاس صاحب دہلوی نے میرے دوستوں پر ایک رات کا راز فاش کیا کہ تم لوگوں کو اختر کی ایک بات سناتا ہوں اور یہ بات بنگلہ دیش میں بھی سنائی، یہاں بھی اور سعودی عرب میں بھی کہ شیخ شاہ عبدالغنی صاحب میرے مہمان تھے۔ اس وقت اسباب نہیں تھے جس سے حضرت شیخ کو تہجد کے وقت گرم پانی مل سکے تو اختر نے مجھ سے کہا کہ آپ پانی گرم کرا کے مجھے دے دیجئے۔ اس کی گرمی کا باقی رکھنا میری ذمہ داری ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے پانی گرم کرایا اور اختر کو دے دیا۔ اس رات میں نے دیکھا کہ اختر نے اپنے گدّے سے گرم پانی کے برتن کو لپٹا لیا اور اپنے پیٹ سے دبا لیا اور رات بھر اپنے پیٹ سے لپٹائے ہوئے جاگتا رہا تاکہ پیٹ کے نیچے وہ پانی گرم رہے۔ یہ بات مجھے یاد بھی نہیں تھی۔ یہ الیاس صاحب نے سنائی جو ابھی زندہ ہیں، یہیں پیچھے ان کا مکان ہے۔ کبھی آئیں تو تصدیق کر لینا۔

یہ تو ایک رات کی بات ہے۔ جب میرے شیخ کے تالاب میں جون کے مہینہ میں پانی خشک ہو جاتا تو اختر شیخ کے وضو کے لیے لوہے کا گھڑا سر پر رکھ کر ایک میل سے پانی لاتا تھا اور لَو چلتی رہتی تھی۔ آپ لوگوں نے تو مجھ کو یہاں اس وقت پایا جب اللہ تعالیٰ نے میرے لیے رحمتِ خاص کے دروازے کھول دیے اور میرے بڑھاپے پر پنشن جاری کر دی۔ میری جوانی آپ دیکھتے تو پتہ چلتا کہ اللہ تعالیٰ نے اختر کو اپنی کس توفیق سے نوازا تھا۔ میرا شیخ ناشتہ بھی نہیں کرتا تھا۔ شیخ سترّ سال کے تھے اور میری جوانی تھی لیکن میں نے اپنے شیخ کی محبت میں دس برس تک کبھی ناشتہ نہیں کیا، دس برس تک فجر سے لے کر ایک بجے دوپہر تک ایک قطرہ چائے نہ پانی کچھ بھی منہ میں نہ جاتا۔ جوانی میں بھوک کتنی لگتی ہے۔ مجھے اس راز کو اللہ کے بھروسے پر فاش کرنا پڑا۔ حق تعالیٰ کی کتنی بڑی رحمت تھی اختر پر کہ جوانی میں دس برس تک بغیر ناشتہ کے رہا ہوں اور یہ فعل میرا اختیاری تھا۔ میرے شیخ کے گھر والوں نے ناشتہ کی پیشکش

---

[1] درسِ مثنوی: ۴۴،۴۴،۴۳۔

کی تھی مگر میں نے کہا کہ چونکہ میرے حضرت ناشتہ نہیں کرتے تو مجھے شرم آتی ہے کہ میرا مرشد ناشتہ نہ کرے اور میں ناشتہ کرلوں۔ میرا ناشتہ شیخ کی محبت اور ذکر و تلاوت و اشراق سے ہوتا تھا اور اس کی لذت آج تک محسوس کرتا ہوں۔ لہٰذا حضرت جب ایک بجے کھانا کھاتے تھے تو میں بھی حضرت کے ساتھ ایک بجے کھاتا تھا۔ مگر جو مزہ مجھ کو ملتا تھا اس کو بس مت پوچھو[1]۔

حضرت والا فرماتے ہیں کہ میں دن رات شیخ کی خدمت میں رہتا تھا، میرا کوئی ذریعۂ معاش نہیں تھا۔ تین دفعہ دواخانہ کھولا اور تینوں دفعہ بغیر قیمت نیلام کرکے شیخ کے پاس آگیا۔ میرے بعض بزرگوں نے کہا کہ شیخ کے بعد تمہارا کیا حشر ہوگا، تمہارے بیوی بچے کہاں سے کھائیں گے۔ وہ چاہتے تھے کہ میں شیخ کو چھوڑ کر دواخانہ کھول کر حکیمی کروں۔ ان کی بھی محبت تھی، ان کے خلوص میں کوئی کمی نہیں تھی، لیکن میں نے سوچا کہ میں ساری زندگی شیخ کے ساتھ رہا، اب آخر عمر میں ان کو چھوڑ کر چلا جاؤں اور دواخانہ کھولوں تو حضرت کیا سوچیں گے کہ زندگی بھر ساتھ رہا، اب جب میرا یہاں کوئی نہیں ہے اور میں صاحبِ فراش ہوں، بچے ہندوستان میں ہیں، ایسے وقت میں یہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا، بے وفا نکلا۔ میں نے کہا کہ میرا جو حال ہو سو ہو لیکن بے وفائی کا داغ میں اپنے سر نہیں لے سکتا۔ بے وفائی سے مجھے انتہائی بغض ہے اور پھر ایک اللہ والے کے ساتھ بے وفائی! اور وہ بھی اپنے شیخ کے ساتھ بے وفائی! اللہ کی توفیق سے جب سے شیخ کا دامن پکڑا از اوّل تا آخر شیخ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ سولہ سال تک دن رات شیخ کی خدمت میں رہا اور شیخ کی روح میرے سامنے پرواز ہوئی۔ میں مجبورِ محبت تھا، شیخ کی جدائی پر قادر ہی نہیں تھا حالانکہ شیطان نے میرے دل میں بھی وسوسہ ڈالا کہ واقعی بات ہے حضرت کے انتقال کے بعد تم کہاں جاؤ گے تو میں نے شیطان کو جواب دیا کہ شیخ کا انتقال ہو جائے گا لیکن جس مولیٰ کے لیے میں اپنے شیخ پر مر رہا ہوں وہ زندہ ہے اور زندہ رہے گا، وہ مجھے سنبھال لے گا۔ پھر شیطان نے کہا کہ مگر دنیا تو دارالاسباب ہے، جب تمہارے پاس کچھ ہوگا ہی نہیں تو کھاؤ گے کہاں سے؟ میں نے کہا کچھ نہیں تو چنے تو مل ہی جائیں گے وہی بھنوا کر چبالوں گا، پھر اس نے کہا کہ کپڑے کہاں سے لاؤ گے؟ کیا ننگے پھرو گے؟

---

[1] وعظ ولی اللہ بننے کے پانچ نسخے: ۲۵۔۲۷۔

اور جوتے تک تمہارے پاؤں میں نہیں ہوں گے تو کیا کرو گے؟ میں نے کہا ناف سے گھٹنے تک ستر ہے۔ ایک تہبند باندھ لوں گا، ستر چھپ جائے گی اور نماز بھی ہو جائے گی اور جوتے نہ ملے تو کھڑاؤں (لکڑی کے چپل) پہن لوں گا اور کھڑاؤں بھی نہ ملی تو ننگے پیر پھروں گا۔

جو میرے ہمدرد تھے وہ تو ہمدردی میں یہ مشورہ دیتے تھے لیکن جو حاسدین تھے وہ پوری زندگی طعنہ دیتے رہے کہ شیخ کے ساتھ مالٹا چوستا ہے اور مرغی کھاتا ہے، شیخ کے بعد دیکھیں گے کہ اس کا کیا حشر ہوتا ہے۔ آج ان حاسدوں نے حشر دیکھ لیا کہ شیخ کے بعد بھی مالٹا چوس رہا ہے اور مرغی کھا ہی نہیں رہا ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ نے میرے دستر خوان پر برکت نازل فرمائی ہے کہ دوسروں کو مرغی کھلانے کی سعادت نصیب فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ اللہ والوں کی خدمت کو رائیگاں نہیں فرماتے۔ ہماری ساری عبادات میں اعتراض لگ سکتا ہے لیکن اللہ والوں کی خدمت میں ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی اعتراض نہیں لگتا جیسے کسی فیکٹری مال کا ایک ہی پیارا بیٹا ہو اور کوئی شخص اس بیٹے کی خدمت کر رہا ہے تو سب کے کاموں میں وہ مالک اعتراض کر سکتا ہے کہ یہ کیوں کرتے ہو اور وہ کیوں کرتے ہو لیکن اس کے پیارے بیٹے کی جو خدمت کر رہا ہے اس پر اعتراض نہیں کرے گا۔ اللہ والوں کی خدمت کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی کسی کی اولاد کے ساتھ محبت اور خدمت کر رہا ہو۔ ساری مخلوق اللہ کی اہل و عیال ہے اور مخلوق میں جو خاص بندے ہیں وہ اللہ کے اہل و عیال کی سب سے اعلیٰ قسم ہے لہٰذا ان کی خدمت اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے[1]۔

فرمایا: حضرت مرشد پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے آخر وقت میں ارشاد فرمایا تھا کہ ”اختر! میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور تم مجھے اللہ کے سپرد کر دو“[2]۔

اور فرمایا: جب حضرت کی یاد آتی ہے تو دنیا میں دل نہیں لگتا، دل تڑپ جاتا ہے۔

جو یاد آتی ہے وہ زُلفِ پریشاں

---

[1]خزائنِ شریعت و طریقت: ۲۸۳۔۲۸۵۔

[2]معرفتِ الٰہیہ: ۵۲۔

تو پیچ و تاب کھاتی ہے مِری جاں

جو پوچھے گا کوئی مجھ سے یہ آکر

کہ کیا گزری ہے اے دیوانے تجھ پر

نہ ہرگز حالِ دل اپنا کہوں گا

ہنسوں گا اور ہنس کر چپ رہوں گا

یہ اشعار حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں جو حضرت حاجی صاحب نے اپنے شیخ میاں جی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر کہے تھے[1]۔

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم جو اب میرے مرشد ہیں جدہ میں مجھ سے فرمایا کہ سارے عالم میں جو تم کو پوچھا جارہا ہے اور تم سے جو دین کا کام لیا جارہا ہے یہ سب حضرت شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کا صدقہ ہے اور اپنے سگے بھائی اسرار الحق صاحب سے جو حیدرآباد سندھ میں رہتے تھے فرمایا کہ میں نے جو کتابوں میں پڑھا تھا کہ لوگ اپنے شیخ پر پہلے زمانے میں کس طرح فدا ہوتے تھے اور کتنی مشقت اور محبت سے ان کی خدمات میں سرگرم رہتے تھے وہ کتابوں میں تو پڑھا تھا میں نے روئے زمین پر نہیں دیکھا تھا مگر اختر کی زندگی میں وہ کتابوں کا پڑھا ہوا مجھے نظر آ گیا، یہ ان کے بھائی نے مجھے بتایا کہ مولانا ابرار الحق صاحب یوں فرمارہے تھے۔ اس کی مجھے اتنی خوشی ہے کہ اگر سلطنت ہفت اقلیم دے دوں تو حق ادا نہیں ہو سکتا۔

ایک دفعہ میں گیارہ بجے رات کو پھولپور آیا۔ معلوم ہوا کہ حضرت اور مولانا ابرار الحق صاحب اعظم گڑھ چلے گئے جو وہاں سے تیس چالیس میل ہے۔ میں وہاں سویا نہیں اگرچہ سونے کی جگہ تھی۔ سیدھا اسٹیشن آگیا اور پلیٹ فارم پر جاگتا رہا۔ دو تین بجے کے قریب دوسری ریل جب آئی تو اس سے میں تہجد کے وقت اعظم گڑھ پہنچ گیا۔ حضرت سو رہے تھے۔ میرے شیخ کا معمول تھا کہ تھوڑی تھوڑی دیر پر اللہ اللہ اللہ کرتے۔ آدھا گھنٹہ یا بیس منٹ کے بعد آنکھ کھل جاتی تھی۔ ایسی نیند نہیں

---

[1] معارفِ ربانی:۷۷،۷۶۔

تھی کہ جس میں تسلسل ہو۔ ہر آدھا گھنٹہ بعد جب آنکھ کھل گئی تو اللہ اللہ کہہ کے پھر سو جاتے تھے گویا اللہ اللہ حضرت کی غذا تھی۔ حضرت کی حیات کی بنیاد تھی۔ پس حضرت نے جیسے ہی اللہ اللہ کیا میں نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ فرمایا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور حیرت سے فرمایا کہ ارے تم کیسے آ گئے اس وقت؟ ابھی تو رات ہے صبح صادق بھی نہیں ہوئی۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کی تلاش میں پھولپور گیا تھا۔ جب وہاں آپ کو نہ پایا تو میری نیند اڑ گئی اور میں دوسری ریل سے یہاں پہنچا۔ پھر میں نے یہ شعر پڑھا۔

صبا بہ لطف بگو آں غزال رعنا را

کہ سر بہ کوہ وبیاباں تو دادۂ مارا

اے صبا اس ہرن سے جو چوکڑی مار کر بھاگ رہا ہے اس کے کان میں یہ کہہ دے کہ میرا سر تو نے پہاڑوں کے دامنوں میں اور جنگلوں میں ٹکرا دیا اور تو مجھے دستیاب نہ ہوا۔ بس یہ سن کر حضرت پر کیفیت طاری ہو گئی اور مولانا ابرار الحق صاحب کے کان میں کچھ فرمایا۔ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب نے بعد فجر مجھ سے فرمایا کہ اب تم حضرت سے دور نہ رہو، تم حضرت کے پاس ہی رہا کرو اور حضرت کی باتیں نوٹ کرتے رہو۔ تمہارا خرچہ پانی بال بچوں کا میں ہردوئی سے بھیجوں گا۔ ارے میری خوشی کی تو کوئی انتہا نہ رہی جب حضرت نے مجھ سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے کہا اندھا آنکھ مانگے گا اور بھوکا روٹی۔ حضرت کئی برس تک مجھے ہردوئی سے ساٹھ روپے ماہانہ بھیجتے تھے۔ میرے شیخ کی کرامت تھی کہ سارا کام چلتا تھا۔ مولانا مظہر کی والدہ زمیندار تھیں، غلہ گھر کا تھا لیکن پھر بھی چائے کی پتی، دودھ چینی وغیرہ کے لیے ساٹھ روپے اس زمانہ میں بہت ہوتے تھے۔ اس وقت سے ہی حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کا احقر پر خاص کرم تھا۔ اُس وقت حضرت میرے شیخ بھی نہیں تھے اور اُن کا میرے شیخ سے اصلاحی تعلق تھا، ہمارے ساتھ وہ اس طرح رہتے تھے گویا پیر بھائی اور ہم دونوں حضرت سے لاٹھی بھی سیکھتے تھے۔ حضرت لاٹھی چلاتے تھے اور ہم روکتے تھے اور کبھی ہم چلاتے تو حضرت ہماری

لاٹھی کے وار روکتے تھے اور حضرت سکھاتے رہتے تھے کہ اس طرح روکنا چاہیے اور اس طرح وار کرنا چاہیے[1]۔

فرمایا: میں اپنے شیخِ اوّل حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پھولپور میں رہتا تھا۔ میرے موجودہ شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم بھی حضرت پھولپوری رحمہ اللہ علیہ سے بیعت تھے اور حضرت کی خدمت میں حاضری کے لیے اکثر پھولپور آتے رہتے تھے۔ میں اُس زمانہ میں حضرت والا مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم سے اتنا بے تکلف تھا کہ ان کے ساتھ لاٹھی سے کھیلتا تھا۔ لاٹھی کھیلنے میں لاٹھی ماری بھی جاتی ہے، لاٹھی کو روکا بھی جاتا ہے اور اپنا دفاع بھی کیا جاتا ہے۔ حضرت بھی مجھ سے زیادہ تکلف نہیں فرماتے تھے۔ حضرت کی مجھ سے اتنی بے تکلفی تھی کہ ایک مرتبہ حضرت پھولپور حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے تشریف لائے تو وہاں سے فوراً ہی میرے پاس کوٹلہ پہنچ گئے۔ میں اپنے گاؤں کوٹلہ میں مطب کیا کرتا تھا۔ میں نے کہا حضرت! آپ یہاں پھولپور سے اٹھارہ بیس میل دور کیسے تشریف لائے؟ جواب میں فرمایا کہ میں آیا تو پھولپور کے لیے تھا مگر حضرت سو رہے ہیں اور تمہارے بغیر دل گھبرا رہا تھا اس لیے میں تمہارے گاؤں "کوٹلہ" کے لیے اپنا "پوٹلہ" لے کر آیا ہوں (اللہ اکبر! الفاظ کے چناؤ میں حضرت والا کو کمال حاصل تھا)۔ حضرت نے اپنا جھولہ دکھایا جس میں لنگی وغیرہ ضروری سامان تھا پھر فرمایا کہ اب تم میرے ساتھ چلو، تمہارے بغیر مزہ نہیں آرہا ہے۔ میں فوراً تیار ہو گیا حالانکہ وہ وقت ہمارے مطب کا تھا۔ مگر ہم نے مطب کا خیال بھی نہیں کیا۔ اس کی برکت سے میں آج زیرِ مطب نہیں ہوں۔ میں تیار ہو کر فوراً ان کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گیا اور ہم پھولپور پہنچ گئے۔

بہر حال حضرت سے میری بے تکلفی تھی کیونکہ حضرت اس وقت میرے پاس ہی زیادہ رہتے تھے۔ انہوں نے شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ بنایا تھا لیکن جب میں حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم سے مرید ہوا تو میں نے اپنے آپ سے خطاب کر کے کہا "دیکھو بھئی اختر!

---

[1] درسِ مثنوی مولانا روم: ۱۶۵۔۱۶۸۔

ہوشیار ہو جاؤ، اب وہ بے تکلفی کی داستان بھول جاؤ"۔........ (کیونکہ) وقت اور حالات کے ساتھ احکامات بدل جاتے ہیں، جیسے چھوٹے بچے بچپن میں آپس میں کھیلتے ہیں، مار پیٹ کرتے ہیں لیکن جب بڑے ہو کر ان کی آپس میں شادی ہوتی ہے تو بیوی شوہر سے ادب سے پیش آتی ہے اور بچپن کے لڑائی جھگڑے سب ختم ہو جاتے ہیں[1]۔

فرمایا: جب میں حضرت پھولپوری کے ہاں تھا تو میں نے خواب دیکھا کہ میرے پیٹ میں بچہ پیدا ہو گیا اور میں بحری جہاز سے حج کے لیے جا رہا ہوں اور ڈر رہا ہوں کہ کہیں راستہ ہی میں بچہ نہ ہو جائے۔ بعد میں حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ خواب سنایا تو حضرت والا نے فرمایا "نسبتِ متعدیہ کی بشارت ہے"۔ فرمایا خواب میں یہ بھی دیکھا تھا کہ میرے سامنے دائیں طرف حضرت پھولپوری اور بائیں طرف حضرت شاہ ابرار الحق صاحب ہیں۔ حضرت پھولپوری شاہ ابرار الحق صاحب سے میرے بارے میں فرما رہے ہیں کہ "آپ ان کو خلافت دے دینا"[2]۔

فرمایا: میں نے اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کو لکھا تھا کہ آپ مجھے خلافت نہ دیجیے گا، میں اپنے کو گمنام رکھنا چاہتا ہوں تو حضرت نے جواب تحریر فرمایا کہ مریض کو تجویز کا حق نہیں ہوتا یعنی جو طبیب تجویز کر دے اسی پر راضی رہے لیکن اپنی طرف سے میں نے یہی درخواست کی تھی کہ میں بالکل گمنام رہنا چاہتا ہوں مگر حضرت نے خلافت دے دی اور کہاں سے دی؟ کعبہ شریف سے دی جہاں سے دین پھیلا ہے اور جمعہ کے دن قبیل مغرب جو قبولیت کا وقت ہے[3]۔

اللہ تعالیٰ ان جملہ مشائخ کی قبروں کو نور سے بھر دے، آمین۔

متفرق واقعات:

والدہ کی وفات پر دِل بہلانے کیلئے حکیم امیر احمد صاحب مرحوم کے پاس:

---

[1] وعظ: مقامِ عاشقانِ حق: ۱۴، ۱۳۔

[2] خزائن شریعت و طریقت: ۳۹۸۔

[3] پردیس میں تذکرہ وطن: ۶۷۔

ٹیکسلا میں میرے ایک دوست تھے حکیم امیر احمد صاحب مرحوم میرے خلیفہ تھے۔ پہلے تو حضرت تھانوی سے بیعت تھے پھر میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب سے بیعت ہوئے پھر آخر میں مجھ سے تعلق قائم کیا۔ بڑے صاحبِ درد، مجذوب اور بڑے زندہ دل تھے۔ اللہ کی یاد میں بہت روتے تھے۔ مغرب سے عشاء تک ذکر و شغل میں رہتے تھے۔ اس وقت کوئی نواب بھی آ جائے تو نہیں ملتے تھے۔ .... آنکھیں بند کیے ہوئے مطب میں بیٹھے رہتے تھے اللہ کے ساتھ مشغول۔ جہاں کوئی مریض آیا تو آنکھیں کھولیں دوا دے کر کہتے کہ لاؤ جلدی پیسے لاؤ اور جاؤ میرا وقت خراب مت کرو۔ میرے ذکر میں خلل پڑ رہا ہے۔ .... اللہ نے ان کے ہاتھ میں ایسی شفا رکھی تھی کہ دور دور شہروں سے لوگ علاج کرانے آتے تھے۔ .... بڑے زندہ دل تھے، ان کی باتوں میں بہت مزہ آتا تھا۔ میں اپنا دل بہلانے کے لیے ان کے پاس چلا جاتا تھا۔

جب میری والدہ کا انتقال ہوا تو مجھے اتنا صدمہ ہوا کہ ان کا پاندان اور ان کا بستر دیکھ کر رونے لگتا تھا۔ میں نے کہا کہ میں تو بیمار ہو جاؤں گا لہٰذا کراچی سے ٹیکسلا ان (یعنی حکیم امیر احمد صاحب مرحوم) کے پاس گیا۔ اور اس لیے گیا کہ یہ میرا دل بہلائے گا اور واقعی پھر دل بہت سنبھل گیا۔ ایسے لوگ دل کے لیے بہت مفید ہوتے ہیں ہنستا ہوا لطیفہ سنانے والا لیکن اس کا دل با خدا ہو ایسا آدمی دل کے لیے مفرح ہے[1]۔

خواب میں مولانا ظہور الحسن صاحب سے ملاقات اور ایک اہم ملفوظ:

۱۹۹۳ء میں جب حضرت والا کاری یونین کا سفر ہوا تو ری یونین جانے کے لیے پہلے ماریشس اُترے جو کہ ایک چھوٹا سا خوبصورت جزیرہ ہے جہاں سے ری یونین کا سفر ہوائی جہاز سے تقریباً بیس منٹ کا ہے۔ ایئرپورٹ پر کافی حضرات حضرت کے استقبال کے لیے موجود تھے۔ دوپہر کا قیام مولانا ابو بکر صاحب کے مکان پر تجویز تھا۔ سفر میں رات بھر کی بیداری سے حضرت والا کافی تھک گئے تھے اور

---

[1] ملخص از معارفِ ربانی: ۲۵۸۔ ۲۶۴۔

نیند کا بھی غلبہ تھا لہٰذا نمازِ ظہر سے فارغ ہونے کے بعد دوپہر کا کھانا تناوہ فرما کر حضرت والا نے آرام فرمایا۔

عصر کی نماز کے بعد چائے پیتے وقت فرمایا کہ ابھی سوتے ہوئے خواب میں مولانا ظہور الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم خانقاہ تھانہ بھون کو دیکھا۔ مولانا نے خواب ہی میں پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ کا ناز دکھانا چاہیے ؟ میں نے جواب دیا کہ ناز کے لیے دو شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کا مقبول ہو دوسرے اس پر غلبۂ حال ہو جیسے جنگِ بدر میں سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یوں دعا فرمائی تھی:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ اِنْ تُھْلِکْ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃَ مِنْ اَھْلِ الْاِسْلَامِ لَا تُعْبَدْ فِی الْاَرْضِ

(صحیح مسلم، کتاب الجھاد و السیر، باب الامداد بالملائکۃ، ج:۲، ص:۹۳)

یہ سیّد الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا غلبۂ حال تھا ورنہ آپ تو جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو دوسری جماعت پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔ بدونِ غلبۂ حال انبیاء علیہم السلام نے بھی ناز نہیں کیا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے غلبۂ خشیت میں فرمایا:

وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ (سورۃ الشعراء، آیۃ:۸۷)

اے اللہ! قیامت کے دن مجھے رُسوا نہ کیجئے لہٰذا ناز کے لیے مقبول ہونا ضروری ہے جیسے کوئی بلا کا حسین اگر ناز دکھائے تو اچھا لگتا ہے مگر کوئی اندھا ناز دکھائے تو ناگواری ہوتی ہے بلکہ غصہ آتا ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں۔

زشت باشد روئے نازیبا و ناز
عیب باشد چشم نابینا و باز [1]

قبولیتِ دُعا کا ایک خاص عمل:

میرے شیخ نے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خاص عمل نقل فرمایا کہ کبھی دریا یا تالاب میں نہانے کا موقع ہو تو اتنے پانی تک جاؤ جہاں ڈوبنے کا خطرہ نہ ہو، جسم کے سب کپڑے کنارے

[1] معارفِ ربانی: ۱۹،۲۰۔

پر رکھ دو، اگر کوئی شاگرد کنارے پر ہو تو اس کو پکڑا دو، پانی اتنا ہو کہ تمہارا ستر چھپ جائے تو یہ پانی کا لباس ہو گیا، اب تھوڑا سا پانی پی لو، یہ پانی کی غذا ہو گئی۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس کے پیٹ میں حرام غذا ہو گی یا جس کا کپڑا حرام ہو گا کتنا ہی گڑ گڑائے اس کی دعا قبول نہیں ہو گی۔ اب دونوں موانع دور ہو گئے، پیٹ میں بارش کا پانی جو آسمان سے اللہ نے برسایا اور لباس بھی پانی کا جو آسمانی ہے یعنی پیٹ میں آسمانی پانی کی حلال غذا ہے اور جسم پر آسمانی لباس ہے، اب جو دعا مانگو گے قبول ہو جائے گی۔ چنانچہ میرے شیخ نے بھی اس پر عمل کر کے دکھا دیا۔

پھولپور کے قریب ایک ندی تھی جس میں اتنا ہی پانی تھا، بس حضرت مجھے لے گئے اور حضرت کئی طرح سے تیرتے تھے، لیٹے لیٹے، کھڑے کھڑے، بیٹھے بیٹھے بھی تیرتے تھے، چار پانچ قسم کا تیرنا جانتے تھے اور دس سال تلوار اور لاٹھی چلانی سیکھی تھی جہاد کے لیے تو حضرت جب پانی کے اتنے اندر پہنچ گئے تو لُنگی اتار کر مجھے پکڑا دی، میں باہر کھڑا تھا پھر حضرت نے غوطہ لگایا، وضو کیا، غسل کیا اور تھوڑا سا پانی پیا، اس کے بعد دیر تک دعا مانگی پھر مجھے بتایا کہ آج میں نے شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نسخہ استعمال کیا[1]۔ اور پھر حضرت والا نے فرمایا: میں نے بھی یہ عمل کر کے دعا کی تھی[2]۔

حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کا حسنِ ظن:

۱۹۹۳ء میں جب حضرت والا ری یونین سینٹ پیئر میں دعوتِ سفر کے سلسلہ میں قیام پذیر تھے، وہاں حضرت والا کے ایک خاص دوست جو ایک سلسلہ کے شیخ بھی ہیں ان سے ملنے کے لیے حضرت والا ان کے گھر تشریف لے گئے۔ کل ان کو حضرت نے بار بار فون کرایا لیکن کوئی جواب نہیں آیا تھا۔ جب حضرت والا ان کے گھر پہنچے تو انہوں نے حافظ داؤد بدات صاحب کو فرنچ میں بتایا کہ حضرت والا کا کل کئی بار فون آیا لیکن میں رات میں بہت دیر سے لوٹا۔ اس وجہ سے میں نے فون نہیں کیا

---

[1] معارفِ ربانی: ۲۲۴۔

[2] سفر نامہ رنگون وڈھاکہ: ۲۲۰۔

کہ حضرت کو بے وقت فون کرنے سے حضرت کی نیند میں خلل پڑے گا۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ دیکھئے! فون کا جواب نہ آنے کی یہ وجہ تھی، اس لیے شریعت نے حکم دیا کہ حسنِ ظن رکھو ورنہ ایسے وقت شیطان پہنچ جاتا ہے کہ دیکھو تم فون پر فون کر رہے ہو اور وہ جواب بھی نہیں دے رہے ہیں لہٰذا اگر اس کے کہنے پر عمل کر لیا تو گنہگار بھی ہوئے اور تعلقات بھی کشیدہ ہو گئے لہٰذا ایسے موقع پر سوچنا چاہیے کہ کوئی مجبوری ہو گی۔ حسنِ ظن رکھو۔ شریعت کی کیسی پیاری تعلیم ہے۔ لہٰذا الحمد للہ میں سمجھ رہا تھا کہ کوئی مجبوری ہے جو فون نہیں آیا[1]۔

اللہ اکبر! عملی طور پر حسنِ ظن کی تعلیم کتنے پیارے انداز میں فرمادی۔

لکھنے کو بہت ہے، مگر طوالت کے خوف سے حضرت والا کے ان اشعار پر اختتام کرتا ہوں جو حضرت والا نے کعبۃ اللہ (مکہ مکرمہ) کے سامنے فرمائے تھے

نہ گلوں سے مجھ کو مطلب نہ گلوں کے رنگ و بُو سے
کسی اور سمت کو ہے مِری زندگی کا دھارا
جو گِرے اِدھر زمیں پر مِرے اشک کے ستارے
تو چمک اُٹھا فلک پر مِری بندگی کا تارا

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

.... ☆ ....

[1] معارفِ ربانی: ۷۹،۷۸۔

حضرت والا کا عشقِ رسالت

حضرت شاہین اقبال اثرؔ صاحب جونپوری مدظلہٗ (کراچی)
خلیفہ مجاز سلطان العارفین شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدّدِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر قدس سرہ و معروف شاعر

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر رحمہ اللہ تعالیٰ کی خلوت، جلوت، گفتار، کردار، ہر زاویے سے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق جھلکتا تھا، اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے حضرت اقدس بھی صرف عشقِ رسالت کا اعلان نہیں فرماتے بلکہ ہر ہر سنت سے اپنی زندگی کو مزین کرنا اور کروانا جانتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت اقدس تقریباً نصف صدی سے ہر ملک میں ہر شہر میں ہر بیان میں اپنے ظاہر و باطن کو سنوارنے کی دعوت ببانگ دہل دیتے رہے۔ شاید ہی کوئی ایسا بیان ہو جس میں حضرت اقدس نے ڈاڑھی ایک مشت رکھنے اور مونچھیں برابر کرنے کی تلقین درد بھرے انداز میں نہ فرمائی ہو۔ حضرت والا نے اکثر یہ فرمایا کہ ہم سب اور ساری امت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی امید پر زندہ ہیں کہ روزِ محشر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری شفاعت فرمائیں گے مگر ہمارا چہرہ ہی اگر سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نہ ہو اور آقائے دوجہان صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دیکھ کر منہ پھیر لیا اور دریافت فرمالیا کہ میرے پیارے امتی تمہیں میری صورت میں کیا عیب نظر آیا تھا کہ تم نے میری جیسی صورت نہیں بنائی تو ہمارے پاس کیا جواب ہوگا۔ صرف اسی ایک جملے کو سن کر نہ جانے کتنی زندگیوں میں انقلاب آگیا۔ ایسی بات کوئی سچا عاشقِ رسول ہی کر سکتا ہے۔ ورنہ اکثر خطباء بوجہ مصلحت کھلے ہوئے گناہوں پر نکیر کرنے سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ ملتان کے رئیس شیر محمد جن کا چہرہ اس سنت عظیمہ سے خالی تھا، حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بتایا کہ عمرے پر روانگی کا ارادہ ہے۔ حضرت نے دریافت کیا کہ عمرے پر جاؤ گے تو روضۂ اطہر پر بھی حاضری دو گے؟ عرض کیا ضرور حاضری دوں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ بتاؤ جب تم سرورِ دوعالم

ﷺ پر صلوٰۃ و سلام پڑھو گے تو تمہارا چہرہ دیکھ کر سرور دو عالم ﷺ کو خوشی ہو گی یا رنج ہو گا؟ شیر محمد نے کوئی جواب نہیں دیا مگر آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں سمجھ گیا کہ میرا تیر نشانے پر لگ گیا ہے، عمرے سے کچھ عرصے بعد واپس آئے تو شیر محمد کی پوری ڈاڑھی تھی۔ حضرت نے انہیں مبارک باد دی۔

پہلے تو حضرت صرف بیانات وغیرہ میں ظاہری گناہوں سے بچنے کی خاص کر ڈاڑھی بڑھانے کی تلقین کرتے تھے مگر علالت کے بعد سے تو ہر آنے والے کو جو سنتوں سے محروم ہو تا فی الفور نصیحت فرماتے کہ ڈاڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کترواؤ اور ایک محتاط اندازے کے مطابق 100 میں سے 98 حضرات حضرت کی نصیحت پر اسی وقت لبیک کہتے اور آئندہ خود کو سنت سے مزین کرنے کا وعدہ کرنے اور ظن غالب یہ ہے کہ 2 فیصد بھی بعد میں محروم نہ رہتے ہوں گے۔ حضرت نے کتنے پُر درد انداز سے یہ شعر فرمایا کہ

جس کے چہرے پہ نہ ہو آہ! نبی کی سنت
کیسے معلوم ہو مومن کا مسلماں ہونا

ایک عرصہ قبل جب حضرت مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو یہ یادگار نعت تحریر فرمائی، جس میں اس پہلو کو کتنی خوبصورتی سے بیان فرمایا کہ اگر مسلمان دل سے شاہِ مدینہ ﷺ کا غلام ہو جائے تو دونوں جہانوں کے غم سے آزاد ہو جائے۔

یہ صبح مدینہ یہ شام مدینہ
مبارک تمہیں یہ قیام مدینہ
ہو آزاد اخترؔ غم دو جہاں سے
ہو جائے دل سے غلام مدینہ

جب حضرت اقدس مدینہ طیبہ حاضر ہوتے تو وہاں کی ہر ہر چیز کو محبت سے دیکھتے۔ چاند کو دیکھ کر حضرت نے فرمایا یہ مدینہ شریف کا چاند ہے۔ اسی چاند کو سرور دو عالم ﷺ نے بھی دیکھا ہو گا۔

حضرت مدینہ منورہ کے پہاڑوں کو محبت سے دیکھتے۔ مدینہ طیبہ میں جہاں حضرت کا قیام ہوتا وہاں سے سبز گنبد کا دلنشین منظر نظر آتا تھا۔ گزشتہ عمرے کے سفر میں حضرت مکہ مکرمہ میں صرف تین دن قیام فرما ہوئے جب کہ مدینہ منورہ میں 23 دن قیام فرمایا اور واپسی کے بعد ہم نے دیکھا کہ حضرت یہاں پر موجود ہونے کے باوجود بھی یہاں پر نہیں ہوتے تھے، جس پر حضرت ہی کا یہ شعر صادق آتا کہ۔

اے اخترؔ مِرے قلب و جاں ہیں وہاں
مدینے سے گو دُور رہتے ہیں ہم

مندرجہ ذیل نعتیہ اشعار حضرت کے فنافی الرسول کے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔

عجم کے بیاباں سے مفرور ہوں گا
گلستان طیبہ سے مسرور ہوں گا
اڑے گی ہوا سے جو خاکِ مدینہ
میں ایسے غباروں میں مستور ہوں گا
میں روضے پہ صل علیٰ نذر کر کے
بہ دل نور ہوں گا بجاں نور ہوں گا

اس طرح کی بے شمار نعتیں حضرت کے عشقِ رسول کی عکاسی کرتی ہیں۔ یہ بات تو اکثر حضرات جانتے ہیں کہ حضرت والا کا پہلا مجموعہ کلام کس قدر خوبصورت اور اعلیٰ طبع ہوا ہے۔ اپنے کلام کو اس درجہ عمدہ طباعت میں دیکھ کر حضرت نے اپنے خدام سے فرمایا کہ میری جو کتاب ہے ”دنیا کی حقیقت رسول اللہ ﷺ کی نظر میں“ اس میں کیونکہ سرور عالم ﷺ کا کلام ہے اس لیے اس کتاب کی طباعت اس سے بھی اعلیٰ ہونی چاہیے۔ اس سے بھی یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت کے قلب میں حضور سرورِ کونین ﷺ کی کیسی عظمت اور کتنا ادب ہے۔ ایک عرصے سے حضرت کا ”نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب“ روزانہ رات کو سننے کا مستقل معمول تھا، جس میں سرور کائنات ﷺ کے اوصاف حمیدہ کا ذکر

نہایت حسین اور دلنشین انداز میں ہے، جسے حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں تحریر کیا تھا جب ہندوستان میں طاعون کی وبا پھیلی ہوئی تھی مگر حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس تالیف کی برکت سے تھانہ بھون طاعون کی وبا سے محفوظ رہا۔ حضرت بھی حضور سرور عالم ﷺ کے ذکر مبارک کی برکت اور رحمت سمیٹنے کی غرض سے اس کتاب کو انتہائی ادب کے ساتھ سماعت فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے عشق رسالت ﷺ کا عملی نمونہ ہماری زندگیوں میں بھی ظاہر فرمائے، آمین۔

(بشکریہ روزنامہ اسلام کراچی، ۳/ شعبان ۱۴۳۴ھ بمطابق 13/ جون 2013ء)

.........☆.........

حضرت والا کا مزاح

حضرت شاہین اقبال اثرؔ صاحب جونپوری مدظلہ (کراچی)
خلیفہ مجاز سلطان العارفین شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدّدِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر قدس سرہ و معروف شاعر

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے خواب میں کسی غیر مسلم حکمران نے دریافت کیا کہ آپ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اور سب باتیں سمجھ میں آتی ہیں مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مزاح فرماتے تھے اور مسکراتے تھے اور یہ متانت اور سنجیدگی کے خلاف ہے۔ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے جواب دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ انور پر ایک ہیبت تھی، جو آپ کو پہلی نظر میں دیکھتا مرعوب ہو جاتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے مسکراتے تھے تاکہ نیا آنے والا مانوس ہو جائے اور جلالِ نبوت جمال نبوت میں تبدیل ہو جائے، اسی سنت کی اتباع میں اولیاء اللہ بھی مسکراتے اور مزاح کرتے ہیں، چنانچہ حضرت والا فرماتے تھے کہ میں ہنسا ہنسا کے پھنساتا ہوں اور اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو ایسی خوش طبعی و خوش مزاجی عطاء فرمائی تھی کہ جو ایک بار حضرت والا کی مجلس میں آجاتا حضرت کی بلندئ اخلاق و سادگی، بے تکلفی و محبت سے حضرت والا کا گرویدہ ہو جاتا اور آنے والا کیسا ہی مایوس اور شکستہ دل کیوں نہ ہو تا حضرت والا کی مجلس سے امیدوں کے سیکڑوں آفتاب اپنے قلب میں لے کر اٹھتا تھا۔ ایک بزرگ کے بقول؎

نیست معشوق ہمیں زلفِ چلیپا داشتن
دردِ سر بسیار باشد پاسِ دل ہا داشتن

یعنی مقامِ مشیخیت یہ نہیں کہ صرف زلفیں بڑھالی جائیں بلکہ دلوں کا پاس رکھنا جو بڑا دردِ سر ہے، کوئی آسان کام نہیں۔

حضرت والا بعض اوقات انگریزی زبان استعمال کر کے انگریزی دانوں کی دلجوئی کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ جس پرندے کو سدھانا ہو اس کی زبان سیکھنا پڑتی ہے، اس لیے میں جب مسٹروں سے مخاطب ہوتا ہوں تو کہتا ہوں کہ یہ وظیفہ After فجر اور After مغرب پڑھنا ہے، جب مسٹروں کو ''ٹر'' ملی ہے تو کہتے ہیں ''اوکے (Ok)''۔ حضرت والا ''بزنس مین'' (Business) کا مطلب بتاتے تھے کہ جس شخص کی نس نس کاروبار میں ''بزی'' ہو ایسے شخص کو بزنس مین کہتے ہیں۔ ایک بار بیان کے دوران ایک خادم حضرت والا کے مڑے ہوئے کالر کو درست کرنے لگے تو حضرت والا نے فرمایا اس کالر کو درست مت کرو اور مجھے ''اسکالر'' رہنے دو۔ ایک ایڈوکیٹ صاحب حضرت والا کے پیر اپنی انگلیوں سے دبا رہے تھے تو حضرت والا نے فرمایا کیوں کہ آپ کو ایڈووکیٹ ہیں اس لیے کیٹ (Cat۔بلی) کی طرح دبا رہے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت والا نے مولانا رومی کے حوالے سے واقعہ بیان کیا کہ ایک بادشاہ نے ایک بلی کو اتنا سدھایا کہ اس کے سر پر شمع دان رکھ کر اپنے شاہی فرامین جاری کرتا تھا۔ جب بادشاہ نے اپنے وزیر کو یہ مہارت دکھائی تو وزیر نے کہا کہ میں اس بلی کا امتحان لوں گا، چنانچہ وہ دوسرے روز ایک تھیلے میں چوہا بند کر کے لایا اور بلی کے سامنے آکر چوہے کا صرف منہ باہر کر دیا۔ بلی نے چوہے کو دیکھ کر پوزیشن سنبھال لی، پھر وزیر نے چوہے کو تھیلی سے آزاد کر دیا تو بلی فوراً چوہے کو پکڑنے کے لیے اس قدر بے تحاشا بھاگی کہ شمع دان کہیں اور شمع کہیں۔ اس پر وزیر تو ہنسا ہی بادشاہ بھی خوب ہنسا کہ میری تربیت کی حقیقت سامنے آگئی۔ یہ واقعہ سنا کر حضرت والا نے فرمایا کہ کیٹ (Cat) کا امتحان ریٹ (Rate) سے ہوتا ہے یعنی جب گناہوں کے مواقع موجود ہوں اور بندۂ مومن ثابت قدم رہے تب وہ ولایت کے امتحان میں کامیاب ہوتا ہے۔ حضرت والا فرماتے تھے نہ دیکھو کسی کی وائف، ورنہ کھانا پڑے گی ویلیم فائیو اور خراب ہو جائیں گے تمہارے کو ائف اور جگر میں گھسے گا اس کا نائف۔

یورپ کے سفر کے دوران حضرت والا نے ڈیٹورائٹ والوں سے فرمایا کہ ڈیٹو رائٹ والو! تمہاری ''ڈیٹ رائٹ'' نہیں ہو سکتی، جب تک کہ تم ''پیٹو فائٹ'' رہو گے یعنی ساری جدوجہد صرف

پیٹ کے لیے کرو گے تو تمہاری تاریخ درست نہیں ہو سکے گی اور فرمایا کہ یورپ والوں نے نام بھی "یور، اَپ" (Your Up) رکھا ہے کہ آپ ہی اوپر ہیں۔

ڈاڑھی کی سنت کو زندہ کرنے کے سلسلے میں فرمایا کہ ایک صاحب کا میرے پاس فون آیا کہ جب سے آپ کے کہنے پر ڈاڑھی رکھی ہے، اہلیہ بھی دعا کی درخواست کر رہی ہے پہلے تو انہوں نے کبھی دعا کے لیے نہیں کہا۔ حضرت نے فرمایا کہ پہلے آپ دعا کی درخواست کے اہل نہیں تھے، کیونکہ خود مانندِ اہلیہ تھے، اب جبکہ آپ کامل مرد ہو گئے تو آپ کی اہلیہ نے دعا کی درخواست کی ہے۔ ساؤتھ افریقہ کے چڑیا گھر میں حضرت نے ایک سیاح کو شیر ببر دکھایا اور فرمایا کہ دیکھو شیر کی ڈاڑھی ہے اور اس کے ساتھ جو شیرنی ہے اس کی ڈاڑھی نہیں ہے، یہ بتاؤ تم شیر بننا چاہتے ہو یا شیرنی؟ ان سیاح نے کہا میں شیر بننا چاہتا ہوں اور ابھی ڈاڑھی رکھنے کا ارادہ کرتا ہوں، پھر جب وہ سیاح ڈاڑھی بڑھا کر اپنے ملک گیا تو لوگوں نے کہا کہ تم نے اتنی ڈاڑھی بڑھالی اور ملّا بن گئے تو اس نے مندرجہ ذیل بات سنا کر کہا کہ ایک بڑے ملّا نے ایسا سوال کیا کہ میں لاجواب ہو کر ان کے سامنے چِت ہو گیا۔

تصوف اور سلوک کو بدنام کرنے والے اور دین کے نام پر دنیا بٹورنے والے پیروں کے لیے حضرت شاہ حکیم محمد اختر صاحب نے یہ اشعار فرمائے کہ

بہت سے مُرغے بنا کے مدفن تِرے بدن میں جو سو گئے ہیں
انہی کے دم یہ تیرے اعضاء بھی موٹے موٹے سے ہو گئے ہیں

بغل میں اگر مُرغانہ لایا
برابر ہے کہ تو آیا نہ آیا

ہندوستان کے سفر میں حضرت والا نے دورانِ بیان کئی مرتبہ یہ شعر سنایا کہ

ان سے ملنے کی ہے یہی اِک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

ایک صاحب جو حضرت والا کے ساتھ ساتھ تھے اور دعوتوں میں بھی شریک تھے، کہنے لگے میں نے بھی ایک شعر بنایا ہے۔

مرغ کھانے کی ہے یہی اک راہ
کھانے والوں سے راہ پیدا کر

اس پر حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ اگر کھانے کے لیے ساتھ رہو گے دین کا فائدہ نہیں ہوگا اور دین سیکھنے کے لیے ساتھ رہو گے تو دعوتیں مفت میں ملیں گی۔ بہت عرصہ پہلے کی بات ہے کہ ایک صاحب حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ فلاں دن میرے بھائی کا ولیمہ ہے، اگر آپ شرکت فرمائیں تو ہماری بے انتہاء عزت افزائی ہوگی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ٹھیک ہے میں حاضر ہو جاؤں گا لیکن اگر وہاں کوئی کام شریعت و سنت کے خلاف ہوا تو میں بیل کی طرح چلاؤں گا، پھر آپ کے رنگ میں بھنگ پڑ جائے گا۔ اب بتایئے کہ میں حاضر ہو جاؤں؟ انہوں نے کہا کہ حضرت آپ یہیں تشریف رکھیں میں کھانا پہنچا کر جاؤں گا۔ ایک مرتبہ حضرت والا ایک ٹھیلے والے سے انگور خرید رہے تھے وہیں پر ایک سوٹڈ بوٹڈ مسٹر بھی آنکلے اور حضرت والا کو دیکھ کر طنز کے انداز میں کہنے لگے کہ مولوی بھی انگور کھاتے ہیں۔ حضرت نے برجستہ فرمایا تو کیا صرف لنگور ہی کھاتے ہیں؟ یہ غیر متوقع جواب سن کر وہ مسٹر فوراً وہاں سے رفو چکر ہو گئے۔

ایک صاحب نے کہا کہ حضرت حسینوں نے تو ناک میں دم کر دیا ہے، حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ حسینوں نے ناک میں دم نہیں کیا بلکہ آپ نے ان کی دُم میں ناک لگا رکھی ہے، آپ ان سے دور کیوں نہیں رہتے، دیکھتے نہیں گاڑیوں کے پیچھے لکھا رہتا ہے فاصلہ رکھیں۔ حضرت والا نے اس پر شعر بھی فرمایا کہ۔

ان سے کچھ فاصلے مفید رہے
میرے ایامِ غم بھی عید رہے

ارشاد فرمایا کہ جس طرح بلڈ پریشر کے مریض کے لیے۔

جن غذاؤں میں نمک ہو شامل

واجب الاحتیاط ہوتی ہیں

بالکل اسی طرح نفسانی خواہشات کے مریض کے لیے بھی۔

جن کی صورت میں نمک شامل

واجب الاحتیاط ہوتی ہیں

حضرت والا فرماتے تھے کہ اس میں شک نہیں کہ اچانک نظر معاف ہے مگر بعض لوگ اچانک اچانک ہی میں چینک کی چینک پی جاتے ہیں، میں نے اس ملفوظ کو شعر میں کیا ہے۔

نظر کو نہ آزاد کرنا کبھی

کہ ہے یہ نصیحت میرے شیخ کی

یہ مانا اچانک نظر ہے معاف

اچانک میں چینک کی چینک نہ پی

حضرت والا فرماتے تھے کہ بدنگاہی کرنے والا انتہائی بے وقوف ڈنکی اینڈ منکی ہے، کیونکہ جس جس کو دیکھ رہا ہے وہ اس کو ملنے والی تو نہیں پھر ایسی چیز کو دیکھ کر للچانے سے کیا فائدہ جو حاصل نہ ہو سکے، جیسے کسی کی جیب میں پیسے نہ ہوں اور کباب والے کی دکان پر کھڑا ہو کر خوشبو سونگھ رہا ہو، ہر کوئی اسے بے وقوف کہے، میں نے اس ملفوظ کو بھی بند کیا ہے کہ۔

اثرؔ آپ کی جیب خالی ہے پھر بھی

پرائے کبابوں پہ للچا رہے ہیں

فرمایا کہ بعض عاشقوں نے محبوب کے تِل پر سمر قند و بخارا فدا کرنے کی بات کی تو اس ملک کے حاکم نے اس پر کیس کر دیا کہ ملک ہمارا اور فدا تو کر رہا ہے "حلوائی کی دکان پر دادا جی کی فاتحہ" مزید فرمایا کہ جب وہ محبوب عمر رسیدہ ہو گیا تو غربت کی وجہ سے اس نے اپنے عاشق سے کہا کہ ایک زمانے میں آپ مجھ پر سمر قند و بخارا فدا کر رہے تھے، اب صرف شہر بخارا ہی دے دیجیے تو عاشق نے کہا کہ اب تو میں

تمہیں آلو بخارا بھی نہیں دے سکتا بلکہ تمہیں دیکھ کر مجھے بخار آرہا ہے جلدی سے اپنا چہرہ گم کرو۔ حضرت والا فرماتے تھے کہ عشقِ مجازی کا یہی انجام ہوتا ہے، جب ظاہری حسن ہوتا ہے تو خوب قصیدہ خوانی ہوتی ہے اور اس حسین کے چہرے پر لقوہ گر گیا تو پھر عاشق صاحب ''تقویٰ'' اختیار کر لیتے ہیں، حقیقتاً یہ عشق نہیں بلکہ فسق ہے۔ بقول شاعر ؎

حسن کو جب زوال ہوتا ہے
عشق کا انتقال ہوتا ہے

ایک شاعر نے کہا تھا ؎

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں
کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے

حضرت والا نے فرمایا کہ جب شاعر کو چار لوگوں نے گھیر کر پوچھا کہ بھائی سچ سچ بتادو کہ تمہارا مدعا کیا ہے تو کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اپنا پراگندہ مدعا بیان کر دیا تو لوگ پٹائی لگادیں گے لہٰذا شاعر منہ چھپا کر ایک دو تین ہو گیا۔ اسی طرح ایک شاعر نے کہا تھا ؎

نازکی ان کے لب کی کیا کہیے
پنکھڑی ایک گلاب کی سی ہے

حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ جب جغرافیہ بدل گیا، گال پچک گئے اور آنکھوں پر گیارہ نمبر کا چشمہ لگ گیا تو اسی حسین کے لب عاشق کو پنکھڑی کے بجائے ہتھکڑی نظر آنے لگتے ہیں اور بڑھاپے میں یہ حال ہوتا ہے کہ ؎

کمر جھک کے مثل کمانی ہوئی
کوئی نانا ہوا کوئی نانی ہوئی

اور بزبان حال یہ کہتا ہے ؎

اب تو پیری سے تِری سمت نہیں اٹھتی ٹانگ

مجھ سے پہلی سی محبت میرے محبوب نہ مانگ

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مزاح کے رنگ میں یہ نصیحتیں کتنی قیمتی ہیں۔

فرمایا کہ اکبر الہ آبادی کے ایک دوست نے جب بالوں اور ڈاڑھی پر سیاہ خضاب لگایا تو اکبر نے فوراً شعر پیش کیا کہ

مصروف ہیں جناب یہ کس بندوبست میں
اپریل کی بہار نہ ہوگی اگست میں

حضرت والا نے اس شعر کی شرح کرتے ہوئے فرمایا کہ جب اسٹر کچر ملنے لگا اور چوں چاں کرنے لگا تو اب ڈسٹمپر کرنے کا کیا فائدہ۔ حرمین کے سفر کے دوران ایک صاحب نے پوچھا کہ بلبل افضل ہے کہ پروانہ؟ حضرت والا نے فرمایا کہ دونوں ہی جانور ہیں، اس میں فضیلت کیسی؟ یہ برجستہ جواب سن کر وہ صاحب بہت ہنسے۔ سفر یورپ کے دوران کسی خادم نے کہا کہ حضرت آپ کا چیک اپ کروانا ہے، حضرت والا نے فوراً فرمایا کہ چیک اپ کروانا ہے کہ کیچپ کھلاؤ۔ اسی سفر میں ایک صاحب شہد لے کر آئے اور کہا: حضرت آپ کے لیے ہنی لایا ہوں۔ حضرت والا نے دلجوئی کے لیے مزاحاً فرمایا کہ خود تو ہنی مون مناتا ہے اور ہمارے لیے صرف ہنی لے کر آیا ہے؟ جا مون بھی لے کر آ۔ اس بات سے حاضرین بے حد محظوظ ہوئے۔ ایک بار دوران بیان فرمایا کہ جانتے ہو ماموں کو ماموں کیوں کہا جاتا ہے، اس لیے کہ اس کا منہ ماں کی طرح ہوتا ہے۔ ظاہر ہے بھائی بہن آپس میں مشابہت رکھتے ہیں۔ ایک بار فرمایا کہ محاورہ مشہور ہے کہ "نانی یاد آجائے گی" اس کی توجیہ یہ ہے کہ جب بچے کو اماں مارتی ہے تو وہ نانی کے پاس جاتا ہے اور کہتا ہے نانی اپنی بٹیا کو سمجھاؤ وہ مجھے مار رہی ہے اسی لیے یہ محاورہ بن گیا کہ نانی یاد آجائے گی۔ حضرت والا فرماتے تھے جو ذاتِ باقی پر جان فدا کرتے ہیں وہ باقی باللہ ہو جاتے ہیں اور جو فانی چیزوں پر فدا ہوتے ہیں وہ باگڑ بلّا ہو جاتے ہیں، کوئی اس کی عزت نہیں کرتا سب لوگ اس سے خائف رہتے ہیں کہ نہ جانے کس کی عزت کو نقصان پہنچا دے (باگڑ بلّا اس جانور کو کہا جاتا ہے جو پہلے زمانے میں چھوٹے بچوں کو اُٹھا کر لے جاتا تھا)۔

مجنوں جو کہ لیلیٰ کی محبت میں پاگل ہو کر مَر گیا، آج کوئی بھی اسے حضرت مجنوں رحمۃ اللہ علیہ نہیں کہتا بلکہ سب مجنوں (پاگل) ہی کے نام سے یاد کرتے ہیں اور اولیاء اللہ کو کتنے القابات کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے۔ فرمایا کہ جو کوئی نامحرموں کے چکر میں پھرتا ہے، انہیں چھیڑتا ہے ان کی عزت تار تار کرتا ہے لوگ اسے جوتے لگاتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ پر فدا ہوتا ہے لوگ اس کے جوتے اُٹھانے کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ اب اپنی اپنی قسمت ہے اور اپنا اپنا اختیار ہے کہ کون جوتے لگواتا ہے اور کون جوتے اٹھواتا ہے، مگر جوتے اٹھوانے کی نیت سے اللہ والے مت بننا ورنہ کچھ نہ ملے گا۔ میں نے اس ملفوظ کو بند کیا ہے۔

انہی کو دیتا ہے عزت وہ رب العزت بھی
جو ان کی راہ میں خود کو مٹائے جاتے ہیں
بتوں کے عشق میں پڑتی ہیں جوتیاں سر پر
خدا کے پیاروں کے جوتے اُٹھائے جاتے ہیں

ارشاد فرمایا کہ جنگ اخبار نے ایک مرتبہ خبر لگائی تھی جس کا عنوان تھا ''عشق کا علاج جوتا'' پھر تفصیل میں لکھا تھا کہ صدر کے علاقے میں کسی منچلے نے خاتون کو چھیڑ دیا تو سب لوگوں نے جوتے سے اس کی مرمت کر دی۔ ایک دکاندار جو بہت مصروف تھا اس نے کہا کہ دو جوتے میری طرف سے بھی لگاؤ تاکہ میں اس (جوتے لگانے کے) ثواب سے محروم نہ رہوں۔ اس کے بعد فرماتے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی لیے بدنگاہی کو حرام قرار دیا ہے کہ اللہ کے بندے برسرِ بازار رُسوا نہ ہوں۔ اس پر حضرت والا میرؔ کا شعر بھی پڑھتے کہ

اس عاشقی میں عزتِ سادات بھی گئی
پھرتے ہیں میرؔ خوار کوئی پوچھتا نہیں

حضرت والا ایک مرتبہ دنیا کا نقشہ ملاحظہ فرما رہے تھے، جس میں یوگنڈا کے پیچھے تنزانیہ اور کینیا ہیں، اس پر شعر کہا

میر یوگنڈا نہ تم جانا کبھی

پیچھے ہیں تنزانیہ اور کینیا

اس میں کتنی لطیف تلمیح ہے کہ غیر شریفانہ حرکت کرنے پر لوگ طنز بھی کرتے ہیں اور دلوں میں کینہ بھی پرورش پاتا ہے۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا

دیکھ کر باشندۂ لنڈن پہ لاٹھی چارج کو

مجھ کو یوگنڈا کی ایمبیسی سے نفرت ہوگئی

اس میں بھی لطیف اشارات کے ذریعے یہ پیغام پوشیدہ ہے کہ اخلاق سوز حرکات کرنے والوں کا انجام رسوائی کے کچھ نہیں ہے۔

فرمایا کہ بہت سے لوگوں کو جب کہو کہ دینی حلقوں میں اللہ والوں کی محفلوں میں جایا کرو تو کہتے ہیں کہ ٹائم نہیں ملتا۔ پھر وہی لوگ جب ٹی وی کے سامنے بیٹھے ہوتے ہیں اور کوئی ان سے کہے کہ اب کیا کر رہے ہو تو کہتے ہیں کہ ٹائم پاس کر رہے ہیں۔ دونوں باتیں خود ہی کرتے ہیں، ایک طرف کہتے ہیں کہ ٹائم ملتا نہیں، دوسری طرف فضول ٹائم پاس کیا جارہا ہے۔ در حقیقت یہ ٹائم پاس نہیں بلکہ فیل ہو رہا ہے۔ فیل پر یاد آیا کہ جب کسی سعودیہ میں رہنے والے ساتھی نے کہا کہ میرا کفیل بہت مضبوط ہے تو حضرت والا نے فرمایا کفیل کو طاقتور ہونا ہی چاہیے، کیونکہ کفیل میں ک مثلیہ ہے، کفیل کے معنی ہوئے فیل کی طرح یعنی ہاتھی کی طرح طاقتور کیونکہ کفیل کئی لوگوں کی ذمہ داری اُٹھاتا ہے۔ بیان سے قبل حضرت والا کا اکثر اشعار سننے کا معمول تھا، کبھی ہمارے بھائی تائبؔ جونپوری صاحب سے اشعار سنتے، پھر راقم کو اشعار سنانے کا حکم فرماتے اور فرماتے کہ ایک بلبل ہے اور ایک زاغ ہے، پھر فرماتے کہ تائب کے بعد اثر کی آواز اینٹی بائیوٹک کا کام کرتی ہے۔ حضرت والا نے سنایا کہ ایک صاحب نے ڈاکٹر قرار صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا کہ آپ کے شیخ (مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ) تو بہت کڑیل ہیں تو ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا کہ میرا نفس بھی تو اَڑیل ہے، اڑیل گھوڑے کے لیے کڑیل سوار کی ضرورت ہوتی ہے۔ کسی نے حضرت سے عرض کیا کہ آپ کے شیخ کے بیان میں تو سنجیدگی غالب ہوتی ہے، آپ کا

بیان اتنا رنگین کیوں ہوتا ہے؟ حضرت نے کیا عجز و انکسار سے بھرپور جواب دیا کہ بجلی تو شیخ کے ذریعے ہی آتی ہے مگر میرے بلب میں آکر رنگین ہو جاتی ہے۔ بعض مرتبہ تحدیث بالنعمہ کے طور پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شوگر کوٹڈ ملفوظات عطا فرمائے ہیں کہ تلخ سے تلخ بات بھی ہنسی مذاق میں بیان ہو جاتی ہے۔ یہ میرے اللہ کا فضل ہے، میرا کوئی ذاتی کمال نہیں۔

حضرت والا مزاح کے ساتھ ساتھ اس کی شرائط کو بھی مد نظر رکھتے تھے۔ حضرت نے کئی مرتبہ ان شرائط کو بیان بھی کیا کہ مزاح ''انشراح'' کے لیے ہونا چاہیے، کسی مسلمان کی کدورت کا سبب نہ بن جائے اور مزاح میں جھوٹ نہ ہو نیز مزاح میں کسی کی حقارت نہ ہو، جیسے کسی کی نقل (جو اسے گراں گزرے) کرکے ہنسنا ہنسانا۔ اسی طرح مزاح کو قلیل ہونا چاہیے جیسے، آٹے میں نمک۔ اگر نمک زیادہ ہو جائے تو روٹی سالن کھانے کے قابل نہیں رہتے۔ اس لیے مزاح کی اجازت اور اباحت ان شرائط کے ساتھ ہے۔ اسی طرح کسی کی دلجوئی یا اس کو مانوس اور بے تکلف کرنے کے لیے مزاح کرنا مستحسن ہے۔ ایک واقعہ مثال کے طور پر لکھتا ہوں۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب مسجد اشرف کے دائیں کونے کی طرف بم دھماکا ہوا تھا اور ''بی بی سی'' تک سے اس کی خبر نشر کی گئی تھی۔ اسی دوران ایک صاحب حضرت والا کو ہنسانے کے لیے کہنے لگے کہ جب دھماکا ہوا تو عبد اللہ میاں (حضرت کے چھوٹے پوتے) فریزر میں گھس گئے۔ کچھ لوگ ہنسے بھی۔ حضرت کے چہرے پر مسکراہٹ بھی نہ آئی اور فوراً حضرت نے سنجیدگی کے ساتھ فرمایا کہ مزاح کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ اس میں جھوٹ اور خلافِ واقعہ بات نہ ہو۔ اللہ والوں کا یہی اعتدال اور تعلق مع اللہ انہیں تمام اہل دنیا سے ممتاز کرتا ہے۔ حضرت والا کے ایک خادمِ خاص عالم نے بتایا کہ جب پہلے پہل میں حضرت کی خدمت میں آیا تو مجھ پر سنجیدگی اور تفکر کا غلبہ تھا، چنانچہ حضرت والا کی ہنسنے کی بات پر بھی میں سنجیدہ رہتا تھا، حضرت نے مجھے تنبیہ فرمائی کہ ہنسنے کی بات پر ہنسنا چاہیے۔ ہنسنے کی بات پر نہ ہنسنا دماغ کے غیر معتدل ہونے کی علامت ہے۔ شیخ ہنس رہا ہے اور مرید سنجیدہ بیٹھا ہے، یہ کیسا مرید ہے؟ فرمایا کہ ہنسا کرو۔ پھر اس کے بعد میں اتنا ہنسنے لگا کہ ہنستے ہنستے

لوٹ پوٹ ہو جاتا، پھر حضرت نے فرمایا مولوی صاحب ذرا اعتدال سے۔ یا تو ہنستے ہی نہیں یا اتنا ہنسنے لگے کہ آپے سے باہر ہونے لگے۔ تب میری ہنسی اعتدال پر آئی۔

ایک خادم جو ٹوپی قدرے بڑی پہنے ہوئے تھے اور پیشانی سے بھی نیچے آرہی تھی، کو دیکھ کر فرمایا کہ اس وقت آپ یتیم خانے کے چیئرمین معلوم ہو رہے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ٹوپی ایسی لگاؤ کہ حسین بھی لگے، مگر حضرت سرخ ٹوپی کو بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ میرے سامنے ایک نوجوان عالم سے فرمایا کہ ”لال ٹوپی میں اندیشہ ہے نظر لگ جانے کا منجانب لیڈیز اور منجانب لیڈراز“ وہ اس بات پر مسکرائے اور ٹوپی تبدیل کرنے کا وعدہ کیا۔ اسی طرح حضرت کالی ٹوپی بھی پسند نہیں کرتے تھے بلکہ سفید اور خانقاہی ٹوپی پسند کرتے تھے جو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ سے منسوب ہے۔ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک واقعہ سنایا کرتے تھے کہ کوئی جوان حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں آکر کہنے لگا حضرت دعا فرمادیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اولاد عطا فرمادے۔ حاجی صاحب نے دعا فرمادی، کچھ دنوں بعد اس نے پھر یہ درخواست کی، اب حضرت حاجی صاحب نے تہجد میں بھی اس کے لیے دعا فرمائی، جب کچھ عرصے بعد آکر اس نوجوان نے پھر اولاد کے لیے دعا کی درخواست کی تو حاجی صاحب نے اس سے پوچھا کہ بھائی تمہاری بیوی کو کوئی بیماری تو نہیں ہے (جو ہماری دعا قبول نہیں ہو رہی ہے) تو اس نے ہچکچاہٹ کے انداز میں کہا بیوی؟ کیا مطلب میری تو کوئی بیوی ہی نہیں ہے۔ حاجی صاحب نے ڈانٹ کر فرمایا تو کیا بچہ تیرے پیٹ سے نکلے گا؟ اتنے دنوں ہمیں دعاؤں میں رُلایا اور شادی کیے بغیر اولاد کی دعا کروا رہا ہے۔ حضرت فرماتے تھے کہ اسی طرح بعض لوگ نیک عمل کا عزم جازم اور ہمت کیے بغیر صرف دعا پر اکتفا کرتے ہیں، بقول حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کرنے کے کام تو کرنے سے ہی ہوتے ہیں، چنانچہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو کسی نے لکھا کہ آج کل فجر میں میری آنکھ نہیں کھل رہی ہے، آپ دعا فرمادیں تو حضرت نے فرمایا کہ آپ دعا کردیں کہ اللہ تعالیٰ اشرف علی کو پر عطا فرمائے تاکہ میں تھانہ بھون سے بمبئی آکر آپ کو جگادیا کروں۔ مقصود جاگنا ہے اور آپ جاگنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اسی قاعدے کے

تحت راقم نے جب کسی ساتھی کو ڈاڑھی نہ بڑھنے کی طرف محبت سے توجہ دلائی تو وہی روایتی جملہ کہ بس آپ دعا کردیں۔ میں نے عرض کیا کہ میں تو دعا کرتا ہوں کہ میری دعا اور قبولیت میں آپ کی قینچی حائل ہے، آپ قینچی لگانا چھوڑ دیں میری دعا ڈائرکٹ آسمان پر جائے گی۔

جب حضرت کے سامنے کوئی خادم اونگھتا تو فرماتے کہ آنکھیں کھول کر تقریر سنو۔ اگر سب لوگ آنکھیں بند کرلیں تو ہم تقریر کیسے کریں گے؟ اسی طرح اگر کوئی جمائی لیتا تو فرماتے کہ جب دستر خوان پر بہترین قورمہ، بریانی اور مرغوب غذا چنے ہوں تو اس وقت میں جمائی آتی ہے؟ ظاہر ہے اس وقت جمائی کیوں کر آسکتی ہے۔ ایسی باتوں سے تمام سامعین کی نیندیں اڑ جایا کرتی تھی۔ حضرت کا عتاب اکثر اپنے خادم خاص حضرت سید عشرت جمیل میر صاحب مدظلہ پر ہوا کرتا تھا۔ اس سے تمام اہل مجلس چوکنا ہوجاتے تھے، گویا بقول شخصے "بیٹی کو ڈانٹ کر بہو کو سنایا جاتا ہے" تاکہ وہ عقلمند ہو تو سبق لے لے کہ جب یہاں لاڈلی بیٹی کو نہیں بخشا جارہا تو مجھ سے خاک رعایت ہوگی، حالانکہ عام متعلقین کو حضرت کبھی ڈانٹتے ہی نہیں تھے۔ ایک صاحب یورپ اور ترکی وغیرہ کے سفر کے دوران ضرورت سے زیادہ بول رہے تھے۔ حضرت والا نے سمجھایا کہ شیخ کے سامنے زیادہ بات نہیں کرنی چاہیے، اللہ تعالیٰ نے کان دو دیئے ہیں تاکہ اپنی دو کان کھلی رکھو اور زبان ایک دی ہے تاکہ کم بولو۔ پھر جب حضرت شہر استنبول پہنچے تو اس شخص کو بلا کر فرمایا کہ آگیا استنبول، اب بول کیا بولتا ہے (کیوں کہ بول اردو گرامر کے اعتبار سے امر بھی بنتا ہے) امر پر یاد آیا کہ حضرت والا اہل علم میں بیان فرماتے تھے کہ "ضرب زید عمروا" ہمیشہ عمرو کو زید سے پٹواتے رہوگے یا اپنے نفس کو بھی ماروگے، پھر مولانا رومی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مصرع پڑھتے کہ "نفسِ خود را کش، جہان زندہ کن" مزید فرماتے کہ عربی گرامر پڑھنے والو! پہلے اپنے نفس کے بت کو گراؤ، پھر مرجاؤ، یہ ہے اصل گرامر کہ اللہ تعالیٰ کے راستے اپنے نفس کو فنا کردو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان ہنستی ہنساتی نصیحتوں سے استفادہ کی توفیق عطاء فرمائے، آمین۔

(بشکریہ روزنامہ اسلام کراچی، 20 تا 25/جون 2013ء)



حضرت والا کا طریقِ تربیت

حضرت شاہین اقبال اثرؔ صاحب جونپوری مدظلہ (کراچی)
خلیفہ مجاز سلطان العارفین شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدّدِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر قدس سرہ و معروف شاعر

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے عہد تک بہت سے لوگ تصوف و سلوک کو کشف و کرامات و کیفیات ہی میں منحصر سمجھتے تھے۔ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تحریر و تقریر میں اس بات پر زور دیا ہے کہ طریقت صرف لمبے لمبے وظائف و نوافل کا نام نہیں بلکہ طریقت، شریعت پر احسن طریق پر عمل کرنے کا نام ہے۔ ہمارے حضرت والا بھی اسی مشن کو لے کر آگے بڑھے۔ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کے دور میں تو لوگوں کی قوت برداشت بھی خوب تھی، مگر فی زمانہ ضرورت سے زیادہ محنت اور طویل وظائف انسانی ذہن کو خشک کر دیتے ہیں اور سالک کو گویا ھالک ہو کر رہ جاتا ہے۔

حضرت اقدس مثال سے سمجھایا کرتے تھے کہ جس طرح بادام کی زیادہ مقدار انسانی ذہن کو غیر معتدل کر دیتی ہے، اسی طرح حد سے زیادہ ذکر بھی سالک کے دماغ کو غیر معتدل کر دیتا ہے۔ نیند کم ہو جاتی ہے، پھر وہ ہر ایک سے لڑنا جھگڑنا شروع کر دیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں ولایت کے کسی خاص مقام تک پہنچ چکا ہوں۔ حالانکہ اس نے ابھی ولایت کے ابتدائی زینے پر بھی قدم نہیں رکھا ہوتا۔ حضرت والا فرماتے تھے کہ ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ انسان اپنا روحانی علاج خود کرنا چاہتا ہے۔ جب کہ قاعدہ یہ ہے کہ مریض کی رائے بھی مریض ہوتی ہے اور بڑے سے بڑا ڈاکٹر بھی اپنا آپریشن خود نہیں کر سکتا، بلکہ کسی دوسرے ڈاکٹر کا محتاج ہوتا ہے۔ مگر جب معاملہ اصلاح نفس کا آتا ہے تو انسان سمجھتا ہے کہ میں اپنی اصلاح خود کر سکتا ہوں۔ حضرت والا اکثر سناتے تھے کہ خواجہ مجذوب رحمہ اللہ تعالیٰ نے

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا کہ سالک صرف ذکر اللہ سے اللہ تعالیٰ تک کیوں نہیں پہنچ سکتا تو حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کاٹتی تو تلوار ہی ہے مگر جب کسی سپاہی کے ہاتھ میں ہو۔ کام تو ذکر ہی سے بنے گا مگر جب کسی اللہ والے کی رہنمائی میں ہو۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت والا اپنے متعلقین کو ذکر و عبادات نافلہ کی تلقین زیادہ نہ فرماتے۔ اور فرماتے کہ ایک عبادت چوبیس گھنٹے کی ہے وہ ہے تقویٰ کا اہتمام۔ یعنی ہر وقت یہ خیال رہے کہ میرا مولیٰ مجھ سے ناراض نہ ہو جائے۔ کسی نے دریافت کیا کہ ذکر پاس انفاس کسے کہتے ہیں تو فرمایا کہ پاس کہتے ہیں حفاظت کرنے کو جیسے محافظ کو پاسبان کہا جاتا ہے۔ اسی طرح اپنی ہر ہر سانس، ہر ہر نفَس کی پاسبانی کو کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی نافرمانی میں نہ گزرے پاس انفاس کہا جاتا ہے۔

مجھے یاد ہے کہ ایک زمانے میں حضرت والا ذکر نفی و اثبات (کلمہ طیبہ) اور ذکر اسمِ ذات (اللہ اللہ) ایک ایک ہزار مرتبہ بتاتے تھے۔ پھر کچھ عرصہ بعد پانچ سو مرتبہ کر دیا۔ اور اب سے تقریباً پندرہ سال پہلے ذکر کی تعداد سو سو مرتبہ فرمادی۔ نیز یہ بھی فرماتے کہ اگر ذکر بڑھانا ہو تو شیخ سے اجازت لینا ضروری ہے۔ از خود نہ بڑھائے ورنہ بزعمِ خود جلال آنے لگے گا حالانکہ وہ دماغی خشکی ہو گی۔

کشمیر کے سفر پر حضرت مولانا ابرار الحق ہردوئی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک مریض لایا گیا جو زیادہ ذکر کرنے کی وجہ سے نیم پاگل ہو چکا تھا۔ حضرت مولانا نے اس مریض کو ہمارے حضرت کے حوالے فرمایا کہ آپ اس کا علاج کریں۔ ان صاحب کی گردن مسلسل ہل رہی تھی۔ حضرت والا نے کہا کہ گردن کو تو روکو۔ اس نے کہا کہ روکنے پر قدرت نہیں ہے۔ پہلے پیر صاحب نے اتنا ذکر کروایا ہے کہ گردن ہلتی ہی رہتی ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ذکر بالکل ملتوی کر دو اور سر میں ٹھنڈے تیل کی مالش کرو۔ نماز بھی صرف فرض، واجب اور سنتِ مؤکدہ ادا کرو۔ دوستوں میں ہنسو بولو۔ کچھ ہی دنوں میں صاحب معتدل ہونے لگے۔ ان کے بیٹوں نے حضرت والا کو خوب دعائیں دی کہ آپ نے ہمارے ابا کی جان بچالی ورنہ تو یہ مرنے کے قریب ہو گئے تھے اور ہر ایک سے لڑتے رہتے تھے۔ نہ جانے اس جیسے کتنے مریضوں کو حضرتِ اقدس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے جسمانی اور روحانی حیات عطا فرمائی۔ اس لیے

حضرت والا فرماتے تھے کہ اس زمانے میں تھوڑا بہت ہنسنا بولنا بھی ضروری ہے ورنہ انسان ڈپریشن کا مریض ہو جاتا ہے۔

حضرت والا کے پرانے خادم اور معالج جناب ڈاکٹر عبد السلام صاحب نے بتایا کہ میرے ایک مریض جو اس قدر ڈپریشن میں مبتلا تھے کہ میں علاج کرتے کرتے تھک رہا تھا میں نے انہیں مشورہ دیا کہ ہمارے شیخ کی خدمت میں آؤ تب ہی تمہاری بیماری ختم ہو سکتی ہے۔ کیوں کہ اللہ والوں پر سکینہ نازل ہوتا ہے اور یوں ان کے پاس بیٹھنے والے بھی سکون حاصل کرتے ہیں۔ جب ان مریض صاحب نے تجربہ کیا تو امریکا سے سال میں تین تین چار چار مرتبہ آتے تھے اور کہتے تھے خانقاہ میں داخل ہوتے ہی میرا ڈپریشن ختم ہو جاتا ہے اور میں خود کو پُر سکون محسوس کرتا ہوں۔

حضرت والا کی شانِ تربیت کا خاصہ یہ تھا کہ اپنے متعلقین کی کوتاہیوں کی اصلاح کرنے میں کبھی سمجھوتا نہیں کرتے تھے۔ حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ نے دورانِ بیان ایک مرتبہ یہ بھی فرمایا کہ میں جس کی اصلاح نہ کر سکوں اور جس کی عزت مجھے کرنی پڑے میں اسے بیعت نہیں کرتا۔ حضرت اقدس کیونکہ سب مسلمانوں سے عموماً اور سالکین سے خصوصاً محبت فرماتے تھے، اس لیے چاہتے تھے کہ سب اللہ والے بن جائیں۔ ظاہر تا باطن قول تا حال کوئی بھی محروم نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کی اس تمنا کی تکمیل بھی کافی حد تک فرمادی۔

ایک مرتبہ حضرت مفتی نظام الدین شامزئی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ مولانا حکیم اختر صاحب کی نسبت بہت قوی ہے، ان کے سب مریدین ان کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں۔ حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ خود بھی بزرگوں کے نقشِ قدم کی مکمل اتباع فرماتے اور اپنے متعلقین سے بھی یہی فرماتے تھے کہ اپنے اکابر کے نقشِ قدم سے سرِ مو انحراف نہ کرنا۔ بعض اوقات جب کسی سالک کو اصلاح کے لیے تنبیہ کرتے تو پھر اس پر مہربانی بھی فرماتے اور محبت بھی نچھاور کرتے۔

حضرت والا فرماتے تھے کہ مرید اصل میں اسٹوڈنٹ ہوتا ہے، اس لیے پہلے اسے محبت کا اسٹو کھلاتا ہوں پھر ڈینٹ نکالتا ہوں۔ نیز فرماتے کہ مہربان اور شفیق ڈاکٹر پہلے بے ہوش کرتا ہے پھر آپریشن

کرتا ہے، پھر زخم پر مرہم بھی لگاتا ہے۔ شیخ کو بھی اسی طرح پہلے اللہ تعالیٰ کی محبت میں بے ہوش کرنا چاہیے، پھر آپریشن کے بعد مرہم لگانا چاہیے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس ڈانٹ کی نوبت بھی بہت کم آتی تھی اور حضرت اقدس کی ڈانٹ بھی محبت سے لبریز ہوتی تھی بقول بھائی صاحب کے۔

عجیب درد ہے اس باخدا کے لہجے میں
وہ ٹوکتا ہے خطا پر عطا کے لہجے میں

ایک بڑے مفتی صاحب نے بتایا کہ جب مجھے حضرت والا کے ساتھ کھانا کھانے کی سعادت نصیب ہوئی تو آخر میں پلیٹ میں کچھ شوربہ وغیرہ موجود تھا۔ حضرت والا نے اپنے پرانے خادم سے میرے سامنے فرمایا کہ یہ بڑے عالم ہیں ان کا جھوٹا برتن صاف کرلو۔ وہ مفتی صاحب کہتے ہیں کہ میں سن کر پانی پانی ہوگیا۔ حضرت والا نے کس انداز سے تربیت فرمائی۔

بندے نے عرض کیا ہے کہ

شاہِ امداد سی رحم کی شان ہے
حضرتِ پھولپوری کا فیضان ہے
حضرتِ تھانوی کا مہکتا چمن
ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون

(بشکریہ روزنامہ اسلام کراچی، ۴/ شعبان ۱۴۳۴ھ بمطابق 14/ جون 2013ء)

.........☆.........

حضرت والا کی محبت و شفقت

حضرت شاہین اقبال اثرؔ صاحب جونپوری مدظلہٗ (کراچی)
خلیفہ مجاز سلطان العارفین شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدّدِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر قدس سرہ و معروف شاعر

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر رحمہ اللہ تعالیٰ سے آغاز تعلق ہی میں جب بندہ بیعت بھی نہیں ہوا تھا مگر گاہے گاہے حاضری کی کوشش کرتا تھا تو چند دن تعلیمی مشغولیت کی وجہ سے غیر حاضر رہا، پھر جب حاضر ہوا تو خانقاہ کے ساتھیوں نے بتایا کہ تم کہاں غائب تھے حضرت والا تمھیں یاد فرما رہے تھے۔ مجھے اس پر خوشی تو ہوئی مگر ساتھ ہی حیرت و تعجب بھی ہوا کہ اتنے سارے متعلقین میں میرے جیسے نو آموز و نالائق خادم کو بھی حضرت والا یاد رکھتے ہیں، اس طرح مزید تعلق بڑھ گیا اور جیسا کہ حضرت عارف رومی کا شعر ہے کہ

عشق معشوقاں نہانست و ستیر
عشق عاشق بادو صد طبل و نفیر

یعنی معشوقوں اور محبوبوں کو بھی اپنے عشاق سے محبت ہوتی ہے مگر اکثر وہ اس کا اظہار نہیں کرتے بلکہ دل میں مخفی رکھتے ہیں اور عشاق اپنے عشق کا اعلان ببانگ دہل کرتے ہیں، لیکن اس کے برعکس حضرت والا بارہا اپنے طالبین اور محبین سے محبت کا اظہار فرمایا کرتے تھے، چنانچہ کئی مرتبہ سامعین کو مخاطب کر کے حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ملفوظ دوہرایا کہ میں آنے والوں کی جوتیوں کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں، بعض اوقات فرمایا کہ ؏

"ہم بات کریں گے جو کوئی کان ملے گا"

اور پھر یہ شعر بھی بار بار سنایا کہ

تشنگاں گر آب جویند از جہاں

آب ہم جوید بعالم تشنگاں

کہ جس طرح پیاسا کنویں کو تلاش کرتا ہے، کنواں بھی اپنے پیاسوں کو تلاش کرتا ہے۔ بندے نے اسی حال کو شعر میں بند کیا ہے کہ؂

مطلوب کے لیے تو چھڑکتے ہیں جاں سبھی

طالب کے لیے دل کا بچھانا عجیب ہے

حضرت والا کے ایک بہت پرانے خادم نے اپنا قصہ خود بندے سے بیان کیا کہ ایک زمانے میں جب میں اپنے معاشی حالات سے پریشان ہو کر تقریباً نفسیاتی مریض بننے لگا تھا کہیں سے حضرت والا کی کتاب معارف مثنوی میرے ہاتھ لگ گئی، میں اسے پڑھ کر اتنا متاثر ہوا کہ لوگوں سے پوچھتے پوچھتے اور ڈھونڈتے ڈھونڈتے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ حضرت والا نے میری خستہ حالی دیکھ کر نہ صرف یہ کہ مجھ سے مفرح گفتگو فرمائی اور حوصلہ دیا بلکہ ساتھ ہی اس زمانے میں مجھے پچاس روپے ہدیہ دیا اور فرمایا کہ جاؤ اس سے وہ مرغا خریدو جس نے ابھی پہلی اذان دی ہو اور خوب خوش رہو۔ ان صاحب نے بتایا کہ اس کے بعد میری زندگی میں انقلاب آگیا اور میں حضرت کی محبت سے گھائل ہو کر شریعت و سنت کا پابند ہو کر سلوک کے زینے طے کرنے لگا۔ حضرت والا کے خادم خاص اور خلیفہ اجل جناب سید عشرت جمیل میرؔ صاحب نے کئی بار سنایا کہ میں جب حضرت والا کی خدمت میں اپنی اصلاح کی غرض سے رہنے لگا تو جو چیز مولانا مظہر صاحب کے لیے منگواتے حضرت والا میرے لئے بھی منگواتے، یہاں تک کہ عید پر جوتے اور کپڑے بھی انہی جیسے آتے تھے۔ حضرت والا نے میرؔ صاحب کے لئے کئی بار فرمایا کہ یہ علی گڑھ کے بی کام ہیں، اگرچہ اب بے کام ہیں۔ بنگلا دیش کے ایک بڑے عالم نے عجیب بات کہی کہ اگر اللہ تعالیٰ محبت کو کوئی جسم دیتا تو وہ حضرت والا ہی کی شکل میں ہوتا۔ اس ملفوظ کو حضرت میرؔ صاحب نے اپنے شعر میں کس خوبی سے ادا فرمایا ہے کہ؂

محبت کو کوئی اگر جسم ملتا وہ ہوتا سراپا مِرے شیخ ہی کا

ارے وہ تو خود ہیں سراپا محبت، سنو گے بس ان سے محبت کی باتیں

میری موجودگی میں ایک عالم صاحب نے حضرت سے شکایت کی کہ میں جس مسجد میں امام ہوں وہاں کے لوگ مجھ سے محبت نہیں کرتے، بلکہ دلوں میں بغض و نفرت رکھتے ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ آپ تو عالم ہیں، آپ نے یہ حدیث شریف نہیں پڑھی "**المومن مالف و لاخیر فی من لایالف ولایولف**" کہ مومن جائے محبت ہے اور اس میں خیر نہیں جس نے محبت نہیں کی اور جس سے محبت نہیں کی گئی۔ اس میں "محبت نہیں کی" پہلے ہے اور "نہیں کی گئی" بعد میں ہے۔ پہلے آپ محبت نچھاور کریں، پھر دیکھیں کہ لوگ کس طرح آپ سے محبت کرتے ہیں۔ حضرت والا کی اس طرز تربیت ہی پر بندے نے یہ شعر عرض کیا تھا کہ

طریق الاولیا ہے یہ ولایت کی نشانی ہے
محبت بانٹنا اہل محبت کی نشانی ہے

ظاہر ہے جس کے پاس جو چیز ہوتی وہ وہی تقسیم کرتا ہے، حضرت والا اللہ تعالیٰ کی محبت کا خزانہ تو لٹاتے ہی تھے ساتھ ہی مخلوق سے بھی اللہ کے لئے ایسی محبت فرماتے کہ انسان یہ شعر پڑھنے پر مجبور ہو جاتا کہ

جن سے مل کر زندگی سے عشق ہو جائے وہ لوگ
آپ نے دیکھے نہ ہوں شاید، مگر ایسے بھی ہیں

حضرت والا بارہا سرورِ عالم ﷺ کا یہ فرمان سناتے کہ "**الخلق عیال اللہ فا احب الخلق الی اللہ من احسن الیٰ عیالہ**" یعنی ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی عیال ہے پس اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ وہ ہے جو اس کی عیال سے اچھا سلوک کرے۔ پھر ایک اور حدیث پاک "**التودالیٰ الناس نصف العقل**" اس کی شرح میں فرمایا کہ جو شخص لوگوں سے محبت نہیں کرتا اس کی عقل آدھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر طبقے کے لوگ حضرت سے محبت کرتے تھے اور حضرت کی فرقت پر سبھی اشکبار ہیں۔ حضرت والا کی محبت ہی کا یہ اثر تھا کہ آپس میں متعلقین بھی شیر و شکر رہتے تھے، بقول شاعر

ہر شخص جو آپس میں یہاں شیر و شکر ہے

یہ حضرت اقدس کی محبت کا اثر ہے

ساؤتھ افریقہ سے آنے والے سیاہ فام نو مسلم مولانا موسیٰ پر حضرت نے ایسی محبت نچھاور کی کہ وہ اشکبار ہو کر یہ کہنے پر مجبور ہو گیا کہ ایسی محبت تو مجھے ماں باپ سے بھی نہیں ملی۔ حضرت والا نے ان کے بارے میں کئی بار فرمایا کہ یہ چہرے کا کالا ہے مگر دل کا اجلا ہے۔ آج اتنے شکستہ دلوں کا غمخوار سب غموں سے نجات پا کر آسودۂ خاک ہے، اللہ تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائے اور ہمیں ان کی تعلیمات پر عمل کی توفیق سے نوازے، آمین۔ (بشکریہ روزنامہ اسلام کراچی، ۲۶/رجب ۱۴۳۴ھ بمطابق 6/جون 2013ء)

.........☆.........

حضرت والا کی شانِ استغناء

حضرت شاہین اقبال اثرؔ صاحب جونپوری مدظلہ (کراچی)
خلیفہ مجاز سلطان العارفین شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدّدِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر قدس سرہ و معروف شاعر

حضرت مجذوب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا ؎

شاہ صاحب جو سمجھتا ہے تو بھک منگوں کو
تو نے دیکھی ہی نہیں صورتِ شاہانہ ابھی

اور حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے لیے شاعر نے کہا ؎

نہ لالچ دے سکیں تجھ کو کبھی سکوں کی جھنکاریں
ترے دستِ توکل میں تھیں استغناء کی تلواریں
جلالِ قیصری بخشا جمالِ خانقاہی کو
سکھائے فقر کے آداب تو نے بادشاہی کو

ہمارے شیخ و مرشد بھی اسی مسلکِ تھانوی کے پیروکار تھے یعنی استغنا ایسا کہ اہل زر ششدر رہ جائیں اور فقر ایسی کہ بادشاہ بھی غلامی کو فخر سمجھیں۔ بقول میرے برادرِ کبیر جناب تائبؔ جونپوری صاحب کے ؎

دیکھا ہے مِرے شیخ کو دنیا نے بہ حسرت
دنیا کو نظر اس نے اٹھا کر نہیں دیکھا

حضرتِ اقدس کی شانِ استغناء کو اگر تفصیل سے لکھا جائے تو مضمون کئی قسطوں کا متقاضی ہو گا، اس لیے معدودے چند واقعات جو ذہن کے گوشوں میں نقش ہیں، انہیں رقم کرتا ہوں۔ جب

حضرت والا ناظم آباد میں تشریف فرما تھے تو ایک قاری صاحب ایک ہزار روپے لے کر آئے کہ کسی نے یہ ہدیہ بھیجا ہے کہ اسے دینی ادارے میں استعمال فرمالیں، حضرت نے ان سے دریافت کیا کہ جنہوں نے یہ روپے دیے ہیں وہ کیا کام کرتے ہیں؟ قاری صاحب نے کہا کہ وہ بینک میں ملازم ہیں۔ حضرت نے روپے واپس کر دیے اور فرمایا کہ ان سے کہہ دینا کہ ہم حرام آمدن کی رقم دینی ادارے میں نہیں لگاتے۔ جب قاری صاحب نے ان صاحب کو رقم واپس کی تو حیرت کی وجہ سے وہ حضرت کی زیارت کے لیے ناظم آباد آئے کہ ایسے بھی لوگ ہیں جو ایک ہزار روپے واپس کر دیتے ہیں، اب ہم خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس وقت یعنی 1980ء سے قبل کے ایک ہزار تھے، جو اب نہ جانے کتنے بنیں گے۔ پھر جب حضرت گلشن اقبال میں مسجد اور خانقاہ تعمیر کرنا چاہتے تھے تو ایک خاتون نے کسی کے ذریعے پندرہ لاکھ کی رقم دینے کا ارادہ ظاہر کیا مگر ساتھ ہی اس نے کہلایا کہ دروازے پر ان کے خاوند کا نام جلی حروف میں لکھا جائے کہ یہ مسجد ان کے ایصالِ ثواب کے لیے بنوائی گئی ہے۔ حضرت نے یہ کہہ کر رقم لینے سے انکار کر دیا کہ مسجد کے نام کی تختی (یعنی مسجد اشرف) پہلے ہی لگ چکی ہے، اب کسی اور کی تختی نہیں لگ سکتی۔

حضرت نواب قیصر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ (جو دینی حلقوں میں کسی تعارف کے محتاج نہیں) کے حضرت والا سے دوستانہ اور برادرانہ تعلقات تھے۔ ایک مرتبہ نواب صاحب نے کہا کہ حضرت دوبئ میں میرے ایک دوست ہیں، میں ان سے کہہ دوں گا تو آپ کے ادارے کے لیے سات لاکھ روپے دے دیں گے۔ حضرت نے فرمایا ٹھیک ہے، اگر وہ خود نیک کام میں حصہ لینا چاہتے ہیں تو ہمیں کیا اعتراض ہے مگر کچھ دنوں بعد نواب صاحب نے حضرت والا کو بتایا کہ انہوں نے کہا کہ جو مسجد کا متولی ہے وہ یہاں آکر دستخط کرے تو ہم رقم حوالے کر دیں گے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، یہ فقیر کسی امیر کے دروازے پر نہیں جائے گا، ورنہ قیامت تک کے لیے یہ دھبّہ لگ جائے گا کہ اس ادارے کا متولی کسی امیر کے دروازے پر گیا تھا، لہٰذا حضرت نے سخت ضرورت کے باوجود وہاں جانے سے صاف انکار کر دیا۔ نواب قیصر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت کے اس جواب سے بے حد متاثر

ہوئے اور فرمایا کہ اگر میں کسی اور کو کہہ دیتا تو وہ میرے جوتے اٹھاتا کہ کسی طرح یہ رقم ہمیں مل جائے، مگر جو خوش قسمت لوگ اللہ والوں کی جوتیاں اٹھاتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں اہلِ زر کے احتیاج سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

ایک صاحب جو اپنی رقم اللہ کی راہ میں لگانا چاہتے تھے، کسی حوالے سے اس زمانے میں مسجد اشرف آئے، جب مسجد تعمیر ہو رہی تھی۔ انہوں نے دورانِ گفتگو معترضانہ انداز میں کہا کہ یہ ٹائل آپ نے اتنے اوپر تک کیوں لگائے ہیں، یہ تو بس نیچے نیچے کافی تھے۔ حضرت نے بے ساختہ فرمایا کہ میں نے آپ سے مشورہ مانگا ہے؟ افسوس ہے آپ نے اپنے مشورے کو ضائع کیا، پھر انہوں نے لاکھ کوشش کی کہ حضرت ان کی رقم قبول کر لیں مگر حضرت نے کسی طرح قبول نہ کیا کہ جو پہلے ہی اعتراض کر رہا ہے، وہ بعد میں نہ جانے کیا کرے گا اور پھر فرمایا کہ یہ میرے بزرگوں کی جوتیوں کا صدقہ ہے کہ میں استغناء کے ساتھ دین کی خدمت کر رہا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ میرے شیخ نے مجھے نصیحت فرمائی تھی کہ دین کا کام امام بن کر کرنا غلام بن کر نہ کرنا۔

ایک مرتبہ سعودی عرب کے کوئی بڑے سرکاری آدمی حاضر خدمت ہوئے اور کہا حضرت کوئی خدمت ہو تو مجھے حکم دیں، تکمیل کرنا میری سعادت ہو گی، علالت کی حالت میں حضرت والا نے آنکھیں موند لیں، پھر آنکھیں کھولتے ہوئے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ میرے لیے یہ فقیر کافی ہیں۔ وہ حیران ہو کر حضرت والا کو دیکھنے لگے کہ میرے پیچھے تو عجمی لوگ ہر وقت پھرتے ہیں کہ کسی طرح ہمارا مدعا ہی سن لیں مگر۔

یہاں تو ایک پیغامِ جنوں پہنچا ہے مستوں کو
انہی سے پوچھیے دنیا کو جو دنیا سمجھتے ہیں

جب حضرت والا ساؤتھ افریقہ تشریف لے گئے تو ایک بہت بڑے تاجر نے (جن کا بہت بڑا اسٹور تھا، جس میں سوئی سے لے کر گاڑیاں تک موجود تھیں) حضرت سے درخواست کی کہ میرے اسٹور میں تشریف لا کر دعا فرمادیں، حضرت نے دعا فرمادی، پھر انہوں نے پورے اسٹور کا معاینہ کروایا،

پھر عرض کیا حضرت والا اس میں سے جو چیز آپ کو پسند ہو آپ قبول فرمالیں، مجھے بہت خوشی ہو گی، مگر حضرت نے ان تاجر صاحب کے دل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے تو تمہارا دل چاہیے، جس میں میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا باغ لگاؤں۔ وہ تاجر اتنے متاثر ہوئے کہ رات میں حاضر خدمت ہو کر حضرت کے پاؤں دبانے لگے۔ ان کے جانے کے بعد کسی نے کہا کہ حضرت یہ تو اتنا دولت مند ہے کسی کے ساتھ گفتگو اور مسکرانے کی نوبت بھی کم آتی ہے، اس نے آپ کے پاؤں کیسے دبائے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس تاجر نے میرا پاؤں اس لیے دبایا کہ میں نے اس کی جیب نہیں دبائی۔

اسی قسم کے دو بڑے تاجر حضرت والا کے پاس موجود تھے تو ایک صاحب سید عشرت جمیل میر صاحب سے کہنے لگے کہ یہ دونوں اتنے دولت مند ہیں کہ اگر چاہیں تو افریقہ کا فلاں شہر خرید لیں، جس میں سونے کے پہاڑ بھی ہیں۔ حضرت میر صاحب کو دولت و دنیا سے مرعوب ہونے والی یہ بات ناگوار گزری اور فرمایا کہ دیکھو کہ حضرت ان دونوں سے کیا فرمارہے ہیں۔ ایک شخص کو فرمارہے تھے پائنچے ٹخنے سے اوپر رکھا کریں اور دوسرے کو فرمارہے ہیں کہ جب کسی دینی خادم کے پاس حاضر ہو تو سر کو ڈھانک کر جایا کرو۔ وہ مرعوب شخص حیرت اور شرمندگی کی تصویر بن کر رہ گئے۔ اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے، اللہ تعالیٰ نے اس درجے کے قطبِ دوراں کی صحبت بابرکت سے مجھ جیسے نااہل کو برسوں بلا استحقاق نوازا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں۔

تو مجھ کو اسی بات پر محبوب بنا لے
مجھ پر بھی ترے عشق کا الزام بہت ہے

(بشکریہ روزنامہ اسلام کراچی، ۲۹/رجب ۱۴۳۴ھ بمطابق 9/جون 2013ء)



حضرت والا کے حالاتِ زندگی حضرت والا کی اپنی زبانی

جناب مولانا مجیب الرحمٰن منصور صاحب (کراچی)

ارشاد فرمایا کہ میں ریل میں سفر کررہا تھا، ریل کے ڈبے میں نیچے بیٹھ کر میں اپنے شیخ کے پیر دبا رہا تھا، ایک ہندو نے مجھ سے پوچھا کہ یہ آپ کا کون لگتا ہے، میں نے کہا یہ ہمارا گرو لگتا ہے اور میں ان کا چیلا ہوں تو اس نے کہا شیوہ کرے تو میوہ کھائے یعنی جو خدمت کرتا ہے پھل کھاتا ہے تو اللہ کا شکر ہے پھل دیکھ رہا ہوں۔جب شیخ نے یہ فرمایا تو اطمینان ہوگیا۔شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمہیں جو نعمتیں مل رہی ہیں تمہاری خدمت کی برکت ہے، اللہ تعالیٰ میرے شیخ کااس حسنِ ظن کو میرے لیے صحیح فرمائے۔ آپ جو جنگل میں منگل یہاں دیکھ رہے ہیں، اس کے لیے مولوی کو کتنا ذلیل ہونا پڑتا ہے لیکن آج اختر اور میری اولاد کسی دروازے پر نہیں گئے۔اب بھی اگر کسی کو یقین نہیں آئے کہ اللہ والوں سے تعلق پر کیا ملتا ہے تو میں اسے یہی کہوں گا کہ ظالم محروم ہے، اس کی جان عاق ہے جیسے اولاد عاق کردی جاتی ہے ایسے ہی بعض روحیں عاق کردی جاتی ہیں جن پر اللہ کا غضب ہوتا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ جب خواجہ صاحب تھانہ بھون میں داخل ہوئے تو انہوں نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا تھا کہ

نہیں کچھ اور خواہش میں آپ کے در پر لایا ہوں
مٹا دیجیے مٹادیجیے میں مٹنے ہی کو آیا ہوں

اور یہ لکھا تھا

شان میری گھٹائے جا

رتبہ میرا بڑھائے جا

ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ چھ مہینے کے لیے شیخ مجھ سے ناراض ہوگئے ، جرم یہ تھا سب لڑکوں کے ساتھ ہم کھانا نہیں کھائیں گے، مدرسہ کے لڑکوں نے شکایت کردی کہ انھوں نے کھانا نہیں کھایا ، پوری دیگ خراب ہوگئی، میں اگر کھاتا تو وہ پورے تین سو لڑکے مل کر میری پٹائی کرتے ، اس لیے مارے ڈر کے میں نے بھی کھانا نہیں کھایا لیکن حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم میرے پاس چلے آتے، پانچ میل پر میرے شیخ کا گھر تھا ، تو حضرت نے فرمایا کہ تم میرے پاس چلے آتے کہ حضرت آج ایساہوا، لڑکوں نے کھانے پر کیڑا نکالا ، اعتراض کیا لہٰذا حضرت نے تقریباً چھ مہینے تک مجھ سے بات نہیں کی۔ میرے تقریباً دس گیارہ خط کا حضرت نے جواب ہی نہیں دیا ، معافی گڑگڑاکر مانگ رہا ہوں، کھانا بھی نہیں کھارہا، مر جاؤں گا ، رات بھر رورہا ہوں، دن بھر رورہا ہوں آپ کی ناراضگی میں، کوئی جواب نہیں دیا۔ تین مہینے بعد صرف اتنی اجازت ملی کہ دور سے سلام کرو، مصافحہ نہیں کرسکتے، نہ مجلس میں بیٹھ سکتے ہو یہ ناز اٹھائے ہیں۔ پھر دو مہینے کے بعد اجازت ملی کہ سلام کے لیے مصافحہ کرسکتے ہو مگر مجلس میں نہیں بیٹھ سکتے، پھر تین مہینے بعد فرمایا مجلس میں بیٹھ سکتے ہو، مجلس میں بیٹھنے کی اجازت ملی مگر فرمایا میرے گھر پھولپور نہیں آسکتے پھر مہینوں روتا رہا ، بہت دنوں کے بعد فرمایا اچھا اب پھولپور بھی آسکتے ہو۔ میں نے غم اتنے اٹھائے ہیں کہ دل جانتا ہے۔

لہٰذا جب میرے قلم سے سب سے پہلی کتاب معرفتِ الٰہیہ لکھی گئی تو ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ نے میرے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا کہ اختر کو اللہ تعالیٰ نے کتنے غضب کا قلم دیا ہے ، ان کی تحریر عجیب و غریب ہے تو حضرت نے فرمایا خبردار اپنا کمال مت سمجھنا یہ استاد کا فیض ہوتا ہے جو بڑا کارنامہ

ہوجاتا ہے۔اس کے بعد ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان کی کتاب تو بڑی عجیب و غریب ہے ، اچھا مضمون لکھ لیتے ہیں، حضرت نے فرمایا میں نے ان کی رگڑائی بھی بہت کی ہے ، اتنی بڑی رگڑائی کہ اگر عام لوگوں کے ساتھ یہ معاملہ ہوجائے تو بلبلا کر شیخ کو تین طلاق دے کر بھاگ جاتے ، کوئی اور شیخ کرلیتے مگر شیخ بدلنے والا غیر مخلص ہوتا ہے الّا یہ کہ شیخ شرعاً واجب الترک ہو تو اور بات ہے لیکن اگر کوئی اس کے غصہ، ڈانٹ ڈپٹ سے شیخ بدلتا ہے تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ساری زندگی پریشان رہتا ہے کیونکہ اس نے آپ کی اصلاح کے لیے سختی کی ہے مگر سختی سے ڈر کے بھاگنا دلیل ہے کہ عشق خام ہے، کچا عشق ہے۔

مفتی محمد حسن امرتسری جامعہ اشرفیہ لاہور کے بانی تھے۔انہوں نے حضرت کو خط لکھا کہ اگر میں ایک ہزار سال سجدے میں سر رکھے رہوں ، اس کے بعد ایک نظر آپ اپنے کو دکھادیں تو ہماری قیمت ادا ہوگئی۔

مولانا ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لاتے تھے تو معمولی سی گندگی کہیں ہوجائے ، کوئی بات ہوجائے تو ایسے آنکھ بدلتے تھے، ایسی ڈانٹ لگاتے تھے کہ کلیجے ہل جاتے تھے۔لیکن میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ یا اللہ اور تو بڑے بڑے مجاہدے ہیں نہیں، اپنی راہ میں میرے شیخ کی ڈانٹ ڈپٹ کو اور ان کی سختیوں کو اپنی محبت کے کھاتے میں لکھ کر آپ ہم سے خوش ہوجایئے۔

جب یہ پانچ منزلہ عمارت بن رہی تھی تو چالیس لاکھ میں تعمیر ہوئی تھی، میرے پاس صرف پندرہ بیس لاکھ تھے ، ایک شخص کے دل میں اللہ تعالیٰ نے بلا سوال ڈالا ، اس نے دوسرے ملک سے فون کیا کہ میں کچھ پیسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا چاہتا ہوں اور اس نے میرا نام لے کر کہا کہ میرا ان کے مدرسہ میں دینے کا دل چاہتا ہے۔جس ظالم سے مشورہ لیا اس ظالم نے اس کو اس صورت سے محروم کرڈالا ، وہ بھی ایسا مستغنی کہ اس نے

ہمیں فون بھی نہیں کیا، اس نے کہا کہ صاحب پوچھ کر بتاؤں گا، اسی طرح ایک مہینے گذر گئے، اس کو چاہیے تھا کہ ہمیں بتاتا جب کہ میرا خاص تھا کہ جلدی سے ہمیں فون کرکے رقم لے لیتا، مگر وہ بھول جاتا تھا، تو جب اللہ کو دینا تھا تو اس کے سر پر مسلط کردیا، بار بار وہ تقاضہ کررہا ہے، بجائے اس کے کہ مولوی تقاضہ کرے وہ مالدار میرا نام لے کر بار بار تقاضہ کررہا ہے کہ تم نے ابھی تک کیوں رابطہ نہیں کیا؟ اب آپ بتایئے کہ کیا یہ اللہ والوں کا انعام نہیں ہے؟ کوئی کراچی کیا پاکستان سے ثابت نہیں کرسکتا کہ اختر یا اولاد کسی دروازے پر گئی ہو، کیا اللہ والوں کی یہ کرامت نہیں ہے؟ اللہ والوں کی دعاؤں کی اس سے زیادہ اور کیا کرامت چاہتے ہو؟ جبکہ محدثین اور بخاری پڑھانے والے دروازے دروازے چندے مانگ رہے ہیں۔ بنگلہ دیش کے ایک محدث نے 50 روپئے چندہ مانگا، اور جن سے مانگا وہ قاری عبدالحق تھے جو حمیدیہ لائبریری میں ملازم تھے، انہوں نے خود آکر مجھے بتایا، انہوں نے کہا کہ آج ایک صاحب آئے تھے اور ہم سے 50 روپے لے کر گئے ہیں وجہ یہ تھی کہ کسی اللہ والے سے نہیں جڑے تھے، اپنے نفس کو نہیں مٹایا تھا، اگر اہلِ نسبت ہوتے تو خود ہی دل نہیں چاہتا، صاحبِ نسبت کے لیے مانگنا قتل کے مترادف ہے، جس کو اللہ اپنی نسبت دیتا ہے اس کو عزت بھی دیتا ہے، جو بادشاہ کا دوست ہوتا ہے اسے غیرت بھی ہوتی ہے۔ مانگنے کا عنوان دیکھئے، میرا طریقہ یہ ہے کہ جو یہاں آتے ہیں ان کو مطلع کرتا ہوں، اگر کبھی ضرورت شدید ہوئی اور اہلِ خیر آگئے تو ان سے اس طرح اندازِ گفتگو سے کہتا ہوں اس میں بھی اللہ والوں کی قیامت نظر آئے گی کہ اگر آپ کو ضرورت ہے اپنی کرنسی وہاں لینے کے لیے تو میرے پاس ہنڈی ہے جس میں ہم کمیشن بھی نہیں لیتے اور میری ہنڈی قابلِ اعتماد ہے جس کے چیئرمین مولانا ابرار الحق صاحب ہیں اگر آپ کا دل چاہتا ہے کہ آپ کچھ رقم میدانِ محشر کے لیے بھیج دیں جہاں ہمیشہ رہنا ہے تو میرے ہاں آپ کو اجازت دی جائے گی، میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں اپیل نہیں کرتا، کہ آپ کو اپنی کرنسی ٹرانسفر کرنے

کے لیے اختر موقع فراہم کررہا ہے ، میرا احسان مانیے ، اس طرح پیسہ میرے پاس آتا ہے، یہ میرا کمال نہیں ہے ، یہ ہمارے بزرگوں کی دعاؤں کا صدقہ ہے۔

ایک شعر ہے تو کافر کا مگر اس میں بھی اگر کوئی اچھی بات مل جائے تو کیا لینا منع ہے؟ ایک کافر ہندو اپنے بزرگ استادوں کے لیے کہتا ہے، وہ جس گروہ کا چیلا تھا اس نے اسے زبردست پڑھایا کہ یہ بڑا زبردست کمشنر بن گیا ، اب بڑے بڑے کلکٹر اور ڈپٹی کمشنر اسے سلام کرنے آرہے ہیں اس نے یہ شعر کہا؎

چاند تارے میرے قدموں میں بچھے جاتے ہیں
یہ بزرگوں کی دعاؤں کا اثر لگتا ہے

آہ اس کافر کے شعر سے سبق لے لو۔

اگر میں نہیں بتاتا تو آپ ہرگز نہیں سمجھ سکتے تھے کہ کسی ہندو کا شعر ہے۔

حضرت فرماتے تھے اگر میں کسی کو ڈانتا ہوں، کسی پر کڑکتا ہوں ، اخراج کرتا ہوں، اس زمانے میں اس کے لیے بے حد دعا مانگتا ہوں۔

یہ راز خواجہ صاحب کو معلوم تھا اس لیے فرمایا؎

وہ دل کے پاس رکھتے ہیں نظر سے دور کرتے ہیں
لڑکوں کا عشق علم دین سے محروم کردیتا ہے

کسی علاقہ کے محدث میرے پاس آئے ، مجھ سے بیعت ہوئے، انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے پڑھنے کے زمانے میں ایک طالب علم دوسرے طالب علم پر عاشق ہوگیا ، وہ بجائے سبق یاد کرنے کے ہر وقت اس کے کپڑے دھوتا تھا ، اس کے کپڑے میلے نہیں ہونے دیتا تھا، ہر وقت کپڑے دھوکر استری کرتا تھا، لیکن اس کا کیا انعام ملا، انعام تعبیر الذنب کی وجہ سے کہہ رہا ہوں، جب پڑھائی ختم ہوگئی، فیل ہوگئے، دیوبند داخلے کے لیے گئے وہاں داخلہ نہیں ملا تو کپڑا سی رہے ہیں، درزی بنے ہوئے ہیں ، دین بھی گیا دنیا بھی گئی،

دونوں گئے۔ ایک پاخانہ کے مقام کے حصول کے لیے اتنی بڑی ڈاڑھی ہوتے ہوئے بے آبرو ہوا، مدرسہ سے نکالا گیا، عزت بھی گئی، علم بھی گیا، علم کی دولت سے محروم ہوگیا، اللہ تعالیٰ ایسے نالائقوں سے دین کا کام نہیں لیتا۔ جو شخص گناہ نہیں چھوڑتا اللہ تعالیٰ اس سے دین کام نہیں لیتا۔ بظاہر نظر آئے گا مگر برکت نہیں ہوگی۔

میں نے لمبے لمبے وظیفے نہیں پڑھے لیکن میں نے جن اللہ والوں کا دامن پکڑا ہے ان سے وفاداری کے جواہرات، موتی پیش کریں، اس کی کوشش کی ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ہم اس میں پاس ہوگئے مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ کچھ نہ کچھ حصہ ملے گا۔

میرے بیٹے مولانا مظہر میاں سلمہ نے اللہ کی رحمت پالی

جب مولانا مظہر صاحب بچے تھے، مجھے اب تک اس کا خلق ہوتا ہے کہ میں نے اپنے بچے کو باپ والا پیار نہیں دیا اس لیے کہ میں حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رہتا تھا اور مجھے ایسا کوئی اور بدل نہیں نظر آتا تھا جو میرے شیخ کو نہلائے، دھلائے، وضو کرائے، پانی مٹکے سے لائے، جب حضرت کا پانی ختم ہوجاتا تھا تو تقریباً آدھے میل سے پانی لانا پڑتا تھا، کیونکہ حضرت کنویں کا پانی استعمال نہیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ جمعہ پڑھ کر گئے، مغرب کے بعد پہنچے، اندھیرا ہوگیا، کھانا وغیرہ کھایا، وہاں بھی لوگ ملنے آنے لگے اب وہاں بھی دین کی بات ہورہی ہے، اس کے بعد سوگئے، صبح اٹھے جمعہ کے دن ناشتہ کے بعد پھر شیخ کی مجلس کی مصروفیات، تو کہاں وقت ملتا تھا اور کاموں کے لیے، اس لیے ہمارا بیٹا ہماری محبت کو نہیں پاسکا، لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رحمت پالی۔ اگر ہماری محبت نہ پائے جیسا کہ حضور ﷺ نے ماں باپ کی رحمت و محبت نہیں پائی یتیم ہوگئے، لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت پائی یا نہیں بس اللہ تعالیٰ کی رحمت دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے ٹوٹے پھوٹے اعمال کو بھی وہ قبول کرلیتا ہے۔ ہمیں مولانا مظہر سے امید نہیں تھی کہ وہ مقرر ہوں گے، اس کے لیے تو بہت پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان اپنی رحمت سے کھول دی، مجھ پر

فضل عظیم فرمایا، میرا دل ان کی تقریر سے باغ باغ ہوجاتا ہے، اتنے مسائل اور عبارتیں یاد ہیں ماشاء اللہ، اللہ تعالیٰ اور رحمت فرمائیں۔

ہر ملک کی اصطلاح الگ ہوتی ہے

بنگلہ دیش میں مولانا ابرار الحق صاحب نے خطاب کیا اور فرمایا بالوں کی حفاظت کرو، عورتیں بہت ناراض ہوئیں کہ ناف کے نیچے کیسے دیکھ لیا آپ نے؟ تو مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کے کان میں کہا حضرت یہاں عورتیں بہت برا مانیں گی آپ بال نہ کہیئے یہاں اسے چول کہتے ہیں، جبکہ بال ناف کے نیچے کے بال کو کہتے ہیں تو عورتیں غصہ ہوگئیں کہ مولانا کو کیسے پتا چلا کہ ہم ناف کے نیچے کے بال ظاہر کرتی ہیں، اس لیے پہلے ہر ملک کی اصطلاح سیکھو، اگر دین پہنچانا ہے تو معلومات کرو کہ لغت میں کیا اختلافات ہیں۔

میرے شیخ شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمہ اللہ کی شان اور ۱۲ مرتبہ خواب میں حضور ﷺ کی زیارت:

میرے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ محبی و محبوبی لکھتے تھے، مولانا شاہ آپ کسی بھی خط میں نہیں پائیں گے بلکہ وہ ان کو محبی ومحبوبی مولانا شاہ عبدالغنی صاحب لکھتے تھے، حضرت کی تحریم ایسی تھی کہ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خواب کی تعبیر کے لیے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علومِ ولایت بھی دیا ہے اور علومِ نبوت بھی دیا ہے، اور بارہ مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، اور فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے ایسا دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ آپ کے چشمِ مبارک کے لال لال ڈورے بھی نظر آرہے تھے اور خواب ہی میں کہہ رہا ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا عبد الغنی نے آپ کو خوب دیکھ لیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ہاں عبدالغنی آپ نے خوب دیکھ لیاہے۔ ایسا خواب آج تک میں نے زندگی میں نہیں سنا ، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لال لال ڈورے بھی نظر آئیں۔ ان کے ساتھ سولہ سال اللہ نے رکھا۔

حضرت کا سینہ بھی بہت کشادہ تھا ، اللہ نے ان کو خوب طاقت عطا فرمائی تھی مگر انہوں نے ساری طاقت اللہ تعالیٰ پر فدا کردی۔

ایک دفعہ حضرت تین بجے رات کو اٹھے اور دن کے گیارہ بجے تک ایسے ہی بیٹھے رہے، دس پارے تلاوت کی، قصیدہ بردہ پورا ، ساتوں منزل مناجات مقبول کی بارہ تسبیح ، جب گیارہ بج گئے آٹھ گھنٹے ہوگئے تب فرمایا الحمدللہ ستر سال کی عمر ہے ، آج اللہ نے مجھے 8 گھنٹے بٹھاکر عبادت کرائی۔ یہ آنکھوں دیکھا حال ہے، یہاں پاکستان والوں نے شیخ کو کیا دیکھا؟ جنہوں نے ان کی جوانی دیکھی، ان کی عبادت دیکھی ان سے پوچھو کہ کیسے اللہ والے تھے، حضرت ایسی تلاوت کرتے تھے جیسے اللہ کو دیکھ رہے ہیں، اور ہر دس بیس آیتیں بعد زور سے اللہ کہتے تھے، جیسے ریلوے انجن میں اسٹیم زیادہ ہوجائے تو ڈھکن کھول دیا جاتا ہے، اس طرح حضرت اللہ کہتے تھے، ساری مسجد ہل جاتی تھی۔

ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب کو لکھا کہ جب میں دنیا کی زمین پر چلتا ہوں تو ایسا محسوس ہوتا ہے میں آخرت کی زمین پر چل رہا ہوں، حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ نے فرمایا ، یہ شخص اپنے وقت کے اولیاء صدیقین میں سے ہے۔ ان کا اتنا ایمان تھا۔

میں نے دیکھا حضرت کو روزانہ پھولپور کے بازار سے بخاری شریف پڑھانے گزرتے تھے، کبھی نہیں دیکھا کسی دکان کو دیکھ رہے ہیں، کمال ہے اس شخص کا۔ بس سامنے نظر رہتی تھی، ان کا نام تھا کہ دنیا میں رہتے ہیں، ایسا لگتا تھا کہ عالمِ آخرت میں ہیں، اتنا اللہ کو یاد کرتے تھے۔

ایک شخص ماسٹر عین الحق آئے ، میرے پیر بھائی تھے اور مجھ سے بہت محبت کرتے تھے، ستر سال ان کی عمر تھی، وہ بیت العلوم میں اردو پڑھاتے تھے ، وہ حضرت سے بیعت بھی ہوئے، وہ کہتے تھے جب ہم مدرسہ میں آتے ہیں تو ہمارا دل باغ باغ رہتا ہے ، الحمدللہ۔انھوں سے مجھ سے فرمایا کہ میں نے اپنے پیر کی خدمت میں زمین کے کاغذات پیش کیے تھے کہ اس پر دستخط کردیں، آج اعظم گڑھ کی عدالت میں ان کاغذات کو پیش کرنے ہیں تو حضرت نے سوچا کہ میرا کیا نام ہے ، جب یاد نہیں آیا تو مجھ سے پوچھا کہ میرا کیا نام ہے؟ الحمدللہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ایسے اولیاء کی خدمت نصیب کی ہے جو اپنا نام بھی بھول جاتے تھے۔تو انہوں نے پوچھا میرا کیا نام ہے تو ماسٹر عین الحق صاحب ہنس پڑے، سمجھے مذاق کررہے ہیں، جب یہ ہنسے تو حضرت کو جلال آگیا کیونکہ حضرت اس وقت کسی اور عالم میں تھے ، تو ڈانٹا بتاتے کیوں نہیں میر اکیا نام ہے؟ یہ بولے حضرت آپ کا نام عبدالغنی ہے پھر دستخط کیے۔ سمجھ لو مجھے اللہ نے ایسا شیخ دیا تھا، میں اپنی خوش نصیبی پر جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔

شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ وہ شخصیت تھی ، مفتی اعظم پاکستان ان کے جوتوں میں بیٹھتے تھے۔ ڈاکٹر عبدالصمد صاحب بڑے اللہ والے تھے انھوں نے بتایاکہ ایک مرتبہ مفتی اعظم پاکستان اور ہم سب ناظم آباد میں حضرت پھولپوری کی خدمت میں حاضر ہوئے،جگہ نہیں تھی تو جہاں جوتے تھے وہاں بیٹھتے تھے۔اور میرے سامنے فرمایا کہ آپ پیر بھائی تو ہیں مگر میں آپ کو پیر بھائی نہیں سمجھتاایک دن تلاوت کے درمیان میں نے دیکھا کہ درمیان میں مصرعہ پڑھا محراب کے اندر ، ابھی میں ہندوستان گیا تھا، میں نے اسی محراب میں بیٹھ کر تقریر کی اور میں رو رہا ہوں، میں نے کہا یہ وہی محراب ہے جہاں سولہ سال اختر نے اپنے شیخ کی عبادت دیکھی اور کیسی عبادت، دس دس پارے آہ و فغاں کے ساتھ، حضرت کی

عبادت ایسی نہیں تھی جیسی آج کل ہماری ہے، ان کی عبادت آہ و فغاں اور اشک بار آنکھوں کے ساتھ تھی اور حضرت نے یہ مصرعہ پڑھا ؎

آجا میری آنکھوں میں سما جا میرے دل میں

جب یہ مصرعہ پڑھا ہوگا تو کیا مزہ آیا ہوگا ، حضرت کے لطف کا کیا عالم رہا ہوگا اس میں۔

میں نے صرف ایک نعمت کی لالچ میں مسجد بنائی ہے اور خانقاہ بنارہا ہوں یہاں کوئی جگہ نہیں ہے جہاں میں اپنے دوستوں عاشقوں کو آباد کروں ، وہاں سارے اللہ کے عاشقوں کو جمع کررہا ہوں اور اس مقام پر بستیٔ احباب، بستیٔ صالحین ، بستیٔ اولیاءِ کرام، بستیٔ عشاق الٰہی ہے، میں روزانہ دعا کررہا ہوں اے اللہ! یہاں عاشقوں کا میلہ لگادے۔

.........☆.........

حضرت والا کے چند معمولات وعادات

محمد ارمغان ارمانؔ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم ، اَمَّا بَعۡدُ!

حضرت والا کا صبح نمازِ فجر کے بعد چہل قدمی کا معمول تھا چاہے سفر ہو یا حضر، پھر نمازِ اشراق ادا فرماتے تھے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ صبح کی ہوا لاکھ روپے کی دوا، (یعنی) صبح کی ہوا لاکھ روپے کے برابر ہے[1]۔

حضرت والا کو تین مقامات بہت پسند تھے: لبِ دریا، دامنِ کوہ اور سکوتِ صحرا[2]۔

صحراؤں میں کبھی، کبھی دامانِ کوہ میں
پھرتا ہوں دِل میں دردِ محبت لیے ہوئے
اِک قلبِ شکستہ کے اور آہ وفغاں کے ساتھ
میں چل رہا ہوں مشعلِ سنّت لیے ہوئے

یہی وجہ ہے کہ حضرت والا جب اپنے احباب کی دعوت پر بیرون ممالک تشریف لے جاتے تو ان مقامات پر ضرور تشریف لے جاتے تھے۔ دریاؤں کے کنارے جانے کے متعلق فرمایا کہ سلطان ابراہیم بن ادہم کی سنّت کی نقل کرتا ہوں کیونکہ اکثر اولیاء دریاؤں کے کنارے رہے ہیں، دریاؤں کی موجوں سے اپنے قلب میں اللہ کے قرب اور معرفت کی لہریں حاصل کیں[3]۔

---

[1] سفر نامہ رنگون وڈھاکہ: ۹۵۔

[2] خزائنِ معرفت ومحبت: ۳۹۹۔

[3] وعظ نسبت مع اللہ کے آثار: ۴۳، ۴۲۔

اور فرمایا: بس سمندر دیکھنے میں بہت مزہ آتا ہے اور بہت سبق ملتا ہے اس لیے جس ملک میں جاتا ہوں چاہے ری یونین ہو، افریقہ ہو یا امریکہ سمندر کے کنارے ضرور جا کر بیٹھتا ہوں[1]۔

یاد ان کی ہے چشم بھی ہے نم

لب دریا ہے کوہ کا دامن

پہاڑوں کا دامن سمندر کا ساحل

مِری آہِ دل کے یہی ہیں منازل

حضرت والا ان مقامات پر بہت اہم مضامین بیان فرماتے تھے۔ ایک دفعہ حسبِ عادتِ شریفہ بوقتِ سیر کچھ ملفوظات ارشاد فرمانے کے بعد فرمایا کہ: یہ چلتی پھرتی خانقاہ اور چلتا پھرتا مدرسہ ہے یا نہیں؟ ہمارے سبق کا کوئی وقت مقرر نہیں کیونکہ میرا سبق تابع ہے مالک کے کرم کا اور اللہ کی رحمت کا کوئی موسم نہیں ہوتا۔ دنیاوی بارش کا تو موسم ہوتا ہے اللہ کی رحمت کا کوئی موسم نہیں۔ ان کی رحمت کی بارش ان کے ارادہ کے تابع ہے، جب چاہیں برسا دیں[2]۔

اخترؔ کو کیا ہوا ہے کہ عالم میں ہر طرف

پھرتا ہے اپنا چاک گریباں کیے ہوئے

حضرت والا کو رنگوں میں سفید رنگ بہت زیادہ محبوب تھا، محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سفید رنگ بہت پسند تھا اور اللہ والے تو سنّت کے عاشق ہوتے ہیں۔ اسی لیے حضرت والا سفید کپڑے یعنی کلی دار کُرتا اور پاجامہ یا شلوار جو ٹخنوں سے اوپر رہتا زیب تن فرماتے تھے۔ اور خانقاہی پانچ کلی سفید ٹوپی پہنا کرتے تھے، یہ ٹوپی حکیم الامت حضرت تھانوی اور سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہم اللہ تعالیٰ سے منسوب ہے، اور فرماتے تھے کہ یہ پانچ کلیاں اسلام کے پانچ ارکان کی علامت ہیں[3]۔

---

[1] پردیس میں تذکرۂ وطن: ۲۸۲۔

[2] خزائن شریعت وطریقت: ۲۸۲۔

[3] سفرنامہ رنگون وڈھاکہ: ۲۷۰۔

ایک مرتبہ صبح کی چہل قدمی کے بعد خانقاہ تشریف لائے اور نمازِ اشراق ادا فرمائی۔ حضرت والا نے عربی جبہ زیب تن فرمایا ہوا تھا جس سے حضرت والا کی وجاہت و جمال میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا تھا۔ نماز کی نیت باندھنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب میں ایک علمِ عظیم ڈالا جس سے حضرت والا کو خود وجد آگیا، نماز کے بعد وہ الہامی ملفوظ ارشاد فرمایا......... اور فرمایا کیا شان ہے آپ (یعنی حق تعالیٰ) کی کہ آپ نے ایک نطفۂ ناپاک کو جبہ پہنا کر سجایا ہوا ہے جیسے کوئی ابا اپنے بچے کو خوب عمدہ عمدہ کپڑا پہنا کر پیار کرلے تو اللہ تعالیٰ کا پیار اور ان کی شانِ کرم محسوس کی اختر نے ورنہ پچاس سال پہلے بھی تو میں جبہ پہن سکتا تھا لیکن میں نے زندگی میں کبھی نہیں پہنا اور اب جب بالکل بڈھا ہو گیا تو اس عمر میں یہ تقاضا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو رہا ہے۔ چار بار استخارہ بھی کیا یعنی اٹھائیس رکعات پڑھیں کہ اگر آپ کو میرا جبہ پہننا پسند ہے تو مجھ کو توفیق عطا فرمائیے اور اگر آپ خوش نہیں ہیں تو ایک کروڑ جبے آپ پر فدا ہیں۔ جبہ کیا چیز ہے مجھے تو آپ کو خوش کرنا ہے۔ میں اکثر نماز جبہ اتار کر پڑھتا ہوں لیکن آج میں نے کہا کہ اس جبہ میں اپنے مولیٰ کو دکھاؤں گا تاکہ آپ دیکھیں کہ آپ نے اس نطفۂ ناپاک کو کیسا سجایا ہوا ہے۔ میں تو خرید تا بھی نہیں ہوں، یہ تو اللہ تعالیٰ ہدیہ بھیج دیتا ہے۔ ایک جبہ میرے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب کو اور یہ جبہ مجھ کو ہدیہ دینے والا مدینہ منورہ کا ایک عالم ہے جس کی ڈیوٹی روضۂ مبارک پر ہوتی ہے۔ جن بزرگوں نے جبہ پہننے سے احتیاط کی ہے یہ ان کی احتیاط ہے لیکن ہر زمانہ اور ہر مکان اور ہر شخص کے حالات الگ الگ ہوتے ہیں۔ شاہ ابرار الحق صاحب نے بھی اسی مسجد میں جبہ پہنا اور فرمایا کہ آج میں نے جبہ پہنا ہے اور اختر بھی پہنے گا۔ ہمیں مخلوق سے کیا غرض، ہمیں تو اللہ کو دکھانا ہے[1]۔

میرا کوئی نہیں ہے آہ تیرے سوا

اے خدا اے خدا اے خدا اے خدا

فرمایا: میں بائیں جانب تکیہ اس لیے رکھتا ہوں کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے میری خانقاہ میں دو گھنٹے بیان کیا اور یہ واقعہ پانچ چھ سال پہلے کا

---

[1] مستفید از خزائن شریعت وطریقت: ۲۹۱۔۲۹۳۔

ہے[1]، جب حضرت سفر کیا کرتے تھے تو میں نے حضرت کے دائیں طرف تکیہ رکھا تو فرمایا کہ نہیں بائیں طرف تکیہ رکھنا مسنون ہے۔ میں نے سوچا کہ یا اللہ اس میں کیا راز ہے؟ کبھی راز اللہ میاں سے پوچھنے پڑتے ہیں تو دل میں خیال آیا کہ بائیں طرف دل ہے اور یہ تکیہ ہمارے قالب کے ساتھ ساتھ ہمارے قلب کا بھی سہارا ہو گا، اگر دائیں طرف رکھیں تو صرف جسم کو سہارا ملے گا، دل کو نہیں ملے گا لہٰذا سنّت کا راز معلوم ہو گیا[2]۔

زندگی میری ہے تیرا ذکر و لِقا......... اور مِری موت ہے تجھ سے ہوں میں جُدا

فجر کے بعد خانقاہ میں مجلسِ ذکر ہوتی تھی اور یہ ذکر بالجہر ہوتا تھا (الحمد للہ تعالیٰ! اب مجلسِ ذکر حضرت صاحبزادہ دامت برکاتہم العالیہ کے زیرِ سرپرستی ہوتی ہے)، سیّدی و مرشدی حضرت والا ذکر بہت ہی عاشقانہ اور درد و محبت کے ساتھ کرتے تھے۔

اللہ کہے درد سے وہ اس طرح اخترؔ
ارض و سما کی یہ فضا ہو جائے منوّر
دِل کی گہرائی سے ان کا نام جب لیتا ہوں میں
چومتی ہے میرے قدموں کو بہارِ کائنات

اور دورانِ ذکر بہت سے اشعار بھی دِل میں عشق و محبت کی آگ کو بھڑکانے کے لیے پڑھا کرتے تھے۔ مثلاً حضرت عارف رومی رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہ اشعار۔

اے خدا ایں بندہ را رسوا مکن
گر بدم من سرِ من پیدا مکن
آہ را جز آسماں ہمدم نبود
راز را غیرِ خدا محرم نبود

---

[1] یہ ملفوظ ۱۹۹۳ء کا ہے۔ (از مرتب)

[2] معارفِ ربانی: ۲۲۵۔

اسی طرح حضرت خواجہ مجذوب رحمہ اللہ تعالیٰ کے اشعار بھی پڑھا کرتے تھے، حضرت والا فرماتے تھے کہ یہ اشعار خود خواجہ صاحب بھی ذکر کے وقت پڑھتے تھے۔

دل مِرا ہو جائے اک میدانِ ھو

تو ہی تو ہو تو ہی تو ہو تو ہی تو

اور مِرے تن میں بجائے آب و گِل

دردِ دل ہو دردِ دل ہو دردِ دل

غیر سے بالکل ہی اٹھ جائے نظر

تو ہی تو آئے نظر دیکھوں جدھر

اور حضرت والا اپنے اشعار بھی پڑھا کرتے تھے، جیسے

اللہ اللہ کیسا پیارا نام ہے

عاشقوں کا مینا اور جام ہے

لذتِ ذکرِ حق اللہ اللہ

اور کیا لطف آہ و فغاں میں

اسی طرح حضرت والا کا وعظ سے پہلے بھی معمول نعتیہ یا عارفانہ کلام سننے کا تھا، اور درمیان درمیان میں اشعار کی تشریح بھی فرمایا کرتے تھے۔

حضرت والا دُعا اور مناجات بہت الحاح و زاری اور درد و محبت سے کیا کرتے تھے، آہوں اور سسکیوں کے ساتھ مولائے کریم سے یوں مانگتے جیسے اپنے ربّا کو دیکھ رہے ہیں، اور بلک بلک کر ایسے روتے تھے کہ جیسے ایک چھوٹا بچہ اپنی ماں کے ساتھ چپٹ کر روتا اور مانگتا ہے۔ آہ! ایسی درد بھری دعا مانگنے والا احقر نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھا کہ رُوح بھی مست و دیوانہ ہو جاتی تھی، حضرت والا کا یہ شعر کیا خوب ترجمانی کر رہا ہے

ہماری خشک آنکھوں کو خدایا چشمِ تر کر دے

مِرے اشکوں میں شامل خونِ دل خونِ جگر کر دے

اپنے متعلقین کو دعا کے آداب بھی سکھاتے اور دعا کرنا بھی سکھایا کرتے تھے کہ یوں مانگا کرو۔ مثلاً ایک دفعہ دعا کے الفاظ سکھاتے ہوئے فرمایا:

"جب اللہ تعالیٰ سے کوئی خوشی مانگو تو یوں کہو کہ اے اللہ ہم تو آپ کو خوش نہیں کر سکے بوجہ اپنی نالائقی اور ضعف بشریت کے لیکن آپ ہم کو خوش کر دیجئے کہ آپ ہماری طرف سے خوشیوں سے بے نیاز ہیں لہٰذا اگر آپ ہمیں خوش نہیں کریں گے تو ہم کہاں سے خوشی پائیں گے کیونکہ آپ کے سوا ہمارا کوئی مولیٰ بھی تو نہیں، آپ کے سوا ہمارا ہے کون"[1]۔

سوا تیرے نہیں ہے کوئی میر اسنگِ در اپنا
کوئی حاجت ہو رکھتا ہوں تِری چوکھٹ پہ سر اپنا

جب حضرت والا ہوائی جہاز کے ذریعہ سفر فرماتے تو اکثر پرواز کے دوران حضرت والا کا دعا مانگنے کا معمول ہے۔ فرماتے کہ فضاؤں میں گناہ نہیں ہوتے اس لیے اُمیدِ قبولیت زیادہ ہے[2]۔

اور فرمایا: میرا معمول ہے کہ میں جہاز پر بیٹھتے ہی دعا شروع کر دیتا ہوں کیونکہ اس وقت میں زمین و آسمان کے درمیان میں ہوتا ہوں اور زمین و آسمان کے درمیان کوئی گناہ نہیں ہوتا، اس لیے اس مقدس فضا میں اللہ سے کہتا ہوں کہ اے اللہ! اختر اس وقت زمین و آسمان کے درمیان معلق ہے، اس کی دعا کو قبول کر لیجئے۔ میں آپ سب کو یاد کرتا ہوں، کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑتا اور میرے اس معمول میں شاید ہی ناغہ ہوتا ہو کہ اختر اپنے دوستوں کے لیے دعا نہ کرتا ہو[3]۔

اللہ اکبر! قربان جاؤں اپنے مرشد پاک پر۔ اللہ تعالیٰ میرے پیارے اور محبوب مرشد حضرت والا کی قبر کو انوارات سے بھر دے اور اپنی خاص رحمتیں نازل فرمائے، آمین۔

---

[1] افضالِ ربانی:۷۹،۸۷۔

[2] معارفِ ربانی:۴۱،۴۰۔

[3] وعظ راہِ محبت اور اس کے حقوق:۳۸۔

حضرت والا نے فرمایا کہ یہ ایک انعامِ عظیم ہے اختر پر اور یہ بھی ہمارے بزرگوں کا فیض ہے کہ دعا جب مانگتا ہوں تو ایسا لگتا ہے کہ ابھی پوری ہوا چاہتی ہے الحمد للہ اور جس دعا کو مزہ آجائے تو اس کو سمجھ لیں کہ اسے اللہ کی طرف سے ایک بہت بڑا انعام حاصل ہو گیا ہے[1]۔

اور فرمایا کہ میں کوئی مضمون پہلے سے نہیں سوچتا صرف دعا کرتا ہوں۔ میرے شیخ شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ تقریر یا وعظ سے پہلے دو رکعت حاجت پڑھو اور سات مرتبہ یہ پڑھو:

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ

اور یہ اسمِ اعظم بھی بتایا تھا:

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ

حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی اس کو پڑھ کر دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو رد نہیں فرمائیں گے۔ فرمایا کہ اس کے بعد دعا کرے کہ یا اللہ اپنے نام کی برکت سے اور ہمارے ان بزرگوں کے صدقہ میں جن کا ہم نے دامن پکڑا ہے وہ مضامین بیان کرا دیجئے جو آپ کے بندوں کے لیے مفید ہوں۔ اس لیے دعا کر کے بیٹھتا ہوں کہ اے اللہ! میرے دل و جان کو اور آپ کے دل و جان کو اللہ اپنی ذاتِ پاک سے ایسا چپکا لیں کہ ساری دنیا کے حسین، ری یونین (جنوبی افریقہ) کی کرسچین لڑکیاں، بادشاہت اور سلطنت و تجارت کوئی چیز بھی ہمیں آپ سے ایک اعشاریہ الگ نہ کر سکے[2]۔

فرمایا: جب کوئی مبارک رات آتی ہے تو میں اس میں کسی حدیث شریف کا درس دیتا ہوں کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی دین کا مضمون سن لے تو ایک ہزار رکعت سے افضل ہے، میں

[1] معارفِ ربانی: ۴۳۰، ۴۲۹۔

[2] معارفِ ربانی: ۵۹، ۵۸۔

کمزور ہوں ایک ہزار رکعت نفل نہیں پڑھ سکتا ہوں، اس وجہ سے کوئی مضمون بیان کر دیتا ہوں جس سے اُمید ہے کہ ان شاءاللہ تعالیٰ ایک ہزار رکعت کا ثواب مل جائے گا[1]۔

حضرت والا فرماتے ہیں کہ میں جب حضرت (شیخ ہردوئی) کو خط لکھتا ہوں تو "یا سبوح یا قدوس یا غفور یا ودود" پڑھ کر خط پر دَم کرتا ہوں اور تین دفعہ تھوڑے تھوڑے وقفہ سے خط پڑھتا ہوں تاکہ کوئی بات نامناسب ایسی نہ ہو کہ حضرت پر گراں گزرے اور ہر دفعہ یا سبوح الخ پڑھتا ہوں پھر ڈاک بھیجتا ہوں اور جب حضرت کراچی تشریف لاتے ہیں تو ملاقات کے وقت دل دل میں پڑھتا رہتا ہوں اور فضا میں ان حروف کو آہستہ سے دَم کرتا ہوں تاکہ ان ہواؤں کے واسطے سے میرے شیخ کے اندر وہ داخل ہو جائے اور مجھ پر شیخ کی شفقت رہے۔ یہ عبادت ہے، شیخ کی محبت اور شفقت کی طلب عبادت ہے اور بہت بڑی نعمت ہے[2]۔

جب حضرت والا کی صحت اچھی تھی تو شاید ہفتہ واری مجلس ہوا کرتی تھی، اور جب ۲۰۰۰ء میں فالج کی بیماری کا حملہ ہوا تو قدرتِ خداوندی دیکھئے کہ اب حضرت والا خانقاہ میں روزانہ چار مجلسیں (نمازِ فجر کے بعد، ساڑھے گیارہ بجے دِن، نمازِ عصر کے بعد اور نمازِ عشاء کے بعد، اور ہر مجلس کا دورانیہ پونے گھنٹے سے ڈیڑھ گھنٹے تک) فرمانے لگے۔ حضرت والا خود بنفسِ نفیس شرکت فرماتے اور مجلس کے آخر میں اپنی زبانِ مبارک سے "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" بھی فرمایا کرتے تھے، آہ! یہ سلام سالکینِ طریقت کے لیے بمثل آبِ حیات ہوتا تھا، جو لذّت اس سلام کے سننے میں آیا کرتی تھی، ناقابلِ بیان ہے۔ نور اللہ مرقدہٗ

حضرت میر صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ شروع میں جب حضرت والا کی مجلس شروع ہوئی تو سوائے دو تین آدمیوں کے کوئی شریک نہ ہوتا تھا۔ مگر اب یہ حالت ہو چکی تھی کہ جب خانقاہ میں مجلس شروع ہوتی تو وہاں موجود کثیر تعداد کے ساتھ ساتھ پوری دنیا میں بھی طالبین اس مجلس

---

[1] معارفِ ربانی: ۴۲۱۔

[2] الطافِ ربانی: ۳۸۔

کو سنتے، کیونکہ روزانہ کی تمام مجالس انٹرنیٹ پر خانقاہ کی ویب سائٹ سے پوری دنیا میں لائیو نشر کی جاتی ہیں جس سے دُور دراز کے لوگوں کے لیے استفادہ کرنا آسان ہو گیا۔

خانقاہ میں اندرون ملک کے مختلف شہروں کے علاوہ بیرون ممالک مثلاً امریکہ، کینیڈا، برطانیہ، فرانس، ری یونین، بنگلہ دیش، برما، ہندوستان، سعودی عرب وغیرہ سے لوگ کثیر تعداد میں اپنی اصلاح کے لیے حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ حضرت والا کے اشعار کی مجلس بھی ہوتی تھی جو حضرت والا کے بعض خدام حضرت والا کے مجموعہ ”کلام فیضانِ محبت سے پڑھتے تھے۔ مجلس کا کیف و سرور ناقابلِ بیان ہوتا تھا۔ حضرت والا کیا خوب فرماتے ہیں۔

مِرے احبابِ مجلس سے کوئی پوچھے مزہ اس کا
بشرحِ دردِ دل اخترؔ کا محوِ گفتگو رہنا
بزرگوں کی دعاؤں سے ملا ہے دردِ دل مجھ کو
تعجب کیا زباں میری جو ہر سُو شعلہ افشاں ہے
اخترؔ مِرے مرشد کا ذرا فیض تو دیکھو
کس طرح دردِ دل کیا میرے بیاں کے ساتھ
یارب ہماری آہ کو فضل سے کر دے با اثر
سارے جہاں میں نشر ہو اخترؔ کی آہِ بے زباں

نامور عالمِ دین و ادیب حضرت مولانا محمد رضوان القاسمی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ (فاضل دارالعلوم دیوبند، و بانی و ناظم دارالعلوم سبیل السلام حیدر آباد، انڈیا) حضرت والا کی مجلس کی جھلک یوں دکھاتے نظر آتے ہیں، جب حضرت والا انڈیا میں سفر پر تھے، لکھتے ہیں کہ:

”حضرت حکیم صاحب کی مجلس بڑی پُر کیف اور معلومات افزا ہوتی ہے۔ جس میں کہیں سے کسی تصنع اور تکلف کا احساس نہیں ہوتا۔ یہ عام واعظوں کی طرح اپنے سامعین کو ان کے خیالات کی وادی میں بھٹکتا ہوا چھوڑ کر خود بڑھے ہوئے نہیں چلے جاتے ہیں بلکہ شروع سے آخر تک اپنی دلربا

مسکراہٹ اور موئثر واقعات دلوں کو چھو لینے والے اشعار اور قرآن و حدیث کی دلنشین تشریح و توضیح کے ساتھ انھیں اپنا "شریکِ سفر" بنائے رکھتے ہیں۔ یہ اپنی مجلس میں مولانا روم کے "باغِ مثنوی" کی سیر جی بھر کر کراتے ہیں۔ جس سے دل کو تازگی اور روح کو بالیدگی ملتی ہے اور غفلت دُور ہو کر "حضوری" کی کیفیت پیدا ہوتی ہے"[1]۔

الحمدللہ تعالیٰ! اب یہ مجالس جانشینِ حضرت والا قدس سرہ صاحبزادہ مرشدی حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر میاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی نگرانی و سرپرستی میں جاری و ساری ہیں۔
آہ! کیا خوب فرمایا حضرت والا نور اللہ مرقدہ نے

ہاں وہ درِ میخانہ تو کھلتا ہے آج بھی
پیمانۂ رحمت تو چھلکتا ہے آج بھی
وہ جامِ محبت ترا نایاب نہیں ہے
سینوں سے اہلِ درد کے ملتا ہے آج بھی

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

.........☆.........

---

[1] مذاکراتِ دکن بحوالہ رُوح کی بیماریاں: ۲۷۸۔

حضرت والا کے مشائخِ ثلٰثہ

محمد ارمغان ارمانؔ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ نَحۡمَدُهٗ وَ نُصَلِّيۡ عَلٰى رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡم ، اَمَّا بَعۡدُ!

حق تعالیٰ شانہ نے سیّدی و مرشدی حضرت والا قدس سرہٗ کو مادرزاد ولی بنایا تھا اور پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو جن مشائخ کی صحبت میں رہنے کی توفیق عطا فرمائی وہ بھی اپنے زمانے کے بہت بڑے اللہ والے اور عاشقِ ذاتِ حق تھے۔ حضرت والا کی ہر مجلس اپنے مشائخ کے ملفوظات سے لبریز ہوتی تھی، بات بات میں اپنے اکابر کا حوالہ دیتے اور ان کی طرف نسبت فرماتے۔ بقول حضرتِ شیخ یہ سنتِ صحابہ ہے، کیونکہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ہر بات میں "قال رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" فرمایا کرتے تھے۔ حضرت والا اپنے شیخ کا والہانہ تذکرہ فرماتے اور رُطب اللسان ہو جاتے اور کافی دیر تک غریقِ بحرِ عشق و محبت اور رِقّت کے ساتھ اپنے مشائخ کے حالاتِ رفیعہ بیان فرماتے اور مختلف اشعارِ عارفانہ و عاشقانہ پڑھتے تھے۔ اس سے اندازہ لگائیے کہ حضرت والا کو اپنے مشائخ سے کتنا قوی تعلق و عشق تھا، آپ "فنافی الشیخ" تھے۔

جب حضرت ہردوئی رحمہ اللہ تعالیٰ بنگلہ دیش میں تشریف لے گئے تو حضرت والا کے دِل کی ترجمانی کرتے یہ اشعار ملاحظہ فرمایئے۔

بہار آئی بہار آئی بہار جاں فزا آئی
کہ بنگلہ دیش میں خوشبوئے اشرف کو صبا لائی
تِری تقریر سے بادل پھٹے ظلماتِ بدعت کے
ملے ہیں طالبوں کو ہر طرف لمعات سنت کے

کسی چیز کی قدر و قیمت اور اہمیت اس وقت تک نہیں معلوم ہوتی جب تک اس کے بنانے والے سے کماحقہ واقفیت نہ ہو جائے۔ میرے شیخ حضرت والا فرماتے تھے کہ "محبت بقدر معرفت"۔ اس کو ایک مثال سے یوں سمجھئے کہ آپ بہت چھوٹے تھے کہ والد صاحب روزگار کے سلسلہ میں بیرون ملک چلے گئے۔ کئی سالوں بعد جب وہ واپس اپنے وطن آئے آپ ان کو ایئر پورٹ پر لینے گئے، مگر آپ پہچانتے نہیں ہیں اس لیے اپنے ایک جاننے والے کو ساتھ لے گئے۔ کافی دیر انتظار میں کھڑے رہے، وہاں ایک بوڑھے شخص نے آپ سے کہا کہ یہ سامان اٹھانا مجھ سے اُٹھایا نہیں جا رہا۔ اس بات پر آپ بگڑ گئے کہ میں نوکر ہوں جو آپ کا سامان اٹھاؤں؟ لیکن آپ کے ساتھ آئے ہوئے نے بتایا کہ یہ بوڑھا ہی تو تمہارا باپ ہے جسے تم لینے آئے ہو۔ سوچئے! اس وقت آپ پر کیا گزرے گی؟ فوراً اس بوڑھے والد کے پاؤں میں گر جاؤ گے اور رو رو کر معافی مانگو گے کہ مجھ سے غلطی ہو گئی معاف کر دیجئے، اور ان کا سامان خوشی خوشی سر پر رکھ لو گے۔ اس لیے کہ پہلے معرفت نہیں تھی، جب معرفت اور واقفیت ہوئی تو محبت ہو گئی اور فدا ہونے کو تیار ہو گئے۔

اب ان نفوسِ قدسیہ کا تھوڑا سا تذکرہ بزبانِ مرشدِ پاک کرتا ہوں تاکہ ان کے حالاتِ رفعیہ سے واقفیت ہو جائے، پھر حضرت والا کی اہمیت و مقام معلوم ہو گا۔ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مرشد کی شان میں کیا خوب فرمایا؎

جس قلب کی آہوں نے دِل پھونک دیے لاکھوں

اس قلب میں یا اللہ کیا آگ بھری ہو گی

(۱) شیخ المشائخ یادگارِ اسلاف

حضرت مولانا شاہ محمد احمد پرتابگڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ:

حضرتِ اقدس مولانا الشاہ محمد احمد صاحب پرتابگڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے عظیم بزرگ اویسِ زمانہ شیخ المشائخ حضرت مولانا فضلِ رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک ممتاز خلیفہ، صاحبِ دِل اور صاحبِ حال بزرگ علامۂ زماں حضرت مولانا شاہ بدر علی صاحب

رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اور مجازِ بیعت تھے۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی قدر و منزلت کا اندازہ ان تائثرات سے لگایئے جو اکابرین و معاصرین نے ان کے متعلق ارشاد فرمائے:

☆... حضرت شاہ بدر علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت! آپ کی کتنی اولاد ہیں؟ انھوں نے فرمایا:

"میری مادی اولاد تو کئی ہیں مگر رُوحانی اولاد صرف ایک مولوی محمد احمد ہیں"۔

☆... حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جب پرتاب گڑھ سے پھولپور تشریف لائے تھے، تو حضرت پرتابگڑھی کے مکان پر پہلے زمین کی طرف دیکھا پھر آسمان کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا کہ:

"مولانا محمد احمد صاحب کے انوار مجھ کو زمین سے آسمان تک محسوس ہو رہے ہیں"۔

☆... بلگرام میں حضرتِ اقدس مرشدی مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے حضرت شیخ المشائخ پرتابگڑھی کا بیان کرایا، بیان عشقِ حق و معرفتِ حق پر اس طرح شاندار ہوا کہ بے ساختہ حضرتِ اقدس ہردوئی نے سامعین مجمع سے ارشاد فرمایا کہ:

"آپ لوگوں نے حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی کا بیان سن لیا"۔

☆... مفتی محمود (حسن گنگوہی) صاحب دامت برکاتہم نے مجلس اشرف المدارس ہردوئی میں فرمایا احقر بھی موجود تھا کہ حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم نے فرمایا ہندوستان میں نقشبندی بزرگوں میں سب سے قوی نسبت مع اللہ کس کی ہے؟

میں نے عرض کیا کہ "حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتابگڑھی رحمۃ اللہ علیہ" کی۔

اور ایک مرتبہ مجلس ہردوئی میں حضرت پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے کرتے اچانک خاموش ہو گئے، آنکھوں سے اور چہرہ سے معلوم ہونے لگا کہ کسی اور عالم میں ہیں، حضرت مفتی محمود صاحب نے احقر (حضرت والا) کے کان میں فرمایا کہ "اب مولانا یہاں نہیں یعنی صرف جسم ہمارے اندر ہے اور روح عالم قرب کے کسی بلند مقام پر فائز ہے"۔

اور سیّدی و مرشدی حضرت والا قدس سرہ فرماتے ہیں کہ "اس ناکارہ کی نظر میں حضرت اقدس پرتاب گڑھی کو اس صدی کے مشائخ سے اور لفظ حضرت مولانا سے نہیں پہچانا جا سکتا، بلکہ کئی صدی پیچھے جایئے اور ان بزرگوں کی صف میں حضرت پرتاب گڑھی کو تلاش کیجئے، جن کے ساتھ لفظ "بابا" لگتا ہے، جیسے بابا فرید الدین عطار، بابا یزید بسطامی"۔

اور فرمایا کہ "حضرت اقدس پرتاب گڑھی کو احقر اس صدی کا شمس تبریز سمجھتا ہے، حضرت اقدس کے درد بھرے دل سے احقر کو بہت نفع ہوا ہے، آہ! ایسی اشکبار آنکھیں اور سینے میں درد بھرا دل، آہ سوزاں اور قلب بریاں یہ دولت بہت کم یاب ہے، گرچہ نایاب نہیں۔

سر مدِ غم عشق بو الہوس را نہ دہند

سوز غم دل پروانہ مگس را نہ دہند

احقر نے حضرت اقدس ہی کے عشق حق و سوز و کیف و وارفتگی سے متاثر ہو کر یہ شعر عرض کیا ہے۔

مِری زندگی کا حاصل میری زیست کا سہارا

تیرے عاشقوں میں جینا تِرے عاشقوں میں مَرنا[1]

فرمایا: حضرت (پرتابگڑھی) نقشبندیہ سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے لیکن ان میں ہزاروں چشتیوں سے زیادہ عشق تھا۔ ان کا ایک شعر سناتا ہوں جو میری دلچسپی کا سبب بنا۔ میں پندرہ سال کا تھا جب حضرت کی خدمت میں گیا، اُس وقت حضرت کی خدمت میں لکھنؤ کے علماء آئے ہوئے تھے اور حضرت یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

دلِ مضطرب کا یہ پیغام ہے

تیرے بن سکوں ہے نہ آرام ہے

تڑپنے سے ہم کو فقط کام ہے

---

[1] مستفید از اہلِ دِل کی باتیں۔

یہی بس محبت کا انعام ہے

جو آغاز میں فکرِ انجام ہے

ترا عشق شاید ابھی خام ہے[1]

اور فرمایا: حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سلسلۂ نقشبندیہ کے بہت بڑے شیخ ہیں مگر مشائخِ چشتیہ کے بھی شیخ ہیں، ہمارے شیخ مولانا ابرار الحق صاحب نے بھی ان کو اپنا شیخ بنایا تھا۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب سلسلہ نقشبندیہ میں مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ کے خلیفہ ہیں اور بارہ سال تک اپنے شیخ کی صحبت میں رہے ہیں، سر سے پیر تک عشقِ الٰہی کی آگ بھری ہوئی تھی۔ ان کی صحبت میں میں تین سال رہا ہوں۔ جب میں سولہ سال کا تھا تو تین برس تک روزانہ مسلسل ان کی صحبت اللہ تعالیٰ نے نصیب فرمائی۔ عصر تک تو میں کالج میں حکمت پڑھتا تھا، عصر کے بعد رات گیارہ بجے تک حضرت کی صحبت میں بیٹھتا تھا۔ تو میں نقشبندی بزرگوں کا بھی صحبت یافتہ ہوں اور صرف صحبت یافتہ ہی نہیں بلکہ مجازِ بیعت بھی۔ حضرت نے مجھ کو اور میرے شیخ کے داماد حکیم کلیم اللہ صاحب کو مجازِ بیعت بنایا ہے۔ مولانا کے حالات بھی چھپ کے آئے ہیں۔ اس میں اس فقیر کا بھی مجازین میں تذکرہ ہے[2]۔

(۲) شیخ المشائخ صدیقِ زماں قطب العالم

حضرت مولانا الشاہ عبد الغنی پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ:

حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ سلسلۂ چشتیہ امدادیہ کے عظیم بزرگ حکیم الامت مجدد الملت امام التصوف جامع شریعت و طریقت قطب الارشاد حضرت مولانا الشاہ محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفۂ خاص و مجازِ بیعت تھے۔ آپ اپنے مرشد حضرت تھانوی

---

[1] معارفِ ربانی: ۱۸۸۔

[2] ایضاً: ۸۳، ۸۲۔

رحمہ اللہ تعالیٰ سے عمر میں ۱۳ سال چھوٹے تھے۔ تلاوتِ قرآن مجید کی تلاوت بہت عاشقانہ انداز میں فرماتے، دوران تلاوت تھوڑی تھوڑی دیر بعد زور سے "آہ" فرماتے اور "یا اللہ" کہتے، میرے حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اس آہ اور اللہ میں ایسی کیفیت ہوتی کہ سننے والے کا دل حرکت میں آجاتا تھا۔ مثنوی شریف مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ کے اشعار نہایت دردناک لحن میں پڑھتے تھے۔ اتباعِ سنت میں کُرتے کے بٹن ہمیشہ کھلے رکھتے تھے۔ حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضورِ اقدس ﷺ کی بارہ مرتبہ زیارت کی۔ حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کا اپنے شیخ کی نظر میں کیا مقام تھا؟ سیّدی و مرشدی حضرت والا حکیم الامت کا ملفوظ نقل فرماتے ہیں کہ:

فرمایا (حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے) "مولوی عبد الغنی صاحب ماشاء اللہ سپاہی آدمی ہیں بڑے مستعد ہیں۔ پہلوان آدمی ہیں پھر علمی و عملی کمال جُدا مگر وضع سے مطلق نہیں معلوم ہوتا کہ یہ کچھ بھی ہیں یہ ذکر کا اثر ہے، ذکر عجیب چیز ہے سب اصلاحیں اس سے ہو جاتی ہیں۔ مولوی عبد الغنی کس قدر سادے ہیں کہ یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ یہ پڑھے لکھے بھی ہیں۔ ذکر بناوٹ کو تو بالکل اڑا ہی دیتا ہے"[1]۔

حضرت والا حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک بار ارشاد فرمایا کہ "ہمارے مولوی عبد الغنی صاحب ہزار آدمیوں کے مقابلے کے لیے تنہا کافی ہیں" اور فرمایا کہ "اگر ہم کو کبھی فوج کی ضرورت پڑے گی تو ہماری فوج اعظم گڑھ میں ہے"[2]۔

حضرت والا لکھتے ہیں کہ (حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے) ارشاد فرمایا کہ ایک بار میں نے تھانہ بھون حاضری کی اجازت چاہی تو حضرت مرشدی قدس سرہٗ العزیز نے تحریر فرمایا:

"اے آمدنت باعث صد شادی ما"

(یعنی آپ کے آنے سے مجھے بہت خوشی ہوگی۔)

---

[1] ملفوظات حسن العزیز، بحوالہ معرفتِ الٰہیہ: ۳۱۔

[2] ایضاً: ۳۳۔

اسی طرح ایک بار تحریر فرمایا کہ:

"اجازت چہ معنی بلکہ اشتیاق"

(یعنی میں تو خود آپ کا مشتاق ہوں۔)

اور ایک بار تحریر فرمایا کہ:

"بیا بیا و فرود آ کہ خانہ خانۂ تست"

ایک بار بدون اطلاع تھانہ بھون حاضر ہوا اس وقت حضرت والا تھانوی (رحمہ اللہ تعالیٰ) لیٹے ہوئے تھے مجھے دیکھ کر فرطِ مسرت سے کئی قدم چل کر سینے سے لگا لیا اور ارشاد فرمایا: "نعمتِ غیر مترقبہ"[1]۔

حضرت پھولپوری نے ارشاد فرمایا کہ ایک بار حکیم مصطفیٰ صاحب مجازِ بیعت حضرت مرشدی (تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ) سے حضرت والا مرشدی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ:

"ہمارے عبد الغنی صاحب میں کھلی ہوئی چشتیت ہے"[2]۔

حضرت والا نے فرمایا کہ: (حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ) کسی مرید کی تعریف نہیں لکھتے تھے مگر میرے شیخ کو حکیم الامت لکھتے تھے "محبی و محبوبی مولانا شاہ عبد الغنی سلمہ اللہ تعالیٰ و کرمہ"[3]۔

حضرت شیخ پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک خواب دیکھا جس کی تعبیر حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ خط میں لکھتے ہیں کہ:

"نہایت مبارک خواب ہیں،... آپ سے اشاعت علومِ نبوت کی ہو گی اور... آپ حافظِ علومِ ولایت ہوں گے"۔ اور پھر اس تعبیر کی تائید حضور ﷺ نے ایک دوسرے خواب میں بھی فرمائی[4]۔

---

[1] معرفتِ الٰہیہ: ۴۳، ۴۲۔

[2] ایضاً: ۴۲۔

[3] خزائنِ شریعت و طریقت: ۲۴۱۔

[4] ملفوظاتِ حسن العزیز، بحوالہ معرفتِ الٰہیہ: ۴۵۔۴۷۔

حضرت والا فرماتے ہیں کہ (حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے) دارالعلوم دیوبند کی صدر مدرسی کے لیے (حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کا) انتخاب فرمایا تھا تو حضرت نے پوچھا کہ آپ کیا تنخواہ لیں گے؟ تو میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں چنے چبا کر پڑھا دوں گا فرمایا کہ مجھے آپ سے یہی امید ہے کہ اپنا وعدہ صحیح کر دکھائیں گے[1]۔

حضرت والا فرماتے ہیں کہ میں ایک کام سے سلطان پور گیا۔ حاجی عبد الواحد صاحب ایک بڑے میاں تھے جو حکیم الامت سے بیعت تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں تمہارے پیر کی ایک بات تمہیں سناتا ہوں جو تم مجھ ہی سے سنو گے کیونکہ وہاں کوئی اور نہیں تھا۔ حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ ایک خط آیا ہے اعظم گڑھ سے جس میں لکھا ہے کہ "میں جب دُنیا کی زمین پر چلتا ہوں تو لگتا ہے کہ میں آخرت کی زمین پر چل رہا ہوں"۔ حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ "یہ شخص اپنے زمانہ کا صدیق ہے، اپنے زمانے کے اولیائے صدیقین میں سے ہے"[2]۔

حاجی عبد الواحد صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ یہ خط سنا کر حکیم الامت کسی کام سے گھر تشریف لے گئے تو میں نے اس خط کو دیکھا تو اس پر "عبد الغنی اعظمی" لکھا ہوا تھا[3]۔

فرمایا: حضرت اتنے بڑے ولی اللہ اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اتنے پرانے خلیفہ تھے کہ مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت کہنے کو تو آپ میرے پیر بھائی ہیں لیکن میں آپ کو استاد کے درجہ میں سمجھتا ہوں، کیونکہ آپ میرے استاد مولانا اصغر میاں دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر ہیں[4]۔

---

[1] خزائنِ شریعت وطریقت: ۲۴۲، ۲۴۱۔ یہ اُس دور کا واقعہ ہے جب امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ (صدر مدرس دارالعلوم دیوبند) ڈابھیل تشریف لے گئے تھے، تو شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو ارشاد فرمایا کہ اپنے آدمیوں میں سے ایک مدرس بھیج دیجئے۔ (از مرتب)

[2] وعظ لذتِ ذکر اور لطفِ ترکِ گناہ: ۱۶۔

[3] وعظ طریقِ الی اللہ: ۸، ۷۔

[4] معارفِ ربانی: ۱۸۵۔

ایک بار دارالعلوم لانڈھی میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب حضرت (پھولپوری) سے فرمانے لگے کہ "حضرت وہی قرآن اور حدیث ہم لوگ بیان کرتے ہیں لیکن وہی جب آپ بیان فرماتے ہیں تو زمین و آسمان کا فرق معلوم ہوتا ہے"[1]۔

(۳) شیخ المشائخ محی السنّہ قطب العارفین

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی رحمہ اللہ تعالیٰ:

حضرت مولانا الشاہ ابرار الحق ہردوئی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ و مجازِ بیعت تھے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی بزمِ رُشد و ہدایت کے آخری چراغ تھے۔ دورِ حاضر میں اتباعِ سنّت کا جس قدر اہتمام حضرت والا کو تھا شاید ہی کسی دوسرے کو رہا ہو۔ "اتباعِ سنّت اور اصلاحِ منکرات" حضرت والا ہردوئی کا مشن تھا۔

حضرت ہردوئی کے بارے میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی ثم مہاجر مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

"حضرت شاہ ابرار الحق صاحب طالب علمی ہی سے صاحبِ نسبت تھے"[2]۔

مفتیٔ اعظم ہند فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ (خلیفہ مجاز حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعالیٰ) اپنے دو شاگردوں حضرت مولانا ابرار الحق ہردوئی اور حضرت مولانا صدیق احمد باندوی پر بہت فخر تھا، فرمایا کرتے تھے کہ "اگر خدا نے قیامت کے دن یہ سوال کر دیا کہ مفتی محمود! دُنیا سے کیا کما کر لائے ہو؟ تو میں ایک ہاتھ سے پکڑ کر ابرار الحق کو اور دوسرے ہاتھ سے پکڑ کر صدیق احمد کو خدا کے حضور پیش کر دوں گا اور کہوں گا: اے باری تعالیٰ! میری زندگی بھر کی کمائی یہی دونوں میرے شاگرد ہیں"۔

---

[1] معرفتِ الٰہیہ: ۳۶۔

[2] سفر نامہ رنگون وڈھاکہ: ۲۳۶۔

حضرت والا نے فرمایا: حضرت (ہردوئی) کا انتظام دیکھ کر حضرت پھولپوری نے مجھ سے خود فرمایا تھا کہ مولانا ابرار الحق صاحب بادشاہت بھی چلا سکتے ہیں، اگر امیر المؤمنین بنا دیا جائے تو پوری مملکت کا انتظام سنبھال سکتے ہیں۔ یہ اُس وقت فرمایا جب حضرت ہردوئی نے حضرت پھولپوری کو اپنے مدراس کا انتظام دکھایا......... پورے ہندوستان میں حضرت والا ہردوئی دامت برکاتہم کے مدراس کا جال پھیلا ہوا ہے۔ غالباً دو سو سے اوپر مدرسے ہیں اور سب مدرسوں کے منتظمِ اعلیٰ حضرت ہیں۔

ایسے ہی حضرت کا تعلق مع اللہ بھی عظیم الشان ہے۔ ایک واقعہ ہی سے سمجھ لو کہ حضرت کو اللہ تعالیٰ سے کتنا تعلق ہے۔ لکھنؤ میں مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں جلسہ تھا۔ بس وہاں فوٹو کشی ہونے لگی۔ حکومت کی طرف سے انتظام تھا۔ مولانا علی میاں بے چارے مجبور تھے۔ غرض جو وجہ بھی ہو حضرت مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم اُٹھے اور مولانا شاہ محمد احمد صاحب سے مشورہ کیا کہ یہاں خلافِ شرع کام ہو رہا ہے، اب یہاں سے ہٹ جانا چاہیے ورنہ یہاں رہنے سے گناہ میں شرکت لازم آئے گی۔ دونوں بزرگوں نے بستر اٹھایا اور ہردوئی تشریف لے گئے۔ اتنا بڑا مجمع، بڑے بڑے علماء کرام موجود، حکومت کا انتظام الگ لیکن حضرت نے کسی چیز کی پرواہ نہیں کی۔

ایسے ہی دیوبند کا سو سالہ جلسہ تھا۔ دیوبند سے فارغ ہونے والے علماء کرام سب وہاں گئے تھے۔ اس میں اندرا گاندھی بھی آ گئی۔ کسی کو منع کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ اگر ہمارے حضرت والا ہردوئی کے ہاتھ میں انتظام ہوتا تو ہرگز نہیں آ سکتی تھی۔ تو حضرت نے وہاں سے بھی **فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ** اختیار کیا، دیوبند کو خالی کر دیا۔ کتنی بڑی ہمت کا کام ہے کہ دنیا بھر کے علماء کرام وہاں بیٹھے تھے یہاں تک کہ حضرت کے استاذ مولانا محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی میں تھے لیکن حضرت نے فرمایا کہ اب یہاں رہنا جائز نہیں ہے، اس میں شرکت لازم آئے گی۔ جس مجلس میں مردوں کے درمیان عورت آ کر بیٹھ جائے، یہ شرکت خلافِ شریعت ہے۔ لہٰذا ساری دنیا تو دیوبند جا رہی تھی اور حضرت دیوبند سے واپس آ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے ساری دنیا کی پرواہ نہ کرنا بڑی ہمت کا کام ہے۔ یہ شیروں کا کام ہے۔ اگر حضرت والا کو اللہ تعالیٰ سے مضبوط تعلق نہ ہوتا تو یہ ہمت ہوتی؟ بڑے بڑے علماء کرام

بیٹھے ہوئے ہیں لیکن حضرت والا نے جس کام کو جائز نہیں سمجھا تو کسی کی پرواہ نہیں کی بس اللہ کی رضا کو سامنے رکھا۔ حضرت کا جو تعلق مع اللہ اور نسبت ہے اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ اسی وجہ سے ماشاء اللہ حضرت ہردوئی دامت برکاتہم کا فیض عام اور تام ہے اور ہمارا جو کچھ کام ہے وہ حضرت کی جوتیوں کا صدقہ ہے ورنہ اختر کو کون پوچھتا اگر حضرت اجازتِ بیعت نہ دیتے۔ یہ سب کچھ بہار اور رونق حضرت کے تعلق کی ہے۔ حضرت کی اجازت کی وجہ سے لوگ سلسلہ میں داخل ہو رہے ہیں[1]۔

حضرت والا نے اپنے شیخ حضرت ہردوئی کی شان میں کیا خوب فرمایا ہے؎

اولوالعزمی تری دیکھی بُرائی کو مٹانے میں

نہیں دیکھی ہے ہم نے ایسی جرأت اس زمانے میں

اثر فرما کسی کا خوف تجھ پر ہو نہیں سکتا

مزاجِ شیر نر روباہ ہرگز ہو نہیں سکتا

حضرت ہردوئی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقام کیا تھا؟ یہ ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمایئے، حضرت والا فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے ایک جگہ بیٹھ کر وضو شروع کیا، پھر وہاں سے اُٹھ کر دوسری جگہ بیٹھ گئے پھر وہاں سے ہٹ کر تیسری جگہ۔ کسی نے پوچھا کہ حضرت یہ کیا معاملہ ہے؟ فرمایا کہ وہاں چیونٹیاں تھیں، وضو کے پانی سے وہ منتشر ہو جاتیں، ان کا خاندان اِدھر اُدھر ہو جاتا جس سے ان کو اذیت پہنچتی۔ یہ ہیں اللہ والے جو چیونٹیوں کو بھی اذیت نہیں دیتے[2]۔

اور فرمایا کہ وعدہ ہے اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ نیک بندے جنت میں جائیں گے خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ القاری شرح بخاری میں نقل فرماتے ہیں **قال الحسن البصری فی تفسیر الابرار الذین لا یوذون الذر** جو چیونٹیوں کو بھی

---

[1] خزائنِ شریعت وطریقت: ۱۸۲، ۱۸۱۔

[2] وعظ حقوق النساء: ۳۸۔

تکلی نہ دیں۔......... شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کو دیکھئے کہ چیونٹیوں کو بھی تکلیف نہیں دیتے اور آج خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر پر میرے شیخ کا مقام دیکھئے[1]۔

المختصر! انھی چند آراء پر اکتفاء کرتا ہوں ورنہ لکھنے کو تو بہت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مشائخ و اکابر کی قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

.........☆.........

[1] ذکر اللہ اور اطمینانِ قلب: ۲۲، ۱۳۔

آراء اکابر علمائے کرام ومشائخ عظام

(حضرت والا اور حضرت والا کی تصانیف وتالیفات کے متعلق)

محمد ارمغان ارمانؔ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم ، اَمَّا بَعۡدُ!

مجدّدِ زمانہ سیّدی ومرشدی حضرت والا قدس سرہ کے متعلق اکابر علماءِ حق، محدثین، مفسرین اور مشائخِ طریقت نے حضرت والا کی پاکیزہ زندگی، سلامتِ فکر، بلند خیالی، حسنِ ذوق، عظیم نسبت مع اللہ اور کمال درجہ کے عشقِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت دی ہے۔ اکابر کی آراء میں حضرت والا کا مقام دیکھنے کے لیے چند تاثرات یہاں نقل کرتا ہوں اور حضرت والا کی تصانیف وتالیفات پر اکابرین نے جو آراء، تقاریظ اور خطوط ارقام فرمائے ہیں، ان میں سے چند وہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔

شیخ المشائخ قطبِ دوراں صدیقِ زماں

حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ:

حضرت پھولپوری فرماتے ہیں کہ: ”حکیم اختر ہمارے علومِ غامضہ کو خوب سمجھ لیتے ہیں اور پھر اس کو باحسن طریق قلمبند بھی کر لیتے ہیں“[1]۔

جس کی مثال میں ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیے کہ کس طرح حضرت والا قلمبند فرماتے تھے، حضرت والا ارشاد فرماتے ہیں کہ:

[1] براہینِ قاطعہ

(پھولپور میں) حضرت کی مسجد اور خانقاہ سے ذرا فاصلے پر ایک چھوٹا سا تالاب تھا، اس میں ہم لوگ کپڑے دھوتے تھے، میں حضرت کے کپڑے دھو رہا تھا کہ حضرت نے آواز دی حکیم اختر دل میں ایک علمِ عظیم وارد ہوا ہے جلدی نوٹ کرو، میں نے کہا حضرت میں حاضر ہوا اور جلدی سے اٹھ کر آیا (اور پھر وہ علمِ عظیم بیان فرمایا)......... تو اس طریقے سے میں حضرت کے علوم نوٹ کرتا تھا[1]۔

شیخ المشائخ فقیہ العصر مفتیٔ اعظم پاکستان

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ:

ایک بار حضرت مفتی محمد شفیع صاحب (مفتیٔ اعظم پاکستان) نے حضرت پھولپوری سے فرمایا کہ: ''حضرت! حکیم اختر کو ماشاء اللہ حق تعالیٰ نے تحریر مضامین کا خوب سلیقہ عطا فرمایا ہے''[2]۔

حضرت مفتی صاحب ''معارفِ شمس تبریز'' کی تقریظ میں لکھتے ہیں کہ:

باسمہٖ سبحانہ

جناب مولانا حکیم محمد اختر صاحب سلمہٗ اللہ تعالیٰ نے چند سال قبل معارفِ مثنوی لکھی تھی جو بہت مقبول ہوئی اور عوام و خواص نے اس سے استفادہ کیا اور اس کے مطالعہ میں روحانی و ایمانی کیف محسوس کیا۔ اب مولانا موصوف نے صاحبِ مثنوی مولانا روم کے مرشد حضرت شمس تبریز کے دیوان کا اختصار کیا ہے اور ان اقتباسات کو مع ترجمہ و تشریح اہلِ دِل کے سامنے پیش کیا ہے جو بہت ہی مفید ہیں۔ سالکانِ راہِ طریقت سے خصوصاً اور مسلمانوں سے عموماً امید ہے کہ اس کتاب معارف شمس تبریز سے پوری طرح مستفید ہوں گے اس کے مطالعہ سے ان شاء اللہ تعالیٰ باطن مجلّٰی و مزکّٰی ہو گا۔ و باللہ التوفیق

بندہ محمد شفیع

۱۱/ربیع الاوّل ۱۳۹۶ھ

---

[1] معارفِ ربانی: ۱۱۰، شریعت و طریقت: ۴۳۱۔

[2] براہینِ قاطعہ۔

شیخ المشائخ قطبِ الارشاد عارف باللہ

حضرت ڈاکٹر محمد عبد الحیٔ عارفی رحمہ اللہ تعالیٰ:

حضرت ڈاکٹر صاحب "مذاکراتِ دکن" کتاب کی تقریظ میں لکھتے ہیں کہ:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عزیزم مولانا حکیم محمد اختر سلمہ اللہ تعالیٰ کی جملہ تالیفات کو حق سبحانہ تعالیٰ کے فضل خاص سے عوام وخواص امت نے بہ نظر تحسین دیکھا اور مفید پایا جس میں معارفِ مثنوی مولانا روم خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔

عزیز موصوف کی مجالس و مواعظ سے بھی ماشاء اللہ خلق کو نفع ہو رہا ہے۔

حیدرآباد دکن میں آپ کے مواعظ سے کچھ کچھ اقتباسات مولانا محمد رضوان القاسمی فاضل دیوبند نے مقامی اخبار روزنامہ "نوید دکن" کے کالم "ندائے حجاز" میں جو مسلسل کئی روز شائع کیا تھا ان کا مجموعہ بعنوان "مواعظ حیدرآباد دکن" کراچی سے شائع کیا جارہا ہے۔ ان مضامین کا کچھ حصہ احقر نے بالاستیعاب اور کچھ حصہ جستہ جستہ دیکھا ماشاء اللہ ع

از دل ریزد بر دل خیزد

کا مصداق ہے۔ مجھے اس بات سے خاص طور پر مسرت ہوئی ہے کہ عزیز موصوف کی تقاریر میں وہی جھلک وانداز بیان ہے جو خانقاہ تھانہ بھون کا طرۂ امتیاز ہے۔ "جاذبیت ونافعیت"

دل سے دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ اس کتاب کو نیز موصوف کی جملہ تالیفات اور خدماتِ دینیہ کو حسنِ قبول عطا فرمائیں۔

دُعا گو محمد عبد الحیٔ عفا اللہ عنہ

اسی طرح حضرت ڈاکٹر عبد الحیٔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس دامت برکاتہم کو ایسا کیفِ باطن عطا فرمایا ہے جو دوسروں کے لیے بھی کیفِ آفریں ہے"[1]۔

شیخ المشائخ حضرت مولانا فقیر محمد پشاوری رحمہ اللہ تعالیٰ:

حضرت والا نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت مولانا فقیر محمد صاحب خلیفہ مجاز حکیم الامت مجددملت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی کی مسجد (پشاور) میں بیان کیا۔ آپ بہت خوش ہوئے اور یہ دعا فرمائی: "اے اللہ! حکیم محمد اختر صاحب کو لسانِ اشرف عطا فرمادے"[2]۔

شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ:

حضرت بنوری صاحب ایک کتاب کی تقریظ میں لکھتے ہیں کہ:

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

برادرم محترم جناب مولانا حکیم محمد اختر صاحب کی تالیف لطیف "معارفِ مثنوی" پڑھ کر موصوف سے اتنی عقیدت ہوئی جس کا مجھے تصور بھی نہ ہو سکتا تھا۔ فارسی و اُردو میں قدرتِ شعر، حسنِ ذوق، پاکیزگیٔ خیالات، دردِ دل کا بہترین مرقع ہے۔ اب موصوف نے دیوانِ شمس تبریز جو عارف رومی متکلم کے شیخ ہیں ان کے حقائق و معارف کا انتخاب و تشریح و بیان لکھ کر اپنے حسنِ ذوق، لطافتِ طبع، سلامتِ فکر کا ایک اور شاہد عدل پیش کیا۔ اربابِ ذوق و فکر ان شاء اللہ تعالیٰ انتہائی قدردانی سے دیکھیں گے اور حریفان بادہ پیا خوب لطف اندوز ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو مزید ترقیات سے نوازے اور اربابِ ذوق کو ان کے شگفتہ تالیفات و انتخابات سے مزید مستفید فرمائے، آمین۔

محمد یوسف بنوری

یوم سہ شنبہ ۸/ ربیع الاوّل ۱۳۹۶ھ

---

[1] عرفانِ محبت شرح فیضانِ محبت: ۲۳۔

[2] سفر نامہ رنگون وڈھاکہ: ۶۵۔

حضرت بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت والا کی مثنوی کو دیکھا تو ارشاد فرمایا تھا کہ:

لَا فَرْقَ بَیْنَكَ وَ بَیْنَ مَوْلَانَا رُوْم

"مجھے مولانا رومی کے اور ان کے کلام میں کچھ فرق نظر نہیں آتا"[1]۔

علامہ محی الدین زاہدی قاسمی صاحب (ایرانی عالم):

ایران کے ایک عالم علامہ محی الدین زاہدی قاسمی حضرت والا کی معارفِ مثنوی دیکھ کر ارشاد فرمایا:

"ہر کہ مثنوی اختر را بخواند اور امثنوی مولانا روم پندار دلا ریب کہ مولانا شاہ حکیم محمد اختر رومی عصر اند"۔

شیخ المشائخ قطب العارفین محی السنّہ

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی رحمہ اللہ تعالیٰ:

حضرت والا "معارفِ مثنوی" کتاب کی تقریظ میں لکھتے ہیں کہ:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد

کتاب معارفِ مثنوی کو مختلف مقامات سے دیکھا ماشاء اللہ مثنوی شریف کی خوب تشریح کی ہے گاہ بگاہ اس کو اپنے یہاں بعد عصر سناتا بھی ہوں، اس بات سے بہت ہی مسرت ہے کہ اکابر کرام نے بھی اس کو پسند فرمایا اور یہاں کے بعض اکابر ہندوستان میں اس کی طباعت و اشاعت کے خواہش مند ہیں اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرماویں اور لوگوں کو اس سے منتفع ہونے کی توفیق بخشیں۔

ابرار الحق

اسی طرح "معارفِ شمس تبریز" کتاب کی تقریظ میں لکھتے ہیں کہ:

[1] پردیس میں تذکرۂ وطن: ۲۸۰۔

کتاب معارف شمس تبریز کے سلسلہ میں حضرت مولانا محمد شفیع صاحب اور حضرت مولانا محمد یوسف بنوری صاحب اور حضرت ڈاکٹر عبد الحئ صاحب دامت برکاتہم نے جو آراء تحریر فرمائی ہیں ان سے بے حد مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو بھی مثل معارفِ مثنوی نفع بندگانِ خدائے تعالیٰ و طالبانِ ہدایت و معرفت بنادیں اور قبول فرماویں، آمین۔

ابرار الحق

ناظم مجلس دعوۃ الحق ہردوئی یوپی ہند

بعد ظہر یوم الاحد ۲۶/ربیع الاوّل ۱۳۹۶ھ

سیّدی و مرشدی حضرت والا نے ارشاد فرمایا: ایک عورت تھی، اس کے شوہر کا بھائی بہت حسین تھا، گھر میں شرعی پردہ نہیں تھا۔ وہ عورت میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم سے مرید تھی۔ مکہ شریف میں میرے شیخ کے پاس اس کا خط آیا کہ میں بہت پریشان ہوں، شوہر کے بھائی کو دیکھتے دیکھتے اس سے عشق ہوگیا، اب میں کیا کروں، پانچوں وقت کی نماز پڑھتی ہوں مگر اس کا عشق دل سے نہیں جاتا۔ حضرت والا نے لکھا کہ حکیم اختر کی کتاب ہے "روح کی بیماریاں اور ان کا علاج" اس کو روزانہ پڑھا کرو۔ اس موقع پر میرے مزہ کو نہ پوچھو کہ مجھے کتنی خوشی ہوئی کہ میری کتاب پڑھنے کا حکم میرا شیخ دے رہا ہے[1]۔

"عارف باللہ" کا لقب: حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے شیخ محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے حیدرآباد دکن (انڈیا) میں "عارف باللہ" کا خطاب دیا جہاں ایک بہت بڑا دینی جلسہ تھا۔ جلسہ کے منتظمین کو حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی کہ اشتہار میں حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب کے نام سے پہلے "عارف باللہ" لکھا جائے[2]۔[3]

---

[1] ارشاداتِ دردِ دل: ۱۸۰، ۱۷۹۔

[2] سفر نامہ رنگون وڈھاکہ: 48۔

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ (مؤلف معارف الحدیث):

"معارفِ مثنوی" کتاب کی تقریظ میں لکھتے ہیں کہ:

مکرمی مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کی تالیف کردہ کتاب "معارفِ مثنوی" کا مطالعہ شروع کیا جب تک نیند نے مجبور نہیں کیا پڑھتا رہا۔ کتاب کو بہت قابلِ قدر اور لذیذ پایا۔ مجھے برابر اس کتاب کا اشتیاق رہا محترم حضرت مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم ایک دن عیادت کے لیے تشریف لائے اور آپ کی اس کتاب کا تحفہ ساتھ لائے اس وقت سے یہ کتاب برابر میرے قریب رہتی ہے۔ الحمد للہ اس سے بہت نفع ہوا۔

شکر گزار اور دُعا کا خواستگار، والسلام

محمد منظور نعمانی

شیخ المشائخ برکۃ العصر شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی ثم مہاجر مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ:

حضرت شیخ الحدیث صاحب کتاب کی تقریظ میں لکھتے ہیں کہ:

باسمہٖ سبحانہٗ

عنایت فرمائے مولانا حکیم محمد اختر صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون۔ آپ کی دو کتابیں "معارفِ مثنوی" اور "دنیا کی حقیقت" پہنچ کر موجبِ منت ہوئیں۔ اس سے بہت مسرت ہوئی کہ آپ کا تعلق اولاً مولانا پھولپوری سے اور آخراً مولانا ابرار الحق صاحب سے ہے اللہ تعالیٰ دونوں کے فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے اللہ تعالیٰ آپ کو اس ہدیۂ سنیّہ کا دونوں جہان میں بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ یہ دونوں کتابیں سن بھی لیں، مضامین ماشاء اللہ بہت اچھے ہیں۔ دل پر اثر کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ

---

[3] یہ شاید ۱۹۸۸ء کا واقعہ ہے جب حضرت والا ہندوستان دعوتِ سفر پر حیدرآباد تشریف لے گئے تھے۔ (از مرتب)

کی مساعی قبول فرمائے، صدقۂ جاریہ بنائے۔ اللہ تعالیٰ معارفِ شمس تبریز کی طباعت کا بھی جلد از جلد انتظام فرمائے اور لوگوں کو ان معارف سے زیادہ سے زیادہ متمتع فرمائے۔ آپ کی دیگر تالیفات کی قبولیت کے لیے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ ذخیرۂ آخرت بنائے اور اپنے وقت پر حسنِ خاتمہ کی دولت سے نوازے۔

محمد زکریا، مدینہ طیبہ
(۷۶/۵/۱۱ء)

شیخ المشائخ یادگارِ اسلاف

حضرت مولانا شاہ محمد احمد پرتاب گڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ:

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم ، نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ، اما بعد

حضرت عارف رومی قدس سرہٗ کی مثنوی معنوی اپنے اسرار و معارف کے لحاظ سے بین العوام والخواص مشہور و معروف ہے علماء و مشائخ نے اس کو تلقی بالقبول فرمایا ہے چنانچہ اپنی مجالس و مواعظ میں اس کے اشعار و مضامین بطورِ سند و حجت پیش فرماتے ہیں بلکہ اس کے درس و تدریس کا سلسلہ بھی رہا ہے جس کی وجہ سے بہتوں کی اصلاح ہوئی عقائد تک درست ہوئے اور عقائد زندقہ سے تائب ہو گئے۔ معلوم نہیں کتنے اہلِ ذوق عشق و محبتِ الٰہی میں کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ نسبت مع اللہ کی دولت سے نوازے گئے اور واصل الی اللہ ہو گئے اور کتنے اہلِ علم جائے تقلید سے پایۂ تحقیق تک پہنچ گئے۔

شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ کو تو گویا مثنوی معنوی سے عشق تھا امداد المشتاق میں آپ کا یہ ملفوظ مذکور ہے کہ ”فقیر نے عادت کر لی ہے کہ سفر حضر میں کلام اللہ شریف، دلائل الخیرات و مثنوی معنوی کو ضرور پاس رکھتا ہوں“۔

نیز حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نور اللہ مرقدہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ”تین کتابیں البیلی ہیں: قرآن شریف، بخاری شریف، مثنوی شریف“۔

اسی طرح حضرت مولانا تھانوی قدس سرہٗ کو بھی اس کتاب سے خاص شغف تھا چنانچہ کئی دفتر کی شرح بھی لکھی جو ''کلیدِ مثنوی'' کے نام سے مشہور ہے۔

پس اکابر کے اس قدر شغف کا تقاضا تھا کہ ہم منتسبین بھی اس کتاب سے خاص ربط رکھتے اور مولانا رومی کے فیوض سے مستفید ہوتے مگر فارسی زبان سے ناواقفیت اور سلوک و طریق سے قلتِ مناسبت کی بناء پر اب گویا اس کتاب سے تعلق ہی ختم ہو رہا ہے۔

بنابریں ضرورت تھی کہ اس کے زیادہ مفید و مؤثر اشعار کا انتخاب کر کے اس کا اُردو میں ترجمہ کیا جائے اور اس کے مفہوم و مقصود کو آسان و دلچسپ طریقے سے بیان کیا جائے، اس کی حکایت کا اقتباس کیا جائے اور اس کے فوائد کو بالاختصار لکھا جائے تا کہ اس اہم کتاب سے ربط باقی رہے اور کل فائدہ نہیں تو بعض تو حاصل کیا جاسکے **ما لا یدرك كُلُّهٗ لا یترك كُلُّهٗ**۔

لہٰذا قابل مبارک باد ہیں عزیز محترم و مکرم مُحِبُّم و مخلصم جناب مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب سلمہٗ و زادلطفہٗ کہ انہوں نے اس خدمت کو بطریق احسن انجام دیا اور اس سلسلہ میں بہت محنت و عرق ریزی کی۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ بس اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے یہ توفیق عطا فرمائی کہ انہوں نے یہ اہم کام انجام دیا **نهنیاً لهم**۔

درمیان میں جو موقع بموقع اپنے مشائخ و اکابر کے ارشادات کو بطورِ تائید لائے ہیں اس تو چار چاند لگ گئے ہیں اور پتہ چلتا ہے کہ ہمارے مشائخ اور متقدمین کی تعلیمات میں کس قدر تطابق ہے اس طرح گویا بہت سے عارفین کے معارف اس کتاب میں آگئے ہیں۔

کتاب کے عام فہم اور دلچسپ و مفید ہونے کے لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ معارفِ مثنوی اس لائق ہے کہ سفر حضر میں ساتھ رکھی جائے اور اس سے منتفع ہوا جائے **فجزاه اللّٰه عنا و عن سائر المسلمين و السالكين**۔

مثنوی اختر کو بھی دیکھا ماشاء اللہ تعالیٰ بہت ہی خوب اور وجد آفریں ہے۔ مضامین بہت ہی مفید آ گئے ہیں مسائل سلوک اور رذائل نفس اور اس کے علاج کو عمدہ طریقے سے بیان کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق دے۔

بطورِ خلاصہ عرض ہے کہ معارفِ مثنوی قابلِ دید ہے اور اس کے مؤلف سلمہٗ قابلِ داد۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحت و قوت کے ساتھ رکھے اور خوب کام لے۔

محمد احمد پھولپوری پرتا بگڈھی

حضرت والا نے ارشاد فرمایا: مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے میں نے بیت اللہ میں ایک دفعہ مثنوی کی شرح بیان کی تو حضرت نے فرمایا کہ تمہاری مثنوی کی شرح سے میرے سر میں جو درد تھا وہ سب چلا گیا، طبیعت منشرح ہو گئی اور الہ آباد میں میں نے تھوڑی سی روح المعانی کی تفسیر بیان کی تو حضرت نے فرمایا کہ روح المعانی دوسرے لوگ بھی بیان کرتے ہیں لیکن تم جب روح المعانی بیان کرتے ہو تو اس میں کچھ اور ہی مزہ آتا ہے، میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

ایک دفعہ ہردوئی میں مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کی موجودگی میں میرا بیان ہوا اور صدر مفتی دیوبند مفتی محمود حسن گنگوہی بھی موجود تھے اور مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے، بڑے بڑے علماء آئے ہوئے تھے، حضرت ہردوئی نے فرمایا آج تم کو بیان کرنا ہے۔ تو میں نے مفتی صاحب سے عرض کیا کہ حضرت آپ کے سامنے بیان کرنے میں تو مجھے ڈر لگ رہا ہے، آپ جایئے کمرے میں آرام کیجئے کیونکہ مفتی صاحب کا اتنا زبردست حافظہ ہے کہ پوری بخاری شریف جیسے ان کو زبانی یاد ہے، میں نے کہا عبارت میں کہیں غلطی ہو جائے گی تو بلاوجہ بدنامی ہو گی۔ تو حضرت نے فرمایا اچھا آپ مجھے اپنے بیان سے محروم کرنا چاہتے ہیں، میں ہرگز نہیں جاؤں گا، مجبوراً میں اللہ سے دعا کر کے بیٹھ گیا، جب میرا بیان ختم ہوا تو مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے اور مجھے سینے سے چمٹا لیا اور انہوں نے جو فرمایا کیا عرض کروں کہتے ہوئے شرم آتی ہے لیکن بزرگوں کا حسنِ

ظن ہے اس لیے عرض کر رہا ہوں۔ فرمایا کہ اختر کسی کو تو اللہ زبان دیتا ہے اور کسی کو دل تجھ کو اللہ نے دونوں عطا فرمائے ہیں[1]۔

اور یہ بھی فرمایا کہ چالیس سال تک جو تم کو بولنا نصیب نہیں ہوا وہ مشابہت ہے شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی، فرمایا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حالات میں لکھا ہے کہ چالیس سال تک اللہ نے مجھ کو بے زبان رکھا اور اس کے بعد زبان عطا فرمائی تو میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا[2]۔

اللہ تعالیٰ سیّدی و مرشدی حضرت والا اور جملہ اکابرین کے درجات بلند فرمائے اور ان کی قبور کو منور فرمائے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

.........☆.........

[1] معارفِ ربانی: ۱۰۸، ۱۰۷۔

[2] خزائنِ شریعت و طریقت: ۲۵۸۔

خلفائے مجازین اور حضرت والا کی چند اہم نصائح

محمد ارمغان ارمانؔ

سیّدی و مرشدی حضرت والا قدس سرہ کے چند اہم ملفوظات جو خلافت کی حقیقت پر بہت جامع ہیں، پہلے یہاں نقل کرتا ہوں:

خلافت کی حقیقت:

ارشاد فرمایا: خلافت جنت کی ضمانت نہیں بزرگوں کا حسنِ ظن اور اعتماد نامہ ہے۔ چنانچہ اگر کسی کے حالات خدانخواستہ بگڑ جائیں تو بزرگوں کا اجماع ہے کہ ایسے شخص کی خلافت عملاً سلب ہو جاتی ہے اور برکت ختم ہو جاتی ہے اور اس سے دین کا کام نہیں لیا جاتا۔ اس لیے خلفاء کو چاہیے کہ اپنے حالات کا جائزہ لیتے رہیں اور سنت و شریعت پر گامزن رہیں اور اپنے حالات کو اہل اللہ سے ملاتے رہیں کہ کہیں ہم شاہراہِ اولیاء اللہ سے تو نہیں ہٹ رہے ہیں۔ اس لیے خلافت کو نعمت تو سمجھیں کہ اہل اللہ کا حسنِ ظن ہے اور بزرگوں کے حسنِ ظن کی برکت سے اللہ تعالیٰ نااہل کو بھی اہل بنا دیتے ہیں لیکن اس کو جنت کا ٹھیکہ نہ سمجھیں۔ خوف کا مقام ہے۔ بہت سے غیر خلفاء اپنے تقویٰ و خشیت کی برکت سے نور کے منبروں پر ہوں گے اور بہت سے خلفاء کی بوجہ بد عملی مشکیں کَسی ہوئی ہوں گی۔ اللہ پناہ میں رکھے۔ نجات کا مدار اعمال پر ہو گا۔

بعض کو خلافت نہ دینا شیخ کا کمالِ اخلاص ہے:

ارشاد فرمایا: کوئی طالب شیخ کے ساتھ ایک طویل عمر رہے اور شیخ خلافت نہ دے یہاں تک کہ شیخ کا انتقال ہو جائے پھر دوسرا شیخ دو ایک سال ہی میں خلافت عطا کر دے تو شیخِ اوّل کی ناشکری نہ

کرے۔ اس کی عجیب مثال دل میں آئی کہ ایک خانساماں نہایت اعلیٰ درجہ کی بریانی پکا رہا تھا، یہاں تک کہ بریانی کو دَم کے قریب کر دیا مگر ابھی دَم پر نہ آئی تھی کہ اس خانساماں کا انتقال ہو گیا۔ پھر دوسرے خانساماں نے اس کو دَم دے دیا اور خوشبو پھوٹ نکلی اب گویا اس بریانی کو خلافت دے دی کہ اپنا فیض عام کرے اور لوگ کھانے سے فیض یاب ہوں۔ بتائیے کہ اس صورت میں خانساماں اوّل کی ناشکری جائز ہو گی کہ اس نے خلافت نہیں دی اور بریانی کو افادہ کے لیے تقسیم نہیں کیا؟ بلکہ اس کے شکر گزار اور اس کے اخلاص کے قائل ہوں گے کہ وقت سے پہلے اگر بریانی تقسیم کر دیتا تو لوگ تھو تھو کرتے اور بریانی سے صحیح استفادہ نہیں کر سکتے تھے۔ اسی طرح شیخِ اوّل نے خلافت نہ دے کر للّٰہیت کا ثبوت دیا اور امانتِ خلافت کا حق ادا کر دیا۔ اس کے اخلاص پر تو فدا ہو جانا چاہیے۔ (خزائنِ شریعت وطریقت:۱۰۰،۹۹)

اولادِ شیخ کا ادب:

ارشاد فرمایا: شیخ کے انتقال کے بعد بھی اس کا اور اس کی اولاد کا، اس کے بیٹوں کا، اس کے پوتوں کا ادب لازم ہے خصوصاً اس کی اولاد، بیٹے پوتے اگر عالم اور حافظ بھی ہوں تو سونے پر سہاگہ ہے کہ ان کو شیخ کی نسبت بھی ہے اور علمِ دین کی نسبت بھی ہے۔ میرے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی جہاں بیٹھتے تھے تو پہلے ایک کپڑا بچھاتے تھے لیکن جب اپنے شیخ حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی کی قبر پر حاضر ہوئے تو میں نے دیکھا کہ ادب کی وجہ سے بغیر کچھ بچھائے زمین پر بیٹھ گئے اور رو رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو بھی اور آپ کو بھی اور سب کو باادب بنا دے اور بے ادبی سے بچائے، آمین۔ (ایضاً:۴۲۱،۴۲۰)

فہرست خلفائے مجازین

سیّدی و مرشدی حضرت والا قدس سرہ کے خلفائے مجازین ۲۰۰ سے زائد ہیں، چونکہ ابھی خانقاہ سے فہرست شائع نہیں کی گئی اور حضرت والا نے اپنی حیاتِ مبارکہ ہی میں کچھ کی خلافت بھی منسوخ فرمائی تھی اس لیے حضرت والا کے سب خلفاء کے نام یہاں نہیں لکھے جا سکتے، البتہ چند ایک نام

یہاں درج کیے گئے ہیں۔ خانقاہ کی جانب سے خصوصی اشاعت کی تیاری کی جارہی ہے جس میں مکمل فہرست شائع ہوگی، اِن شاء اللہ العزیز۔ اب بلاترتیب صرف چند خلفاء کے نام ملاحظہ فرمایئے:

☆... حضرت سیّد عشرت جمیل ملقب میرؔ صاحب (خادمِ خاص حضرت والا)

☆... حضرت حافظ مولانا محمد ابراہیم صاحب ابن حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب و نائب مہتمم جامعہ اشرف المدارس کراچی

☆... حضرت حافظ مولانا محمد اسحاق صاحب ابن حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب

☆... حضرت حافظ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب ابن حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب

☆... حضرت فیروز عبد اللہ میمن صاحب۔ کراچی

☆... حضرت مولانا محمد یونس پٹیل صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ڈربن، ساؤتھ افریقہ

☆... حضرت مولانا منصور الحق ناصر صاحب۔ شیخ الحدیث دارالعلوم آزادوِل، ساؤتھ افریقہ

☆... حضرت مولانا عبد الحمید صاحب۔ مہتمم دارالعلوم آزادوِل، ساؤتھ افریقہ

☆... حضرت مولانا مفتی محمد امجد صاحب (فاضل دارالعلوم دیوبند، انڈیا)۔ ساؤتھ افریقہ

☆... حضرت مولانا مفتی عبد المنان صاحب۔ نائب مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

☆... حضرت ڈاکٹر عبد المقیم صاحب۔ ناظم یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ لاہور

☆... حضرت مولانا مفتی محمد ارشاد اعظم صاحب۔ ناظم تعلیمات جامعہ اشرف المدارس کراچی

☆... حضرت مولانا جلیل احمد اخون صاحب۔ شیخ الحدیث جامع العلوم عید گاہ بہاولنگر

☆... حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب۔ بانی و مہتمم جامعہ خلفائے راشدین کراچی

☆... حضرت مطہر محمود صاحب۔ لاہور

☆... حضرت مولانا عبد المتین صاحب۔ بنگلادیش

☆... حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب۔ رئیس دارالافتاء جامعہ اشرف المدارس کراچی

☆... حضرت مولانا مفتی عبد اللہ البرنی المدنی صاحب ابن حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری مہاجر مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ سعودی عرب

☆... حضرت مولانا محمد ابراہیم کشمیری صاحب۔ آزاد کشمیر

☆... حضرت محمد رمضان صاحب۔ کراچی

☆... حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب۔ سرگودھا

☆... حضرت خالد اقبال تائبؔ صاحب۔ کراچی

☆... حضرت شاہین اقبال اثرؔ صاحب۔ کراچی

☆... حضرت شمیم احمد صاحب۔ کراچی

☆... حضرت ثروت صاحب۔ کراچی

☆... حضرت مولانا غلام محمد صاحب۔ پشاور

☆... حضرت مولانا آصف صاحب۔ برطانیہ

☆... حضرت حافظ داؤد صاحب۔ فرانس

☆... حضرت مولانا محمد فرحان فیروز میمن صاحب۔ کراچی

☆... حضرت مولانا سہیل احمد صاحب (انجینئر)۔ کراچی

☆... حضرت حافظ ضیاء الرحمٰن صاحب۔ کراچی

☆... حضرت مولانا محبوب الٰہی صاحب۔ امام مسجد بیت المکرم کراچی

☆... حضرت مولانا عبد اللہ میمن صاحب۔ جامعہ دارالعلوم کراچی

☆... حضرت قاری عبد المالک صاحب۔ مدرس شعبہ تجوید قرأت جامعہ دارالعلوم کراچی

☆... حضرت مولانا عبد الرشید صاحب۔ شیخ الحدیث جامعہ اشرف المدارس کراچی

☆... حضرت مولانا مفتی انعام الحق صاحب۔ مفتی دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن کراچی

☆... حضرت حافظ ڈاکٹر محمد ایوب صاحب

☆... حضرت ڈاکٹر امان اللہ صالح صاحب۔ کراچی.........وغیرہ وغیرہ

ہدایات ونصائح برائے خلفائے مجازین وجملہ احباب

(۱) تمام مجازین ہر ماہ کسی مقام پر اجتماع کر کے ایک دوسرے کی ملاقات اور فکرِ اصلاح کے طریقے پر غور کریں۔

(۲) تواضع اور فنائیت کا اہتمام اور ہر شخص خود کو جملہ مسلمانوں سے کمتر فی الحال اور حیوانات اور کفار سے فی المآل کمتر سمجھے۔

(۳) کھلم کھلا ارتکاب کبائر کے مرتکب کی خلافت منسوخ سمجھی جاوے گی مثلاً گھر میں ٹیلیویژن کا استعمال یا اپنی بیوی کو بے پردہ بازاروں میں پھرانا، یا دُکان میں دُکانداری کے لیے بٹھانا، ایسے اعمال سے اس کی خلافت منسوخ سمجھی جاوے گی اور فہرست مجازین سے اس کا نام کاٹ دیا جائے گا۔

(۴) جس کو جہاں اور جس خلیفہ سے مناسبت ہو اس کو وہاں شرکت کی بہ طیب خاطر اور بدون شکایت اجازت دینا علامت اخلاص ہوگی اور مریدوں کو بدون مناسبت اپنی طرف کھینچنے کی کوشش حبِّ جاہ اور عدم اخلاص کی علامت ہے۔

(۵) آپس میں اتحاد اور محبت اور تواضع سے ملاقات کرنا اور اپنے کو مٹانا خلاصۂ تصوف اور حاصلِ طریق ہے۔

(۶) خلافت کو اپنی اصلاح کا ذریعہ سمجھیں، اس کو اپنے لیے صاحبِ کمال ہونے کی دلیل سمجھنا سخت نادانی ہے۔

(۷) ذکر و مجلس تعلیم وتربیت کا اہتمام اپنی بستی میں لازم ہے۔

(۸) اللہ تعالیٰ کی محبت اور ایمان کا نقطۂ آغاز لا الٰہ سے ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ الٰہ کی تینوں قسموں سے قلب کی طہارت کے بدون الا اللہ کی تجلیات خاصہ سے قلب متجلی نہ ہوگا۔ اور الٰہ حجر سے بچنا تو ہر مؤمن کا عمل ہوتا ہے لیکن الٰہ جاہی اور اور الٰہ باہی سے طہارتِ قلب تزکیۂ نفس کے لیے لازم ہے۔ جاہ سے مراد تکبر اور غضب اور غیبت ہے، الٰہ باہی سے مراد بدنظری اور دل میں شہوت کا

خیال لانا اور پردہ شرعی نہ کرنا، فلمی گانے اور موسیقی سننا یا خواتین کو نوکر رکھنا اور بے پردہ ان سے اختلاط یا بے ریش حسین لڑکوں سے اختلاط اور ان سے پیر دبوانا وغیرہ ہے۔ دلیل یہ ہے:

اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ۔

(۹) آپس میں ملاقات سے اجتناب اور تنافر و تحاسد و غیبت اور بتاغض یہ علامتِ حیاتِ نفس اور حبِّ جاہ ہے اس لیے ذوقِ جنتی پیدا کیجئے۔ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ اہل اللہ سے ملاقات کو دخولِ جنت سے اوّل اور مقدم فرمانا دلیل ہے کہ اہل اللہ سے ملاقات دخولِ جنت سے افضل ہے کیونکہ اہلِ جنت مکین ہیں اور جنت مکان ہے اور مکان سے مکین افضل ہوتا ہے۔ یہ تحقیق میرے مرشدِ اوّل شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ امام شافعی کا یہ قول بھی میرے شیخ شاہ عبد الغنی پھولپوری نقل فرمایا کرتے تھے کہ جب سے خبر ملی کہ جنت میں دوستوں سے ملاقات ہوگی مجھ کو جنت کا شوق بڑھ گیا۔

(۱۰) ہر سانس حق تعالیٰ کی رضا کے اعمال پر فدا کرنا اور ایک سانس بھی اللہ تعالیٰ کے غضب و ناراضگی و قہر کے اعمال میں استعمال نہ کرنا روحِ اسلام اور روحِ ایمان ہے اور یہ نعمت احسان کے صدقہ میں ملتی ہے لہٰذا کیفیتِ احسانی اہل اللہ کے سینہ سے حاصل کرنے کی فکر ضروری ہے اور ذکر کا دوام اور صحبتِ اہل اللہ کا اہتمام اور معاصی سے اجتناب کا التزام احسانی کیفیت کے حصول کا قوی ذریعہ ہے۔

(۱۱) تبلیغی جماعت پر تنقید و تنقیص نہ کی جائے اور جو حضرات تبلیغی کام سے منسلک ہیں ان کو بھی دین کا خادم سمجھ کر ان کا اکرام کیا جائے۔

(۱۲) ہر مسلک کے اہلِ حق مشائخ کا اکرام و احترام کیا جائے اور گروہ بندی سے سخت احتراز کیا جائے کیونکہ افتراق دین کے لیے سخت مضر ہے۔ امت کو جوڑنے کی ہر دم فکر ہو۔ اختلاف و افتراق سے سخت گریز کیا جائے۔

(۱۳) خاندان و برادری کی شادی بیاہ وغیرہ کی تقریبات کی غیر شرعی رسومات کو روکنے کی اگر قدرت نہ ہو تو ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ان تقریبات میں خود ہرگز ہرگز شرکت نہ کریں۔ **لَا یَجُوْزُ الْحُضُوْرُ عِنْدَ مَجْلِسٍ فِیْہِ الْمَحْظُوْرُ۔**

(۱۴) ہر خلیفہ یہ سمجھ لے کہ خلافت بوجہ استعداد نہیں دی گئی بلکہ برائے استعداد دی گئی ہے۔ بعض لوگوں کی اصلاح خلافت پر موقوف ہوتی ہے اسی وجہ سے شیخ خلافت دے دیتا ہے جس طرح مستقبل کی صلاحیتوں کی امید پر میزان پڑھنے والے کو مولوی صاحب کہہ دیا جاتا ہے۔

(۱۵) غیب کا علم صرف اللہ کو ہے، میں تو صرف ظاہری حالت دیکھ کر اللہ تعالیٰ پر نظر رکھتے ہوئے خلافت دیتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے روزانہ دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ تعالیٰ جس کو بھی میں نے اجازت دی ہے آپ اس کو میرے لیے صدقہ جاریہ بنایئے اور اخلاص نصیب فرما کر اس سے خوب کام لیجئے اور صاحبِ نسبتِ لازمہ بھی بنایئے اور صاحبِ نسبتِ متعدیہ بھی بنایئے اور اولیائے صدیقین کی منتہیٰ تک پہنچایئے۔

آہ جائے گی نہ میری رائیگاں
تجھ سے ہے فریاد اے رب جہاں

اور الحمدللہ میں اپنی آہ وزاری کے ثمرات دیکھ رہا ہوں۔

(۱۶) کوئی خلیفہ خود کو اہم شخصیت سمجھ کر عام مسلمانوں کو حقیر نہ سمجھے بلکہ گنہگار مسلمانوں کے بارے میں یہ سوچے کہ ممکن ہے کہ اس کی زندگی میں کوئی ایسا عمل ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرما لیا ہو اور قیامت کے دن اس کی معافی ہو جائے اور ممکن ہے میری کوئی ایسی غلطی اور گناہ ہو جس کی وجہ سے نیکیاں برباد ہو جائیں۔ بس اس احتمال کو سوچا کرے اور ڈرتا رہے۔

گناہوں سے روکنا واجب ہے لیکن گنہگار کو حقیر سمجھنا حرام ہے، اور کافروں کے حق میں سوچے کہ ممکن ہے اس کو موت سے قبل ایمان نصیب ہو جائے اور اپنے بُرے خاتمہ کا خوف کرے۔ اس طرح عُجب سے اور کبر سے بچ جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ہر خلیفہ کے لیے یہ مراقبہ ضروری ہے خاص طور پر ان خلفاء کے لیے جو اہلِ علم ہیں۔

(۱۷) ریاکاری وہ ہے کہ کسی عمل کو لوگوں کو دکھانے اور ان کو اپنا معتقد بنانے کے لیے کرے۔ اگر یہ نیت نہ ہو اور لوگوں پر ظاہر ہو جائے تو یہ اخلاص کے منافی نہیں ہے۔ شیخ کے سامنے عمدہ عمل کرنے کو بھی اخلاص میں شمار کیا گیا ہے کیونکہ شیخ سے تعلق کا مقصد اللہ تعالیٰ تک پہنچنا ہے، بس جس نے شیخ کا دل خوش کرنے کے لیے عمدہ نماز پڑھی یا عمدہ تلاوت کی تو یہ بھی لوجہ اللہ تعالیٰ شمار ہو گا، اس کی دلیل حدیث شریف میں ہے کہ ایک صحابی رات کو نمازِ تہجد میں تلاوت کر رہے تھے آنحضرت ﷺ سنتے رہے۔ صبح کو آپ ﷺ نے اس کی تعریف فرمائی کہ تم نے بہت عمدہ تلاوت کی تو انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ ﷺ سن رہے ہیں تو میں اور زیادہ خوش الحانی کے ساتھ پڑھتا آپ ﷺ یہ سن کر خاموش ہو گے، ان سے یہ نہیں فرمایا مجھے سنانے کے لیے اچھا پڑھنا اخلاص کے خلاف ہے۔

(۱۸) جن لوگوں نے شیخ کی صحبت زیادہ اٹھائی ہے ان کو اتنا ہی زیادہ فیض ملا ہے اور آگے ان کا فیض بھی زیادہ ہو گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۱۹) ہر اچھی صفت اور خوبی کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرے اپنا کمال نہ سمجھے، اپنے اعمال کو اور اپنے آپ کو اچھا نہ سمجھے، یہ کافروں کا طریقہ ہے کہ وہ خود کو اچھا سمجھتے ہیں۔

(۲۰) جس کو خلافت دی ہے اگر وہ دین کا کام نہ کرے گا تو اس کا تعلق مع اللہ دن بدن کمزور ہوتا چلا جائے گا اور اگر کوئی خلیفہ یوں کہے کہ میرے اندر صلاحیت نہیں ہے تو سمجھ لو کہ تمہاری صلاحیت دیکھ کر میں نے خلافت نہیں دی بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر نظر رکھتے ہوئے خلافت دی ہے کیونکہ جو شخص کہے کہ میری صلاحیت کی بناء پر خلافت ملی ہے تو وہ خود کو نیک سمجھ رہا ہے۔ جبکہ نیک بننا تو فرض ہے لیکن خود کو نیک سمجھنا حرام ہے، ہمیشہ یوں سمجھے کہ میری اصلاح نہیں ہو رہی تھی اس وجہ سے شیخ نے خلافت دے دی تاکہ میں اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہو جاؤں۔

(۲۱) شیخ بننے کے بعد اپنے شیخ کی مجلس کی حاضری نہ چھوڑے اور خود کو اپنے شیخ سے مستغنی نہ سمجھے۔

(۲۲) مجلس کا وقت متعین کر کے اس وقت کتاب پڑھنے کا معمول بنائے اگر لوگوں کی توجہ نہ ہو اور حاضرین کم ہوں یا شروع میں کوئی نہ ہو تو پرواہ نہ کرے بلکہ سنت کے مطابق کام کرے اور خود تقویٰ کے ساتھ رہے، قلب کو متوجہ کرنا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے۔

(۲۳) اگر کوئی شخص مذاق اڑائے یا طعنہ دے یا ستائے یا ماضی کی کوئی خطا یاد دلائے تو اس کی فکر میں نہ پڑے بلکہ اللہ تعالیٰ پر نظر رکھے، اور ستانے والوں کے بارے میں یہ سوچے کہ ان کے ستانے سے رسول اللہ ﷺ کی ایک سنت مجھ سے ادا ہو رہی ہے کہ آپ ﷺ کو بھی دین کا کام کرنے کی وجہ سے بہت ستایا گیا۔

(۲۴) اپنے وعظ میں بار بار اپنے شیخ کا تذکرہ کرے اور اپنے شیخ کی باتیں نام لے کر بیان کرے جو لوگ ایسا نہیں کرتے ان کے سلسلہ میں برکت نہیں ہوتی، اور ان کے مریدین بھی ان کی قدر نہیں کرتے۔

(۲۵) اس بات کو بار بار بیان کرے کہ میں کچھ نہیں تھا شیخ کی برکت سے یہ علوم حاصل ہوئے اور آض جو لوگ مجھ سے استفادہ کرتے ہیں اور میری طرف رکوع کرتے ہیں اور اکرام کرتے ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جو شیخ کی برکت سے ملا ہے۔

(۲۶) لوگوں کی زبان سے اپنی تعریف سن کر خود کو بڑا نہ سمجھے بلکہ اچھی طرح سمجھ لے کہ بندوں کی تعریف سے بندے کی قیمت نہیں بڑھتی بلکہ جب مولیٰ تعریف کرے تو قیمت بڑھتی ہے، جب اللہ تعالیٰ میدانِ حشر میں فرماویں کہ اے میرے بندے میں تجھ سے راضی ہوں تب تم واقعی قیمتی ہوگے لہٰذا قیامت سے قبل اپنی قیمت خود نہ لگاؤ، اور اس بات کو سوچے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے عیوب ان بندوں سے چھپا رکھے ہیں ورنہ یہ سب مجھ سے نفرت کرتے۔

(۲۷)اپنے معاصرین میں سے کسی کی دینی خدمات اور لوگوں میں مقبولیت دیکھ کر اگر دل میں حسد محسوس ہو تو یوں دعا کرے کہ اے اللہ اس کو مزید ترقی عطا فرما اور اس کو اپنا ولی بنالے اور قطب کا مرتبہ عطا فرمادے اس طرح حسد کا علاج ہو جائے گا۔

اصلاحِ نفس کا مختصر راستہ

۱)حسبِ استعداد اپنی قوت اور نشاط کا لحاظ رکھتے ہوئے ذکر اللہ کا اہتمام کرے۔ کلمہ طیبہ سو مرتبہ اس طرح کہ آٹھ دس مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنے کے بعد مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم پڑھے۔

۲)سو مرتبہ درود شریف اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ وَ بَارِكْ عَلٰى حَبِيْبِكَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ پڑھے۔

۳)سو مرتبہ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ پڑھے، اور جب کبھی کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو ندامت کے ساتھ توبہ و استغفار کرنے میں تاخیر نہ کرے بلکہ روزانہ صلوٰۃ التوبہ پڑھ کر تمام چھوٹے بڑے گناہوں کی معافی مانگنے کا معمول بنالیں، اس کی برکت سے حق تعالیٰ شانہ سے تعلق قوی تر ہوتا چلا جائے گا اور گناہوں سے نفرت ہو جائے گی۔

۴)نماز کی ادائیگی میں سستی ہرگز نہ کرے۔

۵)اور نامحرم بے پردہ عورتوں اور بے ریش لڑکوں پر نظر نہ ڈالے اس طرح قلب کی حفاظت ہو گی اور تقویٰ کا نور حاصل ہو گا۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق صحیح کرنے کے لیے ان پانچ باتوں پر عمل کرنا بہت ہی مفید ثابت ہو گا ان شاء اللہ تعالیٰ جس کا جی چاہے تجربہ کرلے۔

تین باتیں اصلاحِ معاشرت کے لیے

۱)اس بات کا دھیان رکھیں کہ میری زبان سے یا میرے ہاتھ سے کسی بھی مسلمان کو اذیت نہ پہنچے خاص طور پر گھر والوں اور قریبی رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کریں۔

۲) کسی بھی مسلمان کی تکلیف پر ہر گز خوش نہ ہوں اور کسی مسلمان کو اچھے حال میں دیکھ کر ہر گز حسد نہ کریں بلکہ خیر و برکت کی دعادیں، کینہ اور بغض سے اپنے دل کو پاک رکھے۔

۳) کسی کا کوئی مالی حق اپنے ذمہ ہو تو ادائیگی کی فکر اور پورا اہتمام کرے، اگر وقتی طور پر انتظام نہ ہو تو مہلت طلب کر لیں۔

اور آخر میں عرض ہے کہ فضل و رحمت خداوندی کے بغیر کچھ نہیں ہوتا لہٰذا اختیار اسباب کے ساتھ روزانہ دو رکعت حاجت پڑھ کر وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اَبَدًا کی آیت کا واسطہ دے کر حق تعالیٰ شانہ سے اس فضل و رحمت کی الحاح سے درخواست کیا کرے جو تزکیۂ نفس کی حقیقی بنیاد ہے اور استقامت علی الدین اور اصلاحِ نفس کی خوب الحاح سے دعا کرے۔

وَ مَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَيْهِ اُنِيْبُ

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

۱۷/ ذوالقعدہ ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۶/ اپریل ۱۹۹۵ء[1]

.........☆.........

[1] خزائن شریعت و طریقت: ۱۵۵۔ ۱۶۲۔

وصایا مع وصیت نامہ برائے اولادِ نسبی واحبابِ خصوصی

از: شیخ العرب والعجم، سلطان العارفین، عارف باللہ، مجدّدِ زمانہ، حکیم العصر قطب العالم
سیّدی ومرشدی حضرتِ اقدس مولانا الشاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ

سیّدی ومرشدی حضرت والا قدس سرہ کی درج ذیل ''وصایا'' حضرت والا کے انتقال کے بعد خانقاہ کی مسجدِ اشرف میں نمازِ عشاء کے بعد مجلس میں حضرت والا کے خلیفہ اور عاشق حضرت شیخ فیروز عبداللہ میمن صاحب مدظلہٗ نے بہت درد و غم اور محبت سے پڑھ کر سنائی تھیں، جس میں صاحبزادہ حضرتِ اقدس دامت برکاتہم العالیہ، حضرت میر صاحب مدظلہٗ اور دیگر خلفاء و متعلقین وغیرہ سب موجود تھے اور بہت اشکبار تھے، احقر محمد ارمغان نے خود سنی اور بہت رویا، اس کی کیفیت بیان نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کی جملہ وصایا و نصائح کے ایک ایک حرف کو ہمارے دل و جان میں اتار کر ان پر سو فیصد عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمادیں، آمین۔ یہ وصایا خانقاہ سے جاری ہوئیں ہیں۔ (از مرتب)

وصایا

۲۰ ربیع الاوّل ۱۴۲۰ھ مطابق ۵ جولائی ۱۹۹۹ء

(۱) الحمدللہ کہ یہ فقیر مقروض نہیں ہے۔

(۲) میرے استعمال کی تمام اشیاء مستعملہ کا مالک میں نے مولانا مظہر میاں سلمہ کو بنادیا ہے اور میں استعار استعمال کرتا ہوں لہٰذا ان میں وراثت جاری نہیں ہوگی اور میرے حجرہ میں جو تبرکات اور مناظر دیواروں میں آویزاں ہیں اس کے مالک بھی مولانا مظہر میاں ہیں خانقاہ نمبر ۲ اور خانقاہ نمبر ۳ کی تمام چیزوں کے لیے بھی یہی حکم ہے۔

(۳)میری نقدر قوم کے تھیلوں پر ھدیہ احقر لکھا ہوا ہے ان میں وراثت جاری ہو گی۔ دو حصہ میرا بیٹا لے گا اور ایک حصہ میری بیٹی۔ میر عشرت جمیل کے پاس جو میرا پیسہ رہتا ہے اس میں بھی وراثت جاری ہو گی۔ بعد ادائیگی فدیۂ قضائے روزہ و نماز وراثت تقسیم ہو گی۔

(۴)اور میں وصیت کرتا ہوں اپنے نفس کے لیے اور اپنے تمام اہل خاندان اور احباب کے لیے کہ ہر لحۂ حیات اور انفاس زندگی اللہ تعالیٰ کی مرضیات پر فدا کریں اور ایک لحہ بھی اللہ پاک کو ناراض کر کے کوئی حرام خوشی اپنے نفس میں نہ لائیں اور اگر کبھی خطا ہو جائے تو توبہ و استغفار اور اشکباری اور آہ وزاری سے اپنے مولیٰ کو خوش کریں۔

(۵)تمام زندگی صحبت صالحین کا اہتمام لازم رکھیں اور اپنی مناسبت کے کسی مرشد کا سایہ اپنے سر پر رکھیں۔

(٦)مالی معاملات میں تقویٰ کا نہایت اہتمام رکھا جائے اور اہل فتویٰ سے مسائل شرعیہ میں رجوع رلازم رکھیں۔

(۷)میری تمام تصانیف کی اشاعت کا ہمیشہ اہتمام رکھیں تا کہ صدقۂ جاریہ جاری رہے۔ اور ہماری ذریات دینی خدمات میں تمام زندگی مصروف رہے اور تجارت میں صرف کتب خانہ کی تجارت کو ترجیح دیں اور دواخانہ کی تجارت کو ضمنی (درجۂ ثانی) رکھیں۔

(۸)جس شہر میں بھی انتقال ہو وہیں دفن کر دیا جائے۔

(۹)میری روح کو تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر ایصال ثواب کا معمول اور دعائے مغفرت کا معمول رکھیں۔

(۱۰)میری نماز جنازہ مولانا مظہر میاں سلمہ پڑھائیں۔

(۱۱)جنازہ جلد دفن کیا جائے سنت کے مطابق قبر میں سینہ قبلہ رو کریں اور منہ دکھائی وغیرہ کی رسم سے احتیاط لازم رکھیں۔

حکیم محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

راقم الحروف احقر سید عشرت جمیل میر عفا اللہ تعالیٰ عنہ



وصیت نامہ برائے

اولاد نسبی واحبابِ خصوصی

(۱) دنیا میں اپنے کو مسافر سمجھئے اور پردیس کی کمائی وطنِ آخرت بذریعہ عبادات بھیجتے رہیے۔

(۲) ہر روز موت کا استحضار اور دھیان رکھئے۔

رہ کے دنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت
موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے
جو بشر آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے قضاء
میں بھی چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

(۳) نمازِ پنجگانہ باجماعت کا اہتمام رکھئے اور حالتِ نماز میں نماز کی سنتوں کی پابندی کیجئے اور خارج صلوٰۃ بھی سننِ عادیہ اور ادعیہ مسنونہ کا اہتمام رکھئے۔

(۴) بعد نمازِ فجر اور بعد نمازِ مغرب سورۃ اخلاص، سورۃ فلق، سورۃ ناس تین تین مرتبہ پڑھنے کا معمول بنایئے۔ بشارت حدیث کے مطابق تمام مخلوق کے شر سے حفاظت رہے گی۔

(۵) گاہ گاہ قبرستان میں حاضر ہو کر دل میں آخرت کی یاد بٹھایئے اور دنیائے فانی کا تماشہ دیکھ کر عبرت حاصل کیجئے۔

کئی بار ہم نے یہ دیکھا کہ جن کا
مشیّن بدن تھا معطر کفن تھا
جو قبرِ کہن ان کی اُکھڑی تو دیکھا
نہ تارِ کفن تھا نہ عضوِ بدن تھا

(۶) ہر روز قرآن شریف کی تلاوت کا معمول بنائیں اور کسی قاری صاحب سے قرآن شریف کے حروف کی صحت کی مشق بھی کیجئے۔ قرآن شریف کے چار حقوق ہمیشہ یاد رکھیں: محبت، عظمت، تلاوت مع الصحت، احکام کی متابعت۔

(۷) اپنے گھروں میں بے پردگی، تصویر، ٹیلیویژن، گانا بجانا ہرگز قریب نہ آنے دیں۔

(۸) اکابر میں سے جس سے مناسبت ہو ان سے اصلاحِ نفس کا تعلق بھی کرلیں اور گاہ گاہ ان کی صحبت میں حاضری دینے کا اہتمام بھی رکھیں اور ان سے پوچھ کر تھوڑی دیر ہر روز ذکر اللہ بھی کرلیا کریں۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اللہ تعالیٰ سے محبت پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا نام پاک نہایت محبت سے لیں۔

(۹) تمام گناہوں سے حفاظت کا اہتمام رکھیں بالخصوص بد نظری، غیبت اور بدگمانی سے۔ اگر کبھی خطا ہو جائے تو دو رکعت صلوٰۃِ توبہ پڑھ کر نہایت ندامت اور اشکبار آنکھوں سے استغفار اور توبہ کریں۔

روح المعانی پ ۳۰ تفسیر سورۃ قدر میں حدیث قدسی منقول ہے:

لَاَنِيْنُ الْمُذْنِبِيْنَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِيْنَ

یعنی گناہ گاروں کا گریۂ ندامت تسبیح پڑھنے والوں کی آوازوں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے۔

(۱۰) حقوق العباد کی کوتاہیوں کو اہلِ حقوق سے مُعاف کرالیں اور اگر مالی حقوق ہوں تو ان کی ادائیگی کی فکر کریں۔

(۱۱) کوئی بھی پریشانی یا حاجت پیش آئے دن میں کئی بار صلوٰۃ الحاجت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے الحاح سے مانگنے کا معمول بنائیں اور احباب صالحین سے بھی دعا کی گذارش کریں اور کبھی کبھی دو رکعات صلوٰۃ حاجت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے اپنی اصلاح کی درخواست کریں اور اس کی محبت طلب کریں اور یہ شعر پڑھیں۔

کوئی تجھ سے کچھ کوئی کچھ مانگتا ہے

الٰہی میں تجھ سے طلب گار تیرا

تجھی کو جویاں جلوہ فرمانہ دیکھا

برارہے دنیا کو دیکھانہ دیکھا

(۱۲) کسی کا قرض یا کسی کی امانت ہو، تاریخ کے ساتھ نوٹ بک پر تحریر کرلیں اور اپنے حافظہ پر بھروسہ نہ کریں اور اس مقام پر اپنے دستخط بھی کردیں۔

(۱۳) ہر روز تین مرتبہ قل ھو اللہ شریف اور سورۃ یٰسین پڑھ کر اپنے والدین اساتذہ اور مشائخ اور تمام امتِ مسلمہ کو ایصالِ ثواب کریں۔ اور تین مرتبہ قل ھو اللہ شریف اور اول و آخر تین تین بار درود شریف پڑھ کر صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو ایصالِ ثواب کریں۔

(۱۴) اپنی ذات سے کسی مخلوق کو اذیت نہ پہنچائیں یہاں تک کہ چیونٹی پر بھی پاؤں جان بوجھ کر نہ رکھیں، چیونٹی پر پاؤں رکھنا ایسا ہے جیسے کسی انسان پر ہاتھی پاؤں رکھ دے۔ مخلوق کو اذیت دینے والا رجسٹر ابرار سے خارج کر دیا جاتا ہے۔ خواجہ حسن بصری (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے ابرار کی تفسیر میں فرمایا: ابرار وہ ہیں جو نہیں دیتے ہیں اذیت چیونٹیوں کو بھی اور انہیں راضی ہوتے شر سے۔ یہ بات علامہ بدر الدین عینی (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے عمدۃ القاری میں لکھی ہے۔

(۱۵) مخلوق خدا کی تکلیف کو دیکھ کر اگر کچھ مدد نہ کر سکیں تو دعا ضرور کریں۔ اور ہمیشہ مخلوق خدا پر رقیق القلب، رحیم المزاج، حلیم الطبع رہیں۔ اور اولاد کی تربیت میں اکابر سے مشورہ لیتے رہیں اور تدبیر سے زیادہ دعا کا اہتمام رکھیں اور اکابر سے بھی دعا کراتے رہیں۔

(۱۶) ایک مشت شرعی ڈاڑھی کا اہتمام نہایت ضروری ہے اس سے کم رکھنے والا دائرۂ فسق سے خارج نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح پائجامہ یا لنگی ٹخنہ سے نیچے ہرگز نہ کریں۔ سر پر انگریزی بال ہرگز نہ رکھیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ:

کل امتی معافاً الا المجاھرین۔ (جامع صغیر، ج۲، ص۹۱)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرا ہر امتی قابل معافی ہے سوائے اُن لوگوں کے جو کھلم کھلا گناہ کرتے ہیں۔ مذکورہ وضع شرعی کے خلاف رہنا اپنے گناہوں کا کھلم کھلا اعلان ہے۔

(۱۷) جس شہر یا گاؤں میں میرا انتقال ہو اسی شہر یا گاؤں کے عام قبرستان میں دفن کیا جائے۔ غسل دیتے وقت ناف سے گھٹنے تک پردہ کا اہتمام کیا جائے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ دونوں طرف سے دو آدمی چادر کو کھینچ کر جسم سے ذرا اونچا پکڑے رہیں۔

(۱۸) جنازہ میں شرکت کے لیے کسی کا انتظار نہ کیا جائے۔ جتنے افراد آسانی سے موجود ہوں نمازِ جنازہ پڑھ کر جلد از جلد قبرستان پہنچانے کی کوشش کریں۔

(۱۹) منہ دکھانے کی رسم سے احتیاط کریں۔

(۲۰) قبر میں سنت کے مطابق ٹھیک داہنی کروٹ پر قبلہ رُو لِٹا دیا جائے اس طرح کہ پورا سینہ قبلہ کی طرف ہو، میت کو سیدھا لٹا کر صرف چہرہ کو قبلہ کی طرف کر دینے کا دستور غلط ہے۔

(۲۱) ایصالِ ثواب کے لیے کوئی اجتماع نہ کیا جائے۔ احباب اپنی اپنی جگہ پر حسبِ توفیق ایصالِ ثواب کریں (بدنی طور پر یا مالی طور پر)۔

(۲۲) ہر روز میرے لیے میرے جملہ احباب کم از کم تین مرتبہ قل ھو اللہ شریف پڑھ کر احقر کو بخش دیا کریں۔

فجزاھم اللّٰہ خیر الجزاء، ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم [1]

.........☆.........

[1] وصیت نامہ از کشکولِ معرفت: ۵۶۶-۵۷۰۔

تذکرۂ مظہرؔ و میرؔ

محمد ارمغان ارمانؔ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم ۔ اَمَّا بَعْدُ!

جو لوگ شیخ العرب و العجم سلطان العارفین عارف باللہ مجدّدِ زمانہ حکیم العصر قطب العالم سیّدی و مُرشدی حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب قدس سرہ کی زیارت نہ کر سکے اور ان کی صحبت سے محروم رہ گئے، ان کے لیے حضرت والا کے اکلوتے ولاڈلے فرزندِ ارجمند، سچے علمی و رُوحانی جانشین، عالمِ ربّانی، جامع شریعت و طریقت، عارف باللہ، محبوب المشائخ، میرے مرشدِ پاک کے نورِ چشم، سرورِ قلب، جگرِ گوشہ، محبوبِ جان، سیّدی و مُرشدی صاحبزادہ حضرتِ اقدس مولانا الشاہ حکیم محمد مظہر میاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ نعمتِ عظمیٰ سے کم نہیں۔ حضرتِ اقدس دامت برکاتہم العالیہ کے وجودِ مسعود کو غنیمت سمجھیں جو یادگارِ اسلاف اور علومِ اکابر کے سچے امین ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی دردِ دل، سوز و غم اور عشق و محبت کے وافر حصہ سے نوازا ہے۔

حضرتِ اقدس دامت برکاتہم العالیہ شیخ المشائخ محی السنّہ قطب العارفین حضرتِ اقدس مولانا الشاہ ابرار الحق ہردوئی قدس سرہ کے خلیفہ مجاز ہیں اور شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگردِ خاص ہیں، اور جامعہ اشرفیہ سے فاضل ہیں۔

سیّدی و مُرشدی حضرت والا قدس سرہ نے کئی بار ارشاد فرمایا تھا کہ ”جس نے مظہر کے ہاتھ پر بیعت کی اُس نے میرے ہاتھ پر بیعت کی، جس نے میرے مظہر کو خوش کیا اُس نے مجھے خوش کیا، میرا ایک ہی بیٹا ہے اور الحمدللہ لاکھوں پر بھاری ہے“۔

اور فرمایا کہ: ان کو حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم سے اجازت بھی حاصل ہے۔ یہ میرے بیٹے بھی ہیں شاگرد بھی ہیں اور مُربّہ بھی ہیں۔ انہوں نے جامعہ اشرفیہ سے خط لکھا تھا کہ میں یہاں بڑے بڑے علماء کی تقریریں سن رہاہوں مگر آپ (یعنی حضرت والا) کی تقریر میں جو مزہ آتا تھا وہ یہاں مجھے نصیب نہیں ہے۔ یہ مناسبت کی بات ہے۔ مجھ سے انہیں بے انتہا مناسبت ہے۔ باپ بیٹے میں مناسبت ایک نعمتِ عظمیٰ ہے۔ اپنی تقریروں میں بھی یہ زیادہ تر میرے ہی مضامین بیان کرتے ہیں اللهم لك الحمد و لك الشكر اللہ تعالیٰ ان سے خوب دین کا کام لے اور قبول فرمائے اور میرے لیے صدقۂ جاریہ بنائے آمین[1]۔

صاحبزادہ حضرتِ اقدس دامت برکاتہم درحقیقت حضرت والا نور اللہ مرقدہٗ کا پَرتو ہیں، ''اخترِ ثانی'' ہیں۔ حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب (نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند) نے کیا خوب شعر فرمایا ہے؎

جو فیضِ طریقت ہے تِری ذات سے اخترؔ

باصُورتِ مظہرؔ وہ درخشندہ رہے گا

اللہ تعالیٰ حضرتِ اقدس دامت برکاتہم العالیہ کا سایۂ عاطفت ہم سب کے سروں پر تادیر بخیر وعافیت قائم رکھیں، ان کے فیض سے کامل فیض یاب فرمائیں اور ان کی حفاظت فرمائیں، آمین۔

حضرت سیّد عشرت جمیل ملقب میرؔ صاحب دامت برکاتہم:

حضرت سیّد عشرت جمیل ملقب میرؔ صاحب دامت برکاتہم ہمارے سیّدی و مرشدی حضرت والا قدس سرہ کے خادمِ خاص، بہت بڑے عاشق، مرید و مراد اور خلیفہ خاص ہیں۔

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ جب مثنوی شریف مولانا رومی پر وارد ہوتی تھی تو مولانا حسام الدین ہی اس کو لکھتے تھے، انھی کی محنت سے آج مثنوی شریف کے ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار محفوظ

[1] انعاماتِ ربانی: ۳۲، ۳۱۔

ہیں۔ مولانا رومی نے مثنوی میں جگہ جگہ اپنے اس پیارے خلیفہ کا نام لیا ہے، ان سے بے انتہاء محبت کرتے تھے۔

اے حسام الدین ضیائے ذوالجلال
میل می جوشد مرا سوئے مقال

یعنی اے حسام الدین! تم اللہ کی روشنی ہو۔ جلدی سے قلم کاغذ لاؤ، پھر مجھے مثنوی الہام ہو رہی ہے۔ احقر (محمد ارمغان) کے خیال میں جو نسبت اور تعلق مولانا جلال الدین رومی اور مولانا حسام الدین کے درمیان تھا، ویسا ہی تعلق سیّدی و مرشدی حضرتِ اقدس نور اللہ مرقدہ اور حضرت میرؔ صاحب دامت برکاتہم کے درمیان ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت میرؔ صاحب کو جزائے عظیم عطا فرمائیں جنھوں نے حضرت شیخ کے الہامی علوم و معارف کو محفوظ کرنے کیلئے رات دن ایک کر دیا اور خدمتِ شیخ کا حق ادا کر دیا۔ حضرت میرؔ صاحب کی خدمت میں بھی احقر وہی الفاظ کہے گا جو حضرت والا کو ان کے شیخِ ثانی حضرت ہردوئی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شیخِ اوّل حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے انتقال پر فرمایا تھا کہ: ''از ابتداء تا انتہاء خدمتِ شیخ مبارک ہو''۔

حضرت والا نے فرمایا: میر صاحب سیّد بھی ہیں اور بڈھے بھی ہو گئے اور بیمار بھی ہیں۔ اگر بیمار نہ ہوتے تو یہ کسی کو میری خدمت کے لیے موقع نہیں دے سکتے تھے، آگے آگے رہتے لیکن چونکہ ہمارے بزرگوں نے سیّدوں سے خدمت نہیں لی لہٰذا ان کو اب علمی کام میں لگا دیا، یہ میری باتیں نوٹ کرتے ہیں اور اس کو چھپواتے ہیں تو یہ کام صدقۂ جاریہ بن رہا ہے۔ خدمت تو میرے بعد ختم ہو جائے گی اور یہ کام ان شاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ قیامت تک جاری رہے گا۔ میر صاحب سے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے کام لے رہا ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین[1]۔

---

[1] پردیس میں تذکرۂ وطن: ۳۰۷۔

اور فرمایا: اللہ کا شکر ہے کہ مجھ کو بھی اللہ نے ایسے دوست احباب دیے جو ہر وقت میرے ساتھ رہتے ہیں۔ دیکھو میر صاحب رات دن ساتھ میں ہیں، یہ اسٹیل مل میں آفیسر تھے، پرچیز آفیسر (Purchase Officer) جہاں بڑی بالائی آمدنی ہوتی ہے یعنی حرام کی آمدنی کا امکان ہوتا ہے لیکن انہوں نے کبھی رشوت نہیں لی اور سفر وحضر میں میرے ساتھ رہنے کے لیے نوکری بھی چھوڑ دی[1]۔

حضرت شیخ فرمایا کرتے تھے کہ محبتِ شیخ تمام مقاماتِ سلوک کی کنجی ہے۔ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے شیخ حضرت شمس الدین تبریزی رحمہ اللہ تعالیٰ کے عاشق تھے، حضرت امیر خسرو رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے شیخ حضرت نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ تعالیٰ کے عاشق تھے۔ خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے شیخ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے عاشق تھے۔ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے عاشق مرید کیلئے فرمایا تھا ؏

گفتا پرستار من است

یعنی میرا دیوانہ ہے، میرا عاشق ہے۔ ایسے ہی سیّدی و مرشدی مجی و محبوبی حضرت والا قدس سرہ اپنے خادمِ خاص حضرت سیّد عشرت جمیل میر صاحب مد ظلہ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ ماشاء اللہ اس کو مجھ سے بہت زیادہ محبت و مناسبت ہے اور محبت ہی کی وجہ سے تو یہ میرے ساتھ ہیں ورنہ ؏......... ''محبت نہ ہوتی تو کیوں ساتھ رہتے''[2]۔

اور فرمایا ؎

اِک میرِ خستہ حال بھی اخترؔ کے ساتھ ہے
گزرے ہے خوب عشق کی لذت لیے ہوئے

---

[1] معارفِ ربانی: ۱۱۰۔

[2] معارفِ ربانی: ۳۲۳۔

حضرت میر صاحب سب سے پہلے حضرت ہردوئی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت تھے، پھر حضرت والا سے بوجہ مناسبتِ قلبی بیعت ہو گئے تھے، بالآخر حضرت والا نے ان کو خلافت سے نوازا۔ ان کو اپنے شیخ کے ساتھ کیسی محبت اور کیسا عشق تھا؟ اس کی ایک جھلک اس واقعہ میں دیکھئے، مرشدی حضرت والا فرماتے ہیں کہ: جب انہوں نے آنا شروع کیا تو صبح فجر کے بعد آتے تھے اور رات کو جاتے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ تیسرے دن آیا کرو۔ لیکن ایک ہی دن میں وہ تڑپ گئے اور ایسے پاگل ہوئے کہ بس سے اتر کر ناظم آباد میں میرے گھر کی طرف بھاگنے لگے۔ راستہ میں ایک بوڑھا آدمی جا رہا تھا اس نے جو انہیں بھاگتا ہوا دیکھا تو ایک طرف کو ہو گیا۔ اتفاق سے یہ بھی اُدھر کو ہوئے پھر وہ دوسری طرف ہٹا تو یہ بھی جلدی سے اُدھر ہی کو ہو گئے۔ وہ بے چارہ یا تو یہ سمجھا کہ یہ مجھ سے ٹکرا جائے گا اور میری ہڈی پسلی ٹوٹ جائے گی یا یہ سمجھا کہ کہیں یہ مجھ پر حملہ تو نہیں کر رہا ہے تو زور سے چیخا کہ ہائے مر گیا مر گیا۔ میر صاحب معافی مانگتے ہوئے ہنستے ہوئے بھاگتے رہے۔ انہوں نے بتایا کہ میری جدائی ناقابل برداشت ہو رہی تھی اور دل چاہ رہا تھا کہ جلد از جلد ملاقات ہو[1]۔

حضرت میرؔ صاحب نے حضرت والا کی شان میں کیا خوب کہا ہے۔

نہیں دیوانہ حق جو ترا دیوانہ نہیں
ہائے وہ روح کہ جس نے تجھے پہچانا نہیں
تِری آنکھوں میں ہے وہ مستیِ صہبائے ازل
جس کے آگے کوئی شے مستیِ پیمانہ نہیں

حضرت والا اکثر حضرت میر صاحب کو مخاطب فرما کر اشعار فرماتے تھے، بطورِ نمونہ یہ اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

شروع کر دیا پیر کے پاس جینا
ملا غیب سے میر کو جام و مینا

---

[1] درسِ مثنوی مولانا روم: ۱۴۷،۱۴۶۔

سبو اور خم پی کے دکھلا دے سب کو

دو اِک جامِ ہے کوئی پینے میں پینا

جو ساقی کے گھر میں ملا اس کو جینا

تو وہ بھول بیٹھا ہے اپنا نگینہ [1]

بتوں کی محبت کو تم بھول جاؤ

یہ جینے کا ہے سب سے بہتر قرینہ

تو پا جائے گا میر ہمت ذرا کر

ترِے دل میں نسبت کا ہے جو خزینہ

اللہ تعالیٰ حضرت میرؔ صاحب کو صحت و تندرستی عطا فرمائیں اور اپنی شان کے لائق ان کو جزائے عظیم سے نوازیں، آمین۔



[1] نگینہ ضلع بجنور، یہ حضرت میر صاحب دامت برکاتہم کے وطن کا نام ہے۔ (از مرتب)

حضرت والا کی تصانیف و تالیفات

محمد ارمغان ارمانؔ

سیّدی و مرشدی حضرت والا کا قرآن و حدیث سے استدلال ایک طرف آپ کی وسعتِ نظر و علم، اعلیٰ فقاہت، قوتِ استدلال اور رُسوخ فی العلم کا مظہر ہے تو دوسری جانب قرآن و حدیث سے والہانہ محبت کی عکاسی بھی کرتا ہے۔ حضرت والا کا ہر وعظ حضرت والا کے سوز و گداز، عشق و محبت، دردِ دل، آہ و فغاں کا آئینہ دار اور اَدب کی چاشنی لیے ہوئے ہے۔ حضرت والا کے ملفوظات الہامی علوم و معارف، قرآن و حدیث کے عاشقانہ و عارفانہ لطائف اور سلوک و تصوف کے نہایت باریک و لطیف مسائل کا بیش بہا خزانہ اور محبتِ الٰہیہ کا گنجینہ ہیں۔ ایک ایک ملفوظ سالکینِ طریقت کے لیے مثلِ آبِ حیات ہے جس کا ہر گھونٹ ایک حیاتِ نو عطا کرتا ہے، حضرت والا کے یہ ملفوظات و اِرشادات وارداتِ غیبیہ اور الہام من اللہ ہیں، خود حضرت والا کا شعر ہے؎

میرے پینے کو دوستو سن لو

آسمانوں سے مے اترتی ہے

ارشاد فرمایا: عاشقوں کی اصلاح کیلئے اللہ تعالیٰ مجھے نئی نئی تعبیرات اور نئے نئے عنوانات عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور قیامت تک امت مجھے فراموش نہ کرے اور راہ محبت کی رہ نمائی حاصل کرتی رہے جس کو اللہ تعالیٰ میرے لیے صدقہ جاریہ بنادیں[1]۔

اور ایک شعر میں یوں دُعا فرماتے ہیں؎

---

[1] انعاماتِ ربانی: ۱۰۵، ۱۰۴۔

مالک میری زبان کو وہ سحر بیان دے

جو میری بات سن لے وہ بھی تجھ پہ جان دے

فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے بہ فیضِ دعائے بزرگاں اختر کو دردِ دل بخشا، پھر دردِ دل کی ترجمانی کے لیے زبان بخشی اور زبان کو ترجمانِ دردِ دل بنایا۔ اب ضرورت ہے کان کی۔ جو اللہ اپنے کرم سے اپنے بندے کو دردِ دل دے سکتا ہے۔ وہ کان بھی دے سکتا ہے۔ اور آپ لوگوں کو کان بنا کر یہاں بھیجا گیا ہے۔ پس آپ آئے نہیں لائے گئے ہیں۔ اور یہیں نہیں سارے عالم میں جہاں جاتا ہوں اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کو میرے پاس بھیج دیتا ہے[1]۔

حضرت والا کے اشعار ہیں۔

ہر اک مجبور ہے آہ فغاں پر

بیان کرتا ہوں جب زخمِ جگر سے

زباں سے تو بیاں کرتا ہے لیکن

ہوئی نسبت کی بارش بھی نظر سے

چھپاتا ہے وہ اپنا دردِ نسبت

مگر مجبور ہے اپنی نظر سے

الغرض حضرت والا کی جملہ کتابیں علوم و معارف کے الہامی مضامین سے لبریز اور ہر ہر لفظ و حرف دردِ محبتِ الٰہیہ میں غریق ہے۔ پوری دنیا میں جس کسی نے بھی یہ مضامین پڑھے یا سنے، تو یہی کہا کہ ہم نے ایسے مضامین کتابوں میں نہیں پائے اور نہ کہیں سنے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو جو مقام عطا فرمایا تھا وہ اُمت کے اولیاء اخص الخواص میں خال خال کو عطا ہوا ہے، آپ کے حالاتِ رفیعہ، دردِ عشق و محبت، شانِ مجدّدیت، نسبتِ خاصہ مع اللہ اور تقریر و تحریر یہ سب اس کے شاہد اور ثبوت ہیں۔

---

[1] خزائن شریعت و طریقت: ۲۸۲۔

حضرت والا نے فرمایا: حضرت حکیم الامت تھانوی کی وفات کے بعد تھانہ بھون کی خانقاہ سے کسی خلیفہ کا وعظ نہیں چھپا لیکن الحمدللہ بندہ کے وہاں سے آٹھ وعظ چھپ چکے ہیں۔ پھر فرمایا: مدلل ہونے کی وجہ سے اہلِ علم میں بھی بہت مقبول ہیں میرا ذوق ہے کہ حوالے سے بات کی جائے آپ لوگوں کو بھی نصیحت کرتا ہوں کہ مدلل گفتگو کیا کریں اور اگر مطالعہ نہیں کر سکتے تو میری کتابوں کا مطالعہ ہی کر لیا کرو اگر حافظہ کمزور ہو تو لکھ کر دیکھ کر بیان کر دیا کرو[1]۔

حضرت والا نے اپنی تمام تر توانائیاں اور صلاحیتیں پیارے ربّا کے لیے وقف کر رکھی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت والا میں ایسی کشش اور انجذاب رکھا تھا کہ سب کھنچے چلے آتے تھے۔ لاکھوں لوگوں کی زندگیوں میں انقلاب آیا، بڑے بڑے اکابر علماء، مشائخ، شیخ الحدیث، شیخ التفسیر، پروفیسر، ڈاکٹر، انجینئر، طلباء کا حضرت والا کی طرف رجوع ہوا، یہ حضرت والا کی محبوبیت و مقبولیت عند اللہ کی علامت ہے۔ ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء

اخترؔ مرے مرشد کا ذرا فیض تو دیکھو
کس طرح دردِ دل کیا میرے بیاں کے ساتھ

اسی لیے حضرت والا اپنی جملہ تصانیف و تالیفات کا انتساب اپنے مشائخ عظام کی طرف فرماتے ہیں، اور ہر کتاب کے شروع میں آپ یوں لکھا ہوا پائیں گے:

انتساب

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات مرشدنا و مولانا محی السنۃ حضرتِ اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں۔

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

---

[1] سفر نامہ رنگون وڈھاکہ: ۲۱۴۔

اب حضرت والا کی مطبوعہ تصنیفات و تالیفات اور مواعظ و ملفوظات وغیرہ کے نام ملاحظہ فرمائیے جو تقریباً دو سو کے قریب ہیں، کچھ نام درج کرنے سے رہ گئے ہیں۔ اور یاد رکھئے کہ! یہ صرف اُن کتابوں کے نام ہیں جو چھپ کے منظرِ عام پر آچکی ہیں ورنہ ابھی بے شمار مخطوطات کی شکل میں موجود ہیں، اور یہ چھپنے والی غیر مطبوعہ کے کل کا ایک فیصد بھی نہیں ہے، الحمدللہ تعالیٰ! اُن پر بھی کام ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ اسبابِ غیبیہ سے مدد و نصرت فرمائیں، آمین۔

تصنیفات و تالیفات:

بڑی و چھوٹی کتابیں: (۱) بد نظری اور عشقِ مجازی کی تباہ کاریاں اور اُن کا علاج (۲) حقوقِ شیخ اور آداب (۳) قرآن و حدیث کے انمول خزانے (۴) دستورِ تزکیہ نفس (۵) اصلاحِ اخلاق (۶) حرمین شریفین میں حاضری کے آداب (۷) رُوح کی بیماریاں اور ان کا علاج[1] (۸) کشکولِ معرفت (۹) ولی اللہ بنانے والے چار اعمال (۱۰) معارفِ شمس تبریزی (۱۱) معارفِ مثنوی (۱۲) درسِ مثنوی مولانا رُوم (۱۳) فغانِ رُومی (۱۴) ایک منٹ کا مدرسہ (۱۵) تسہیل قواعد النحو (۱۶) رسول اللہ ﷺ کی نظر میں دُنیا کی حقیقت (۱۷) پیارے نبی ﷺ کی پیاری سنتیں (۱۸) معمولاتِ صبح و شام (۱۹) بد نظری کے

---

[1] یہ کتاب درج ذیل رسائل و ابواب پر مشتمل ہے: بد نگاہی و عشقِ مجازی کی تباہ کاریاں اور اُن کا علاج۔ جہالت کی بیماری۔ غصہ کے بیان میں۔ تکبّر۔ رِیاء (دِکھاوا)۔ دُنیا کی محبت کی بُرائی میں۔ حُبِّ جاہ اور خود پسندی۔ غیبت و بدگمانی۔ مقالۂ مفیدہ (یعنی ضرورتِ تصوف، ضرورتِ مرشد، محبتِ مرشد)۔ دستورِ تزکیۂ نفس (یعنی اصلاحِ نفس کا طریقہ)۔ دین پر استقامت کا طریقہ (تکمیل الاجر بتحصیل الصبر، عربی و اُردو)۔ اُردو کلام (منتخب اشعار)۔ مذاکراتِ دکن۔ معمولات برائے سالکین۔ استغفار و توبہ (شانِ رحمۃ الغفار فی قبول التوبۃ والاستغفار)۔ بے جا غیظ و غضب کا علاج قرآن و حدیث کی روشنی میں۔ مسئلۂ اسبال الازار احادیثِ رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں۔ مقامِ عاشقانِ حق۔ گناہ کے نقصانات۔ زندگی کا ویزا نا قابلِ توسیع ہے اور دنیا کی لذاتِ فانیہ کی حقیقت۔ حلاوتِ ایمان یعنی ایمان کی مٹھاس۔ بیوی کے حقوق۔ الاسترجاع والاستسلام وما علیہا من النعام (یعنی "رضا بہ قضاء، مصائب میں صبر اور مسائل انا للہ وانا الیہ راجعون کے موضوع پر")۔ اصلاحِ اخلاق۔......... اللہ اکبر! یہ کتاب اتنے اہم ابواب پر مشتمل ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت والا اپنے مریدین کو اس کتاب کا مطالعہ لازماً بتایا کرتے تھے، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (از مرتب)

چودہ نقصانات (۲۰)ایمان پر خاتمہ کیلئے سات مدلل نسخے (۲۱)رسالہ تلقینِ صبر جمیل برائے حصولِ رضا بقضاءِ رَبِّ جلیل (۲۲)رسالہ فتنۂ مودودیت (۲۳)خزائن القرآن (۲۴)خزائن الحدیث (۲۵)تربیتِ عاشقانِ خدا (تین جلدیں) (۲۶) قومیت وصوبائیت اور زبان ورنگ کے تعصب کی اصلاح (۲۷)حسن پرستی اور عشقِ مجازی کی تباہ کاریاں اور ان کا علاج (۲۸)مواعظِ دردِ محبت (دس جلدیں) (۲۹)صحبتِ اہل اللہ اور اس کے فوائد (۳۰)اصلاح کا آسان نسخہ۔

مجموعہ کلام:

(۳۱)فیضانِ محبت (۲۹) آئینۂ محبت (۳۲)عرفانِ محبت شرح فیضانِ محبت، شارح حضرت مفتی محمد امجد صاحب (خلیفہ مجاز حضرت والا) (۳۳)حمد باری تعالیٰ و نذرانۂ عقیدت دربار گاہِ نبوت ﷺ (۳۴)نالۂ درد۔

ملفوظات و سفر نامے:

(۳۵)فیوضِ ربانی (۳۶)انعاماتِ ربانی (۳۷)عنایاتِ ربانی (۳۸)الطافِ ربانی (۳۹)افضالِ ربانی (۴۰)عطائے ربانی (۴۱)مواہبِ ربانیہ (نمبر ا سے نمبر ۶ تک کے تمام ملفوظات اس کتاب میں جمع کر دیے گئے ہیں) (۴۲)معارفِ ربانی (یہ ملفوظات شروع میں چند صفحات پر مبنی "عنایاتِ ربانی" کے نام سے چھپے تھے، پھر مکمل اس نام سے شائع ہوئے) (۴۳)مذاکراتِ دکن (۴۴)باتیں اُن کی یاد رہیں گی[1] (۴۵)اِرشاداتِ دردِ دل (۴۶)پردیس میں تذکرۂ وطن (۴۷)خزائنِ شریعت و طریقت (۴۸)خزائنِ معرفت و محبت (۴۹)آفتابِ نسبت مع اللہ (۵۰)سفر نامۂ حرمین شریفین (۵۱)سفر نامۂ رنگون و ڈھاکہ[2] (۵۲)سفر نامہ لاہور۔

---

[1] نمبر ۴۳ و ۴۴، یہ ملفوظات حضرت مولانا محمد رضوان القاسمی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فاضل دارالعلوم دیوبند (انڈیا) نے مرتب کیے ہیں۔ (از مرتب)

[2] یہ ملفوظات شیخ الحدیث حضرت مولانا جلیل احمد اخون صاحب مد ظلہٗ (خلیفہ مجاز حضرت والا) نے جمع و ترتیب دیے ہیں، جو حضرت والا کے شریکِ سفر تھے۔ (از مرتب)

مرتب ملفوظاتِ مشائخ:

یعنی یہ وہ کتابیں ہیں جو حضرت والا نے اپنے مشائخ کے افادات کو جمع کیا تھا:

حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ: (۵۳)معیتِ الٰہیہ (۵۴)معرفتِ الٰہیہ (۵۵) قرآنِ پاک میں شراب کے حرام ہونے کا ثبوت (۵۶)ملفوظاتِ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ (۵۷)براہینِ قاطعہ (۵۸)صراطِ مستقیم۔

حضرت ہردوئی رحمہ اللہ تعالیٰ: (۵۹)مجالسِ ابرار (۶۰)مجالسِ محی السنہ (۶۱)معارف الابرار (۶۲) آئینۂ اِرشادات۔

حضرت پرتابگڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ: (۶۳)صدائے غیب (۶۴)نوائے غیب (۶۵)ملفوظات حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

مرتب افاداتِ حضرت والا:

حضرت والا کی تصنیفات سے حضرات علماءِ کرام نے درج ذیل کتابیں مرتب فرمائیں:

(۶۶)رُوحانی سبق، حضرت قاری محمد اسحٰق صاحب ملتانی مد ظلہٗ (۶۷)واقعات دردِ محبت، جناب مولانا محمد اسلم زاہد صاحب (۶۸) مثنوی مولانارُوم کے ایمان افروز واقعات، حضرت مفتی محمد نعیم صاحب مد ظلہٗ (خلیفہ مجاز حضرت والا)۔

مواعظِ حسنہ:

(۱)استغفار کے ثمرات (۲)فضائلِ توبہ (۳) تعلق مع اللہ (۴)علاج الغضب (۵)علاج کبر (۶) تسلیم و رضا (۷)خوشگوار ازدواجی زندگی (۸) حقوق النساء (۹) بدگمانی اور اس کا علاج (۱۰)منازلِ سلوک (۱۱) تجلیاتِ جذب (۱۲)تزکیۂ نفس (۱۳)طریق ولایت (۱۴) تکمیلِ معرفت (۱۵)مقصدِ حیات (۱۶)فیضانِ محبت (۱۷)ذکر اللہ اور اطمینانِ قلب (۱۸)تقویٰ کے انعامات (۱۹)حیاتِ تقویٰ (۲۰)نزولِ سکینہ (۲۱)اہل اللہ اور صراطِ مستقیم (۲۲) مجلس ذکر (۲۳)تعمیرِ وطنِ آخرت (۲۴)راہِ

(۹۷) کیفِ روحانی کیسے حاصل ہو؟ (۹۸) طلبہ و مدرسین سے خصوصی خطاب (۹۹) کرامتِ تقویٰ (۱۰۰) گناہوں سے بچنے کا راستہ (۱۰۱) عاشقانِ حق (۱۰۲) راہِ محبت کے اور اس کے حقوق (۱۰۳) دارِ فانی میں بالطف زندگی (۱۰۴) غمِ تقویٰ اور انعامِ ولایت (۱۰۵) لذتِ اعترافِ قصور (۱۰۶) داستانِ اہلِ دل (۱۰۷) حقوق الوالدین (۱۰۸) ہم جنس پرستی کی تباہ کاریاں اور ان کا علاج (۱۰۹) اسلامی مملکت کی قدر و قیمت۔

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی مختلف کتب اور مواعظ کا عربی، فارسی، سندھی، پشتو، بروہی، سرائیکی، انگلش، ترکی، فرنچ، رشین، ملائشیا، جرمنی، ہندی، گجراتی، لاطینی، پرتگالی، چائنی، برمی، بنگالی، زولو، تامل وغیرہ میں تقریباً ۳۳ زبان میں ترجمہ ہو کر شائع ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں اور بالکل مفت تقسیم کیے جاتے ہیں، اس طرح پوری دنیا میں حضرت والا کا فیض جاری ہے۔ الحمد للہ تعالیٰ۔

اس کے علاوہ اور بہت سے مضامین بھی سالکینِ طریقت کی رہنمائی کیلئے وقتاً فوقتاً لکھے گئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت والا کی تعلیمات پر سو فیصد عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

.........☆.........

عشقِ حق نے جب کیا اپنا اثر

اُن طالبینِ خدا کے چند تائثرات جن کے دِلوں میں

حضرت والا کی تصانیف و تالیفات کے مطالعہ سے انقلاب برپا ہوا

افادات: حضرت شیخ ڈاکٹر عبد المقیم صاحب مدظلہ (خلیفہ مجاز حضرت والا)

مرسلہ: حضرت ابو حماد قاری عبید اللہ ساجد صاحب مدظلہ

خلیفہ مجاز حضرت ڈاکٹر صاحب و ناظم مدرسہ احیاء السنہ، فاروقہ ضلع سرگودھا

تعارف مضمون: احقر محمد ارمغان نے حضرت قاری صاحب مدظلہ، جو احقر سے بہت محبت فرماتے ہیں، کی خدمت میں درخواست کی کہ اس خصوصی اشاعت کے لیے اپنے مشاہدات و تائثرات پر مبنی کوئی مضمون لکھ دیجئے، انھوں نے فرمایا کہ مصروفیات اتنی ہیں کہ فی الحال بہت مشکل نظر آتا ہے۔ پھر انھوں نے از خود ہی ایک دو دِن بعد فون پر مضمون ہٰذا کے متعلق بتایا کہ یہ بھیج دوں؟ احقر نے عرض کیا کہ ضرور، یہ ایک منفرد عنوان ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اُن کو جزائے خیر سے نوازیں۔ اُن کی اجازت سے احقر اس مضمون کی تلخیص و ترتیب کر کے حضرت والا کے ایک شعر کے مصرعہ کو عنوان بنا کر پیش کر رہا ہے، مکمل شعر یہ ہے۔

عشقِ حق نے جب کیا اپنا اثر
عیش و راحت کر دیا سب تلخ تر

زیرِ نظر مضمون اُن چند خطوط کے اقتباسات پر مشتمل ہے جو مختلف علاقوں سے طالبینِ خدا نے سیّدی و مرشدی حضرت والا نور اللہ مرقدہٗ کے مواعظِ حسنہ اور تصنیفات و تالیفات کے مطالعہ کے

بعد اپنے قلوب میں واضح تبدیلی پائی اور فکرِ اصلاح پیدا ہوئی، پھر اپنے حالات لکھ کر مخدومی و محبوبی حضرت شیخ ڈاکٹر عبدالمقیم صاحب مدظلہ کو ارسال فرمائے، جو اس سیاہ کار کے ساتھ بہت خاص محبت و شفقت کا معاملہ فرماتے ہیں اور بہت مہربان ہیں۔ درحقیقت درج ذیل اقتباسات سے ایک ہلکی سی تصویر پیش کی گئی ہے، ورنہ حضرت والا کے مواعظ و ملفوظات سے فیض یاب ہونے والے لاکھوں کی تعداد میں ہیں جو غفلت کی زندگی سے تائب ہو کر اللہ پر فدا ہوئے۔ مرشدی حضرت والا نور اللہ مرقدہ کی کتاب ”تربیتِ عاشقانِ خدا“ تین جلدوں میں ہے اس میں بھی بے شمار واقعات مذکور ہیں۔ اب اُن چند خطوط کے اقتباسات ملاحظہ فرمایئے:

☆... ایک مدرسہ کے صدر مدرس مولانا صاحب لکھتے ہیں:

”آپ کے مواعظ سے بڑا فائدہ ہو رہا ہے۔ ضلعی افسران بالا کی ایک میٹنگ میں جانے کا اتفاق ہوا جہاں مجھے گفتگو کا موقع ملا۔ میں نے حضرت والا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کی کتابوں سے چند مثالیں پیش کیں تمام ضلعی افسران بہت ہی متاثر ہوئے۔ اس کا سارا ثواب اللہ کے فضل سے آپ کو ملے گا“۔

☆... ایک ریٹائرڈ صوبیدار میجر لکھتے ہیں کہ:

”آپ کی اس پاکیزہ انجمن (مراد حضرت ڈاکٹر صاحب کی قائم کردہ ”انجمن احیاء السنہ لاہور“ ہے، جامع) کا پتہ چلا جو مسلمانوں کو ایک صحیح مسلمان بنانے کے لیے کوشاں ہے اور کثیر سرمایہ خرچ کر رہی ہے۔ یہ سن کر میری اور میرے دوستوں کی خوشی کی انتہاء نہ رہی۔......... جس قسم کی کتابیں آپ ارسال کرتے ہیں ان کی قیمت تو اللہ کے سوا کوئی ادا کر ہی نہیں سکتا یہ بالکل ہیروں سے بڑھ کر کتابیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اجر دے“۔

☆... ایک کالج کا طالب علم جو تین سال سے مسلسل حضرت والا کی کتابوں کا مطالعہ اس شوق اور خواہش کے ساتھ کر رہا ہے کہ میں آپ صاحبان کی رہنمائی میں ایک سچا مؤمنِ کامل بن جاؤں، وہ لکھتا ہے کہ:

’’جناب والا! جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ آج کل ہمارے طلبا مختلف قسم کی اخلاقی جرائم میں ملوث ہیں۔ تو اس لیے میں چاہتا ہوں کہ میں اپنے ساتھیوں کو ان گناہوں سے بچا سکوں میں انہیں آپ کی کتابیں پڑھنے کا مشورہ دیتا ہوں۔ کئی طلبا نے بڑے شوق سے آپ کی کتب منگوانی شروع کر دی ہیں اور وہ انہیں شوق سے پڑھتے ہیں‘‘۔

☆... ایک طالبِ اصلاح بعد مطالعہ اپنے تأثرات لکھتے ہیں کہ:

’’آپ کی تمام کتب اس قدر جامعیت سے لکھی گئی ہیں اور مختلف مثالوں سے جس قدر وضاحت اور سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے اور خود بخود اصلاح کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ .... آپ کی کتب پڑھ کر اتنا رونا آیا جو کہ دراصل اصلاح کی پہلی کڑی تھی اور رونے کی وجہ مضمون کی تاثیر ہے۔ جو آپ کی کتابوں میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے‘‘۔

☆... ایک صاحب جنھوں نے اپنے ایک بریلوی استاد کو حضرت والا کی کتب دیں تو ان کو حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگئی، چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

’’یقین جانئے آپ کی کتابوں سے مجھے روحانی سکون مل رہا ہے جو نہی مجھے یہ کتابیں ملتی ہیں میں اپنے امام مسجد صاحب کو اور اپنے محلہ کے دوسرے لڑکوں کو پڑھنے کے لیے دیتا ہوں۔ میرے استاد صاحب جو کہ بریلوی اور حضرت تھانوی (رحمہ اللہ تعالیٰ) کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے۔ انہوں نے بھی کتابوں کا معائنہ کیا۔ اور بہت متاثر ہوئے‘‘۔

☆... ایک حافظ صاحب مدرسہ سے لکھتے ہیں کہ:

’’حضرت والا مولٰنا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کی کتاب ملفوظات ’’فیوضِ ربّانی‘‘ کا مطالعہ کیا۔ بالکل ایسا لگ رہا تھا کہ میں حضرت والا کی مجلس میں بیٹھا ہوں۔ اور آپ سے باطنی علوم اور فیض حاصل کر رہا ہوں۔ اللہ حضرت مولانا صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے‘‘۔

☆... ایک صاحب لکھتے ہیں کہ: ’’نورِ ہدایت اور اس کی علامات‘‘ پڑھا جس نے دِل کی آنکھیں کھول دیں۔ بڑی بہترین کتاب ہے‘‘۔

☆... اسلام کی بنیادی تعلیمات معلوم ہونے پر ایک طالبِ علم لکھتا ہے کہ:

"میں ۹ سال سے پڑھائی کر رہا ہوں لیکن افسوس کہ میں نے اسلام کے بارے میں اتنا نہ سیکھا۔ اور نہ کسی نے بتایا جتنا کہ میں نے آپ کے بھیجے ہوئے کتابوں اور کارڈوں سے ابھی ابھی سیکھا ہے کیونکہ نہ تو میں نے کارڈوں پر لکھی ہوئی دعا کو سیکھا تھا۔ اور نہ غصہ کے بارے میں جانتا تھا کہ غصہ کا ثواب زیادہ ہے یا گناہ، ان شاء اللہ ابھی تو میں نے کتابوں میں سے بہت کچھ سیکھنا ہے۔ ان شاء اللہ میں آپ کو یاد دلاتا ہوں کہ میں آپ کے لیے ہر نماز کے بعد دعا کروں گا"۔

☆... ایک ماسٹر صاحب کتاب "ایک منٹ کا مدرسہ" (پشتو ترجمہ) کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"واقعی ایک ایسی کتاب ہے کہ تھوڑے ہی وقت میں اس سے کافی باتیں سیکھی جا سکتی ہیں۔ اور اس مشینی دور میں کہ ہر انسان مشین کی طرح چل رہا ہے۔ دین کے لیے اوقات آسانی سے نہیں نکال سکتے۔ ان کے لیے یہ کتاب نادر تحفہ ہے"۔

☆... ایک دُکان دار لکھتے ہیں کہ:

"میرا تعلق اس سے پہلے "جماعتِ اسلامی" سے تھا۔ میں ایک عرصہ سے آپ کی کتابوں کا مطالعہ کر رہا ہوں آپ کی ان کتابوں نے میرے زندگی کو خوب صورت بنایا اور میرا تعلق اس ... (جماعت)... سے کاٹ ہوا۔ الحمدللہ یہ آپ کے کتب کی اثر ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اس احسان کا بدلہ دے، آمین"۔

☆... ایک صاحب اصلاحی کارڈز کے متعلق لکھتے ہیں:

"آپ کی انجمن کا لٹریچر فوائد کے اعتبار سے بہت ہی داد کا مستحق ہے خاص طور پر کارڈ جو کہ آسانی سے جیب میں بھی رکھے جا سکتے ہیں اور یاد کرنے میں بہت مددگار ثابت ہوتے ہیں یہ کارڈ آپ کے ادارہ سے رابطہ کا ذریعہ بھی ہیں"۔

☆... ایک کالج کا طالب علم اصلاحِ نفس کی اہمیت وضرورت کو جان کر لکھتا ہے کہ:

”محترم مجھے آپ کی ارسال کردہ کتب اور دیگر لٹریچر موصول ہوا۔ اور اس کو پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی اور علم میں اضافہ ہوا۔

اور پتہ چلا کہ اپنے نفس کو کس طرح بُرائیوں سے پاک کیا جا سکتا ہے۔ اور مخلوق کی محبت دِل سے ہٹا کر کیسے خالق کی محبت کو دِل میں بٹھایا جا سکتا ہے اور اس کے ثمرات حاصل کیے جا سکتے ہیں حقیقت میں آپ کا وعظ ”تزکیۂ نفس“ اپنے اندر ایک جامعیت رکھتی ہے۔ اور عام فہم ہونے کے ساتھ جسم کے اندر سرائیت کرتی ہے“۔

☆... ایک جامع مسجد کے خطیب صاحب لکھتے ہیں:

”علاجِ کبر، اور فضائلِ توبہ مجھ ناچیز کو مل گئی ہیں۔ ان کا مطالعہ میں نے بڑے غور و فکر سے کیا ہے۔ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے بہت سے گناہوں سے بچنے کی توفیق دی ہے اُمید ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے کبر سے بچنے کی بھی توفیق عطا فرمائیں گے۔ آپ کے مواعظ پڑھنے سے لوگوں کو فائدہ ہو رہا ہے“۔

☆... ایک حافظ صاحب جنھوں نے مایوسی سے نجات پا کر اُمید کی کرن پائی، لکھتے ہیں کہ:

”اللہ تعالیٰ نے عظیم احسان فرما کر، مسلمان پیدا کر کے، اپنے دوستوں کا کچھ محبت نصیب فرمایا۔ اور حضرت مولانا اشرف علی (تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ) شاہ ابرار الحق، حکیم محمد اختر کا نام زبان پر آنے سے منہ میں پانی آتا ہے......... باقی نجات کے لیے کوئی عمل نہیں۔ لیکن آپ حضرات نے مجھ ناچیز پر شفقت فرمایا مجھ کو مایوسی سے بچایا......... اللہ تعالیٰ ہمارا حشر اپنے اولیاء کرام سے کرے۔ تاکہ دنیا میں غریبی کی وجہ سے ہم اولیاء کرام کی دیدار سے محروم ہیں۔ خرچہ نہیں کہ کراچی جا کر حکیم محمد اختر سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک کریں۔ صرف اتنی خوشی ہے کہ ان شاء اللہ ہماری دل کی تمنّا کی وجہ سے اللہ پاک مجھ کو بعد الموت ان بزرگوں کا ملاقات نصیب فرما دے تو اللہ کی رحمت سے کچھ بعید نہیں“۔

☆... ایک صاحب لکھتے ہیں کہ:

"حضرت مولانا محمد اختر صاحب کی نامی گرامی کتب کا مطالعہ کیا جس کی وجہ سے ادارہ کے ساتھ لگن اور محبت اور جذبہ پیدا ہوا اور دِل سے یہ اقرار کیا کہ آئندہ پنج وقتہ نماز کی پابندی کروں گا اور آپ کی کتب کا مطالعہ کرتا رہوں گا"۔

☆... "جناب مولانا حکیم محمد اختر کی چند کتب کا مطالعہ (کیا) جس سے ہمارے ذہن کو سکون اور تازگی میسر ہوئی اور ہماری لگن ان شاءاللہ آج کے بعد اس ادارہ سے منسلک ہو گئی ہے"۔

☆... "یقین کریں کہ آپ لوگوں کے ان رسائل سے مجھے بہت فائدہ ہوا اور صرف مجھے نہیں میرے اور دوستوں کو بھی ان سے فائدہ ہوا۔........ میرے بہت سے ساتھیوں نے آپ سے تعلق قائم کرنے کا عزم کر لیا ہے۔

(وعظ) "تعلق مع اللہ" میں یقین کرو، مصنف صاحب نے اللہ تعالیٰ سے تعلق کے جتنے فضائل بیان کیے ہیں میری تو عقل دنگ رہ گئی۔ اس کے علاوہ اس رسالہ میں وہ کارآمد باتیں اس رسالہ میں ہیں کہ ان کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔........ سوچتا تھا کہ انسان اندر سے چاہے جیسا بھی ہو۔ ظاہری شکل صحیح بنانی چاہیے۔ لیکن آپ کے رسالہ "اصلاحِ ظاہر و باطن" نے میری اس سوچ کو بالکل بدل ڈالا۔ اور اب میں ظاہر کے ساتھ باطن کو بھی سنوارنے کی کوشش کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ میرے ظاہر کے ساتھ باطن کی اصلاح بھی ہو جائے"۔

☆... "اسلام کے لیے تو محنت ہو رہا ہے مدرسوں میں، تبلیغ، ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعہ تو محنت ہو رہا ہے۔ لیکن جتنی معلومات آپ لوگ فراہم کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ ہیں"۔

☆... ایک صاحب غفلت کی زندگی سے تائب ہونے کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"وعظ پڑھ کر اپنے بارے میں احساس پیدا ہوا اور ذہن، دماغ میں واقعی ایک تحریک، ایک سوچ نے جنم لیا۔ اپنی قیمت کی قدر ہوئی اور دینِ حق کے ساتھ اپنی نسبت پر فخر ہوا اور ماضی قریب کی تمام ندامتوں اور غلطیوں پر احساسِ شرمندگی ہوا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت والا حکیم صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے فیضان کی نسبت سے معافی مانگنے کی توفیق نصیب فرمائی"۔

☆... ایک صوفی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"آپ کی شائع کردہ ایک ایک کتاب کو دیکھتا ہوں تو آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں۔ اس دور میں بھی ایسے لوگ ہیں جو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت کا کتنا پاس رکھتے ہیں"۔

☆... ایک مدرسہ کے طالب علم لکھتے ہیں کہ:

"آپ کی طرف سے ارسال کردہ کتاب "تعلق مع اللہ" اور "تجلیاتِ جذب" مل گیا۔ ایک حد تک بے چین دل کو آرام نصیب ہوا یقیناً میرے خیال میں اپنی ہم نشین ہم عمر اور ہم دور کتابوں میں "شہنشاہ کتاب" ہے۔ صرف یہ کتاب دیکھ کر میرے دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ اس خانقاہ میں اور ان رجال اللہ کی صحبت میں کچھ اوقات گزاروں لیکن ابتدائی طالب علم ہوں اور چند ایسے اسباب سامنے ہیں کہ جس کی بنا پر فی الحال اس خانقاہ کا ارادہ ملتوی ہے۔......... میرا دِل عشقِ خدا اور محبت رجال اللہ کی طلب میں بے چین ہے۔ صرف علم حاصل کرنے سے میری اسیری نہیں ہوتی۔ ساتھ لذّتِ شوق بھی حاصل کرنا چاہتا ہوں"۔

☆... ایک نوجوان حافظ جو کیمیکل لمیٹڈ فرم میں کام کرتے ہیں، لکھتے ہیں کہ:

"حضرت والا کے مواعظ اتنے بہترین انداز میں تحریر ہیں کہ دِل کو موہ لیتے ہیں۔ ان شاء اللہ اس کے نتائج جلد سامنے آنے لگیں گے۔ خاص ہم جیسے نوجوان بہت جلد متاثر ہو رہے ہیں۔......... آپ کا لٹریچر شرک و بدعت رسوم کی رَدّ میں پُر از دلائل ہوتا ہے اور فرقہ واریت سے پاک ہے۔ نیز ذہن سازی اور کردار سازی کی طرف زیادہ زور کرتا ہے۔ نگاہ کی حفاظت پر مؤثر زور ڈالتا ہے۔ اتنا آسان ہوتا ہے کہ سمجھنے میں کوئی دِقّت نہیں ہوتا"۔

☆... ایک دُکان دار صاحب لکھتے ہیں:

"آپ کا ارسال فرمودہ رسالہ "تجلیاتِ جذب" پڑھ کر میرے دِل کی دُنیا بدل گئی ہے۔ حق تعالیٰ کی ہدایت کے راستے میرے سامنے کھل گئے حق تعالیٰ نے آپ کے اس مبارک رسالہ کو میری ہدایت کا ذریعہ بنا دیا"۔

☆... ایک حافظ پروفیسر صاحب لکھتے ہیں کہ:

"حضرت والا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کی تمام کتب انتہائی قابلِ قدر اور ایمان افروز ہیں۔ قلب پر ذرا سیاہی محسوس کروں تو "انعاماتِ ربّانی" پڑھتا ہوں تو کیفیت بدل جاتی ہے۔ حضرت نے کمال ہی کر دیا ہے۔ یہ حقیقی و عملی تصوف جو نورِ باطن کو جلا بخشتا ہے۔ اللّٰہم زد فزد"۔

☆... ایک صاحب لکھتے ہیں کہ:

"(آپ کی ارسال) کتب پڑھ کر مجھے نہ صرف اپنے آپ میں، اپنے مَن میں، اپنے دِل و دماغ میں تبدیلی کا احساس ہوا، بلکہ اپنے معاملات پر نظرِ ثانی اور ان کی نئے سرے اصلاح کی ضرورت بھی محسوس ہوئی۔ اصلاح کے سلسلہ میں آپ کی کتب رہنمائی کا بہترین مظہر ہیں"۔

☆... گناہوں کی زندگی سے تائب ہونے والے ایک شخص لکھتے ہیں کہ:

"میں ایسا شخص ہوں کہ دھوکہ، فریب، جھوٹ بولنا، تکبر کرنا، بدنگاہی اور حسد وغیرہ کو بہتر سمجھتا تھا میں نے ایسے ایسے کام کیے ہیں جس سے کافر تو کیا جانور بھی نفرت کرتا ہوگا۔ میرے پاس کسی چیز کی کمی نہیں تھی اس لیے کوئی گناہ بھی کرنے کے لیے مشکلات پیدا نہیں ہوتی تھیں۔.........

بدنظری نے تو میری جوانی پر قبضہ کیا ہوا تھا۔ غیبت تو میرے سامنے کچھ بھی نہ تھی۔ کوئی فلم ایسی نہ ہوتی تھی جس کو میں نے نہ دیکھا ہو۔ جوانی میں مست تھا۔ حضرات میں آپ کو کیا کیا لکھوں بس یوں سمجھ لیجئے کہ حیوانوں اور جانوروں سے میں کم نہ تھا۔

میرا ایک دوست ہے جس نے مجھے ایک کتاب دیا "روح کی بیماریاں اور ان کا علاج" کتاب پڑھ لی۔ سوچنے لگا یہ کیسے عظیم الشان کتاب ہے۔ ایک بدکار انسان کو رونے پر مجبور کر دیا۔ سوچا اس کی اور کتابوں کا بھی مطالعہ کیا جائے پھر میں نے دس مواعظ کا مطالعہ کیا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میری زندگی بدل گئی۔ اب الحمدللہ میری ڈاڑھی ہے، گھر میں شرعی پردہ ہے، شرعی لباس اختیار کر لیا ہے، جہاد کا شوق بھی ہے، تمام بدعات سے توبہ کر لی ہے۔ مگر یہ سب کچھ کرنے کے بعد مجھے لوگ پاگل کہتے ہیں"۔

☆...ایک صاحب لکھتے ہیں کہ:

"آپ کی کتابیں ایک عام انسان کے لیے انتہا سے آگے کوئی درجہ ہے تو اس درجہ تک مفید ہیں۔ آپ نے مجھ پر بڑا احسان کیا ہے"۔

☆...ایک پرائیویٹ کمپنی کا ملازم لکھتا ہے کہ:

"کم و بیش تقریباً ایک سال سے مواعظ منگوا رہا ہوں۔ بہت فائدہ ہو رہا ہے۔ اور کئی دوسرے دوستوں کو بھی آپ کی ادارہ سے تعارف کروائی ہے۔

رب العزت الکریم کا فضلِ عظیم ہے ہم ناچیزوں پر۔ اور حکیم محمد اختر دامت برکاتہم کے بیان ایک ایسا تاثیر اور لطف دی ہے کہ اثر کیے بغیر نہیں ہوتی یعنی آدمی پر ضرور اللہ کی فضل سے اثر ہوتی ہے۔ یہ بالکل حقیقت ہے اور اس حقیقت کو ثابت کرنے کے لیے میرے پاس قابلِ ذکر دو مثال موجود ہے۔

چونکہ میں ایک پرائیویٹ کمپنی میں ملازم ہوں تو اس کا دعوت اپنی ہی فیکٹری میں عام کیا ہے۔ بہت سے دوستوں کو فائدہ ہوا بعض دوستوں نے باقاعدہ نماز پڑھنا شروع کر دیا ہے اور مزید اصلاح ہو رہا ہے ان شاء اللہ۔

۲ ساتھی جو تقریباً ۴۰۔۴۵ سال کے عمر میں تھے۔ ڈاڑھی منڈا رہے تھے اللہ تعالیٰ نے احسانِ عظیم کیا اب دونوں نے مکمل پکے ارادہ سے ڈاڑھی بڑھا رہے ہیں"۔

☆...ایک اسکول کے صاحب لکھتے ہیں کہ:

"اب تو حضرت حکیم صاحب کے اندازِ بیان کا وہ نشہ مجھے چڑھا ہے کہ جب تک ان کی نئی کتاب کا مطالعہ نہ کر لوں چین ہی نہیں ملتا۔ جب تک آپ کی طرف سے نئی مواعظ نہیں ملتیں، ان کے پُرانے مواعظ کا مطالعہ کرتا رہتا ہوں اب تک ان کا ہر ہر وعظ کئی کئی بار پڑھ چکا ہوں حضرت حکیم صاحب کا دلنشیں اور پُر اثر بیان اور خوبصورت لہجہ......... آہ! اللہ والوں کا کیسا پیارا اندازِ بیان ہے ع

لہجہ خوشبو ہے بات شبنم ہے

مذکورہ بالا تینوں کتب (مجلسِ ذکر، خوشگوار ازدواجی زندگی، فیوضِ ربّانی) بھی نہایت شوق اور توجہ سے پڑھیں حضرت کے ایک ایک لفظ سے ہیرے موتی ٹپکتے ہیں بقولِ شاعر ؎

سنا ہے بولے تو باتوں سے پھول جھڑتے ہیں"

☆... ایک صاحب لکھتے ہیں کہ:

"ان (ارسال کردہ) مواعظ (حقیقتِ شکر، اللہ کے باوفا بندے) کی بدولت اللہ تعالیٰ رفتہ رفتہ گناہوں والی تاریک زندگی سے اطاعتِ الٰہی کی روشن زندگی کی طرف رہنمائی کر رہا ہے"۔

☆... ایک اسکول کے صاحب لکھتے ہیں کہ:

"حضرت والا کے مواعظ (کا) شدت سے منتظر رہتا ہوں۔ آپ کا بے پایاں لطف و کرم ہے کہ مجھ ناچیز کو حضرت والا کے قیمتی بیانات وملفوظات سے مستفید ہونے کا موقع دیتے ہیں۔ حکیم صاحب کے پُرسوز اور پُر درد مواعظ کے مسلسل مطالعہ کے باعث اللہ تعالیٰ نے بہت سے معاصی و منکرات سے توبہ کرنے اور ان کو چھوڑنے کی توفیق عطا فرمائی۔ استقامت کی دعا کیجئے۔ محترم! یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس سے پہلے ہم مکمل اندھیرے میں تھے۔ اب اللہ تعالیٰ کے ایک عزیز اور پیارے دوست نے ہمارا ہاتھ پکڑ کر روشنی اور نور کی طرف رہنمائی کر دی۔ بہت سی کتب پڑھ چکا ہوں بہت سے مواعظ سن چکا ہوں لیکن حضرت والا جیسا بیان، جس کا ایک ایک لفظ صدق و خلوص سے بھرا ہوتا ہے اور دِل سے نکلتا ہے، کہیں نہیں پایا۔ سچ ہے کہ جو بات دردِ دل سے اور دِل کی گہرائیوں سے کہی جائے وہ اثر کیے بغیر نہیں رہتی۔ حضرت والا کے اندازِ بیان کی کماحقہ تعریف مجھ جیسا کم علم کیسے کر سکتا ہے۔ قلم کو یارا نہیں۔ حضرت والا نے مولانا روم (رحمہ اللہ تعالیٰ) کے کلام اور الہامی اور عجیب و غریب اندازِ بیان سے اللہ کی محبت سکھا دی۔ جس سے دل پہلے نا آشنا تھا۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے اب تک ہم فضول اور بے حقیقی زندگی گزارتے آئے ہیں"۔

☆... ایک پرائیویٹ فیکٹری کے چیف اکاؤنٹنٹ صاحب لکھے ہیں کہ:

''کسی کی وساطت سے مجھے آپ کے ادارہ کا شائع کردہ حکیم شاہ محمد اختر صاحب دامت فیوضہم کا وعظ ''استغفار کے ثمرات'' ہاتھ لگا آپ یقین جانیں دِل پڑھ کر باغ باغ ہو گیا۔ یقیناً اللہ والوں کی باتیں چونکہ ان کے دِل سے نکلتی ہیں۔ اس لیے ہر خاص و عام کے دِل میں اترتی چلی جاتی ہیں۔ خصوصاً اورنگزیب عالمگیر رحمہ اللہ اور راجہ کے بیٹے کا واقعہ پڑھ کر تو اللہ جل شانہٗ کی رحمت سے اُمید بڑی قوی ہو گئی ہے''۔

☆... ایک صاحب لکھتے ہیں کہ:

''پچھلے دنوں ایک دوست نے محترم شاہ اختر صاحب دامت برکاتہم کے توبہ سے متعلق ایک وعظ پڑھنے کو دیا۔ ماشاء اللہ مزہ آگیا اور ایمان کو تازگی ملی۔ میرا خیال ہے کہ مجھ جیسے گناہگار کو ایسے بیانات اکثر پڑھتے رہنا چاہیے، تاکہ دل سے مَیل نکل جائے اور نیکی کی طرف میلان ہو''۔

☆... لکھتے ہیں کہ:

''جب کبھی حضرت والا کا بیان پڑھتا ہوں تو میری لُوں لُوں میں اس کا بیان اثر ہو جاتا ہے۔ پڑھنے میں یہ اثر ہے تو ان کے پاس بیٹھنے اور سننے میں کیا اثر ہو گا؟ اس محفل کی کیا کیفیت ہو گی؟

اللہ تعالیٰ مجھے بھی ایسی کیفیت والی محفل نصیب فرما دے میں بھی کبھی حضرت والا کے پاس بیٹھ کر ان کا دِلوں کو بدل دینے والا بیان سنوں''۔

☆... لکھتے ہیں کہ:

''آپ کے مواعظ کے بعد ہمیں دین کی سمجھ آئی ہم اللہ کا لاکھوں، کروڑوں بار بلکہ اربوں کھربوں بار شکر ادا کرتے ہیں آخری دم تک شکر ادا کرتے رہیں گے۔

آپ کی کتابوں کے مطالعہ کی برکت سے الحمدللہ دو سالوں سے ٹی وی جیسی منحوس شیطان سے دور ہوئے ہیں اب تو اس سے سخت نفرت ہو گئی ہے۔ اپنی ساری تصاویر جلا دیں ہیں۔ شرعی پردے شروع کر دیے ہیں۔ غیر شرعی شادیوں، سالگرہ میں، ہالوں میں نہ جانے کا پکّا ارادہ ہے ان شاء اللہ۔ اللہ استقامت عطا فرمائے آمین۔ اب اپنے آپ کو پہچان لیا ہے۔ اپنے فرض کو پہچان لیا کہ علم حاصل کرنا اور

عمل کر کے پھیلانا۔ امتِ محمدیہ کا فرض العین ہے۔ اب میں نے اس سال تھرڈ ایئر میں داخلہ لینا تھا۔ جس کو میں ملتوی کر دیا ہے۔ انگریزی تعلیم سے بائیکاٹ کر دیا ہے۔ کیونکہ ہم امتِ محمدیہ ﷺ ہیں ہم انگریزی کے وارث (اللہ معاف کرے) نہیں ہیں۔ ہم قرآن کے وارث ہیں الحمدللہ کتنا بڑا اعزاز ہیں۔ اس لیے میں نے اسلامی مدرسہ میں داخلہ لے لیا ہے قرآن مجید تجوید کے ساتھ شروع کر دیا ہے

☆...ایک صاحب لکھتے ہیں کہ:

"آپ (کی) تصوف کی کتابوں کا موقع مطالعہ کے لیے پہلی مرتبہ ملا ہے۔ اتنا کہوں گا کہ ایسی اثر کرنے والی کتابیں نہ پہلے پڑھی تھیں اور شاید نہ پڑھنے کو ملیں گی"۔

☆...لکھتے ہیں کہ:

"میں انتہائی متحیر ہوں کہ تحریر کی باتوں میں اتنا اثر ہے تو دیکھنے میں کیا اثر ہو گا۔ میں دیدار کا شائق ہوں، کوئی ترتیب بتائیں"۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو جذب فرما کر اپنا محبوب بنائیں، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

.........☆.........

مبشراتِ منامیہ

محمد ارمغان ارمانؔ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم ، اَمَّا بَعۡدُ!

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے فرمانِ عالی کے مطابق سچا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہوتی ہے، اور بمطابق حدیث شریف اچھا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے، اور **لَھُمُ الۡبُشۡرٰی فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ فِی الۡاٰخِرَۃِ** کی تفسیر ہے۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ دنیا میں بشارت کی تفسیر یہ ہے کہ کوئی اپنے لیے یا اُس کے احباب کے لیے اچھا خواب دیکھیں یعنی یا خود دیکھے یا اُس کے احباب دیکھیں تو یہ **لَھُمُ الۡبُشۡرٰی** کی تفسیر ہے۔

سیّدی و مرشدی حضرت والا نور اللہ مرقدہ کے لیے بہت زیادہ مبشرات ہیں جو آپ کی عند اللہ مقبولیت و محبوبیت کی علامت ہے، سب کا احاطہ یہاں ممکن نہیں صرف چند ایک یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

ان مبشرات کے تین حصے ہیں، حصۂ اوّل حضرت والا کی حیاتِ مبارکہ میں ہی حضرت والا کی ذاتِ گرامی اور تصانیف و تالیفات کا ہے، حصۂ دوم حضرت والا کی وفات کے بعد کا ہے، اور حصۂ سوم حضرت والا کے صاحبزادہ سیّدی و مرشدی حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے لیے ہے اور یہ بھی حضرت والا کی وفات کے بعد کے ہیں۔

حصۂ اوّل

بمتعلق حضرت والا کی ذاتِ گرامی اور تصانیف و تالیفات وغیرہ

.........(۱).........

اگست ۲۰۰۳ء میں حضرت والا قدس سرہ برطانیہ کے دعوتِ سفر پر تھے، جب پاکستان کے لیے واپسی لیسٹر سے لندن ہیتھرو ایئرپورٹ پہنچے تو ایئرپورٹ پر مولانا احمد علی صاحب بن حضرت مولانا آدم صاحب کا فون آیا کہ آج رات فجر کے قریب انہوں نے خواب دیکھا کہ ''حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لیسٹر سے لندن روانہ ہو رہے ہیں''[1]۔

.........(۲).........

۱۹۹۶ء میں بمقام اوِخس (جنوبی افریقہ) جناب مولانا غلام حسن صاحب کے مدرسہ میں، جبکہ حضرت والا مع احباب تشریف فرما تھے، حضرت مولانا عبدالحمید صاحب (خلیفہ مجاز حضرت والا قدس سرہ) کو سرورِ عالم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ:

''اوِخس کے اس مدرسہ میں آج مولانا عبدالحمید صاحب کو سرورِ عالم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی، اس مقام پر زیارت ہونا اس مدرسہ کی قبولیت کی علامت ہے۔ اور جیسے تین حضرات صحابہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی کی خوشخبری ملی تھی وت انہوں نے اپنا کُرتا اُتار کر خوشخبری لانے والے کو دے دیا تھا۔ تو مولانا عبدالحمید صاحب کے خواب کے ذریعہ ملنے والی خوشخبری پر میں نے اپنا کُرتا ان کو عطا کر کے سنتِ صحابہ ادا کی اور یہ کُرتا میرے اور کُرتوں میں حسین و جمیل تھا جو مولانا کی کالی ڈاڑھی پر ماشاء اللہ زیادہ اچھا لگ رہا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو ان کے لیے مبارک فرمائے''۔

پھر جناب مولانا عبدالحمید صاحب نے حضرت والا کے حکم پر مجلس میں سنایا، فرماتے ہیں کہ:

ابھی ناشتہ کرنے کے بعد ہم لیٹے تو بیچ میں آنکھ کھلی پھر آنکھ لگ گئی تو دیکھا کہ حضرت مد ظلہم کے ساتھ ہم مدینہ منورہ میں ہیں، تقریباً آٹھ بجے صبح ہم سب حضرت مد ظلہم کے ساتھ مسجدِ نبوی گئے۔ حضرت والا کی مجلس کی جگہ مسجدِ نبوی کے بالکل درمیان میں ہے، حضرت مد ظلہم روضۂ مبارک پر صلوٰۃ و سلام کے لیے حاضر ہوئے، مواجہہ شریف اور قدمین شریف کے بیچ کے کونہ پر حضرت مد ظلہم تشریف

---

[1] خزائن شریعت و طریقت: ۴۶۶۔

فرما ہوئے اور صلوٰۃ و سلام اور درد و نالہ اور آہ و فغاں شروع کیا، حضرت کافی دیر وہاں رہے۔ پھر مسجدِ نبوی کے بالکل درمیان میں حضرت والا کی مجلس کی جو جگہ ہے وہاں ہم چند ساھی بیٹھے ہیں، میں وہاں خواب ہی میں سو گیا۔ اور پھر اس خواب میں دیکھتا ہوں کہ حضرت نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تشریف فرما ہیں اور حضرت والا بہت خوشی اور وجد کے عالم میں صلوٰۃ و سلام عرض فرمارہے ہیں۔

حضرت نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ:

"دیکھو میرے اختر کو"۔

پھر حضرت والا بارہ ایک بجے وہاں مجلس کے لیے تشریف لے آئے اور بہت مختصر مجلس ہوئی۔ پھر ہم سب دوست احباب مکہ شریف روانہ ہوئے تو حضرت والا کے لیے ایک خاص گاڑی لائی گئی جو کومبی سے کچھ بڑی اور بس سے کچھ چھوٹی تھی اور بہت آرام دہ تھی، اس میں حضرت والا بستر پر لیٹے ہوئے تھے اور خدام پاؤں دبارہے تھے اور میں اور مولانا یونس پٹیل صاحب پاؤں کی طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر کچھ احباب کہنے لگے کہ حضرت کا کیسٹ اب سعودیہ میں بکنے لگا ہے اور مارکیٹ میں آگیا ہے تو مجھے تعجب ہوا۔ میں کچھ سمجھا نہیں تھا۔ تو حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ دیکھو میری کیسٹ اب یہاں بھی بکنے لگی ہے۔ میں نے مولانا یونس صاحب سے پوچھا یہ کون سی کیسٹ ہے؟ انہوں نے چپکے سے بتایا کہ ویسے تو حضرت کی کئی کیسٹیں آچکیں مگر یہ خاص مضمون تھا جو بہت ہی نمایاں تھا۔ مولانا یونس صاحب نے بتایا یہ بیان جو حضرت کا ہوا "روح البیان" کی طرف اشارہ ہے۔ (یہ سن کر حضرت والا نے فرمایا کہ آج فجر کے بعد جو بیان ہوا اللہ تعالیٰ کا کرم ہی معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے۔) تو اس کا تأثر جو ہوا وہ یہ تھا کہ اب تصوف ممالکِ عربیہ میں مقبول ہے اور حضرت اس کا ذریعہ ہیں، اس کے فاتح ہیں۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَ الْمِنَّةُ

حضرت والا مدظلہم نے فرمایا کہ سب لوگ کہو اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَ لَكَ الشُّكْرُ تین مرتبہ فرمایا اور فرمایا سب درود شریف پڑھو۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِم[1]

.........(۳).........

اس خواب سے تقریباً دس سال پہلے بنگلہ دیش کے قاری عبد الحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا تھا کہ حضور ﷺ نے ان کی پیشانی اور چہرے کا بار بار اتنا بوسہ لیا کہ آپ ﷺ کا لعاب دہن مبارک ان کو اپنے چہرے پر محسوس ہونے لگا۔ پھر آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ معلوم ہے میں تم سے کیوں محبت کرتا ہوں؟ عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے تو کچھ خبر نہیں۔ ارشاد فرمایا کہ:

"چونکہ تم میرے اختر سے محبت کرتے ہو اس لئے میں تم سے محبت کرتا ہوں"[2]۔

.........(۴).........

اسی سال (یعنی ۱۴۲۰ھ میں) حضرت والا کے ایک خادم محمد فہیم صاحب کو جو نہایت صالح جوان ہیں کو سرورِ عالم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی اور آپ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ "چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ چاروں سلسلے حق ہیں لیکن ان چاروں سلسلوں میں سب سے زیادہ ہمارے قریب یہ ہیں"، اور یہ فرماتے ہوئے حضور ﷺ نے حضرت والا کی طرف اشارہ فرمایا جو نہایت ادب سے دوزانو گردن جھکائے ہوئے بیٹھے ہیں اور پھر فرمایا کہ:

"جو میرے اختر سے محبت کرے گا میں اس سے محبت کروں گا"[3]۔

.........(۵).........

لیسٹر (انگلینڈ) کے مولانا سلیمان نانا صاحب جو اس سال یعنی ۱۴۲۰ھ کو خاص عید الفطر کے دن مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور مواجہہ شریف میں صلوٰۃ و سلام پڑھتے وقت بیداری میں سرورِ عالم

---

[1] خزائنِ شریعت و طریقت: ۲۲۳۔۲۲۸۔

[2] سفر نامہ رنگون وڈھاکہ: ۵۰،۴۹۔

[3] ایضاً: ۵۰۔

صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی کہ "مولانا اختر سے ہمارا سلام کہہ دینا" اور صلوٰۃ و سلام پڑھ کر جب واپس ہونے لگے تو مواجہہ شریف سے پھر آواز آئی کہ "دیکھو مولانا اختر کو ہمارا سلام ضرور پہنچا دینا"۔ سبحان اللہ ؎

بریں مژدہ گر جاں فشانم رواست

"اس بشارت پر اگر جان فدا کر دوں تو بجا ہے اور پھر بھی حق تعالیٰ کا شکر ادا نہیں ہو سکتا"[1]۔

.........(٦).........

حال (یعنی ١٤٢٠ھ) ہی میں پشاور کے ایک صالح جوان جن کا تبلیغی جماعت سے تعلق ہے کراچی حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ روضۂ مبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دستِ مبارک سے حضرت والا کے سر پر عمامہ باندھ رہے ہیں۔ ؎

یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

یا رب صل وسلم دائما ابداً

علی حبیبك خیر الخلق كلهم[2]

.........(٧).........

"نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے" (شعر):

ایک صالحہ عورت کو خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی بہت سے افراد ہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احقر کو سب سے زیادہ اپنے قریب بٹھایا ہوا ہے اور ارشاد فرمایا کہ "حکیم اختر! آپ کا یہ شعر بہت عمدہ ہے اور ہمیں بہت زیادہ پسند ہے"۔ پھر آپ نے یہ شعر پڑھا ؎

نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے

اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے[3]

---

[1] سفرنامہ رنگون وڈھاکہ: ٥٠۔

[2] ایضاً: ٥١۔

[3] پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری سنتیں۔

.........(۸).........

"ولی اللہ بنانے والے چار اعمال" (کتاب):

عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد اختر صاحب ادام اللہ ظلہم کے ایک خادم نے خواب دیکھا کہ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشنِ اقبال کی چھت پر اعلان ہو رہا ہے کہ "مسجد اشرف میں چار اعمال پر حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا بیان ہو رہا ہے" اور آپ کی آواز مبارک پوری خانقاہ میں آرہی تھی[1]۔

.........(۹).........

ایک صاحب نے خواب دیکھا کہ وہ روضۂ مبارک میں داخل ہوئے اور حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زیارت نصیب ہوئی اور دیکھا کہ ایک طرف مرشدنا و مولانا شاہ محمد اختر صاحب دامت برکاتہم بھی مع احباب کے موجود ہیں اور صحابہ کرام بھی تشریف فرما ہیں، خواب دیکھنے والے کو کسی نے بتایا کہ:

"ولی اللہ بنانے والے چار اعمال کو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے پسند فرمایا ہے جس کے بعد حضرت یہ رسالہ صحابہ کرام کو بھی دکھا رہے ہیں"[2]۔

.........(۱۰).........

حضرت والا کے ایک اور خادم نے خواب دیکھا کہ حضرت کے حجرہ سے اوپر کی جانب سے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی آواز آرہی ہے کہ:

"اپنی پوری زندگی ان چار اعمال پر گزار لو تو ان شاء اللہ تعالیٰ کامیاب ہو جاؤ گے"[3]۔

.........(۱۱).........

"معارفِ مثنوی" (کتاب):

اس کے لیے درج ذیل بشارات ہیں:

---

[1] ولی اللہ بنانے والے چار اعمال۔

[2] ایضاً۔

[3] ایضاً۔

جناب حافظ ڈاکٹر محمد ایوب صاحب ہارٹ اسپیشلسٹ (ماہر قلب) نے آج سے کافی عرصہ پہلے ۱۹۷۶ء میں (جو اس وقت تعلیم حاصل کر رہے تھے) خواب دیکھا کہ خواب میں ان کو مسجدِ نبوی میں حاضری نصیب ہوئی اور حضور ﷺ کی محراب اور منبر کے درمیان معارفِ مثنوی مصنفہ مرشدنا و مولانا عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کو مشاہدہ کیا کہ:

"معارفِ مثنوی محراب اور منبر شریف کے درمیان کسی چیز پر رکھی ہوئی ہے"[1]۔

.........(۱۲).........

اسی زمانے میں حضرت والا کے ایک عالم مرید نے خواب دیکھا کہ معارفِ مثنوی کے سرورق پر مؤلف کی جگہ حضرت والا کے نام کے بجائے شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا نام لکھا ہوا ہے[2]۔

.........(۱۳).........

"درسِ مثنوی مولانا رُوم" (کتاب):

مناظرِ دیوبند حضرت مولانا سیّد مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کے پڑپوتے سیّد ثروت حسین صاحب نے جو حضرت مرشدنا و مولانا عارف باللہ شاہ محمد اختر صاحب مدظلہم العالی کے منتسبین میں سے ہیں خواب دیکھا کہ حضور ﷺ حضرت مرشدی دامت برکاتہم کے حجرہ میں تشریف فرما ہیں۔ آپ ﷺ کی دائیں جانب حضرت والا ہیں اور حضرت کی دائیں جانب خواب دیکھنے والے صاحب ہیں اور سامنے درسِ مثنوی مولانا روم رکھی ہوئی ہے۔ حضور ﷺ نے خواب دیکھنے والے سے فرمایا کہ:

"درسِ مثنوی بہت اچھی کتاب ہے، تم یہی پڑھا کرو"[3]۔

---

[1] معارفِ مثنوی۔

[2] الطافِ ربانی: ۱۰۔

[3] درسِ مثنوی مولانا رُوم۔

.........(۱۴).........

”رسول اللہ ﷺ کی نظر میں دُنیا کی حقیقت“ (کتاب):

صاحبزادہ حضرت مولانا محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم (جو اُس وقت طالب علم تھے) نے ایک خواب دیکھا تھا جس کی اطلاع حضرت مرشدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بذریعہ خط کی تھی۔ وہ خط اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا جواب برکت کے لیے نقل کیا جاتا ہے:

خواب: غلام زادہ عزیز محمد مظہر میاں سلمہٗ نے آخر شب میں خود کو اور اس ناکارہ کو اور عشرت جمیل سلمہٗ کو اور ایک ملازم دواخانہ محمد آزاد سلمہٗ کو جو اس ناکارہ سے بیعت بھی ہیں دیکھا کہ حضور ﷺ ہم چاروں اشخاص کو ایک پہاڑی کی طرف لے گئے اور وہ مٹی کی ہے۔ وہاں ہم چاروں اُمتی کو حکم فرمایا کہ اس کو کھودو۔ کھودنے پر شیشہ کے بڑے بڑے مرتبان ظاہر ہوئے اور ان میں ہرن وغیرہ کی کھالوں پر لکھے ہوئے احادیث کے مسوادات تھے۔ پھر اس ناکارہ نے عشرت جمیل کو حکم دیا کہ ان احادیث کو لکھ لو۔ انہوں نے عربی میں لکھا اور حضور ﷺ نے اس ناکارہ سے ارشاد فرمایا کہ اِن سے (اشارالیہ) (عشرت جمیل سے) لکھایا کرو۔ اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔

جواب: مکرّمی حکیم صاحب۔۔۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عزیزم مظہر سلمہٗ کا خواب بہت مبارک ہے رائی اور مرئی حضرات کے لیے۔ سب کے لیے بشارت ہے خدمتِ دین کی۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق باحسن بوجوہ عطا فرمائیں، والسلام

ابرار الحق

۱۴/رجب ۸۹ھ

اس خواب کی تعبیر یوں ظاہر ہوئی کہ کئی سال بعد حضرت والا نے پیشِ نظر کتاب ”رسول اللہ ﷺ کی نظر میں دُنیا کی حقیقت“ تحریر فرمائی جو مشکوۃ کتاب الرقاق کی منتخب احادیث اور ان کا ترجمہ و

تشریح ہے۔ حضرت والا کے تحریر کردہ مسودہ کو احقر (یعنی حضرت میر صاحب) دوسرے کاغذ پر نقل کر کے کاتب کو دے دیتا تھا اور اُنگلی کاٹ کر شہیدوں میں نام لکھوانے کا مصداق بننے کی کوشش کرتا تھا[1]۔

.........(۱۵).........

حضرت والا کی بیماری فالج ہو جانے کے بعد بھی بہت سی بشارات ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ کل[2] میں نے خواب میں دیکھا کہ کعبہ شریف میں ہوں اور شیخ الحدیث آزاد وِل مولانا فضل الرحمٰن بھی ہیں اور بہت سے علماء مجھے تلاش کر رہے ہیں اور کعبہ کے پاس ہی اُن علماء سے ملاقات ہو رہی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ عمرہ کی اور صحت یابی کی بشارت ہے[3]۔

.........(۱۶).........

اسی مجلس میں ایک صاحب نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا کہ حضرت کے ساتھ حضور ﷺ ہیں۔ تو حضرت نے فرمایا کہ یوں کہو کہ مَیں حضور ﷺ کے ساتھ ہوں یوں نہ کہو کہ حضور ﷺ میرے ساتھ ہیں (اللہ اکبر! اَدب کی کیا خوب تعلیم فرمائی)[4]۔

.........(۱۷).........

احقر محمد عبد اللہ انصاری عرض رسا ہے کہ آج سے ایک سال قبل جبکہ وہ جنوبی افریقہ آزادوِل میں حضرت والا عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کے بیانات کی کیسٹیں سنتے سنتے سو گیا تو بحمد للہ خواب ہی میں احقر کو محبوبِ کائنات سرورِ عالم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی اور دیکھا کہ حضور ﷺ ایک وسیع میدان میں تشریف فرماہیں اور حضور ﷺ کے دستِ مبارک

---

[1] کتاب ہذا: ۴،۳۔

[2] یہ ۲۰۰۴ء کا واقعہ ہے جب حضرت والا اپنے احباب خصوصی کی دعوت پر جنوبی افریقہ تشریف فرما تھے، اور مؤرخہ ۱۱/ربیع الاوّل ۱۴۲۵ھ مطابق یکم مئی ۲۰۰۴ء بروز ہفتہ بعد نمازِ ظہر اپنے میزبان کے مکان پر یہ فرمایا تھا۔ (از مرتب)

[3] پردیس میں تذکرۂ وطن: ۶۸۔

[4] ایضاً: ۶۹۔

میں ریتلی مٹی ہے اور حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں ہمارے حضرت والا مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم بھی حاضر ہیں، پھر احقر نے دیکھا کہ حضور ﷺ نہایت حزن و ملال کے ساتھ حضرت والا دامت برکاتہم سے ارشاد فرما رہے ہیں:

''اختر! تجھے لوگوں نے پہچانا نہیں، اختر! لوگوں نے تیری قدر نہیں کی''۔

احقر نے خواب ہی میں دیکھا کہ حضور ﷺ نے تین دفعہ یہ جملہ ارشاد فرمایا اور پھر توقف کے بعد چوتھی اور پانچویں دفعہ یہی ایک جملہ نہایت درد و رِقّت سے ارشاد فرمایا۔ اس کے بعد احقر کی آنکھ کھلی تو احقر زار و قطار رو دیا۔ اس وقت جنوبی افریقہ میں رات کا ایک بج رہا تھا اور پاکستان میں صبح کے ۴، ۵ بج رہے تھے لیکن احقر نے پھر بھی یہ خواب حضرت اقدس شاہ فیروز بن عبد اللہ میمن صاحب دامت برکاتہم کو فون پر سنایا[1]۔

.........(۱۸).........

احقر محمد عمران الحق نے ۱۱/ اپریل ۲۰۰۶ء بمطابق ۱۲/ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ فجر کی نماز سے قبل ہاتف غیبی کو پکارتے ہوئے سنا کہ:

''ہم نے تمہارے شیخ کو قطب و ابدال نہیں بلکہ غوث کا اعلیٰ مقام دیا ہے''۔

اور جب یہ بات سنی تو دل میں یہ بات آئی کہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب خانہ کعبہ میں ہیں اور حج کا زمانہ ہے[2]۔

.........(۱۹).........

احقر منیر احمد مغل المعروف بہ ڈاکٹر منیر نے حضرت کی برکت سے خواب میں دیکھا کہ دل میں داعیہ ہوا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف ملاقات حاصل کریں، اتنے میں ایک تسلہ آیا جس پر

---

[1] سفر نامہ رنگون وڈھاکہ: ۵۵، ۵۴۔

[2] ایضاً: ۵۵۔

میں سوار ہوا اور یہ اڑنا شروع ہوا حتیٰ کہ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کے روضہ پر پہنچا، جہاں بندہ کو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف مصافحہ حاصل ہوا اور انہوں نے فرمایا کہ:

''تمہارا شیخ اس وقت قطب کے درجہ پر فائز ہے''۔

اس پر میں نے پوچھا کہ حضرت کچھ نصیحت فرمادیں، انہوں نے فرمایا کہ ''تمہارا شیخ کیا کہتا ہے؟'' جس پر میں نے کہا کہ وہ نظروں کی حفاظت کا ہی حکم فرماتے ہیں، اس پر امام صاحب نے فرمایا: ''یہی اس وقت کا سب سے بڑا ذکر ہے''[1]۔

.........(۲۰).........

احقر محمد فیصل نے ۱۹/ مارچ ۲۰۰۶ء بمطابق ۱۸/ صفر ۱۴۲۷ھ کو خواب میں دیکھا کہ حضرت والا دامت برکاتہم عرب کی سرزمین پر تشریف لے گئے اور حضرت والا دامت برکاتہم اور حضرت میر صاحب دامت برکاتہم ساتھ ساتھ ہیں اور اس وقت عرب کے بالا خانوں اور ایوانوں اور پورے عالم میں حضرت کا غلغلہ مچا ہوا ہے۔ حضرت والا کے حلقے میں لوگ گروہ در گروہ داخل ہورہے ہیں اور حضرت والا ان کی تربیت فرما کر سارے عالم میں لشکر کے لشکر روانہ فرمارہے ہیں۔ جب دیکھا تو ایسا محسوس ہوا (خواب میں ہی) کہ آخری زمانہ چل رہاہے اور حضرت امام مہدی کے ظہور کا وقت قریب ہے[2]۔

.........(۲۱).........

احقر سید محمد عارف نے ۱۴/ مارچ ۲۰۰۶ء بمطابق ۱۳/ صفر ۱۴۲۷ھ بروز بدھ کی صبح ایک خواب دیکھا۔ بندہ نے دیکھا کہ روضۂ رسول ﷺ کے احاطے کے اندر قبر اطہر ﷺ کے قریب ہی حضرت والا دامت برکاتہم اپنی مخصوص نشست پر تشریف فرما ہیں، اولیاء کرام کا ایک بڑا مجمع فرش پر

---

[1] سفر نامہ رنگون وڈھاکہ: ۵۶، ۵۵۔

[2] ایضاً: ۵۶۔

موجود ہے، روضۂ رسول ﷺ سے رسول اللہ ﷺ حضرت والا دامت برکاتہم سے براہِ راست کلام فرما رہے ہیں، غالباً بشارتوں کا سلسلہ تھا۔

حاضرین مجلس وقفہ وقفہ سے ماشاء اللہ، سبحان اللہ کی صدائیں دھیمی دھیمی لگارہے تھے، میر صاحب دامت برکاتہم کی طرف سے بھی ماشاء اللہ، سبحان اللہ کی آواز آرہی تھی، حضرت والا دامت برکاتہم نہایت ادب کے ساتھ اپنی نشست پر سر جھکائے سماعت فرمارہے تھے، یہ سلسلہ کافی دیر چلتا رہا، احاطے کے باہر حضرت فیروز میمن صاحب دامت برکاتہم اور راقم الحروف (محمد عارف) بھی موجود تھے بندہ نے اس منظر کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا۔

غیب سے آواز آئی جامعۃ الرشید اور دیگر مدارس کے حضرات یہاں بیان کیلئے آرہے ہیں جس پر اتحاد الامت کا گمان غالب ہوا اور خوشی ہوئی، ساتھ ہی ایک چیخ کی آواز آئی اور روضۂ رسول ﷺ سے آنے والی آواز بند ہوگئی، دروازے کھل گئے، تمام حضرات باہر آنے لگے اور ایسا محسوس ہوا کہ حضرت امام مہدی کا ظہور ہونے والا ہے جس پر انتہائی خوشی ہوئی، آنکھ کھلنے پر اذانِ فجر کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں[1]۔

حصۂ دوم

بمتعلق بعد الوفات حضرت والا

.........(۲۲).........

ایک خاتون نے دیکھا اُن کے والد مفتی تھے جامعہ بنوریہ کے اندر، انھوں نے دیکھا کہ جنت کے اندر ایک بازار لگا ہوا ہے اور لوگ وہاں سے خریداری کر رہے ہیں، کوئی کپڑے خرید رہا ہے، کوئی رُومال خرید رہا ہے، کوئی اچھی اچھی چیزیں لوگ خرید رہے ہیں اور اُن کے والد بھی وہاں موجود ہیں، تو

[1] ایضاً: ۵۷،۵۶۔

انھوں نے پوچھا: کہ ابا! آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟ تو اُنہوں نے کہا کہ بیٹا! تجھے معلوم نہیں کہ ہمارے شیخ دُنیا سے یہاں تشریف لانے والے ہیں[1]۔

.........(۲۳).........

آج (حضرت والا کے انتقال کے پانچ دن بعد) صبح قاری رفیق الاسلام صاحب لاہور کے اندر ہوتے ہیں، بڑے قاری ہیں، اللہ تعالیٰ نے اُن کو جوانی سے قرآن کی خدمت کیلئے قبول فرمالیا۔ وہ دیکھتے ہیں کہ ایک جنازہ رکھا ہوا ہے، اُس کے کنارے ایک نورانی شخصیت بیٹھی ہوئی ہے، تو انھوں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ تو انھوں نے بتایا کہ میں بلالِ حبشی ہوں۔ تو پوچھا کہ آپ یہاں کیوں بیٹھے ہیں؟ کہا کہ حضرت حکیم صاحب کا جنازہ ہے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے انتظار میں ہوں کہ وہ جنازہ پڑھانے کیلئے آنے والے ہیں[2]۔

.........(۲۴).........

برطانیہ میں مفتی زبیر دودھا اور مولانا محمد دودھا کی والدہ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے وقت ایک خواب دیکھا۔ برطانیہ میں ان کی والدہ ظہر کی نماز کے بعد قیلولہ کے لیے لیٹیں تو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ روضۂ مبارک پر حضور ﷺ اپنے ہاتھ مبارک سے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں جنت البقیع کی طرف لے جا رہے ہیں۔ (یہ وہ وقت تھا جب یہاں کراچی میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مغرب بعد رحلت ہو رہی تھی اور برطانیہ میں ظہر کے بعد کا وقت تھا)[3]۔

حصۂ سوم

بمتعلق صاحبزادہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب مدظلہم

[1] احقر نے حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب مدظلہ نبیرہ حضرت والا قدس سرہ کے بیان سے نقل کیا۔ (از مرتب)

[2] احقر نے حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب مدظلہ نبیرہ حضرت والا قدس سرہ کے بیان سے نقل کیا۔ (از مرتب)

[3] تحریر از حضرت میر صاحب مدظلہ، روزنامہ اسلام کراچی، ۲۸/رجب ۱۴۳۴ھ بمطابق 8/جون 2013ء۔ (مرتب)

.........(۲۵).........

جس رات حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا اس کی دوسری رات جب میں خانقاہ میں موجود تھا میں نے خواب میں حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کی۔ خواب کچھ اس طرح تھا:

میں نے دیکھا کہ جو منظر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے وقت تھا کہ کمرے میں چند حضرات اور ڈاکٹر صاحبان موجود تھے میں بھی ایک کونے میں کھڑا تھا۔ سب حضرات رو رہے تھے، ہچکیاں بلند ہیں، جس وقت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تھا اس وقت مولانا مظہر صاحب دامت برکاتہم اور مولانا ابراہیم صاحب نمازِ مغرب ادا کرنے مسجد گئے ہوئے تھے۔ حضرت والا کا جسدِ اطہر بیڈ پر موجود ہے نماز ختم ہونے سے پہلے میں نے دیکھا کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اپنی کرسی پر بھی موجود ہیں یعنی جسم میڈیکل بیڈ پر اور غالباً روح حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی کرسی پر موجود ہے اتنے میں نماز ختم ہوئی اور مولانا مظہر صاحب دامت برکاتہم اور مولانا ابراہیم صاحب ان کے پیچھے خانقاہ کے دروازے سے داخل ہوتے ہیں، سب احباب رو رہے ہوتے ہیں حضرت مولانا مظہر صاحب دامت برکاتہم سب کی طرف دیکھتے ہوئے جلدی سے آگے بڑھتے ہیں اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ کو پکڑ کر نبض دیکھتے ہیں اور پھر سینے پر سر رکھتے ہیں اور رو پڑتے ہیں، حضرت مولانا مظہر صاحب کو روتا دیکھ کر سب مزید رونا شروع ہو جاتے ہیں۔ ان حضرات میں حضرت میر صاحب دامت برکاتہم، جناب حافظ ضیاء الرحمٰن، جناب بھائی مطہر محمود صاحب، مولانا ابراہیم صاحب، مولانا اسماعیل صاحب، مولانا اسحاق صاحب، جناب عبداللہ میاں، ڈاکٹر امان اللہ صاحب، ڈاکٹر حافظ ایوب صاحب، ڈاکٹر عمر صاحب، ڈاکٹر اظہر صاحب، جناب چچا شفیق احمد صاحب، جناب بھائی کاشف صاحب، بلال صاحب، جناب برکت اللہ صاحب سب موجود ہوتے ہیں اتنے میں دیکھتا ہوں کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ جو کہ کرسی پر تشریف رکھتے ہیں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ بہت روشن ہوتا ہے اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے سفید کُرتا جو بہت چمک رہا ہے زیب تن فرمایا ہوا ہوتا ہے، نیلے رنگ کی تہبند پہنی ہوتی ہے، مسکراتے ہوئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور بہت شان سے اور اطمینان سے چلتے ہوئے حضرت مولانا مظہر صاحب دامت

برکاتہم جن کی پشت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ہوتی ہے اور وہ حضرت والا کے سینے مبارک پر سر رکھ کر رو رہے ہوتے ہیں حضرت والا اپنا سیدھا ہاتھ حضرت مولانا مظہر صاحب دامت برکاتہم کی کمر پر رکھتے ہوئے اور اس پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ارے روتے کیوں ہو؟ میں تمہارے پاس ہی تو ہوں، مت رو، بس صبر کرو، میرے بیٹے صبر کرو"۔

اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اسی طرح کھڑے ہوئے سب کی طرف دیکھتے ہیں اور مسلسل حضرت مولانا مظہر صاحب دامت برکاتہم کی کمر پر ہاتھ پھیرتے رہتے ہیں اور مسکراتے رہتے ہیں۔

بس پھر میری آنکھ کھل جاتی ہے۔ اس وقت بھی میں خانقاہ میں موجود تھا۔

غلام ابن غلام حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

فواد آصف

.........(۲۶).........

رات کے اندھیرے میں حضرت مولانا مظہر صاحب کھڑے ہیں اور ان پر تیز بارش ہو رہی ہے خواب میں یہ سمجھایا جا رہا ہے بحمد للہ تعالیٰ کہ "حضرت مولانا مظہر صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہو جاؤ گے تو جو رحمتیں حضرت والا پر نازل ہو رہی تھیں اور مل رہی تھیں اتنی ہی حضرت مولانا مظہر صاحب دامت برکاتہم پر ہو رہی ہیں اور آپ کو ملیں گی"۔

محمد مصطفیٰ فاروق

۱۶ / جون ۲۰۱۳ء

.........(۲۷).........

حضرت مولانا مظہر دامت برکاتہم سے بیعت ہونے کا واقعہ:

آپ سے مرید ہونے کا میرا واقعہ بھی دلچسپ ہے۔ ایک ہفتہ پہلے میں بیرون ملک سے آیا تو پتہ چلا حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحلت کر گئے ہیں، اللہ ان کے درجات جنت الفردوس میں

اعلیٰ مقام پر رکھے۔ میں نے فیصلہ کیا کہ جمعہ کو خانقاہ ضرور جاؤں گا، پھر جمعرات کی رات کو میں نے خواب دیکھا کہ ایک بزرگ ہستی پالکی میں بیٹھی فرشتوں کے ساتھ اوپر کی طرف جارہی ہے، میں دیکھ رہا ہوتا ہوں کہ ایک دوسرے بزرگ نے میرا ہاتھ تھام لیا، میں کفِ افسوس مَل رہا تھا کہ یہ بزرگ تو گئے میرا خیالِ خواب میں حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب کی طرف ہی تھا۔

جن بزرگ نے میرا ہاتھ تھاما تھا وہ بھی ہو بہو حکیم صاحب کی طرح تھے، پھر میری آنکھ کھل گئی دل بہت خوش ہوا، خوشی اندر سے پھوٹ رہی تھی پھر اس جمعہ کو خانقاہ پہنچا، نماز کے بعد مولانا ابراہیم صاحب نے کہا جو والد صاحب سے بیعت ہونا چاہتے ہیں وہ خانقاہ میں چلے جائیں میں اس طرح آپ سے بیعت ہو گیا، اب میں آپ کا جوتوں میں رہنے والا مرید ہوں، ایک مرید کو اپنے پیر کے لیے کیا کرنا چاہیے؟ مجھے پتہ نہیں۔ میرا تعلق تبلیغی جماعت سے ہے، کافی وقت امریکہ اور پاکستان میں تبلیغ میں لگا چکا ہوں۔ فقط

آپ کے حکم کا غلام

ذرا خلیق الزماں بیگ

.........(۲۸).........

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم حضرت مولانا مظہر صاحب دامت برکاتہم و حضرت میر صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جمعرات ۲۰/جون ۲۰۱۳ء کو نمازِ فجر کے ساتھ اپنے معمولات کرنے کے بعد اشراق پڑھ کر میں لیٹ گیا۔ اس وقت میں نے ایک خواب دیکھا کہ:

ایک مجلس جس میں بہت بڑی بڑی اور اونچی اونچی محراب والے دروازے ہیں (ایسے بلند قامت دروازے والے محل میں نے ترکی، تاشقند اور بخارا میں دیکھے تھے ان سے مماثلت معلوم ہو رہی تھی) میں داخل ہو رہا ہوں تو سامنے بہت بڑے ہال سے ایک مریض کو لے جانے والے بستر کو شاندار

لباس میں ملبوس دو سپاہی ایک آگے اور ایک پیچھے سے پکڑے ہوئے لے کر آرہے ہیں درمیانی راہ داری میں جیسے ہی پلنگ میرے برابر آیا سپاہیوں نے پلنگ کو روک دیا۔ جس میں سر تا پا صاف و شفاف سفید چادر (جیسے کفن) میں کوئی داہنی کروٹ پر لیٹا ہے دفعتاً چادر کا کونا بائیں ہاتھ سے اٹھایا جس سے حضرت والا کا چہرہ ڈاڑھی تک نظر آیا آپ نے میرا نام لے کر فرمایا: ”واثق! دعاو سلام کی وزارت خالی ہے کس کو وزیر بنایا جائے؟“ میرے منہ سے بے ساختہ نکلا: ”یا اللہ! مولانا مظہر صاحب کو بنا دے“، آپ نے فرمایا: ”ٹھیک ہے“۔ میں نے کہا: جی حضرت! اور پھر حضرت والا نے اپنے منہ کو چادر سے ڈھانپ لیا اور سپاہی بستر کو لے کر آگے بڑھ گئے۔ آپ صاحبان علم و بصیرت سے رہنمائی کا طلبگار ہوں۔

احقر العباد

سیّد واثق حسین

.........(۲۹).........

السلام علیکم......... حضرت والا دامت برکاتہم

حضرت پیر کو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی تدفین کے بعد احقر نے خواب دیکھا جس میں ایک آواز آئی لیکن بولنے والا نظر نہیں آیا، الفاظ یہ تھے:

”میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حضور ﷺ شیخ العرب والعجم حضرت شاہ حکیم محمد اختر صاحب کا ہاتھ پکڑ کر قبر سے جنت البقیع لے گئے اور فرمایا کہ تم میرے ہمسائے میں رہو“۔

اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی[1]۔

آپ کا خام و غلام

فضل ربانی

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

.........☆.........

[1] حصہ سوم از ماہنامہ الابرار کراچی، رمضان المبارک مطابق اگست 2013ء۔

مشاہدات وتأثرات

حضرت والا کے سانحۂ وفات پر مشاہیر اکابر، معاصرین، متعلقین و متوسلین و محبین، علماء ومشائخ اور دیگر حضرات کے اپنے مشاہدات و تأثرات پر مشتمل مضامین

آہ! حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب قدس سرہ

شیخ الاسلام فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مد ظلہم
ابن مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع و خلیفہ مجاز عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبد الحئ عارفی و مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان جلال آبادی رحمہم اللہ تعالیٰ (خلفائے مجازین حکیم الامت مجدّد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ) ونائب رئیس الجامعہ دار العلوم کراچی و مدیر اعلیٰ ماہنامہ البلاغ کراچی

حمد و ستائش اس ذات کے لیے ہے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا

اور

درود و سلام اس کے آخری پیغمبر پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

پچھلے مہینے نہ صرف پاکستان، بلکہ عالم اسلام کا سب سے بڑا سانحہ یہ ہوا کہ ہم حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب قدس سرہ کی حیاتِ طیبہ سے محروم ہو گئے۔ جن کے فیوض و معارف سے عرب و عجم کے بے شمار خطے سیراب ہو رہے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت حکیم صاحب قدس سرہ کی ذاتِ گرامی اس وقت سالکانِ طریقت کے لیے ایک عظیم الشان چشمۂ فیض تھی جس کے آبِ حیات سے بے شمار انسانوں کو نئی زندگی ملی اور نہ جانے کتنے خاندانوں میں وہ حسین انقلاب برپا ہوا جس سے ضمیر کو سکون، نظر کو آسودگی اور دل کو تعلق مع اللہ اور یقین و معرفت کا قرار حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں اپنے عہد کے تین مشائخِ عظام کی طویل خدمت و صحبت کی وہ توفیق عطا فرمائی تھی جو خال خال کسی کے نصیب میں آتی ہے۔ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی، حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھول پوری اور حضرت مولانا ابرار الحق

صاحب (قدست اسرارھم) تینوں کے فیض نے انہیں ایسا کندن بنادیا تھا جس کے مَس سے مٹی بھی سونے کی خاصیات حاصل کرلیتی ہے۔

مجھے سب سے پہلے ان کی زیارت اور ملاقات کا شرف 1960ء میں اس وقت حاصل ہوا جب حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ کے خلیفۂ اجل حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ پاکستان تشریف لائے۔ ہمارے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ جب بھی اپنی مصروفیات سے کچھ وقت نکال سکتے ان کی خدمت میں تشریف لے جایا کرتے تھے اور اپنے ساتھ ہم بھائیوں کو بھی لے جاتے تھے۔ اُس وقت حضرت پھولپوری قدس سرہ پر ایک استغراق کا سا عالم طاری رہتا تھا، اور اگرچہ ان کی مجلس میں شرکت کے لیے علماء اور دوسرے مسلمان دور دور سے آتے تھے، لیکن وہ مجلس سے خود خطاب نہیں فرماتے تھے، اُس وقت عموماً حضرت پھولپوری قدس سرہ کی گزشتہ مجلسوں کے بیانات اور ملفوظات ہی مجلس میں سنائے جاتے تھے۔ سنانے والے صاحب ایک نہایت وجیہ و شکیل اور فصیح و بلیغ جوان تھے، جنہوں نے حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے بیانات نہایت مؤثر اور عام فہم انداز میں اپنے پاس ضبط کیے ہوئے تھے، اور مجلس میں انہی کو بڑے واضح اور خوشگوار لہجے میں سناتے تھے۔ مجلس کے بعد پتہ چلا کہ یہ حضرت حکیم محمد اختر صاحب ہیں جو حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے مصاحبِ خاص ہیں، اس طرح ان سے ملاقات اور تعارف کا شرف حاصل ہوا، بعد میں جب کبھی حاضری ہوتی، وہ ہمیشہ اپنے متبسم چہرے کے ساتھ ملتے اور ان کے ساتھ کبھی کبھی بے تکلف مجلسیں بھی ہوتیں، وہ بزرگوں کی باتیں سناتے، اور چونکہ شعری ذوق انہیں حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ سے ملا تھا، اس لیے ہمارے درمیان شعر و سخن کا تبادلہ بھی ہوتا۔

حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے حضرت پھولپوری صاحب قدس سرہ کے بیانات کو اس قابلیت کے ساتھ قلم بند کیا تھا کہ اس میں حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے علوم و معارف اپنی بھرپور تاثیر کے ساتھ جمع ہوگئے تھے۔ بعد میں یہ بیانات ”معیتِ الٰہیہ“ اور ”معرفتِ الٰہیہ“ کے نام سے شائع ہوئے، اور

میرے بڑے بھائی جناب مولانا محمد زکی کیفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (جو خود حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت اور بزرگوں کے صحبت یافتہ تھے) ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ "ان میں آگ بھری ہوئی ہے"۔

حضرت حکیم صاحب قدس سرہ نے ابتدائی تعلیم پرتاب گڑھ میں حاصل کی تھی، اور اسی زمانے سے وہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت و صحبت سے سالہا سال مستفید ہوتے رہے، حضرت مولانا محمد احمد صاحب قدس سرہ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی قدس سرہ کے سلسلے کے بزرگ تھے، اور عشق و محبت کے دریا میں غرق۔ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے خوب خوب استفادہ فرمایا، اور اس کے بعد حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب قدس سرہ سے بیعت کا تعلق قائم فرمایا اور عرصۂ دراز تک ان کی خدمت و صحبت میں رہے اور مجاہدے کی زندگی گزاری، اس سے پہلے انہوں نے اپنے والد ماجد کی خواہش کے مطابق عصری اسکولوں میں پڑھا تھا، اور بعد میں طبیہ کالج الٰہ آباد سے حکمت کی سند حاصل کی تھی، لیکن ان کی خواہش اصل میں علومِ دینیہ پڑھنے کی تھی، چنانچہ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب قدس سرہ کے مدرسہ بیت العلوم میں چار سال کے اندر درس نظامی مکمل کیا، اور لوگوں کے اصرار کے باوجود دارالعلوم دیوبند نہیں گئے، تاکہ حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں علوم ظاہر کے ساتھ علوم باطن کی بھی تکمیل ہو۔ پھر انہی کے حکم کے مطابق ان کی وفات کے بعد حضرت مولانا ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے، جنہوں نے ان کو خلعتِ خلافت سے سرفراز فرمایا۔

اپنے دوسرے شیخ حضرت مولانا ابرارالحق صاحب قدس سرہ کی حیات ہی میں ان کے حکم کے مطابق انہوں "خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ" پہلے ناظم آباد پھر گلشن اقبال میں قائم کی جس میں سالکانِ طریقت کا اتنا زبردست رجوع ہوا کہ دنیا کے تقریباً ہر خطے سے لوگ اپنی اصلاح کے لیے آتے اور دل کی دنیا بدل کر جاتے۔ شروع میں حضرت حکیم صاحب قدس سرہ کا درس مثنوی خاص طور پر نہایت مقبول اور مؤثر ہوا جو بعد میں "معارفِ مثنوی" کے نام سے شائع ہوا، اس کے بعد انہوں نے خود مثنوی

تصنیف فرمائی اور ان کی مجالس، مواعظ اور ملفوظات بفضلہٖ تعالیٰ بڑی تعداد میں قلم بند ہو کر شائع ہوئے جنہوں نے طالبانِ سلوک کی پیاس بجھائی۔ اس طرح ان کی تصانیف، مواعظ اور مجالس جو چھوٹی بڑی کتابی شکل میں شائع ہوئیں، ان کی تعداد سو سے متجاوز ہے، اور ان میں بہت سی کتابوں کے تراجم عربی، فارسی، انگریزی، چینی، روسی زبانوں کے علاوہ دنیا کی 23 مختلف زبانوں میں شائع ہوئے ہیں اور اس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں اپنے مشائخ کے فیض کو عالمگیر بنانے کی وہ توفیق عطا فرمائی جسے عصرِ حاضر میں منفرد کہا جائے تو بے جا نہیں ہو گا۔

حضرت حکیم صاحب کو حضرت والد ماجد، حضرت عارفی اور حضرت بنوری رحمہم اللہ تعالیٰ سب کے ساتھ خصوصی تعلق تھا اور وہ ان سب بزرگوں کی خدمت میں نیاز مندانہ حاضر ہوتے رہتے تھے، اس لیے اپنے خاص مشائخ کے علاوہ اپنے زمانے کے دوسرے بزرگوں سے بھی انہوں نے کسبِ فیض پایا اسی نسبت سے دار العلوم اور اہلِ دار العلوم، بالخصوص ہم دونوں بھائیوں سے ان کا بڑی شفقت اور محبت کا تعلق تھا، شروع میں کثرت سے دار العلوم تشریف لاتے اور اپنی شگفتہ مجلسوں سے ہمیں نہال فرماتے، میرا اس زمانے میں بکثرت عرب ممالک کا سفر ہوتا رہتا تھا، اور میری عربی تحریریں بھی ان کی نظر سے گزرتی تھیں، اس لیے وہ بندہ کی ہمت افزائی کے لیے فرمایا کرتے تھے کہ "آپ ہمارے پاکستان کے علی میاں ہیں" ان مجلسوں میں وہ اپنے اشعار بھی سناتے اور کبھی مجھ سے بھی میرے شعر سننے کی فرمائش کرتے، ایک مرتبہ میں نے ان کی فرمائش پر اپنی ایک غزل کا یہ مطلع انہیں سنایا۔

دردِ دل دے کہ مجھے اس نے یہ ارشاد کیا
ہم اِسی گھر میں رہیں گے جسے برباد کیا

یہ شعر انہیں اتنا پسند آیا کہ مجھے ان کے اہلِ مجلس نے بتایا کہ وہ اپنی مجلس میں بندہ کا یہ شعر سنا کر اس کی تشریح فرمایا کرتے تھے۔

مجھے بھی گاہے گاہے ان کی خانقاہ میں حاضری کا موقع ملتا رہتا تھا، اور ہمیشہ ان کی خدمت میں حاضری کا ایک سرور محسوس ہوتا تھا۔ لیکن 2000ء سے ایک طرف میرے مشاغل و اسفار بہت بڑھ

گئے، اور اُدھر حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ پر فالج کا حملہ ہوا جس کی بنا پر ان کی نقل و حرکت متاثر ہوئی۔ اس لیے ملاقات اور زیارت کے مواقع کم ہوگئے، اس کے باوجود کبھی کبھی بندہ ان کی خانقاہ میں حاضر ہوتا تو وہ بستر پر ہوتے، لیکن چہرے پر وہی اطمینان و سکون، وہی پُر تبسم انداز، اور وہی شفقت و محبت کا معاملہ۔ تقریباً تیرہ سال انہوں نے علالت کی حالت میں گزارے، لیکن رضا بالقضاء کی تصویر بن کر۔ اور اس حالت میں بھی جب زبان ساتھ دینے لگی تو مجلسوں اور افادات کا سلسلہ پہلے کی طرح، بلکہ بعض اوقات پہلے سے زیادہ جاری ہوگیا۔

ان کی مجالس اور جذبِ دروں کا یہ اثر تھا کہ جو شخص ان کی صحبت میں کچھ عرصہ گزار لیتا، اس پر شریعت و طریقت کا ایک مخصوص رنگ چڑھ جاتا تھا۔ انہوں نے دنیا کے مختلف ممالک کے دورے کیے، اور ہر دورے میں وہاں کے باشندوں کی ایک بڑی جماعت کو اپنے رنگ میں رنگ دیا۔

بالآخر حضرت حکیم صاحب قدس سرہ کا وہ وقت آ گیا جسے کوئی ٹال نہیں سکتا، ۲۲/ رجب ۱۴۳۴ھ مطابق 2/جون 2013ء اتوار کے دن عصر کے ان کی حالت نازک ہوگئی، اور جب اتوار کا سورج غروب ہوکر پیر ۲۳/رجب کی رات شروع ہوئی تو ان کی روح اپنے محبوبِ حقیقی کے حضور پہنچ گئی۔ میں اس وقت مدینہ طیبہ میں تھا، مغرب کی نماز کے کچھ ہی دیر کے بعد مجھے پاکستان اور سعودی عرب کے مختلف حضرات کے پیغامات فون پر ملے جس سے اس جانگداز سانحے کی اطلاع ملی۔ جنازے میں شرکت ممکن نہیں تھی، وہیں مسجدِ نبوی میں حسبِ استطاعت دعا و ایصال ثواب کی توفیق ہوئی۔

چند روز بعد پاکستان واپسی ہوئی تو ان کی خانقاہ میں ان کے لائق و فائق فرزند جناب مولانا مظہر صاحب اور ان کے دیگر خلفاء کی خدمت میں حاضری دی تو مولانا مظہر صاحب نے بتایا کہ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ تمنا ظاہر فرمائی تھی کہ ان کا انتقال پیر کے دن ہو۔ (کیونکہ سرور دوعالم ﷺ کی وفات بھی پیر کے دن ہوئی تھی) اس کے بعد علالت کے آخری دنوں میں جب ذرا ہوش آیا تو پوچھا کہ "آج کونسا دن ہے؟" جواب ملا کہ بدھ ہے، تو خاموش ہوگئے،، پھر دو دن بعد پوچھا تو بتایا گیا کہ "جمعہ ہے" پھر خاموش ہوگئے، بظاہر وہ پیر کے دن کے انتظار میں تھے، اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کی

یہ تمنا اس طرح پوری فرمائی کہ سکراتِ موت اتوار کا دن گزرنے کے بعد پیر کی شب میں طاری ہوئے، اور اسی دن انہوں نے جان جاں آفرین کے سپرد کردی۔ **رحمہ اللّٰہ رحمۃ واسعۃ۔**

آج حضرت حکیم صاحب قدس سرہ ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں، لیکن انہوں نے اپنے بے شمار افادات کا جو ذخیرہ اور اپنی تربیت سے بنائے ہوئے جو انسان چھوڑے ہیں، ان کی بناء پر ان کا تذکرہ اور ان کے فیوض ان شاء اللہ زندہ وجاوید رہیں گے۔

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے صاحبزادہ گرامی مولانا مظہر صاحب اور ان کے دیگر خلفاء کو ان کا کام جاری وساری رکھنے کی توفیق کامل مرحمت فرمائیں۔ آمین۔

اللّٰھم اکرم نزله و وسّع مدخله و ابدله داراً خیراً من داره وأھلاً خیراً من أھله و نقّه من الخطایا کما ینقّی الثوب الأبیض من الدنس۔

(بشکریہ ماہنامہ البلاغ کراچی، رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ)

.........☆.........

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا علمی رسوخ اور اہلِ علم کی قدر

شیخ الحدیث حضرت مولانا جلیل احمد اخون صاحب مدظلہ
خلیفہ مجاز سلطان العارفین شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدّدِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر رحمہ اللہ تعالیٰ
و شیخ الحدیث جامع العلوم عید گاہ بہاولنگر

اللہ تعالیٰ نے سیّدی و مرشدی شیخ العرب و العجم عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو بڑا علمی ذوق اور رسوخ عطا فرمایا تھا آپ شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے تلمیذ خاص تھے حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ ایک واسطے سے منبع علم وفضل حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد ہیں حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاد حضرت مولانا عبد الماجد جونپوری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں جو حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد اور مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ (والد ماجد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ) کے ہم جماعت ہیں۔

پوری دنیا کے اہلِ علم جہاں آپ کے روحانی فیضان کی وجہ سے متاثر تھے وہیں آپ کے علمی نکات اور قرآن و حدیث کی نصوص پر گہری نظر کے بھی معترف تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کے حلقہ ارادت میں ہر ملک کے کبار علماء داخل تھے جو اپنی روحانی اصلاح و تزکیہ کے ساتھ ساتھ حضرت شیخ سے علمی پیاس بھی بجھایا کرتے تھے۔ حضرت مولانا ہدایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بنگلہ دیشی جو بقول شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم ایشیاء کے سب سے بڑے محدث تھے وہ بھی آپ کے ارادت مندوں میں داخل اور خلفاء میں سے تھے۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے تصوف کو قرآن و حدیث سے مدلل کر دیا تھا اور اکابر کی وہ باتیں جو راہ تصوف میں اجماعی سمجھی جاتی ہیں ان پر آپ رحمہ اللہ تعالیٰ قرآن و حدیث سے دلائل پیش فرماتے تھے اور خود فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا تصوف بلا دلیل نہیں اور کبھی یہ شعر بھی ارشاد فرماتے۔

ہماری آہ بے سبب تو نہیں

ہمارے زخم سیاق وسباق رکھتے ہیں

نمونہ از خروارے کے طور پر بندہ عرض کرتا ہے کہ اہلِ دل کے ہاں کسی اللہ والے کی تھوڑی سی صحبت سو سالہ بے ریا عبادت سے افضل ہے اور فارسی کا مشہور شعر ہے۔

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

بلکہ حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر فرمایا تھا کہ اس میں یہ ہونا چاہیے ع

بہتر از لکھ سالہ طاعت بے ریا

تو حضرت شیخ اس پر بخاری شریف کی حدیث سے دلیل پیش فرماتے تھے کہ کتاب الایمان میں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ یہ حدیث لائے ہیں کہ تین باتوں پر ایمان کی حلاوت اور مٹھاس ملتی ہے جن میں ایک یہ ہے ”ولا یحب عبداً الا للہ“ کہ انسان کسی بندے سے صرف اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرے تو اس کو ایمان کی مٹھاس عطاء کی جاتی ہے اس پر ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرمایا کہ جس کو ایمان کی مٹھاس عطا کر دی جاتی ہے تو پھر اس سے واپس نہیں لی جاتی تو یہ ایمان پر خاتمے کی ضمانت ہے تو اگر انسان کسی اللہ والے کے پاس تھوڑی دیر کے لیے محبت کے ساتھ بیٹھے گا تو اس کو ایمان کی مٹھاس ملے گی جس کی وجہ سے اس کا خاتمہ ایمان پر ہو گا جب کہ لاکھ سال عبادت کرنے والے کے لیے ایمان پر خاتمے کی ضمانت نہیں۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے مواعظ و بیانات میں اکثر تفسیر روح المعانی اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کا حوالہ ارشاد فرمایا کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ ان کتابوں کا ابھی تک اردو میں ترجمہ نہیں ہوا اس لیے میں ان کا حوالہ دیتا ہوں اور اپنے خلفاء کو بھی اس بات کی تلقین فرماتے تھے کہ اپنی گفتگو میں علمی حوالے بھی دیا کرو تاکہ لوگ تصوف کو قرآن و حدیث سے الگ چیز نہ سمجھیں۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کئی سال تک خانقاہ میں تخصص فی التفسیر بھی کرایا جن میں زیادہ تر طلباء غیر ملکی ہوا کرتے تھے اور ان میں بھی زیادہ تعداد فرانس کے طلباء کی تھی جو آج بھی اپنے مقامات پر علمی اور روحانی خدمات میں مشغول ہیں اسی علمی ذوق کی وجہ سے 1999ء میں جو صحت کی حالت میں آخری عمرہ ادا فرمایا تھا تو اس میں مسجد نبوی میں ارشاد فرمایا کہ میں اس مسجد شریف میں حضرت نبی کریم ﷺ کی سنت معلمیت ادا کرنا چاہتا ہوں چنانچہ اس کے لیے حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری رحمہ اللہ تعالیٰ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا مفتی عبدالرحمٰن کوثر دامت برکاتہم اور بندہ کا انتخاب کیا گیا اور حضرت شیخ نے ہمیں وہاں سبق پڑھایا جو آج بھی بندہ کے پاس محفوظ ہے۔

نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی گفتگو میں خاص طور پر جب وہ اہلِ علم کے ساتھ ہوتی تو علمی اصطلاحات استعمال فرماتے تھے مثلاً ایک مرتبہ ساؤتھ افریقہ سے مفتی عبدالحمید صاحب مہتمم دارالعلوم آزادول جو حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارادت مند اور خلیفہ ہیں انہوں نے فون کیا اور عرض کیا کہ حضرت آپ کے تعلق اور نظر عنایت کے بعد مخلوق کا رجوع بڑھ رہا ہے اس سے ڈر ہے کہ میں عجب و کبر میں مبتلا نہ ہو جاؤں تو حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فون پر جواب دیا اور مسکرا کر فرمایا یہ میرا ٹیلیفونک خطاب ہے بندہ بھی وہاں موجود تھا فرمایا اس نعمت پر خوب شکر ادا کرو اور شکر ذریعہ قرب ہے اور کبر ذریعہ بعد ہے اور اجتماع ضدین محال ہے حضرت کے اس مختصر ٹیلیفونک خطاب پر وہاں موجود علماء کی

جماعت مست ہو گئی بہر حال اس پر حضرت کے علمی نکات پر مشتمل خزائن القرآن اور خزائن الحدیث شاہدِ عدل ہیں۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ اہلِ علم کی بہت قدر فرماتے تھے 80ء کی دہائی میں جب ہم جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے طلبہ حاضرِ خدمت ہوا کرتے تو حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ بہت اکرام فرماتے اور دوران بیان جب کوئی علمی نکتہ یا بات آتی تو ہماری طرف اشارہ کر کے فرماتے کہ اس بات کی قدر یہ بنوری ٹاؤن کے طلبہ جانتے ہیں ایک بار بندہ اپنی اصلاح کے سلسلہ میں عصر کے بعد حاضر ہوا اس وقت خانقاہ کے صحن میں گھاس لگی ہوئی تھی اور بیٹھنے کے لیے موڑھے رکھے ہوئے تھے وہاں حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ تشریف فرما ہوئے، بندہ کی بات بڑی محبت سے سنی اور اصلاح فرمائی اس کے بعد فرمایا چائے پی کر جانا اور اور خود اندر تشریف لے گئے اس وقت خدام حاضر نہیں تھے حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ گھر سے خود ایک ہاتھ میں کیتلی اور دوسرے ہاتھ میں چائے کی پیالی لے کر آئے اور مجھ جیسے نالائق کو اپنے دستِ مبارک سے چائے پلائی۔

ایک بار بندہ بہاول نگر سے کراچی حاضر خدمت ہوا حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے حجرے میں تشریف فرما تھے اور پورا حجرہ متوسلین سے بھرا ہوا تھا حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ تخت پر تشریف فرما تھے اور ان کے ساتھ حضرت کے صاحبزادے مولانا محمد مظہر میاں صاحب دامت برکاتہم تشریف رکھتے تھے اور عشقِ الٰہی کا مضمون چل رہا تھا بندہ پیچھے بیٹھ گیا تو دیکھ کر فرمایا کہ مولانا جلیل تم بھی مولوی مظہر میاں کے ساتھ تخت پر بیٹھو کیونکہ تم عالم ہو اور مولوی مظہر میاں بھی عالم ہونے کی وجہ سے یہاں بیٹھے ہیں۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندہ کی تقریباً چونتیس پینتیس سال رفاقت رہی ہمیشہ دیکھا کہ اہلِ علم کو آگے بڑھاتے تھے جب کہ اس وقت بڑے بڑے سیٹھ اور بڑے بڑے سرکاری عہدوں کے لوگ بھی موجود ہوتے ایک بار فراغت کے فوراً بعد بندہ لاہور مجلس صیانۃ المسلمین میں حاضر ہوا حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کراچی سے تشریف لائے ہوئے تھے اور عصر کے بعد حضرت کا بیان ہو

اتھا، مغرب کی نماز کے بعد حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کو لینے کے لیے بہت سی گاڑیاں موجود تھیں اور مصافحہ اور زیارت کرنے والوں کا بہت رش تھا بندہ بھی کوشش کر کے آگے بڑھا اور مصافحہ کیا تو میرا ہاتھ پکڑ کر حاضرین سے فرمایا یہ عالم ہے سب ان سے مصافحہ کرو یہ قدر و قیمت دیکھ کر بندہ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔

علالت کے زمانے میں بھی جب حضرت شیخ سہارے سے بیٹھ جایا کرتے تھے، جب کبھی بندہ حاضر ہوتا تو فرماتے ابھی ٹھہرو اور خدام سے فرماتے مجھے بٹھاؤ اور پھر معانقہ اور مصافحہ فرماتے اور فرماتے یہ عالم ہیں اور شیخ الحدیث ہیں ہم نے اہلِ علم کی قدر باوجود مولوی ہونے کے حضرت شیخ سے ہی سیکھی۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اہلِ علم کو تلقین فرمایا کرتے تھے کہ علمی رسوخ بھی حاصل کرو اور میدان روحانیت میں بھی ثابت قدم رہو تو پھر تمہاری خوشبو چار دانگ عالم میں پھیلے گی اور اپنے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ ملفوظ نقل فرمایا کرتے تھے کہ عالم کچا کباب ہے اگر کوئی ایسے ہی کھائے گا تو اس کو متلی ہو گی اور قے کرے گا اور اگر کسی اللہ والے کی کڑاہی میں تلا جائے گا تو اس کی خوشبو ہر سو پھیلے گی پھر ہندو کافر بھی کہے گا ؎

بوئے کباب مارا مسلمان کرد

حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اشعار میں بھی اس کی تلقین فرمائی۔

درد عشق حق بھی تم حاصل کرو
لاکھ تم عالم ہوئے فاضل ہوئے
یک زمانہ صحبت با اولیاء
جس نے پائی بس وہی کامل ہوئے

بس آخری بات عرض کرتا ہوں کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کو علم کی قدر کا اس قدر اہتمام تھا کہ کبھی کسی علمی کتاب پر کوئی چیز نہیں رکھتے تھے مثلاً چشمہ وغیرہ اور لکھنے کے لیے کبھی کسی کتاب کو

کاغذ کے نیچے نہیں رکھتے تھے فرماتے تھے کہ یہ علم کی توہین ہے یہ خود مقصود ہے اس کو کسی شے کے رکھنے یا لکھنے کا ذریعہ نہیں بنایا جاسکتا؂

خدا رحمت کنند ایں پاک طینت را (آمین)

(بشکریہ روزنامہ اسلام کراچی 10/جون 2013ء وہفت روزہ ضربِ مؤمن کراچی)

.........☆.........

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر نور اللہ مرقدہ

امیر المجاہدین حضرت مولانا محمد مسعود ازہر صاحب مدظلہ
خلیفہ مجاز مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ تعالیٰ ومصنف کتبِ کثیرہ وامیر جیشِ محمد ﷺ

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر نور اللہ مرقدہ... اُن کے ساتھ وابستہ یادوں کو ایک کالم میں سمیٹنا بہت مشکل ہے... کئی سال تک اُن سے بہت قریبی تعلق رہا... آٹھ دن تک ایک سفر میں بھی رفاقت رہی... اس سفر کا روٹ کچھ یوں تھا کہ کراچی سے پشاور، پشاور سے بنوں، بنوں سے میران شاہ... میران شاہ سے افغانستان کا سرحدی علاقہ ژاور... ژاور سے خوست، خوست سے گردیز... اور پھر اسی روٹ سے کراچی تک واپسی... ایسا دلکش اور ہرا بھرا سفر کہ واپسی پر بندہ نے اس کی مفصل روئیداد لکھی جو ماہنامہ صدائے مجاہد میں شائع ہوئی... اس سفر کی چند دلچسپ جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں...

ذہن سازی شروع ہوگئی:

کراچی سے پشاور کی پرواز علی الصبح تھی... فجر کی نماز ائیر پورٹ کے لاؤنج کی مسجد میں ادا کی... امامت کے لیے حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کو آگے دھکیل دیا... بندہ نے دونوں رکعتوں میں جہادی مضامین کی آیات پڑھیں... سلام پھیرتے ہی حضرت بہت گہرا مسکرائے اور تمام حاضرین کو مخاطب کرکے فرمایا... لو بھائی! ائیر پورٹ سے ہی ہماری ذہن سازی شروع کر دی گئی ہے... حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی گہری مسکراہٹ وہ ہوتی تھی جن میں حضرت کی آنکھیں اُن کے ہونٹوں سے بھی زیادہ مسکراتی تھیں...

بعدما آمانتا:

پشاور سے بنوں کا سفر پی آئی اے کے ایک پرانے فوکر پر تھا... راستے کا موسم بھی خراب تھا... فوکر نے خوب قلابازیاں کھائیں... کبھی بادلوں سے الجھ جاتا... تو کبھی دھڑام سے کچھ نیچے ہو جاتا... حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ ذکر میں مشغول رہے... بالآخر فوکر بنوں پر اُتر گیا، جیسے ہی وہ رکا تو حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی آواز گونجی: الحمدللہ الذی أحیانا بعد ماأماتنا ''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جس نے ہمیں موت کے بعد زندگی عطا فرمائی'' یہ دعا سنتے ہی جہاز کے اندر ماحول خوشگوار ہو گیا... اور کئی افراد جو زیادہ خوفزدہ تھے اب زور زور سے ہنس رہے تھے...

ہدایا کا ذوق:

کراچی سے پشاور کی پرواز میں حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کو اپنے ساتھ والی سیٹ پر بٹھالیا... اور خادم خاص کچھ فاصلے پر چلے گئے... فرمایا: ہمیں مولانا سے کچھ کام ہیں... ماشاء اللہ اس سفر میں ایسی دلچسپ گفتگو ہوئی کہ معلوم ہی نہ ہوا اور دو گھنٹے گزر گئے... ایک تو اختیاری مال کا مسئلہ سنایا... فرمایا ہمارے کچھ دوستوں نے ہم کو کچھ رقم دی ہے اور اختیار دیا ہے کہ ہم جس کو چاہیں دے دیں... اب ہم اس رقم کے بارے میں آزاد ہیں کہ اپنی ذات کے علاوہ جس کو چاہیں دے سکتے ہیں... جہاد میں تو بہت لوگ دیتے ہیں مگر مجاہدین کے جو ذمہ دار ہوتے ہیں، جن سے سارا کام چلتا ہے آخر اُن کے بھی تو کچھ اخراجات ہوتے ہیں... کبھی چھت ٹپک گئی، کبھی گھر میں کوئی بیمار پڑ گیا... اب اگر اُن کے پاس حلال مال نہیں ہو گا تو جو کمزور ہیں وہ خیانت کر بیٹھیں گے جس سے اُن کا جہاد خراب ہو جائے گا... اور جو عزم والے ہیں وہ تکلیف اٹھائیں گے... اس لیے ہم تو یہ ساری رقم مجاہدین کے ذمہ داروں کو دیں... آپ نام بتاتے جائیں ہم لفافے بناتے جائیں گے... پھر کئی لفافے بنائے اُن پر خود نام تحریر فرمائے... پھر خوب گہرا مسکرا کر فرمایا اب ایک اہم لفافہ آرہا ہے... ایک لفافے میں پانچ ہزار روپے ڈالے اور اس پر لکھا... برائے نکاح حضرت مولانا... یعنی آگے بندہ کا نام... فرمایا اب نکاح بھی ہو جائے گا...

اپنے مرشد کا تذکرہ:

حضرت شیخ مولانا عبد الغنی پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا عجیب تعلق تھا... شاید ہی کسی مرید نے اپنے شیخ کے ساتھ اس زمانے میں ایسی محبت یا وفا کی ہو جو حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے کی... مسلسل سولہ سال ان کی خدمت میں ایک غلام اور نوکر کی طرح رہے... اور خود کو ایسا مٹایا کہ پھر اس مٹانے پر یہ شان پائی کہ آپ کا جنازہ دیکھ کر حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے جنازے کی یادیں تازہ ہو گئیں... سفر جہاد کے دوران بھی حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کا تذکرہ... مسلسل جاری رہا، خصوصی طور پر اُن کے شوقِ جہاد اور ان کی حربی مہارت کا والہانہ تذکرہ فرما کر دلوں کو گرماتے رہے...

بس آج اس سفر کی یہ چند جھلکیاں کافی ہیں... دراصل اللہ تعالیٰ نے ہم پر یہ احسان فرمایا کہ اُن دنوں حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرب اور تعلق عطاء فرمایا جن دنوں اُن کے گرد زیادہ رش اور بھیڑ نہیں تھی... الحمدللہ گھنٹوں کے حساب سے کھلا وقت ملتا... کئی دفعہ بندہ کے ساتھ خانقاہ سے مدرسہ بھی تشریف لے جاتے... اُن دنوں بندہ کے پاس ایک وقت گاڑی ہوتی تھی... سارا راستہ علمی اور روحانی نکتے اور مفید مزاح کا سلسلہ جاری رہتا... ایک بار دہلی کالونی بھی تشریف لائے... شمیم مسجد میں ہونے والے اس بیان کو لوگوں نے بہت شوق، خوشی اور حیرت سے سنا... حیرت اس پر کہ ماشاء اللہ بہت عمدہ بیان فرماتے تھے... الفاظ کو قافیہ بندی اور تسلسل کے ساتھ جوڑنا، ہر مضمون کو ایک خلاصے میں قید کر لینا... بر موقع اشعار پڑھنا... ایک لمحہ ایسا لطیفہ کہ قہقہے ہی قہقہے اور دوسرے لمحے خود حضرت کی آنکھوں کے آنسو ڈاڑھی کی طرف رواں... اور مجمع کے سر بھی گھٹنوں میں... بندہ ایک بار ایک مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں لے کر گیا... وہ غالباً پہلی بار آئے تھے... حضرت نے دو مضامین بیان فرمائے... وہ مفتی صاحب میرے کان میں کہنے لگے... یہ ہیں متکلم، بالکل متکلم اسلام... کوئی بولے تو ایسا بولے...

اس پر ایک لطیفہ یاد آگیا... کئی بار ایسا ہوتا کہ ملاقات کے دوران کھانے کا وقت ہو جاتا تو حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کھانا منگوا لیتے... صفائی، سلیقہ، طب، حکمت اور طرح طرح کی نعمتیں اُن کے

دسترخوان پر نظر آتی تھیں... ایک بڑی عمر کے بزرگ بھی ایک ڈونگے کو احتیاط سے تھامے ہوئے کھانے میں شریک ہو جاتے تھے... وہ اُس ڈونگے کو حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے رکھ کر کھول دیتے... ایک بار حضرت خوب مسکرائے اور فرمایا ہم الحمدللہ ہر مضمون بیان کر لیتے ہیں مگر ایک مضمون ہم سے ٹھیک طرح بیان نہیں ہو پاتا... معلوم ہے وہ کونسا مضمون ہے؟ پھر خود فرمایا: وہ مضمون یہ ہے کہ یہ صاحب جو پکوان اس برتن میں لاتے ہیں وہ صرف ہمارے لیے ''خاص'' ہوتا ہے... ہم نے بہت کوشش کی مگر ایسے الفاظ اور دلائل نہیں مل پاتے کہ یہ مضمون سمجھا سکیں... سب حاضرین ہنسنے لگے حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے اُس پکوان میں سے ایک ایک چمچ سب کو تقسیم کیا... وہ ان باباجی کا کوئی طبّی قیمتی پکوان تھا... جو بڑی محنت اور خرچے سے تیار ہوتا تھا اور صحت کے لیے نافع تھا... اللہ تعالیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کو بہت جزائے خیر عطاء فرمائے انہوں نے بڑی شفقتیں فرمائیں... اور بہت کچھ سمجھایا اور سکھایا... الحمدللہ امت مسلمہ کو حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے بہت فائدہ پہنچا... اُن کے مواعظ، اُن کی تصنیفات اور اُن کی مجالس سے بے شمار انسانوں کو روشنی ملی... حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی یادوں اور باتوں کا ایک پورا ذخیرہ الحمدللہ بندہ کے دل و دماغ میں محفوظ ہے...

بندہ نے ابتداء میں جو ''رسائل'' لکھے ان میں مصنف کے نام کے ساتھ ''مولانا'' نہیں لکھا جاتا تھا... ایک بار حضرت نے بلوایا اُن کے ہاتھ میں چند رسائل تھے... پہلے تو اُن کی تعریف اور بندہ کی حوصلہ افزائی فرمائی... پھر فرمایا کہ آپ کے تعارف سے پہلے ہم نے یہ پڑھ لیے تھے، بہت پسند آئے مگر ہم ڈرتے رہے کہ لکھنے والا کوئی مستند عالم ہے یا کوئی بابو؟ آپ اپنے نام کے ساتھ مولانا لکھا کریں... اُن کے حکم پر اگلے ایڈیشن میں مولانا کا اضافہ کر دیا گیا... حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں تو ''مولانا'' بنا دیا مگر ہم سے ایک بار یہ غلطی ہوئی کہ صدائے مجاہد کے سرورق پر اُن کے نام کے ساتھ ''مولانا'' نہیں لکھا... تب حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے تو کچھ نہیں فرمایا البتہ اُن کے خادمِ خاص جناب میر صاحب نے خوب احتجاج کیا... اور فرمایا: ہمارے شیخ جاہل صوفی نہیں ہیں بلکہ الحمدللہ عالم ہیں... میر صاحب کی بات بالکل ٹھیک تھی... حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے اکابر کی محبت میں منجھے ہوئے مستند عالم دین تھے...

وہ عربی عبارات بہت سلیقے سے پڑھا کرتے تھے... فتاویٰ کے معاملے میں ان کی شرط تھی کہ مفتی بھی ہو اور متقی بھی ہو... ایک بار کچھ عربی مہمانوں کو حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس لے کر گیا تو ماشاء اللہ بہت عمدہ عربی میں اُن سے گفتگو فرمائی...

آہ! حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بھی چلے گئے... **اللھم لا تحرمنا اجرہ و تفتنا بعدہ**

سب نے جانا ہے... سب ہی چلے جائیں گے... اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایمان کامل کے ساتھ حسنِ خاتمہ نصیب فرمائے... آمین

(بشکریہ ہفت روزہ القلم پشاور، ۴ تا ۱۰/ شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ بمطابق 14 تا 20/ جون 2013ء)

.........☆.........

وَاعَمَّاهُ قَدْ أَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ

حضرت مولانا مفتی محمد عبد اللہ صاحب پھولپوری مدظلہ (انڈیا)
خلیفہ مجاز محی السنہ قطب العارفین حضرت مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی رحمہ اللہ تعالیٰ و نبیرہ صدیقِ زماں شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ (خلفاءِ مجازین حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ)

۲۳/رجب المرجب ۱۴۳۴ھ بروز یکشنبہ بعد مغرب بندہ دہلی میں ایک پروگرام میں تھا کہ اچانک سعودی عربیہ سے فون آیا کہ حضرت والا حکیم محمد اختر صاحب قدس سرہٗ اس دار فانی کو الوداع کہہ گئے (اناللہ و انا الیہ راجعون) پڑھ کر قضاء و قدر کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے حضرت کے لیے دل سے دعائیں نکلیں اور مدرسہ پر بھی ایصال ثواب و دعاء مغفرت کا اہتمام کرایا گیا، بندہ کے تمام منتسبین و متعلقین کا بھی جگہ جگہ سے فون آنے لگا، تعزیت کے علاوہ بھی حضرات دعاء مغفرت و ایصال ثواب کرانے کی خبر دیتے رہے، اللہ تعالیٰ حضرت والا کو کروٹ کروٹ جنت عطاء فرمائے اور فردوس اعلیٰ میں تمکن عطاء فرمائے، اپنے بزرگوں کے قافلہ کے ساتھ ملحق فرمائے۔

حضرت والا شاہ حکیم محمد اختر صاحب حضرت شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری علیہ الرحمہ کے خادم خاص کے عنوان سے مشتہر تھے، بزرگوں کے بقول حضرت پھولپوری علیہ الرحمہ کے فیض سے سرشار تھے، ہمارے حضرت والا شاہ ہردوئی قدس سرہٗ نے بھی ان کے لیے فرمایا تھا کہ خدمت شیخ از ابتداء تا انتہاء مبارک ہو کسی انسان کا سب سے بڑا سرمایہ یہی ہوتا ہے کہ اس کے مربی و بڑے اعتماد فرمائیں جس طرح صحابہ کے پاس یہی بڑی سند تھی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ان سے راضی رہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب خلافت ساز کمیٹی مقرر فرمائی تو یہی فرمایا کہ یہ وہ چھ صحابہ ہیں جو عشرہ مبشرہ کے افراد ہیں، رسول اللہ ﷺ ان سے تا حین حیات خوش رہے، بہرحال بڑوں کا

خوش رہنا اور پُر اعتماد ہونا، چھوٹوں کے لیے بڑا سرمایہ ہے، ہمارے حضرت والا حکیم صاحب قدس سرہٗ کو اپنے بزرگوں کا اعتماد اور ان کی خوشیاں حاصل رہیں جو بعد میں ان کے عالمی افادات کا ذریعہ بنیں، یقیناً وہ فناء فی الشیخ فناء فی اللہ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، ہر جگہ برجستہ اپنے مشائخ کے ملفوظات ان کو یاد آجاتے تھے، سوچنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی، قطبی، شمس بازغہ کا مطالعہ تو کم تھا مگر قطب بینی بہت چوکس تھی بڑے بڑے علماء و دانشوران قوم ششدر و حیران رہ جاتے تھے، حضرت ہی کا شعر ہے۔

کہاں پاؤ گے صدرا بازغہ میں

نہاں جو غم ہے دل کے حاشیہ میں

ارے یارو جو خالق ہو شکر کا

جمالِ شمس کا نورِ قمر کا

وہ شاہ دو جہاں جس دل میں آئے

مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

بہر حال حضرت والا شاہ حکیم محمد اختر صاحب قدس سرہٗ "آیۃ من آیات اللّٰہ" تھے اور گوناگوں کمالات سے متصف تھے "اذا رأوا ذکر اللّٰہ" کے مصداق تھے، ایک صاحب نے فون پر مجھ سے کہا کہ حضرت پھولپوری علیہ الرحمہ کی پھلواری کا ایک پھول مرجھا کر گر گیا تو میں نے برجستہ کہا کہ پھول کی مہک ان شاء اللہ باقی رہے گی۔

واقعہ تو یہی ہے کہ شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری علیہ الرحمہ کی جسمانی و روحانی دونوں اولادیں بہت تیزی سے مسافر راہِ عدم ہو رہی ہے، ابھی حال ہی میں آخری نسبی و صلبی اولاد والد محترم جناب بابو ابو البرکات صاحب قدس سرہٗ واصل بحق ہوئے ہیں ان سے پہلے پھوپھیاں رخصت ہوئی تھیں، ادھر اب عمِ محترم حضرت والا شاہ حکیم محمد اختر صاحب قدس سرہٗ داغِ فرقت دے گئے۔ حضرت نے تو بہت بڑا حلقہ خدمت چھوڑا ہے، یقیناً اخلاف کے لیے دھرا غم ہوتا ہے ایک تو بڑوں کا سایہ سمٹتا ہے دوسرے بڑوں کا کام بھی سنبھالنا دیکھنا پڑتا ہے ویسے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے

کہ حضرت والا حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اچھے باسلیقہ افراد چھوڑے ہیں، صلبی اولاد میں تو بھائی مولانا حکیم محمد مظہر صاحب زیدت مکارمہم ہیں دوسرے ایک بچی ان کے علاوہ پوتوں ونواسوں کی بھی ایک جماعت ماشاء اللہ موجود ہے، خدا کرے اولاد بھی اپنے بزرگوں کے طرز پر احیاء سنت کا کام کریں اور بڑوں کی تسلی کا سامان بنیں ان کے علاوہ حضرت والا کے خلفاء ومجازین کی ایک بہت طویل فہرست ہے جو ان شاء اللہ حضرت والا کے کارناموں کو جلاء بخشے گی اور ترقی سے ہمکنار فرمائے گی، بندہ تمام وارثین وپسماندگان کو ادائیگی سنت کی نیت سے تعزیت پیش کرتا ہے اور خود کو بھی تسلی دیتا ہے کہ رب ذی الجلال کے حکم پر سر جھکانا ہی تسلیم ہے اور یہی بندوں کا شیوہ ہے، نیز اپنے تمام دوستوں سے امید رکھتا ہے کہ حضرت والا کے لیے ایصال ثواب و دعاء مغفرت کا اہتمام گاہے بگاہے کرتے رہیں، بندہ خانوادۂ پھولپوری کے سبھی افراد کو مستحق تعزیت سمجھتے ہوئے سبھی کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کرتا ہے اور دعاء کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس خاندان کے سبھی افراد کو خواہ وہ اولاد جسمانی ہوں یا اولاد روحانی صراط مستقیم پر گامزن رکھے اور شریعت وسنت پر عمل اور اس کی اشاعت کی توفیق بخشے۔(آمین)

حضرت والا کی بیماری کافی عرصہ ممتد رہی ۳۰؍ مئی ۲۰۰۲ء کو فالج کا اٹیک ہوا پھر آخر میں نو سال فریش رہے، کل مدت بیماری ۱۳ سال ۲ یوم رہی، مگر ماشاء اللہ اس مدت مدیدہ میں بھی بافیض رہے مرجوعۂ خواص وعوام بنے رہے، آنے والا سرشار ہو کر واپس ہوتا تھا ان کی زیارت ہی کافی لوگوں کی تسلی کا سامان تھی۔ ۲؍جون ۲۰۱۳ء، ۲۳؍رجب ۱۴۳۴ھ بعد مغرب ۷؍۴۵ پر رحلت ہوئی اور صبح تقریباً ۹؍بجے خلف الرشید حضرت مولانا شاہ محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم خلیفہ مجاز حضرت محی السنہ شاہ ہردوئی علیہ الرحمہ نے نماز جنازہ پڑھائی، لاکھوں سے متجاوز سوگوار مجمع نے انھیں آغوش رحمت کے سپرد فرمایا۔(اناللہ وانا الیہ راجعون)ع

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

(بشکریہ ماہنامہ فیضانِ اشرف انڈیا، رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ؍جولائی 2013ء)



خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ

کچھ یادیں! کچھ باتیں!!

حضرت مولانا محمد عبد القوی صاحب مد ظلہ (انڈیا)

تعلق خاص حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ و ناظم ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد، انڈیا

قارئینِ اشرف الجرائد کو یہ تو معلوم ہو چکا ہو گا کہ شیخ المشائخ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تیرہ سالہ علالت کا طویل سلسلہ ختم کرتے ہوئے ۲/ جون ۱۳ء مطابق ۲۳/ رجب المرجب ۳۴ھ شب دو شنبہ ۷ بج کر ۴۰ منٹ پر اس دنیائے فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف رحلت فرماگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ان کی پیدائش سن ۱۳۴۶ھ میں ہندوستان کے مردم خیز ضلع اعظم گڑھ کے قصبہ پرتاب گڑھ میں ایک ملازم سرکار، شریف ووجیہ شخصیت جناب محمد حسین مرحوم کے گھر ہوئی تھی، وہ اپنے والدین کی تین اولاد میں سے واحد نرینہ اولاد تھے، بچپن میں جسمانی اعتبار سے نحیف وضعیف تھے، اکثر بیمار رہا کرتے تھے مگر قلبی لحاظ سے بہت متیقظ و بیدار مغز اور دیندار تھے، دین کا ذوق اور اہل دین کی محبت گویا فطری طور پر آپ میں موجود تھی، ابتدائی تعلیم ساتویں جماعت تک گاؤں کے اسکول میں حاصل کی، پھر والد کی تجویز کے مطابق الہ آباد منتقل ہو کر باقاعدہ یونانی میڈیسن کی تکمیل کی۔

شروع ہی سے نماز روزہ کے پابند، بلکہ تہجد گذار تھے، دین اور اہل دین کی طرف میلان ورجحان طالب علمی کے دور میں بھی بہت تھا، وہ اگرچہ والد کے تعمیل حکم میں عصری تعلیم پڑھ رہے تھے مگر دل و دماغ ہمیشہ دین کی تعلیم سے مانوس اور اسی کی طرف راغب تھا۔

کالج لائف کے دوران ہی انہیں حکیم الامت مولانا تھانوی رحمہ اللہ کا ایک وعظ بنام ”راحۃ القلوب“ کہیں سے میسر آگیا، طبیعت پہلے ہی سے دیندارانہ وعاشقانہ پائی تھی، اس وعظ کے مطالعے کے بعد یہ جذبہ اور بھڑک گیا، حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ سے غایت درجہ عقیدت ہوگئی، ان سے رجوع ہو کر ایک ساتھ دینی تعلیم اور عملی تربیت حاصل کرنے کا ارادہ فرمالیا، خط لکھا، مگر وہاں علالت وناسازئ طبع کی وجہ سے طالبین کو رجوع کی اجازت دینا بند کر دیا گیا تھا اس لئے معذوری کا جواب آیا، اس کے چند ہی دن بعد حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ اس دنیا سے وصال فرماگئے، جس کا آپ کی طبیعت پر بہت گہرا اثر ہوا، اس کے اثر سے آپ کی زبان پر بے اختیار ایک شعر جاری ہو جاتا تھا جس کا مفہوم یہ ہے کہ

”بلبل تو اپنے چمن میں مست ومگن ہے اور اُلّو ویرانوں میں ٹھوکریں کھاتا پھر رہا ہے“۔

اس صدمے سے دل ودماغ سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ عین اس روز جبکہ آپ کالج سے فراغت کی سند لے کر گھر پہنچے والد ماجد کے سانحۂ ارتحال کی خبر آئی جس نے اور نڈھال کر دیا، مگر آپ صبر وثبات کے ساتھ راضی بہ رضا رہے، کسی قبرستان میں چلے گئے اور قبروں کی زیارت کر کے تسلی حاصل کی کہ ایک دن سب ہی کا یہ انجام ہونا ہے۔

چند برس مختلف دواخانوں میں کام کیا مگر حصولِ علم دین کا شوق اس قدر بڑھا کہ سب چھوڑ کر اس کے لئے رختِ سفر باندھ لیا، پھولپور پہنچے اور شیخ المشائخ حضرت شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمہ اللہ کے مدرسہ بیت العلوم سرائے میر میں علم دین حاصل کرنا شروع کر دیا، وفورِ شوق کا یہ عالم تھا کہ آٹھ سالہ نصاب صرف چار سال میں مکمل کر لیا، بخاری شریف کا ایک حصہ بھی شیخ پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھا ان ہی سے حدیث کی اجازت حاصل فرمائی۔

نکاح آپ نے نہایت سادگی کے ساتھ ضلع اعظم گڑھ کے گاؤں ”کوٹلہ“ میں ایک صالحہ قانتہ خاتون .... جو اگر چہ عمر میں آپ سے بڑی تھیں مگر ورع وتقویٰ اور صلاح وتدیّن میں پورے گائوں میں ممتاز تھیں .... سے کیا، یہ خدا کی نیک بندی مدت العمر زہد وقناعت اور صبر واستقامت کا

مجسمہ بن کر تنگی و فراخی ہر حال میں بہتر رفیقۂ حیات ثابت ہوئیں، حضرت رحمہ اللہ کو ایک بیٹا اور ایک بیٹی ان کے بطن سے نصیب ہوئی، زندگی بھر نہ کبھی کوئی شکوہ کیا نہ کبھی کوئی فرمائش و مطالبہ، بلکہ آگے بڑھ کر اپنے شوہر کے دین وایمان کی ترقی میں معاونت ونصرت کرتے ہوئے انہیں پوری آزادی دیدی کہ "آپ شیخ کی خدمت وصحبت کو میری راحت پر مقدم رکھئے، میری فکر نہ کیجئے میں صبر واستقامت سے کام لوں گی"، گویا اس طرح اس سمجھ دار اور روشن دماغ خاتون نے بالواسطہ حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی طویل خدمت کے شرف اور اس کے ثواب میں خود بھی شرکت کرلی، اور واقعی بعض مواقع پر بالخصوص حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہجرت پاکستان کے موقع پر جب کہ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بھی خدمت ورفاقت کی ضرورت سے ان کے ساتھ ہوگئے تھے، ان کی اہلیہ محترمہ نے حسبِ وعدہ پورے سال صبر وثبات اور صدق ووفا کا ثبوت دیا، **فجزاھا اللّٰہ احسن الجزاء۔**

حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے مزاج تو گویا فطری طور پر خود فراموشی وخدا پرستی کا پایا تھا، چھوٹی سی عمر میں جب بڑی بہن دعا پڑھوانے کو گاؤں کی مسجد لے جایا کرتی تھیں تو خود فرمایا کرتے تھے کہ "مجھے مسجد دیکھ کر خوشی ہوتی تھی اور نمازیوں بالخصوص امام صاحب کو دیکھ کر .... جو فی الحقیقت بہت نیک اور صالح آدمی تھے .... ان کی طرف رغبت اور ان کی محبت محسوس کرتا تھا" اسی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ قدرت نے ان کی فطرت میں ولایت رکھ دی تھی، نابالغی کی عمر ہی سے تہجد گذار وشب زندہ دار تھے، اپنے گاؤں میں آبادی سے پرے ایک مسجد ویران ہورہی تھی، بچپن میں آپ کو اس کی آبادی کا احساس ہوا، بنا کسی اور کی مدد کے تنہا اس میں تشریف لے جانے اور اذان ونماز کا اہتمام کرنے لگے، اسی پر بس نہ کیا مسجد جاتے ہوئے درمیانِ راہ واقع مسلمان گھروں پر دعوت دینے اور انہیں مسجد لے جانے کی سعی کی یہاں تک کہ وہ مسجد مصلیوں سے آباد ہوگئی۔

یہ تو اسکول کے زمانے اور نابالغی کے دور کے کارنامے ہیں، جب آپ الہ آباد کالج میں پڑھ رہے تھے تب بھی آپ کا مشغلہ دوستوں اور یاروں کے ٹولوں میں گھومنا یا گپ پاشی کے محفلوں میں محظوظ ہونا نہیں تھا......... جیسا کہ اس عمر کے لڑکوں کا عام رواج ہے......... بلکہ مولائے روم رحمہ اللہ تعالیٰ

کی مثنوی کا مطالعہ کرنا اور اس کے درد انگیز و ولولہ خیز اشعار گنگناتے رہنا، نمازیں پڑھنا اور اہل اللہ وصالحین کی زیارتوں سے محظوظ ہوتے رہنا ان کا شوق تھا، چنانچہ زمانہ طالب علمی ہی میں اپنے وقت کے صاحبِ نسبت اور سلسلہ نقشبندیہ کے مایۂ ناز عالم حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڈھی رحمہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوئی اور ان کا وعظ سنا تو پھر ان کی خانقاہ میں پابندی سے جانے لگے، روزانہ کالج سے فراغت کے بعد ان کی مجلس میں جاتے اور رات دیر گئے تک وہیں رہتے، بلکہ کبھی کبھی وہیں سو جایا کرتے تھے، حضرت پرتاب گڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ کو بھی اس نوجوان کے اندر ودیعت جوہر گراں مایہ اور اس مرد حقانی کے پیشانی پر نمایاں نورِ ایماں صاف دکھائی دے رہا تھا، اس لئے آپ کی اتنی قدر فرماتے تھے کہ جس رات حکیم صاحب کسی وجہ سے گھر نہ جاپاتے تو وہ خود بھی مہمان خانے ہی میں قیام فرمالیتے تھے، جبکہ معمول گھر پر قیامِ شب کا تھا، اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ کالج کے ماحول میں زیر تعلیم ہونے اور والدین کی نگرانی سے آزاد ہونے کے باوجود اس کھڑی جوانی میں آپ کا طائر روحانیت آسمانِ ولایت کی کن بلندیوں پر پرواز کررہا تھا؟ اور مستقبل کے شیخ العرب والعجم کی اس کا پروردگار کیسی حفاظت وتربیت فرمارہا تھا[1]۔

بہرحال آپ کا پہلا مرشد یعنی حطامِ دنیا کی چاہت سے اللہ تعالیٰ کی محبت کی طرف متوجہ کرنے اور اخلاق کو صالح بنانے والا "مثنوی شریف" ہے، دوسرے قطب الوقت حضرت پرتاب گڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ، تیسرے باقاعدہ مرشد شیخ المشائخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ یکے از خلفائے حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ تھے۔ پہلے معلوم ہوچکا ہے کہ الٰہ آباد قیام کے زمانہ میں حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک وعظ "راحت القلوب" کے مطالعے کے بعد انہیں تھانوی مذاق ومزاج

---

[1] عصری تعلیم میں مشغول نوجوان جو کالج کے ماحولوں کا رونا روتے ہیں اور اپنی بے دینی وگمراہی کا اسی کو سبب بتاکر طفل تسلی کا سامان کرلیتے ہیں ان حالات میں غور کریں اور عبرت حاصل کریں تو ذرا ہمت ومجاہدہ کرکے وہ بھی بہت کچھ پاسکتے ہیں۔ (از مضمون نگار)

سے قلبی لگاؤ اور طبعی مناسبت ہو گئی تھی[1]، اسی مناسبت کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے فوراً حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک خط روانہ کر دیا جس میں اپنی تمنائے رجوع واصلاح پیش فرمائی، مگر تقدیرِ الٰہی سے یہ وہ وقت تھا کہ دنیائے تصوف کا یہ شہسوار اور اقلیمِ تربیت کا یہ مجاہدِ اعظم اب تھک کر چور اور بستر مرگ پر دراز ہو چکا تھا، جواب یہی ملا کہ اہل تعلق میں کسی اور سے رجوع کر لیا جائے، ادھر چونکہ مناسبت اسی مذاق سے ہو چکی تھی، نظر اسی سلسلہ کی کسی کڑی کو ڈھونڈتی پھر رہی تھی، اچانک ان کے قلب کو اپنے ہی قرب وجوار میں اس مذاق ومزاج کی خوشبو محسوس ہونے لگی اور نگاہوں نے اس آستانے کو پالیا جس پر پہنچ کر وہ فدویت کے اس مقام پر پہنچے کہ شیخ تو ایک عرصہ کے بعد انہیں چھوڑ کر راہیٔ آخرت ہوئے مگر انہوں نے شیخ کو عمر بھر نہ چھوڑا، حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ سترہ سالہ دور عشق ومحبت، اصلاح وتربیت اور عہدِ وفا کی تکمیل کا حسین مرقع اور خوبصورت تاریخ ہے[2] جس کی تفصیل باخبر وذی صلاحیت متعلقین ہی بیان کر سکتے ہیں، مجھ جیسے دور افتادہ ارادت مند کی بساط واوقات نہیں کہ اس میدان میں جرأتِ گویائی کرے، البتہ اس قدر عرض کروں گا کہ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے شیخ کی اس سترہ سالہ خدمت ورفاقت کے بدلے میں حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات میں جذب فرمالیا تھا، وہی عشقِ خداوندی، وہی اتباعِ سنت وحبِ نبوی، وہی خوفِ خدا اور گریہ وبکاء، وہی علم ومعرفت کے اُبلتے چشمے، وہی مولائے روم رحمہ اللہ تعالیٰ کے چشمۂ صافی کی والہانہ ترجمانی، وہی غیرت وحیا اور پاکدامنی! میں نے حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو نہیں ہے مگر میرے والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ کو ان کی زیارت وصحبت کا شرف حاصل رہا ہے، وہ جو کچھ ان کی

---

[1] طریقت میں سارا کام اتباعِ کامل سے بنتا ہے، اتباع کی توفیق اعتقاد واعتماد کے بغیر نہیں ملتی اور اعتقاد مناسبت کے بغیر حاصل نہیں ہوتا، اس لئے مشائخ مناسبت کو شرط اول کہتے ہیں، جبکہ یہ مناسبت کبھی دفعۃً ہی کسی سے ہو جاتی ہے اور کبھی مزاولت وملازمت اور معتدبہ تجربہ کے بعد ہوتی ہے، پہلا اذکیاء کا نصیب ہے اور دوسرا اغبیاء کا حصہ! (از مضمون نگار)

[2] اگر غور کی نظر سے دیکھا جائے تو یہ خوبصورت تاریخ خود حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی زبان سے ان کی تمام تصنیفات و بیانات میں انہی کی شیریں زبان سے بکھری پڑی ہیں، جو اکھٹی ہو جائے تو سالکینِ راہِ طریقت کو روحانی ٹانک کا کام دے گی۔ (ایضاً)

چشمِ دید کیفیات سناتے تھے اور جو کچھ میں نے ان کی کتب سے سمجھا ہے اس کی روشنی میں ضمیر کی آواز پر کہہ رہا ہوں کہ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کا عکسِ جمیل بن گئے تھے۔

خیر! بات ان کے تزکیہ وسلوک اور ان کے مشائخ کرام کی چل رہی تھی، حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے وصال سے قبل انہیں تاکید فرمادی تھی کہ وہ ان کے بعد حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک اور خلیفہ بلکہ نقشِ ثانی محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ سے رجوع ہو جائیں، چنانچہ انہوں نے حضرت محی السنہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے نہ صرف رجوع کیا بلکہ زندگی بھر والہانہ اور عاشقانہ تعلق رکھا، ان کے مزاج ومنہاج کی پوری رعایت فرمائی ان سے استفادہ اوران کی اطاعت وفرمانبرداری کا بھرپور حق ادا کیا، تقریباً چوالیس سال تک اپنے مقام ومرتبہ سے بے نیاز ہو کر ایک عاشقِ صادق اور طالبِ کامل کی حیثیت سے وابستہ رہے، باوجود یہ کہ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت ہردوئی رحمہ اللہ تعالیٰ سے صرف ۷ برس چھوٹے تھے اور حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی صحبت میں مثل رفقاء کے بھی رہ چکے تھے[1]۔

یہاں حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی پاکیزہ زندگی پر ایک نظر پلٹ کے پھر ڈال لیجئے کہ بلوغ سے قبل ہی سے وہ شب بیدار وپرہیز گاراور ولایت آثار تھے، بلوغ کے بعد قطبِ وقت حضرت پرتاب گڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ کی نظر فیض اثر سے روحانیت وللّٰہیت کے جام پینے شروع کئے، وہ بھی طرفین کی عنایتوں کے ساتھ بیس سال کی عمر میں آستانۂ پھولپوری سے وابستہ ہوئے اور سترہ سال تک بلا انقطاع

---

[1] حضرت ہردوئی کی ولادت 1921ء میں ہوئی اور حضرت حکیم صاحب کی 1928ء میں۔ سنا ہے کہ حضرت محی السنہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے مشترکہ طور پر حضرت پھولپوری سے بنوٹ یعنی لاٹھی چلانے کی مشق کی تھی، یہ کوئی معمولی اخلاص وایثار کی بات نہیں ہے کہ آدمی اپنے معاصر کو شیخ بنائے اور چالیس سال تک پوری عقیدت ومحبت ہی سے نہیں عجز ونیازی سے اس کو نباہے، اخلاص اور صدقِ طلب کی تاریخ میں اس کی مثالیں نایاب نہ سہی کم یاب ضرور ہیں۔ (از مضمون نگار)

کسبِ فیض فرماتے رہے، جوانی پوری انہی کی خدمت وصحبت پر نثار کرڈالی، ادھیڑ عمر میں یعنی کوئی پینتیس برس کے ہوں گے کہ بارگاہِ محی السنہ رحمہ اللہ تعالیٰ میں پہنچے اور پورے چوالیس سال ان سے استفادہ کرتے رہے، گویا زندگی کے وہ ابتدائی آٹھ سال جو طفولیت ولاشعوری کی وجہ سے بچپن کی نذر ہوگئے اور وہ آخری آٹھ سال جو پیرانہ سالی اور مسلسل بیماری کی وجہ سے بستر پر پڑے گذر گئے چھوڑ دیئے جائیں تو اپنی اٹھاسی سالہ عمر کے ۷۲ سال پورے کے پورے راہِ خدا میں گذار دیئے، اسے آپ احسان وسلوک کے مقامات کہیئے یا طریقت وتصوف کے منازل پوری عمر جو شخص کاملین کے زیر سایہ چلتا چلا جارہا تھا اور بڑھتا چلا جارہا تھا وہ بالآخر قربِ خداوندی اور نسبتِ الٰہی کے کس مقام پر پہنچا ہوگا؟

رہ گئی بات خلافت واجازت کی تو اگر آج کے زمانے کا معیارِ خلافت سامنے رکھا جائے تو حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے اعمال واخلاق، حبِ الٰہی وعشقِ نبوی اور طریقت سے دلچسپی کے اعتبار سے عنفوانِ شباب ہی میں خلافت کے مقام تک پہنچ گئے تھے، تاہم وہ دور ذرا اس سے کٹھن اور مہنگا دور تھا، مشائخ اعطائے خلافت واجازت میں کہا جائے تو بجا ہے کہ ایسے ہی محتاط تھے جیسے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ قبولِ روایت میں محتاط تھے، شیخِ کامل وعارف کی نگہ بلند اپنے مریدِ صادق کے مستقبل میں بہت دور تک دیکھ رہی تھی کہ یہ وہ جوہر یکتا اور دُرِ بے بہا ہے جو صدیوں میں کبھی پیدا ہوتا اور ایک عالم کو اپنا گرویدہ ووارفتہ بنا کے چھوڑتا ہے، اس لئے اس میں کوئی کسر اور کمی باقی نہ رہنی چاہیے۔ بہر حال! اُنھیں حضرت محی السنہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے رجوع کے دو برس بعد سن ۱۳۸۷ھ میں اجازت بیعت وتلقین سے سرفراز فرمایا، جبکہ آپ کی عمر مبارک تقریباً چالیس برس کی تھی اور اسی کے کچھ عرصہ بعد حضرت پرتاب گڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کو اپنی طرف سے اجازت وخلافت عطا کردی[1]۔

---

[1] کہتے ہیں کہ اللہ پاک کی سنت بھی یہی ہے کہ وہ انبیاء کرام کو دعوت وارشاد کے کام پر عام طور سے چالیس برس کی عمر ہی میں لگاتا ہے، حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو تقدیر خداوندی کے تحت یہ اتفاق بھی حاصل ہوگیا تھا اور اس کی برکات بھی اضافہ وافادہ کی وسعتوں میں بچشم سر دیکھی جاسکتی ہیں۔ (از مضمون نگار)

حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو دنیائے طریقت میں جو قبولیت ومحبوبیت حاصل ہوئی ہے اس کے اسباب میں حق تعالیٰ کی توفیق خاص اور ان کے اخلاص کے علاوہ یہ دو اسباب خصوصیت سے نوٹ کرنے کے قابل ہیں کہ آپ چشتیت ونقشبندیت کے مرج البحرین اور طب جسمانی اور معالجۂ روحانی کے سنگم تھے، جس نے آپ کے مزاج میں ایک عجیب کشش اور اندازِ تربیت میں متعلقین کے طبائع ومراتب کی رعایت کا خاص ملکہ پیدا کر دیا تھا، اسی لئے ہر لائن ہر طبقہ اور ہر عمر کے لوگ آپ کے سلسلہ میں جمع ہوتے چلے گئے، دیکھتے دیکھتے لاکھوں عوام اور ہزاروں علماء کرام آپ کی دکانِ یقین ومعرفت اور خانقاہِ تزکیہ وتربیت سے فیض یاب اور بہرور ہونے لگے اور آپ کے خلفاء کے ذریعہ آپ کی حینِ حیات ہی جو شاخیں نکل کر اقطاعِ عالم میں پھیلیں اس کی نظیر تو کم ہی مشائخ کے حالات میں ملتی ہیں۔ وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء

حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے شیخ حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاکستان منتقل ہونے کے بعد خود بھی وہیں چلے گئے تھے، اس عاشق ومعشوق کے درمیان رمز ہی کچھ ایسا تھا کہ دونوں ایک دوسرے کے بغیر بے چین رہتے تھے، پھر جب ۱۳۸۶ھ میں حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کا وصال بمقام کراچی ہو گیا اور آپ وہیں کے ایک قبرستان میں ہمیشہ کے لئے آسودۂ خاک کر دئے گئے تو حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا دل واپس ہندوستان آنے کے لئے تیار نہ ہوا اور آپ نے طے فرمالیا کہ میں اسی سرزمین پر اپنی بقیہ زندگی گذار لوں گا جس میں میرا شیخ آرام فرما ہے۔ پردیس میں بے اسباب ووسائل کسی شخص کا اپنی فیملی کے ساتھ سٹل ہو جانا کوئی آسان کام تو نہیں تھا مگر اس مرد درویش وحق آگاہ کو جس ذاتِ عالی کی رزاقیت پر بھروسہ تھا اس نے اس کی بھرپور دستگیری فرمائی۔ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس اسباب کے درجہ میں فن طبابت تو تھا ہی جس کو آپ نے شیخ پھولپوری رحمہ اللہ کی خدمت وصحبت کی خاطر برسوں خیر باد کہہ رکھا تھا، اس فن کو آپ نے ضرورت کے اس موقعہ پر کام میں لایا، اس کے علاوہ بھی مجھے یاد پڑتا ہے کہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ وہ شروع میں کسی دوست کے ساتھ زمین کے کاروبار میں مضاربۃً شریک ہو گئے تھے، الغرض! یہ آزمائش زیادہ

دن نہ رہی حق تعالیٰ نے وہ فتوحات عطا فرمائیں جو توکل علی اللہ کے ثمرات دیکھنا چاہنے والوں کے لئے بہترین نمونہ ہیں۔

پاکستان میں آپ نے پہلے ناظم آباد کراچی میں قیام فرمایا، پھر گلشنِ اقبال منتقل ہوگئے، وہیں پر ''خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ'' کے نام سے ایک خانقاہ قائم کی، پھر اس میں مدرسہ اشرف المدارس اور مسجدِ اشرف کی عظیم الشان تعمیرات کروائیں، جو حسنِ ظاہر کے ساتھ علم و عرفان کی بے مثال خدمات کا عالمی مرکز بن گئیں۔ اس وقت خانقاہ میں دسیوں ملکوں کے لوگ اور خود مدرسہ کے سینکڑوں طلبہ واساتذہ روحانی ترقی اور اخلاقی تربیت میں مصروف ہیں اور مدرسہ میں ماشاء اللہ کئی ہزار طلبہ و طالبات زیر تعلیم وتربیت ہیں، عظیم الشان دارالافتاء قائم ہے، اس کے علاوہ بھی حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے صاحبزادۂ محترم اور وارثِ ظاہر وباطن حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب مدظلہ العالی خلیفہ محی السنہ حضرت شاہ ہردوئی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے صاحبزدگانِ عالی وقار وذی اعتبار مولانا محمد ابراھیم، مولانا محمد اسماعیل اور مولانا محمد اسحاق زید مجدہم مختلف النوع دینی خدمات میں دل وجان سے ہر وقت لگے رہتے ہیں۔

کیمپس میں ''مطب'' کا سلسلہ بھی ہے اور ''کتب خانہ مظہری'' کے ذریعہ معتبر ومستند کتب کی اشاعت وفروخت بلکہ للہ تقسیم بھی ہوتی رہتی ہے، مختصر یہ کہ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ہندوستان سے کراچی اپنے شیخ کی خدمت کی غرض سے تنہا گئے تھے مگر جب اس دنیا سے رختِ سفر باندھا تو علماء وصلحاء پر مشتمل ایک بڑا خاندان، مختلف دینی شعبوں پر مشتمل دینی علمی واصلاحی عظیم الشان و تاریخ ساز مراکزِ اسلامیہ، دوسو سے زائد علمی واصلاحی تصنیفات اور ہزارہا وارثینِ علم ومعرفت ووابستگانِ سلسلۂ طریقت کو سوگوار ویادگار چھوڑ گئے، ان کی جاری کردہ یہ سرگرمیاں ان شاء اللہ رہتی دنیا تک جاری وساری رہیں گی۔ **فجزاهم اللّٰه عني وعن سائر المسلمين احسن الجزاء**

یوں تو حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سن ۲۰۰۰ء سے مفلوج تھے، اور گذشتہ چار سال سے زیادہ معذور ومضمحل ہوگئے تھے، ازیں قبل باوجود بیماری وپیرانہ سالی کے تمام معمولاتِ حضر وسفر جاری تھے، تیرہ سال تک مسلسل آزمائشوں اور تکالیف کے شکار رہنے کے باوجود سراپا تسلیم ورضا، پیکرِ

صدق وصفا اور مجسمہ جود وسخا بنے رہے، یہ کوئی الفاظ کی ٹک بندی نہیں ہے ہزاروں آنکھیں ان حقیقتوں کی شاہد اور ہزاروں زبانیں ناطق ہیں۔ **فللّٰه الحمد اولا و آخرا**، خیر آدمی خواہ کتنا ہی باکمال اور فیض رساہو ربِ کائنات کی مشیت یہی ہے کہ اسے اس دنیا میں رہنا مختصر ہی ہے، جب امام الانبیاء و محبوبِ خدا ﷺ کو بلالیا گیا تو کس کے قیامِ دنیا کو بقا مل سکتی ہے؟ سب کو جانا تھا سب کو جانا ہے، حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بھی لاکھوں قلوب کو مضطرب چھوڑ کر اس دنیا سے چلے گئے **ان للّٰه ما اخذ وله ما اعطیٰ**۔ نمازِ جنازہ میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ مسلمانوں کی شرکت جن میں علماء وصلحاء ہی کی بڑی تعداد تھی، نیز وہ ہزار ہا مسلمان جو شرکتِ جنازہ کے لئے بے تاب تھے مگر ٹریفک جام ہو جانے اور راستوں کے مسدود ہو جانے کی وجہ سے راستوں اور سڑکوں پر محصور ہو کے رہ گئے تھے، ان کی آہیں اور دعائیں حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبولیت عند اللہ وعند الناس کی واضح دلیل ہے۔ ۲/جون کو بعد مغرب وصال فرمایا ۳/جون کو صبح ۹ بجے، "سندھ بلوچ سوسائٹی" کی خانقاہ میں آپ کی نمازِ جنازہ صاحبزادۂ محترم حضرت حکیم محمد مظہر صاحب مدظلہٗ نے پڑھائی اور سنت کے مطابق مٹی میں دبا کر اللہ کی اس امانت کو اللہ کے سپرد کر دیا گیا۔ **اللّٰهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه وادخله الجنة**۔ آمین

حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی ابتدائی تصنیفات تو ان کے شیخ حضرت پھول پوری رحمہ اللہ کے افادات پر مشتمل تھیں، آپ کی کتاب "معارفِ مثنوی" نے پورے ہندوستان کے دینی وعلمی حلقوں میں ان کو متعارف کرایا اور مقبولیتِ عامہ کا سبب بنی، اس کے بعد سے دنیا کی حقیقت، روح کی بیماریاں اور ان کا علاج، نیز معارفِ شمس تبریز جیسی تصنیفات یکے بعد دیگرے سامنے آتی چلی گئیں، اور خوب خوب مقبول ہوئیں، مواعظ کے سلسلہ سے وہاں کے لوگ براہِ راست خوب منتفع ہو رہے تھے مگر دورافتادگاں محروم ایں بادہ رہتے تھے، اللہ پاک جزائے خیر عطا فرمائے آپ کے عاشقِ صادق، خادمِ واثق اور منظورِ جگر و نظر محترم میر عشرت حسین جمیل بلند شہری دامت فیوضہم کو کہ انہوں نے حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مواعظ کو ضبط تحریر میں لانے اور شائع کرانے کا اس سلیقے سے بیڑا اٹھایا

کہ اس کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے، اس سلسلۂ مواعظ کی اشاعت نے عرب و عجم ہی نہیں یورپ وامریکہ میں بھی عاشقانِ خدا کی تربیت اوراُجڑے دلوں کی باز آبادی و تعمیر کا ایسا بازار گرم کیا کہ اندازہ کرنا مشکل ہے، پھر جب مولانا محمد ابراھیم صاحب زید مجدہ نے ”خانقاہ ڈاٹ کام“ کے نام سے سائٹ تیار کروائی تو گویا سارے عالم کے متوسلین کو گھر بیٹھے گلشنِ اقبال میں پہنچا دیا بلکہ بزمِ اختر میں شامل کرلیا۔

مواعظ وبیانات اور ملفوظات وتصنیفات کی طرح حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے اسفار بھی بے شمار ہیں، پاکستان میں تو ان کا قیام ہی تھا جہاں اندرونِ ملک متعدد مقامات پر بُلائے جاتے، جہاں جاتے محافل رشد وہدایت قائم ہوتی چلی جاتیں، بنگلہ دیش کے بارہا سفر ہوئے اور ہر سفر میں علماء وعوام کی بڑی تعداد آپ کے ہاتھ پر توبہ کرکے سلسلہ میں شامل ہوجاتی تھی، پانچ چھ مرتبہ ہندوستان بھی تشریف لائے، ہندوستان کے کئی صوبوں اور شہروں میں مخلصین ومعتقدین کی دعوت پر تشریف لے گئے، مختصر قیام فرمایا مگر مفصل و مسلسل نقوش چھوڑے، حرمین شریفین کی حاضری بھی متعدد بار نصیب ہوئی، اس کے علاوہ ساؤتھ افریقہ، ترکی اور عربی و مغربی ممالک کے متعدد سفر فرمائے اور ؎

جہاں جاتے ہیں ہم تِرا افسانہ چھوڑ دیتے ہیں

کے مصداق رہے۔ خود فرماتے تھے ؎

پھرتا ہوں دل میں یاد کو مہماں کئے ہوئے

روئے زمیں کو کوچۂ جاناں کئے ہوئے

قدرت کے فیاض ہاتھوں نے اپنے فضل سے انھیں لمبی عمر، خوب علم و عمل اور بہت ہی قدر داں حلقۂ احباب عطا فرمایا تھا، ان کے سوز دل نے ان احباب کے قلوب کو بریاں اور آنکھوں کو گریاں کردیا، جس سے ان کے اندر بھی دوسروں کے قلوب گرمانے اور بے کیفوں کو تڑپانے کی صلاحیت پیدا ہوگئی، چنانچہ دنیا کے چپے چپے میں اس وقت آپ کے خلفاء آپ کے فیض کو عام کرنے میں مصروف ہیں جن کی تعداد سوا تین سو سے زائد بتلائی جاتی ہے، ہندوستان میں بھی متعدد خلفاء موجود ہیں جن سے فیض اٹھایا جاسکتا ہے اور اٹھانا چاہیے۔ مثلاً برادرِ محترم مفتی محمد عبد المغنی صاحب ناظم مدرسہ سبیل الفلاح

حیدرآباد، مولانا محمد اسجد قاسمی صاحب شیخ الحدیث جامعہ امداد العلوم مرادآباد، محترم سید قادر معین الدین صاحب معتمد اشرف العلوم حیدرآباد.........[1]

جہاں تک راقم سطور کی حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ سے معرفت و محبت کا معاملہ ہے تو اپنے مضامین میں بارہا عرض کر چکا ہوں کہ والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ کی برکت سے ہمارا گھرانہ شروع ہی سے ان بزرگوں سے واقف اور ان کا دلدادہ رہا ہے۔ میں جب کچھ پڑھنے لکھنے کے قابل ہوا تھا تو میرے والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ کے سرہانے قرآن مجید، اور مناجاتِ مقبول کے علاوہ چند محدود مگر معتبر دینی کتابیں رکھی ہوتی تھیں، ان کا مزاج یہ تھا کہ وہ کوئی چھوٹا سا رسالہ بھی بغیر اپنے شیخ حضرت محی السنہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے مطالعہ نہیں کرتے تھے نہ گھر میں آنے دیتے تھے، ان کتابوں میں ایک کتاب "معرفتِ الٰہیہ" کے نام سے بھی تھی، جب میں نے اس کو دیکھا تو سب سے پہلے اس کتاب میں حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام نامی نظر آیا تھا پھر حضرت والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ کی زبان سے ہردوئی کے قیام کے تذکرے جب بھی نکلتے تو حضرت محی السنہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی آتا، اس ضمن میں حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی ذکر آجاتا تھا، کتابیں جب سمجھ میں آنے لگیں تو میں نے معرفتِ الٰہیہ پوری پڑھ ڈالی، اس کے واقعات تو سمجھ میں آجاتے اور غمیض مضامین سرسری نکل جاتے تھے، مجھے سب سے زیادہ اثر حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے احوال سے ہوا، وہ اشعار زبانی یاد ہو گئے جو حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے زبان زد تھے اور بہت تأثر والم سے پڑھا کرتے تھے۔ بہر حال میرے لئے یہ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا ابتدائی تعارف اور عقیدت کا نقش اول تھا، پھر جب تکمیلِ حفظ کے بعد عربی تعلیم کے لئے ہردوئی پہنچا تو اس وقت تک باشعور ہو گیا تھا اور ایک سال فارسی عربی بھی پڑھ چکا تھا۔ حضرت ہردوئی رحمہ اللہ کی میز پر جو اہم کتابیں رکھی ہوتی تھیں ان میں پاکستان کی مطبوعہ خوبصورت جلد کی ایک کتاب "معارفِ مثنوی"

---

[1] راقم کو ہندوستانی سب خلفاء کے نام اس وقت فراہم نہ ہو سکے، اس لیے دوسروں کا عدمِ ذکر صرفِ نظر پر نہیں عدمِ واقفیت پر محمول کیا جائے۔ (از مضمون نگار)

کے نام سے بھی تھی، حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام دیکھ کر اس کتاب کو پڑھنے کا شوق ہوا، جب موقعہ ملتا اس کا مطالعہ کرتا تھا، فارسی سے مناسبت ہو چلی تھی اور گلستان وغیرہ نصاب میں چل رہی تھیں، ادھر چونکہ مثنوی شریف واقعات وقصص اور امثال واضراب سے پُر ہے اس لئے اس کے مطالعے میں کافی دلچسپی رہی اور بہت ہی نفع ہوا، نیز حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے عقیدت ومحبت بھی بڑھتی چلی گئی، جی چاہتا تھا کہ کبھی ان کو دیکھیں اور انہی کی زبان سے کچھ سنیں، مگر ملکی سرحدوں کا تصور اسے ناممکن قرار دے کر مایوس کر دیتا تھا۔

ایک مرتبہ ہردوئی ہی کے قیام میں ساؤتھ افریقہ کے ایک طالب علم ''سلیمان گھانچی''[1] کے ہمراہ ''افریقی منزل''[2] سے ایک بلند قامت، حسین ووجیہ بزرگ بادامی رنگ کے جوڑے (اونچی شلوار، کلی دار کرتہ اور پانچ کلی ٹوپی) میں ملبوس عصر کی نماز کے لئے مسجد کی طرف جاتے ہوئے نظر آئے، ہردوئی میں مہمان بہت آتے تھے، ان میں اکثر باوقار علماء وصلحاء ہی ہوتے تھے، مگر اس شخصیت کا رعب وداب اور وجاہت ووقار کچھ اور ہی ڈھنگ کا تھا، پیچھے پیچھے میں بھی ہولیا، نماز کے بعد سلیمان صاحب نے میری طرح دیگر اور لوگوں کا تجسس ختم کرتے ہوئے متعارف کرایا کہ یہ حضرت حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ ہیں۔ بس کیا تھا برسوں کی تمنا پوری ہوئی، دل خوشی سے کِھل اُٹھا اور آنکھیں جذبۂ مسرت سے نم ہوگئیں، فوری گھر پہنچا اور مخدومہ امی جان صاحبہ رحمہ اللہ تعالیٰ (اہلیہ حضرت محی السنہ رحمہ اللہ تعالیٰ) کو اطلاع دی کہ حضرت حکیم اختر صاحب تشریف لائے ہیں، اس وقت استاذ محترم حضرت قاری امیر حسن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بھی سفر پر تھے اور حضرت محی السنہ رحمہ اللہ تعالیٰ بھی نہیں تھے، امی جان رحمہ اللہ تعالیٰ نے عصرانے کا انتظام کیا اور افریقی منزل ہی میں حضرت کا قیام تجویز

[1] مولانا سلیمان گھانچی صاحب، مولانا یحییٰ بھام وغیرہ اچھی عمر کے افریقی طلبہ تھے، حفظ کرتے تھے، اس وقت ہم لوگ کم عمر تھے، مولانا سلیمان صاحب پہلے کراچی جاچکے تھے اور حضرت سے واقف تھے۔ (از مضمون نگار)

[2] اس زمانے میں مدرسہ اشرف المدارس میں متعدد طلبہ ساؤتھ افریقہ اور انگلینڈ وغیرہ کے زیر تعلیم تھے، ان کی رہائش گاہ علیحدہ تھی جو طلبہ میں ''افریقی منزل'' میں جانی جاتی تھی۔ (ایضاً)

ہوا، یہ معلوم ہو کر اور مسرت ہوئی کہ قیام اچھا خاصا رہے گا، اگلے روز حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تشریف آوری بھی طے تھی، یاد ہے کہ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ خود اسٹیشن تشریف لے گئے اور حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو کار کی اگلی سیٹ پر اپنے بازو بٹھا کر لائے، غالباً ایک آدھ ہی روز میں حضرت محی السنہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی بھی واپسی ہو گئی[1]۔

اس دفعہ ہر دوئی میں آپ کا قیام اچھا خاصا رہا، لوگوں کی آمد ورفت کا طویل سلسلہ تھا، آنے والوں میں بڑے بڑے علماء واکابر بھی ہوا کرتے تھے، حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی مدرسہ کی مسجد میں بعد نمازِ فجر مجلس ہوا کرتی تھی اور عشاء کے بعد خواص اکابر وعلماء کے ساتھ مہمان خانے میں محفل جمتی تھی، کچھ دن کے لئے حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی تشریف لے آئے، ان دنوں تو ''افریقی منزل'' باغ و بہار بنی رہی۔ راقم سطور اگرچہ طلبہ میں سے تھا مگر خدام میں شامل ہو کر شریک رہتا تھا، ایک رات سخت سردی تھی، حضرت پرتاب گڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ چارپائی کے سامنے لحاف اوڑھ کر دوزانو بیٹھے ہوئے تھے، سامنے انگیٹھی جل رہی تھی، ان کی بائیں جانب دیوار سے حضرت محی السنہ رحمہ اللہ تعالیٰ ان کے بغل میں حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ، ایک طرف حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ، ایک طرف کامل ؔچائلی، اور باقی کمرہ ودالان میں حسب مراتب مہمان ومقامی علماء۔ واقعی ُدیکھنے کا منظر تھا، اہل اللہ کا ایک حسین گلدستہ لگ رہا تھا، تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد حضرت پرتاب گڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ لحاف ہی میں سے پہلے تھوڑی دیر گنگناتے اس کے بعد آواز سے اپنے اشعار سناتے تھے، پھر خود ہی ان کی تشریح بھی فرماتے، کبھی حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اپنا کلام پیش فرماتے، کبھی کامل صاحب اجازت حاصل کرتے اور خاص ترنم کے ساتھ اپنا طویل کلام پڑھتے، حضرت ہردوئی رحمہ اللہ تعالیٰ اگرچہ خود شعر نہیں کہتے تھے مگر ان کو اپنے پیر بھائی خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہ اللہ تعالیٰ کے عارفانہ اشعار خوب یاد تھے، بیانوں میں بھی دلوں کو لُٹوانے والی خوش الحانی سے اس طرح پڑھا کرتے تھے کہ مجمع پر سناٹا چھا جاتا اور قلوب پر بے خودی کی سی کیفیت

---

[1] غالباً دونوں حضرات سفرِ حج سے واپس ہوئے تھے۔ (از مضمون نگار)

ہوجاتی تھی، اس رات بھی حضرت محی السنہ رحمہ اللہ تعالیٰ وقفے وقفے سے خواجہ صاحب کے اشعار سنا رہے تھے، اور خوب داد پارہے تھے، درمیان میں نہی عن المنکر اور اصلاح وتربیت کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا، اس سے ایک اور حالت و کیفیت طاری ہوتی، کبھی کبھی اپنی وارداتِ قلبیہ اور الہاماتِ ربانیہ نہایت عاجزی کے ساتھ اور اس حوالے سے پیش فرماتے کہ میں نے یہ بات حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ[1] کو سنائی تھی انہوں نے بھی اس کی تصویب وتائید فرمائی ہے۔ غرض یہ بڑی پُر لطف وپُر معارف محفلیں ہوتی تھیں جو رات دیر گئے تک چلتی تھیں، آج بھی اس منظر کو سوچتا ہوں تو دل اس طرف کھچا چلا جاتا ہے۔ اسی مجلس میں حضرت پرتاب گڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محی السنہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلق خاص اور نسبت کے اتحاد کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا تھا "جو میرے مریدین ہیں وہ مولانا (حضرت ہردوئی) کے مرید ہیں اور مولانا کے مریدین میرے مریدین ہیں" (مفہوم)۔

ایک دن حضرت محی السنہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو نماز مغرب پڑھانے کا حکم دیا، نماز کے بعد حسبِ معمول اسی وقت تبصرہ فرمایا کہ "ماشاء اللہ کلام پاک اچھا پڑھتے ہیں، بس ایک آنچ کی کسر ہے"۔ اگلے روز صبح مجھے یاد ہے کہ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فجر بعد والی مجلس سے فارغ ہوکر سیدھے دفتر پہنچے جس کے ایک گوشے میں مکتبہ بھی قائم تھا، یہاں سے نورانی قاعدہ خریدا اور جب ترانہ شروع ہوا تو طلبہ کی صفوں میں قاعدہ لے کر ٹھہر گئے، ترانہ پڑھا اس کے بعد قاعدہ کے طلبہ کے ساتھ ان کی کلاس میں جاکر بیٹھ گئے اور جس ایک آنچ کی طرف شیخ نے اشارہ فرمایا تھا اس کمی کو پورا کرنے میں مشغول ہوگئے، یوں آپ نے اپنے عمل سے ثابت کردیا کہ شیخ کی خدمت میں حاضری ایک طالبِ صادق اور عاشقِ کامل کی حیثیت سے ہوئی ہے کہ وہ ہر حکم کی تعمیل اور ہر اشارہ پر قربان ہوا کرتا ہے، نہ کہ اکرام وتوقیر کا متمنی ومنتظر!

حضرت محی السنہ رحمہ اللہ تعالیٰ وقفے وقفے سے پورے مدرسہ کا دورہ کرتے رہتے تھے، دن میں بھی راتوں میں بھی، حسبِ معمول شعبۂ حفظ کے درجات سے گذرے تو دیکھا کہ ایک شیخِ کامل جس

---

[1] حضرت محی السنہ کے محبوب استاذ فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہم اللہ تعالیٰ۔ (از مضمون نگار)

کے اپنی جگہ ہزاروں مریدین وطالبین ہیں جو ہر دم اس کی دست بوسی وزیارت کے لئے بے تاب رہتے ہیں اور جس کی مجالس سے خود یہاں سینکڑوں بندگانِ خدا استفادہ کر رہے ہیں، وہ تجوید میں ایک آنچ کی کمی کو دور کرنے کمسن بچوں کے ساتھ بیٹھ کر نورانی قاعدہ کی تصحیح کر رہا ہے تو بہت متأثر ہوئے[1] عصر کے بعد کی مجلس میں اس منظر کا نقشہ کھینچتے ہوئے گلوگیر ہوگئے اور یہ شعر پڑھا؎

ایں چنیں شیخے گدائے کو بکو

عشق آمد لاابالی، فاتقوا[2]

ایک روز کسی گاؤں سے گنّے کا رس طلبہ کے لئے آیا ہوا تھا، بڑے بگھونے میں چبوترے کے سامنے رکھ کر ایک ڈونگے سے حضرت محی السنہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی تقسیم فرمانا شروع کیا، طلبہ دوڑ دوڑ کر اپنے برتن لے کر آتے اور لائن میں کھڑے ہوتے جا رہے تھے، حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے کمرے میں بیٹھے واردین وزائرین سے محو گفتگو تھے، جب آپ کی نظر پاس کی کھڑکی سے اس منظر پر پڑی کہ شیخ اپنے دستِ مبارک سے تبرک تقسیم فرما رہے ہیں اور طلبہ اس سے محظوظ ہو رہے ہیں تو اچانک حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کھڑے ہوگئے، کمرے میں اِدھر اُدھر دیکھ کر ایک پیالہ اٹھایا اور جلدی سے باہر آکے خود بھی لائن میں لگ گئے، جب ان کا نمبر آیا اور حضرت محی السنہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو مسکرائے اور ان کے پیالے میں بھی رس ڈال دیا، مرید صادق کی ان اداؤں سے شیخِ کامل کا دل کتنا خوش ہوتا تھا ہوگا؟ یہ بات یہاں پھر تازہ کر لیجئے کہ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ عمر میں حضرت محی السنہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے کچھ زیادہ چھوٹے نہ تھے۔

---

[1] حضرت محی السنہ رحمہ اللہ تعالیٰ نہایت رقیق القلب اوت محبت بھری ہستی تھے، خواہ مخواہ ہی یاروں نے انہیں شدید و حدید مشہور کر دیا تھا۔ بقول حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ: "میرا شیخ عاشق مزاج ہے مگر شانِ انتظام غالب ہے"۔ (از مضمون نگار)

[2] ترجمہ: اتنا بڑا شیخ آج گدا بن کر دربدر پھر رہا ہے عشق جب آتا ہے تو اسی شان سے آتا ہے۔ (از مرتب)

ایک دن ایسا ہوا کہ حضرت محی السنہ رحمہ اللہ تعالیٰ کسی بات پر ناراض ہوگئے اور اپنے دفتر میں چلے آئے، حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ایک پرچے پر معذرت نامہ لکھ کر اسے پیش کرنے کے لئے دفتر اہتمام پہنچے، اس وقت حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ تنہا تھے، راقم خدمت میں موجود تھا، حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جب اندر داخل ہوئے اور درخواست پیش کرنی چاہی تو حضرت محی السنہ رحمہ اللہ تعالیٰ پھر ناراض ہوگئے، فرمانے لگے "باہر اعلان لگا ہے کہ بغیر اجازت اندر نہ آئیں، پھر کیسے داخل ہوگئے؟ بس ہر شخص اپنے کو مستثنیٰ اور مقرب سمجھا ہوا ہے، یہی تو مانع ہوتا ہے ترقی میں" خوب یاد ہے کہ فوراً حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ باہر نکل گئے، اور چلمن کے پیچھے کھڑے ہوکر نہایت دبی آواز میں عرض کیا"اختر حاضر ہونا چاہتا ہے" اجازت ملی تو تشریف لائے اور عریضہ پیش کیا، حضرت محی السنہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے لے کر رکھ لیا یا اسی وقت جواب لکھ کر دیدیا[1]۔ اللہ اللہ! کیسی محبتیں تھیں یہ اور کیسا صدق واخلاص!

خونِ دل پینے کو لختِ جگر کھانے کو
یہ غذا ملتی ہے جاناں تیرے دیوانے کو

اللہ پاک ہمیں بھی اس اخلاص کا کوئی حصہ نصیب فرمائے۔ آمین

ایک دن ہم طلبہ نے حضرت محی السنہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ طلبہ میں بھی حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہونا چاہئے، حضرت نے اس کا باقاعدہ انتظام فرمایا، حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد نبوی:"اشراف امتی حملة القراٰن واصحاب اللیل" پر مختصر بیان فرمایا، اس بیان کا یہ جملہ اچھی طرح یاد رہ گیا کہ آپ نے فرمایا تھا:"اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر حافظِ قرآن کو تہجد گذار بھی ہونا چاہیے" پھر اخلاق واعمال کے تحفظ پر بہت موثر باتیں بتاکر دعا کرائی۔

---

[1] حضرت محی السنہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا طریق اصلاح کچھ ایسا ہی تھا جو جتنا قریب ہوتا اس پر خفگی کا اتنا ہی زیادہ حق سمجھتے تھے، اور یہ وہی لوگ ہوتے تھے جن کا عشق شیخ ان کی اس ادائے تغافل وبے التفاتی سے دور نہ ہوتا بلکہ خوب مزے لیتا تھا۔(از مضمون نگار)

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجلس چل رہی تھی، ڈاکٹر رفیق بلگرامی بھی موجود تھے، ڈاکٹر صاحب خود پختہ گو شاعر اور خوش الحان ہیں، ان سے حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھنے کی خواہش کی گئی تو انہوں نے کھڑے ہو کر حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے اشعار

نہ گلوں سے مجھ کو مطلب نہ گلوں کے رنگ و بو سے

کسی اور ہی سمت کو ہے مِری زندگی کا دھارا

پڑھنے شروع کئے تو اس میں ان سے یہ غلطی ہوئی کہ انہوں نے "نہ گلوں سے مجھ کو رغبت" پڑھ دیا، حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فوراً سر اٹھا کر فرمایا: کہ "مطلب" کہئے "رغبت" نہیں ۔ رغبت تو حسن و جمال کی طرف ہم کو بھی ہوتی ہے، کیا اہل اللہ نامرد ہوتے ہیں، ان میں بھی حسینوں کی جانب میلان و رغبت فطرتاً پائی جاتی ہے مگر وہ بالقصد اس سے تجاہل و تغافل برت کر اپنے نفس کو حرام لذتوں سے بچاتے ہیں، "مطلب" میں اس تجاہل کی ترجمانی کی گئی ہے، مطلب اور رغبت میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ راقم عرض کرتا ہے کہ واقعی یہ غیر معمولی فرق ہے جو اہلِ ذوق ہی سمجھ سکتے ہیں ۔ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی شاعری کوئی تُک بندی اور قافیہ سازی تھوڑا ہی تھی، دل مضطرب اور فکر دردمند کی ترجمانی تھی[1]۔

غرض! بچپن سے نوجوانی تک جس شخصیت کا نام ہمیشہ احترام سے سنا تھا، جس کی تحریریں دل و دماغ کو اپنی طرف کھینچ لیتی تھیں اور جس کے دیکھنے کو آنکھیں اور سننے کو کان ترستے تھے وہ شخصیت ملی تو ایسی جگہ ملی جو بقعاتُ الہند میں میرے لئے اشرف البقع تھی اور جہاں میرا محبوب شیخ پورے جاہ و جلال کے ساتھ ہر طرف حکمراں و امر کناں تھا۔ بہت مزہ بھی آیا اور بہت نفع بھی ہوا۔ رحمهما الله رحمة واسعة

---

[1] حضرت حکیم صاحب کے مجموعہ کلام "فیضانِ محبت" کی شرح "عرفانِ محبت" کے نام سے حضرت کے خلیفہ مفتی محمد امجد قاسمی استاذِ حدیث دارالعلوم آزادوِل ساؤتھ افریقہ نے بہت عمدہ کی ہے، جسے حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے خود پسند فرمایا ہے، یہ شرح تین ضخیم جلدوں میں پاکستان کے چھپ چکی ہے۔ (از مضمون نگار)

اس سفر میں حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ہردوئی شہر کے علاوہ ہندوستان کے بعض دوسرے شہروں میں بھی شریف لے گئے، اپنے وطن اعظم گڑھ بھی گئے اور حیدرآباد بھی گئے۔ میرے والد ماجد........ جن کے بارے میں عرض کر چکا ہوں کہ ہردوئی اپنے شیخ کی خدمت میں چودہ برس رہ چکے تھے، اس زمانے میں حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہردوئی میں کافی قیام رہتا تھا اور کبھی حضرت محی السنہ رحمہ اللہ تعالیٰ پھولپور چلے جاتے تھے........ کو بھی دونوں جگہ حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت کا شرف حاصل رہا، اور اسی نسبت سے حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی نیاز حاصل ہوتا رہا۔ والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ اگرچہ عمر کے اعتبار سے حضرت ہردوئی سے ۴/سال چھوٹے، حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے ۱/سال اور حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے ۳/سال بڑے تھے، مگر چونکہ ان بزرگوں سے انہوں نے علم ومعرفت، اخلاق وتہذیب سب کچھ حاصل کیا تھا اس لئے ان کے سامنے ادنیٰ طالب علم اور کمترین خادم کی طرح رہتے تھے اور رہنا بھی چاہئے تھا، کافی عرصہ کے بعد جب حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہندوستان تشریف لانے کا علم ہوا تو حیدرآباد سے ان کی خدمت میں ایک عریضہ لکھ کر ہردوئی روانہ فرمایا، یہ عریضہ اور جواب تبرکاً نقل کر رہا ہوں، اس میں اصاغر کی نیاز مندی اور اکابر کی خرداں پروری کی ایک جھلک نظر آئے گی اور بہت کچھ سیکھنے کو ملے گا:

مخدومی مدظلہ العالی........ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ ناکارہ ہردوئی میں اور پھولپور میں بھی حضرت والا سے ملاقات کا شرف حاصل کیا ہے، پھر وہاں سے احقر کا اپنے اس وطن حیدرآباد میں جو تبادلہ ہوا تو اب تک یہیں قیام ہے، آپ یاد آتے رہتے ہیں، بہت عاجزی کے ساتھ یہ کمترین آپ سے درخواست دعا کرتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اپنی مرضیات کی توفیق عطا فرمائے اور مشکلات دور فرمائے، بزرگوں کی اتباع اور رمضان شریف کے حقوق ادا ہوں، حسنِ خاتمہ نصیب ہو، آمین۔ احقر عبد الغنی عفی عنہ ۲۲/شعبان ۹۶ء

حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ جواب روانہ فرمایا:

مکرمی مولوی صاحب زید لطفہٗ السامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ......... مزاج گرامی!

آپ کا نقش قلب میں محفوظ ہے یعنی آپ کو بھول نہ سکا، آپ کے محبت نامہ سے قلب نہایت درجہ محظوظ و مسرور ہوا، پرانا زمانہ لقا یاد آگیا، آپ کا قیام ہردوئی میں جب تھا آپ سے ملاقاتیں خوب یاد ہیں، دعا کرتا ہوں اور آپ سے بھی حسن خاتمہ، مغفرتِ بے حساب اور جنت میں رفاقت مع الصالحین کی دعا کی گذارش ہے۔ تازہ شعر

مدت ہوئی ہے آپ کو دیکھے ہوئے مگر
اب تک ہے میرے دل میں کیوں محفوظ تری یاد

والسلام / محمد اختر عفا اللہ عنہ

اس دفعہ جب حضرت حکیم صاحب حیدرآباد تشریف لے گئے تو یہ راقم عاجز ہردوئی میں ہی تھا، اس لئے اس دورے کی تفصیل معلوم نہیں، البتہ واپسی کے بعد معلوم ہوا کہ شہر کی مختلف مساجد میں ان کے بیانات ہوئے، اخبارات میں اس کے تذکرے ہوئے اور قیام گاہ پر اہل تعلق کا رجوعِ عام ہونے لگا، ان بیانات و مجالس نے ہمارے علاقے میں کافی اچھا اثر چھوڑا۔

اگلا سفر ہند ہوا تو غالباً قانونی مجبوری سے آپ ہردوئی نہیں آسکے بعض دوسرے علاقوں میں اصلاحی دورے ہوئے، حیدرآباد بھی تشریف لائے تاہم اس دفعہ بھی مجھے صحبت و خدمت کا موقعہ میسر نہ آسکا۔

اس کے بعد غالباً سن ۱۹۸۴ء میں، پھر سن ۱۹۸۸ء میں آپ حیدرآباد تشریف لائے اس زمانے میں میں مدرسہ فیض العلوم میں مدرس تھا، حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کا قیام حضرت ہردوئی رحمہ اللہ تعالیٰ کی نسبت سے ہمیشہ اسی مدرسہ میں رہا، حضرت محی السنہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرح حضرت حکیم صاحب رحمہ

اللہ تعالیٰ کے طعام کا نظام بھی ہمارے گھر میں ہوا کرتا تھا[1]، اس دفعہ آپ بھو.بنیشور صوبہ اڑیسہ سے ہوتے ہوئے حیدرآباد پہنچے تھے، اڑیسہ سے ساتھ میں حضرت صوفی عبد الصمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ خلیفہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ بھی تشریف لے آئے تھے، ادھر ہردوئی سے حضرت محی السنہ رحمہ اللہ تعالیٰ بھی دوسرے دن پہنچ گئے، ان اکابر کے اجتماع سے مدرسہ ایک نورانی اور روح پرور منظر پیش کر رہا تھا، اوراطراف واکناف کے علماء وصلحاء کا مرکز بن گیا تھا۔ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مواعظ کے لئے شہر کی بڑی بڑی مساجد سے درخواستیں وصول ہورہی تھیں، لیکن حضرت محی السنہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے آنے کے بعد یہ فرماکر کہ "ایک عالم تین ہزار کلومیٹر سے سفر کرکے پہنچتا ہے اور آپ لوگ اس سے استفادہ کے لئے چند میل سے جمع نہیں ہوسکتے؟ بس مدرسہ میں قیام رہے گا اور بعد نمازِ مغرب مجالس ہوا کریں گی، جس کو استفادہ کرنا ہو یہیں آکر کرے" جگہ جگہ کے پروگراموں کو ختم فرمادیا۔

حضرت محی السنہ رحمہ اللہ تعالیٰ بلند پایہ مصلح اور فطری مُربی تھے، کسی کی بڑی بڑی بے اصولیاں بھی ہضم کرجاتے تھے تو کسی کے ادنیٰ زلات وغفلات سے صرف نظر کرنے کو تیار نہ ہوتے تھے، بالخصوص مقربین پر تو ذرا ذرا سی بات پر غضبناک ہوکر گویا ان پر ناز فرماتے تھے، صاف محسوس ہوتا تھا کہ جس کی گرفت خلافِ مصلحت سمجھتے مگر گرفت ضروری ہوتی اور تعلیم وتربیت مقصود ہوتی تو اس وقت کسی اپنے کی باری آجاتی اور خاص نشانے پر زد پڑتی، کسی بہانے سے اس کا احتساب اور ڈانٹ ڈپٹ شروع کردیتے، وہ خود تو جی جی میں خوب مزے لیتا رہتا مگر بقیہ سب کی عقلیں ٹھکانے لگ جاتی تھیں۔ اس کا بارہا تجربہ ہوا، اب یہی دیکھئے نا کہ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے حیدرآباد پہنچنے کے بعد اگلے دن حضرت محی السنہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو پہنچنا تھا، فلائیٹ ڈیلے ہوگئی آپ کافی تاخیر سے ایئر پورٹ پہنچے، آپ جانتے ہیں کہ ایئر پورٹس اور ایئر کرافٹس اب بھی جوانوں کو تھکا دیتے ہیں، اس وقت تو

---

[1] کیوں کہ والدہ محترمہ مدظلہا والد ماجد کے ساتھ کوئی آٹھ سال ہردوئی میں تھیں، امی جان مصاحبہ رحمہا اللہ تعالیٰ سے کھانے پکانے کا سلیقہ خوب سیکھا تھا۔ (از مضمون نگار)

اس معیار اور ایسی سہولت کے بھی نہیں تھے۔ حضرت محی السنہ رحمہ اللہ تعالیٰ باہر نکلے تو ابھی مغرب نہیں پڑھی تھی، تھکے ہوئے بھی بہت تھے، ادھر لوگ ملنے کے لئے ٹوٹے جارہے تھے، حسب معمول تنبیہ فرمائی اور یہ سوال کیا کہ آپ لوگ کب سے آئے ہوئے ہیں؟ بتلایا گیا کہ ٹھیک وقت پر آگئے تھے (تین چار گھنٹے سے منتظر ہیں) پوچھا کہ آپ لوگوں میں سے کس کس نے یہ سوچ کر کہ......... طیارہ نہیں پہنچ پایا تاخیر ہورہی ہے کوئی بات تو پیش نہیں آگئی، کوئی حادثہ تو نہیں ہوگیا......... مسجد میں جاکر میری حفاظت وسلامتی کے لئے دو رکعت نماز پڑھی؟ دعا مانگی؟ سب خاموش رہے، کسی نے اثبات میں جواب نہیں دیا، فرمایا: "یہ حال ہے، ملنے کے لئے گرے جارہے ہیں ایک دوسرے کو دھکے دے رہے ہیں، بڑی محبت کا اظہار کررہے ہیں، اتنی توفیق نہیں ہوئی کہ دو رکعت نماز پڑھتے دعا کا اہتمام کرتے، کچھ نہیں سب دکھاوا ہے"، کسی سے نہیں ملے سیدھے مسجد گئے نماز ادا کی اور اس کے بعد قیام گاہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ جب مدرسہ فیض العلوم پہنچے تو حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجلس ابھی ختم ہوئی تھی، کافی مجمع موجود تھا، جیسے ہی حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی کار آکر رُکی سب نے گھیر لیا اور جیسا کہ عوام کا انداز ہے ایسا اژدحام کیا کہ کار کا ڈور کھولنا مشکل ہوگیا، لیکن حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے زور سے اعلان کردیا کہ "بہت تھکا ہوا ہوں، اس وقت کسی سے نہیں ملوں گا، فجر کے بعد ملاقات کروں گا"۔ منتظمین نے کسی طرح مجمع کو دور کرکے حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کو مہمان خانے تک پہنچادیا۔ اس وقت حضرت محی السنہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حجرہ میں حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو طلب کرکے ناز بھرے انداز میں خوب شکوہ کیا کہ "آپ جب پہلے سے یہاں موجود تھے تو آپ سے یہ نہ ہوسکا کہ لوگوں کو سمجھاتے روکتے اور کہتے کہ دور سے سفر کرکے آرہے ہیں، بوڑھے ہیں، اس وقت کوئی ملاقات نہ کرے وغیرہ" حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سر جھکائے سنتے رہے، پھر باہر آکر فوراً ایک عریضۂ معذرت تحریر کرکے خود لے کر دینے کے لئے آئے، اس پر حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کچھ اور بگڑے کہ یہ کوئی موقعہ ہے تحریر دینے کا؟ یہ سن کر حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی قیام گاہ واپس ہوگئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہمت کرکے میں نے عرض کیا کہ حضرت عشائیہ تیار ہے کیا دسترخوان لگادیا جائے؟ ان بے

اصولیوں پر ناگواری کا اثر باقی تھا، کچھ دیر چُپ رہے پھر فرمایا: "صرف ہمارے لئے لاؤ، باقی سب مہمانوں کو گھر پر کھلادو" چنانچہ ایسا ہی ہوا، عرض کرنا یہ ہے کہ جب حضرت نماز پڑھ کر لیٹ گئے، دیگر مہمانوں کے لئے ہمارے گھر ہی پر دستر خوان لگا، حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صوفی عبد الصمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے بہت مزے لے لے کر اپنے شیخ کے اس ناز آمیز عتاب کا ذکر کرتے ہوئے پوچھا "آپ کے شیخ (حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ) کا جلال کیسا تھا؟ صوفی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اگر آپ اس کو دیکھ لیتے تو اس کو بھول جاتے"۔ صبح ہوئی تو حضرت محی السنہ رحمہ اللہ تعالیٰ بہت خوش تھے، حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجالس کا قیام کا راحت کا برابر فکر فرماتے رہتے تھے، اسی سفر میں کسی موقعہ پر انہیں "عارف باللہ" قرار دیا، جو بعد میں ماشاء اللہ یہ لقب ان کے اسم گرامی کے ساتھ مستقل پیوست ہو گیا۔

ایک دن والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے وقت لے کر عرض کیا کہ " اب میرے اوپر کوئی ذمہ داری نہیں ہے، بچے بھی بڑے ہو کر خود مکتفی ہو گئے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ آپ کی خانقاہ میں آکر بقیہ عمر پڑا رہوں اور کچھ سیکھ لوں" حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ساری تفصیل سنی اور یہ ارشاد فرمایا "اس عمر میں گھر اور گھر والوں سے دور رہنا بالکل مناسب نہیں ہے، آدمی کو جب بڑھاپا اور ضعف ہو جاتا ہے تو اپنے بال بچوں کو دیکھ دیکھ کر ایک قسم کی طاقت آتی ہے، جو پردیس میں بالکل حاصل نہیں ہوتی، آپ یہیں رہیں، ذکر و فکر حسب سہولت کر لیا کریں، اپنے نواسوں، پوتوں کے ہمراہ وقت گذاریں، اپنے پاس ٹافی منگوا کر رکھئے اور بچوں کو دیتے رہیے تاکہ وہ بھی آپ سے مانوس رہیں، اور دیکھئے ٹافی سخت والی ہونی چاہیے نرم والی نہیں، نرم والی سے معدہ اور دانت خراب ہو جاتے ہیں"۔ اسی طرح دیر تک بڑی بے تکلفی سے بات فرماتے رہے، ادھر الحمد للہ والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ کے ذہن میں جو داعیہ ہجرت کا شدت سے پیدا ہوا تھا وہ سرد پڑتا گیا اور مدت العمر اپنے بال بچوں میں اور ذکر و فکر میں مشغول رہ کر عالمِ آخرت کو سدھار گئے۔

حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے بیانات سے متاثر ہو کر ایک سرکاری ملازم نوجوان ان کے قافلے میں شامل ہو کر حیدر آباد پہنچے تھے، صبح کی نماز کے بعد حضرت تفریح کے لئے نکلے تو آبادی سے ذرا دور تک چلے گئے، جہاں بڑا میدان تھا، وہاں سے حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ تو رکشے پر سوار ہو کر واپس ہو گئے، یہ نوجوان کرکٹ کے دل دادہ تھے تو انہیں میدان دیکھ کر بہت جوش آیا اور چھوٹے چھوٹے پتھر اٹھا کر بولنگ میں مشغول ہو گئے، مدرسہ پہنچ کر حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان شروع کر دیا، تھوڑی دیر بعد ان صاحب کو یاد فرمایا، پتہ چلا کہ ابھی نہیں پہنچے ہیں، پھر جب وہ مجلس میں داخل ہو رہے تھے، حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے دیکھ لیا اور تاخیر کی وجہ دریافت کی، کھیلنے میں مشغول ہونے کا جواب سن کر خفا ہو گئے کہ "جب میرے ساتھ اس لئے آئے تھے کہ استفادہ کروں گا تو پھر یہ غفلت کیسی؟ کھڑے ہو کر سنو، بیٹھنے کی اجازت نہیں تاکہ آئندہ پھر ایسی غفلت نہ ہو" پھر چند ہی منٹ بعد بٹھا دیا، مجلس کے بعد جب انہوں نے معذرت پیش کی تو بڑی نرمی و محبت سے سمجھایا، فرمانے لگے، "نرم شیخ سے بعض لوگوں کو نفع نہیں ہوتا، روک ٹوک کرنے والے سے ان کا کام بنتا ہے، ویسے بھی اس میں ایک لذت ہے، کہو تمہیں اس تنبیہ میں مزہ آیا؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو فرمایا: "ماہرین کا کہنا ہے کہ ہڈی کے قریب کا گوشت مزیدار ہوتا ہے، میں کہتا ہوں اسی طرح سخت گیر شیخ کی صحبت بھی مزیدار ہوتی ہے"۔

ایک بڑے ہال میں آپ کا قیام تھا، جب ناشتے کے بعد لیٹنے لگے تو احقر سے فرمایا: "دیکھو بھئی کوئی نابالغ امرد کمرے میں نہ آنے پائے، طلبہ صرف مجالس میں بیٹھ کر استفادہ کریں"۔ ان دنوں گرمی چل رہی تھی، روح افزاء کی آمیزش کے ساتھ دودھ کی فرمائش کی اور فرمایا: "ہر بیان کے بعد ایک گلاس دے دیا کرو، میں دردِ دل اور جوشِ قلب کے ساتھ بیان کرتا ہوں، ضعف اور خشکی ہو جاتی ہے" کبھی درمیان وعظ بھی یاد فرما لیتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت کی مجلسِ وعظ جاری تھی، اثناء وعظ مولانا محمد رضوان القاسمی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ[1] تشریف لے آئے، حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دیکھا تو اوپر تخت پر آجانے کی فرمائش کی، انھوں نے انکار کیا حضرت کے اصرار پر بھی انہوں نے یہی کہا کہ یہاں سے مجھے آپ کو دیکھنے اور غور سے سننے میں سہولت ہے، اس پر حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مولانا خاک نشینی کو ترجیح دے رہے ہیں اور کہنا چاہتے ہیں کہ

ہم خاک نشینوں کو نہ مسند پہ بٹھاؤ تم
یہ عشق کی توہین ہے اعزاز نہیں

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک معتبر عالم دین نے اپنے مدرسہ میں تکمیل بخاری کے لئے حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ سے فرمائش کی، حضرت نے بہ خوشی قبول فرمایا، پھر انھوں نے ظہرانہ کی بھی دعوت دی، اسے بھی قبول فرمالیا۔ عین جلسے سے پہلے .... ایک صاحب جو اہل علم میں سے تو نہ تھے اہل صلاح تھے، حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے معتقد ہو گئے تھے .... اُن مولانا کی ایک کتاب لے کر آئے، اس میں کسی سمینار میں پڑھا ہوا مقالہ دکھلایا جس میں انہوں نے مودودی صاحب کی تعریف کی تھی۔ حقیقت اس کی بس اس قدر تھی کہ انھوں نے کسی ادبی و علمی سمینار کے لئے استقبالئیے میں سرزمین دکن کی خصوصیات بتلاتے ہوئے بلالحاظ مسلک و مشرب یہاں کی بڑی بڑی علمی شخصیتوں اور جامعات کا ذکر کیا، اور اس میں مودودی صاحب کا بھی نام تھا۔ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو مودودی صاحب سے ان کی تحریروں میں موجود حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور اصحاب عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں

[1] مولانا محمد رضوان القاسمی رحمہ اللہ تعالیٰ دارلعلوم دیوبند کے فاضل اور نہایت ہی قابل عالم دین، حیدرآباد کی ایک بڑی مسجد کے خطیب اور دارالعلوم سبیل کے بانی وناظم تھے، وہ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مواعظ اور ان کی ملنسار محبت بار شخصیت سے کافی متاثر تھے، پہلے سفر میں انہوں نے ہی حضرت کی مجالس کو اخبار ''نوید دکن'' میں شائع کرانے کا اہتمام کیا تھا، انہوں نے ہی اسفار حیدرآباد کی مجالس کو ''باتیں ان کی یاد رہیں گی'' کے نام سے مرتب کر کے چھپوایا تھا۔ (از مضمون نگار)

ناروا تبصروں اور بے جا تنقیدوں کی وجہ سے للٰہی بغض تھا، جیسا کہ تمام اکابر علماء کو تھا اور ہے، موصوف نے کچھ اس طرح اس مسئلے کو اٹھایا تھا کہ گویا وہ مولانا مودودیؒ الفکر ہیں دیوبندی المسلک نہیں، یہ جان کر حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو جوش آگیا، فرمایا "ایسے عالم کے مدرسہ میں میں ہر گز نہیں جاؤں گا، جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی گستاخی کرنے والوں کی تائید کرتا ہے، میں اس کے ہاں ایک گھونٹ پانی پینے کے لئے بھی تیار نہیں ہوں"۔ چنانچہ جب وہ مولانا صاحب لینے کے لئے آئے تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا اور وجہ بھی بتلادی، انہوں نے کچھ اصرار کیا اور پھر مایوس ہو کر چلے گئے، بدگمان بھی ہوگئے، ایک اخبار کے کالم نگار تھے تو اس میں اگلے ہی ہفتے ایک مضمون بھی لکھ دیا کہ بڑے بڑے علماء چغل خوری سے متاثر ہو جاتے ہیں وغیرہ۔

میں نے اس واقعے کو مضمون میں اس لئے شائع کرلیا کہ دو باتوں کی طرف قارئین کی توجہ مبذول ہو سکے، ایک تو حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی غیرت مسلک اور حمیت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو اہل سنت کے ایمان کا ایک حصہ ہے۔ امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "ہم اصحاب رسول ﷺ سے محبت کرتے ہیں ان کا ذکر خیر اور بھلائی کے ساتھ کرتے ہیں، ان سے محبت کرنے والوں سے محبت اور ان سے بغض رکھنے والوں سے بغض رکھتے ہیں" حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ عین ایمان کے مطابق تھا[1]، دوسرے حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ تک یہ بات پہنچانے اور بلامشورہ و تحقیقِ کامل کے ان عالم صاحب کو مودودیت سے متہم کرنے والے صاحب کی جلد بازی وبے احتیاطی، کیوں کہ اگرچہ انہوں نے کسی موضوعاتی مقالے کے ضمن میں علمی شخصیتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کئی غیر اہل حق علماء کا نام لیا تھا مگر وہ خود پختہ فکر دیوبندی تھے اور ان کے مدرسے میں خالص درسِ نظامی کی تعلیم ہوتی تھی، وہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجالس سے مستفید ہو رہے تھے، اسی تاثیر کی بنیاد پر طلبہ واساتذۂ مدرسہ کے

[1] ہمارے اکابر کو مودودی صاحب اور ان کی جماعت سے ذاتی عناد کچھ نہیں، بس انبیاء علیہم السلام وصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں ہو چکی گستاخیوں کا اعتراف اور ان کی تلافی نہ کرنے کی وجہ سے اختلاف ہے اور شدید ہے۔ (از مضمون نگار)

نفع کو مد نظر رکھ کر انہوں نے یہ نظام بنایا تھا۔ ان صاحب نے اگر حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ سے ملنے سے قبل ہم لوگوں سے بھی مشورہ کر لیا ہوتا تو یہ ناخوشگوار صورت نہ بنتی، اگر چہ یہ مولانا صاحب چند برس کے بعد کراچی گئے اور حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ سے اپنی بد گمانی کی معافی بھی مانگ لی مگر اس وقت نو فارغ طلبہ علماء اور عوام کا ایک بڑا مجمع حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے درد انگیز و محبت خیز خطاب کو سن لیتا تو نہ معلوم کتنے بندگانِ خدا کو اہل اللہ کی قدر معلوم ہو جاتی خیر !کان امر اللّٰہ قدرا مقدورا[1]۔

ایسا ہی ایک واقعہ اس وقت پیش آیا جب کہ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے آخری سفر میں ہم خدام نے التجا کے ذریعے چار ضلعوں کے صدر مقامات پر حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے سفر طے کرائے تھے، حضرت بخوشی و بہ دلجمعی راضی تھے، تمام سرکاری کاروائیوں کی تکمیل کی گئی، ویزا الگ کر آگیا، حضرت بہت اچھے موڈ میں تھے، نہایت خوشگوار ماحول میں پہلا سفر شروع ہوا، ایک ایسے ہی مخلص مگر نادان صاحب نے ہم سے بہت اصرار کیا کہ میں حضرت کی گاڑی میں قدموں میں بیٹھ کر چلنا چاہتا ہوں، ہم لوگوں نے بار بار اصرار کی وجہ سے انہیں بٹھا دیا، ایک ساتھی سے معلوم ہوا کہ وہ راستے میں حضرت کو یہ یاد دلاتے رہے کہ آپ کے شیخ نے گذشتہ سفر میں یہ کہا تھا کہ لوگوں کو یہیں آکر ستفادہ کرنا چاہئے، اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نظام ایک ہی جگہ بنوایا تھا، اگر ان کو معلوم ہو گا کہ آپ جگہ جگہ گئے ہیں تو وہ خفا نہ ہو جائیں، اور یہ اور وہ یہاں تک کہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی طبیعت میں انقباض اور تکدر پیدا ہو گیا، وہاں پہنچتے ہی حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو بلا کر فرما دیا کہ بھئی ہم کہیں نہیں جائیں گے، بس حیدرآباد ہی میں قیام رہے گا۔ ہم لوگ صورتحال کو سمجھ چکے تھے اس لئے سوائے تسلیم

---

[1] کہنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ جن لوگوں کو بڑوں کا تقرب و اعتماد حاصل ہو جائے انہیں دوسروں کا تذکرہ کرنے میں بہت احتیاط و حزم سے کام لینا چاہیے، کیوں کہ ایسے مقامات پر ادنیٰ بھول سے کبھی بڑا نقصان ہو جاتا ہے، بعض لوگ بزرگوں کے ہاں یہی کارنامے انجام دیتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، گو ان کی نیت صحیح ہو مگر عمل بہر حال ناپسندیدہ ہے۔ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنی شوریٰ میں شامل فرمایا تھا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہیں بلا کر جن چار باتوں کی تاکید فرمائی تھی ان میں ایک یہ بھی تھی کہ اس تقرب سے فائدہ اٹھا کر تم دوسروں کی شکایات ان کے ہاں نہ پہنچاتے رہنا۔ (از مضمون نگار)

ورضا کے اور کوئی صورت نہ تھی، لیکن بہر حال اس کا ملال تو اب بھی ہے کہ نہ معلوم اس اللہ والے کے قدم ان علاقوں میں پڑتے تو وہاں کتنا نفع اور فائدہ ہو جاتا اور بہت سے صلحاء جو غربت کی وجہ سے حیدرآباد تک نہیں پہنچ سکتے تھے وہ بھی زیارت وصحبت سے مشرف ہو جاتے یہ صاحب نہ داعی تھے نہ منتظم نہ میزبان، انہیں اس کی ضرورت ہی نہ تھی مگر کچھ طبیعتیں ہوتی ہی ایسی ہیں جن سے خیر کم اور ضرر زیادہ وجود میں آتا ہے۔ فالی اللّٰہ المشتکی۔

الحمدللہ حضرت حکیم صاحب کو حیدرآباد دکن کے اسفار میں جی لگا تھا اور یہاں کے متعلقین سے انہیں قلبی وابستگی تھی، اس کا اندازہ کرنے کے لئے چند ایک کلمات کافی ہیں جو انہوں نے اس عاجز کی دعوت ناموں کے جواب میں لکھے تھے۔

ایک خط کے جواب میں تحریر فرمایا:

☆"محبی ومکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، دل سے حاضری حیدرآباد کا مشتاق ہوں، ویزا کی آسانی کی دعا کریں، پکا ارادہ ہے۔......... حکیم محمد اختر عفا اللہ عنہ"

☆"مزاج شریف! آپ کا محبت نامہ ملا، دل بہت خوش ہوا، دعا کیجئے کہ سفر ہندوستان کے لئے ویزا کی آسانی رونما ہو۔........"

☆مزاج گرامی! آپ کا محبت نامہ موصول ہوا، اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اپنی رحمت سے احقر کی اور آپ سب کی اصلاح تام فرمائے، آمین۔ آپ اور جناب معین الدین سلمہ اور جملہ احباب اے پی یاد آتے ہیں لیکن ویزا کی دشواریاں سخت ہیں، ہند کا ویزا آفس اسلام آباد میں ہے کراچی والوں کے لئے جانا سخت مشکل ہے، سب احباب سے صحت اور عمر کی برکت کے لئے دعا کی گذارش ہے"۔

☆"آپ کا مرسلہ احقر کا "مجموعہ نعت شریف" ملا، دل خوش ہوا، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین، آپ کی محبت اور یاد فرمائی سے قلب مسرور ہوا، ویزا یہاں سے ملنا سخت دشوار ہو رہا ہے، احقر خود آپ جیسے مخلص احباب سے ملاقات کا مشتاق ہے۔........."

☆"آپ کا مرسلہ "نذرانۂ عقیدت" جو آپ نے طبع کیا ہے دیکھ کر دل بہت خوش ہوا، آپ کو بہت جزاک اللہ کہتا ہوں اور بہت دعا کرتا ہوں ، فی الحال سفر ہندوستان میں ویزا وغیرہ کی بہت مشکلات ہیں ، اور اب صحت بھی زیادہ اسفار کی متحمل نہیں ، احقر کی صحت وعافیت ، دینی خدمت اور شرفِ قبولیت کے لئے دعا کی گذارش ہے۔........."

حضرت حکیم صاحب کا جو آخری سفر ہند ہوا تو اس میں حیدرآباد کا ویزا نہ لگ سکا، یہاں آنے کے بعد سعی کی گئی جس میں برادرِ محترم مفتی عبد المغنی صاحب مدظلہ کی بھی جد وجہد رہی کافی عرصے سے وہ بھی حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کو خط وکتابت کے ذریعہ آمادۂ سفر حیدرآباد کئے ہوئے تھے، بفضلہٖ تعالیٰ حیدرآباد شامل ہوا، اور جب حیدرآباد تشریف لائے تو مقامی عہدہ داروں کے ذریعہ برادرِ محترم نے اے پی کے چار ضلعوں کو شامل کرنے میں کامیابی حاصل کرلی تھی، گوان میں سے صرف ایک ہی جگہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ تشریف لے گئے۔

اس آخری سفر حیدرآباد میں حضرت محی السنہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نظام نہ بن سکا اس لئے وہ تشریف نہیں لائے ہم لوگوں نے حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ پر خوب ناز کیا، گویا ہم نے انہیں خوب تھکایا، بیانات بھی خوب کروائے تفریحی پروگرام بھی بنائے، انہوں نے ہمیں پدرانہ شفقت دی، ان کی صحت تو الحمد للہ بہت اچھی تھی، البتہ بڑھاپا بہر حال تھا مگر حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ کی نسبت سے ہماری بہت رعایت فرمائی اور ناز برداری فرماتے رہے۔ اللہ پاک انہیں اس محبت وشفقت کا بھرپور بدلہ عطا فرمائے، ہمارا ہر ہر رونگٹا ان کا ممنونِ احسان ہے۔

ہم انہیں لے کر ایک دن یہاں کے ذخیرۂ آب "عثمان ساگر" گئے، کھانا پکانے کا سارا سامان ساتھ لے گئے، کچھ لوگ کھانا پکانے میں مشغول رہے کچھ لوگ پانی کے کنارے بچھائے گئے فرش پر آپ کے ہمراہ ذکر وتلاوت میں مشغول رہے، جب آپ کی طبیعت خنک ہواؤں اور خوشگوار فضاؤں سے خوب کھل گئی اور نصائح کا سلسلہ شروع فرمایا تو ارشاد ہوا کہ جو پکانے میں مشغول ہیں انھیں بھی بلالو، ایک بات بتاتا ہوں، جب سب آگئے تو ارشاد فرمایا "سمندر کا پانی اللہ پاک نے بہت مقدار میں بنایا ہے،

لوگ ایک ملک کے ساحل سے دوسرے ملک کے ساحل تک ہزاروں میل کا سفر کرتے ہیں مگر کوئی شخص یہ پانی پیتا نہیں، کیوں کہ کڑوا ہوتا ہے، اسی طرح اس دنیا کو ایک سمندر سمجھو، ماں کے پیٹ سے قبر کے پیٹ تک اس ساحل سے اس ساحل تک چلے جاؤ یعنی دنیا ہی میں زندگی گذارو، مگر دنیا کی محبت میں مبتلا ہو کر کوئی گناہ نہ کر بیٹھو، گناہوں کی مذمت بالخصوص بد نگاہی کے برے نقصانات پر کافی دیر تک سمجھاتے رہے، پھر فرمایا اب جلدی ناشتے کا بندوبست کرو، چنانچہ ساتھیوں نے ناشتہ تیار کرکے دستر خوان بچھایا، آپ تشریف لائے، ناشتے کے بعد واپس قیام گاہ پہنچ گئے۔

ایک دن "زولاجیکل پارک" لے گئے، جب اس میں داخل ہوئے تو حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے روک کر فرمایا" اللہ پاک نے جنھیں دیکھنے کی اجازت دی ہے انہی کو دیکھو جن کا دیکھنا منع ہے ان پر ہرگز نظر نہ اٹھنے پائے، جس مخلوق کو دیکھو حق تعالیٰ کی عظمت وقدرت کا تصور کرکے سبحان اللہ کہو، نگاہوں کی حفاظت کرو" پھر دریافت فرمایا: ظہر کی نماز کہاں ادا کی جائے گی؟ عرض کیا گیا اندر مسجد ہے اسی میں پڑھیں گے، تو فرمایا: راستے میں جو مسلمان ملیں ان سے کہو کہ ظہر کے بعد مسجد میں بیان ہوگا، آپ بھی ظہر مسجد میں ادا کریں، اس کا فائدہ یہ ہوا کہ بڑی تعداد میں لوگ مسجد پہنچے، ان کے ساتھ جو عورتیں تھیں وہ بھی مسجد کے باہر لان میں اکٹھا ہو گئیں، حضرت نے بعد نماز بہت مختصر مگر انتہائی مؤثر وپُر درد بیان فرمایا، سب لوگ کہنے لگے " آج کی تفریح یادگار رہے گی"۔

ایک دن میں نے مدرسہ کے لئے خریدی گئی زمین پر تشریف لے چلنے کے لئے کہا تو تیار ہو گئے، فجر بعد کا وقت طے ہوا تھا، یہ جگہ شہر سے کنارے ویران پہاڑیوں میں تھی، ہم نے وہاں کچھ صفائی کروائی، ٹینٹ لگوائے، رات ہی سے کھانے وغیرہ کا نظم کیا، کچھ احباب کو جمع کیا، جب حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کو لے کر ہم وہاں پہونچے تو صبح کا وقت تھا ہوا وفضا خوشگوار تھی، حضرت گاڑی سے اُتر کر ٹہلتے رہے، پھر احقر کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر اوپر کی طرف چڑھنا شروع کیا، بہت اچھے موڈ میں تھے، ہم سب ان کے تابناک اور متبسم چہرے کو دیکھ کر پھولے نہیں سما رہے تھے، دھیرے دھیرے حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ اس پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے، ہم لوگوں کو کبھی وہاں تک چڑھنے کی ہمت نہ ہوتی تھی،

چونکہ وہاں تک جانے کا کوئی نظام نہ تھا تو یونہی خالی ہاتھ پہنچے تھے، اوپر پہنچ کر حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ ایک چٹان پر بیٹھ گئے، جتنے لوگ ساتھ گئے تھے وہ سامنے اِدھر اُدھر بیٹھ گئے، حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک آیت کی تفسیر فرمائی، ایک حدیث کی تشریح کی پھر مثنوی کا ایک شعر پڑھ کر اس کی وضاحت فرمائی، ہم غافل یونہی سنتے رہے، لیکن حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے اخیر میں فرمایا: درسِ قرآن بھی ہو گیا، درسِ حدیث بھی اور درسِ تصوف بھی ان شاء اللہ اب یہاں سے یہ تینوں کام ہوتے رہیں گے، پھر نیچے آکر ناشتہ کیا اور حاضرین سے خطاب فرمایا۔ اب ان شفقتوں کو سوچ سوچ کر دل غمگسار اور آنکھیں اشکبار ہوئی جارہی ہیں۔ حق تعالیٰ ان کی بے حساب مغفرت فرما کر بلند درجات عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک نظم اپنے شیخ حضرت محی السنہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی شان میں کہی تھی۔

کیسی ظالم ہے تقریر کیسی ظالم ہے تحریر
یہ ہے آہوں کی تاثیر یہ ہے نالۂ شب گیر

ان کے آنے سے پہلے ہی اس کی کیسٹس عام ہو گئی تھیں، ایک بزرگ نے پیر دباتے ہوئے عرض کیا: آپ کی نظم میں حضرت کی تقریر و تحریر کے لئے "ظالم" کا لفظ اچھا نہیں لگتا ہے، حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے برجستہ فرمایا "ظالم! تجھے ظالم کے معنیٰ ہی نہیں معلوم" شاعری میں پیاری اور محبوب شئے کے لئے بولا جاتا ہے، جیسے حسینوں کو بُت کہہ دیا جاتا ہے۔

راقم نے اپنی مسجد میں بیان کی درخواست کی، قبول فرمائی اور بعد نمازِ عشاء تشریف لاکر طویل وعظ فرمایا، بعد ازاں وہیں پر کھانے کا نظم کیا گیا تھا، تناولِ طعام فرمایا، حضرت محی السنہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی نسبت سے میں نے بنام "فیضِ ابرار" ایک مکتبہ قائم کیا ہوا تھا، دعا کے لئے عرض کیا تو اس میں تشریف لائے دعا فرمائی اور مجھے تاکیداً فرمایا: "دیکھو! کوئی کتاب غیر معتبر یہاں سے نہ بکنی چاہیے، ہر کتاب معتبر علماء کرام کی منگاؤ، ورنہ جتنے لوگ غلط کتابیں یہاں سے لے جا کر پڑھیں گے اور بھٹکیں گے ان سب کا گناہ اٹھانا پڑے گا" الحمدللہ اس نصیحت پر آج تک عمل درآمد ہے۔

ایک دفعہ وہ کار میں بیٹھ گئے تھے، میں کچھ بات کرنے کے لئے سامنے آیا تو ان کی نگہ میرے ٹخنوں پر پڑی جن کے قریب تک پاجامہ پہنچ گیا تھا تو فرمایا: آج کل سرحد پر بمبار ہو رہی ہے، اس کے قریب بھی مت جاؤ۔ میں کچھ سمجھ نہیں پایا، پھر ہنس کر خود ہی فرمایا پاجامہ ٹخنے کے قریب بھی مت رکھو، نمایاں طور پر اونچا رکھا کرو، لا تقربوا پر عمل کرنے ہی میں خیریت ہے" الحمدللہ وہ دن تھا اور آج کا دن اس ہدایت پر مسلسل عمل ہے، جب کہ یہ ملفوظ سنا کر کتنے اور لوگوں کا عمل صحیح کرنے کی توفیق ملتی رہتی ہے۔**فجزاہ اللہ احسن الجزاء**

ایک دن میں نے عرض کیا: حضرت! آج کیا کھانا پسند کریں گے؟ میر صاحب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: "ان سے پوچھو، یہ ماہر انواعِ اطعمہ ہیں" پھر خود ہی فرمایا: آج کباب کھایا جائے۔

ایک سفر میں جناب .... صاحب حضرت سے بیعت ہو گئے تھے اور پورے سفر میں آپ کی خدمت میں رہے، حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے کسی نجی مجلس میں فرمایا تھا کہ گاؤں میں بعض اعزہ کی مالی مدد کو جی چاہا مگر میں خود سفر میں ہوں اس لئے کر نہیں پایا، چونکہ واپسی سے قبل حضرت کا دوبارہ وطن جانے کا نظام بھی تھا تو موصوف نے عرض کیا کہ حضرت! یہاں لوگ آپ کی تصنیفات حاصل کرنے کے لئے بے چین ہیں، ہندوستان میں چھپی بھی نہیں ہیں، میرا خیال یہ ہے کہ میں آپ کو پچاس ہزار روپے پیش کروں آپ اسے جس طرح چاہیں استعمال فرمالیں اتنی رقم کی اپنی کتابیں وہاں سے بھیج دیں میں یہاں احباب میں ان کو فروخت کر لوں گا، ہماری ضرورت بھی پوری ہو جائے گی آپ کے اعزہ کی تعاون کی خواہش بھی پوری ہو جائے گی، حضرت نے پہلی دفعہ میں تو نہیں دوبارہ سہ بارہ اصرار پر اس پیشکش کو قبول فرمالیا۔ جو بات اس واقعے میں میں عرض کرنا چاہ رہا ہوں وہ یہ ہے کہ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا" میں یہ رقم بطور قرض لوں گا، اور اس کی جتنی رقم بنتی ہے وہ آپ کی طرف سے حکیم مظہر میاں سلمہ کے حوالہ کر کے اس کی رسید آپ کو بھیج دوں گا، میرا آپ کا معاملہ اس پر ختم ہو جائے گا، کتب خانے کے ذمہ دار وہ ہیں، آپ ان سے کتابوں کی معاملت کر لیں، نرخ طے کر لیں اور جو ترتیب بنتی ہے بنالیں، یہ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ آپ میرے مرید ہیں، اور دینی

فائدہ مقصود ہے، اکثر خرید وفروخت میں طرفین کو کچھ نہ کچھ شکایت ہو جاتی ہے جو بدگمانی اور ناگواری میں تبدیل ہو جاتی ہے، اگر آپ کو مجھ سے بدگمانی ہو جائے گی تو آپ کا دینی نفع مسدود ہو جائے گا، اس لئے کتابوں کی معاملت ان سے کر لیجئے میں صرف رقم پہنچانے کا ذمہ دار رہوں گا" سبحان اللہ! کیسی شفقت ومحبت ہے کہ مرید کی نظر اتنی باریک بیں نہیں تھی کہ وہ ممکنہ نقصان اور محرومی کو سمجھ سکتی، مگر شیخِ کامل نے اس پہلو کی طرف توجہ دلائی، وہ صاحب بھی حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس مخلصانہ وخیر خواہانہ مشورہ پر بہت مسرور ہوئے اور بخوشی قبول کیا، سیکھنے کی چیز یہ ہے۔

ان سفروں میں حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک معمول یہ ہو گیا تھا کہ جب بھی بیان میں مسنون داڑھی کے اہتمام پر زور دیتے تو درمیان بیان ہی میں حضرت کے خادم خاص ورفیق با اختصاص جناب محترم میر عشرت جمیل صاحب مدظلہ کو اسٹیج پر کھڑا کر کے ان کی ڈاڑھی دکھاتے کہ اس طرح ہر طرف سے کم از کم یکمشت ڈاڑھی رکھو، نیز قاضی صاحب نام کے ایک بزرگ کو حکم فرماتے تھے کہ وہ خاموشی کے فوائد سنائیں، ان معمر بزرگوں کے فوراً تعمیلِ حکم کے لئے کھڑے ہو جانے کو دیکھ کر یہ سبق مفت میں مل جاتا تھا کہ بڑوں کے پاس کس طرح خود کو مٹا کر اور سراپا اطاعت بن کر رہنا چاہئے۔

حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ حیدرآباد سے ممبئی تشریف لے جا رہے تھے، احقر نے حافظ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ کی معروف کتاب "الکبائر" کا اردو ترجمہ تقریظ لکھنے کے لئے پیش کیا تو فرمایا ساتھ میں دے دیں، چنانچہ ساتھ لے گئے اور ریل ہی میں مطالعہ کر کے ریل ہی میں اس پر طویل مقدمہ تحریر فرمایا، احادیث وآثار اور کبائر کی تعریف وغیرہ سب حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے حافظے کی مدد سے لکھے تھے کیونکہ دستخط کے نیچے تحریر تھا "اثنائے سفر حیدرآباد تا ممبئی"۔

پورے سفر میں ہر اعتبار سے بہت برکات سامنے آئیں، حضرت کی شفقتوں نے بہت نوجوانوں کو مانوس کر لیا، بعض نوجوان تو تڑپ اٹھتے تھے، کتنوں ہی نے غفلت کی زندگی سے سچی توبہ کی، کتنے لوگ ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے داخلِ سلسلہ ہوئے، جب واپسی کا دن آیا تو ہمارے قلوب پر جو گذر رہی تھی گذر رہی تھی لیکن صاف محسوس ہوتا تھا کہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کا دل بھی بیٹھا جا رہا ہے،

سامان باندھا جارہا تھا ہم لوگوں کو طلب کر کے فرمایا "دیکھو بھئی! ایئرپورٹ پر کوئی روئے گا نہیں ورنہ مجھے بھی رونا آجائے گا، خوشی خوشی روانہ کرو، مجھ کو خوشی سے جانے دو" اللہ اکبر! خود بھی غمِ جدائی سے نڈھال ہورہے تھے اور فکر تھی تو ہمیں سمجھانے اور سنبھالنے کی فکر تھی، سوچتا ہوں کہ کوئی رشتہ داری تھی؟ کوئی خاندانی یا وطنی تعلق تھا؟ خون کا ساجھا تھا؟ وہ کیا چیز تھی جو ہمارے کلیجے نکلے جارہے تھے، اور ان کا دل بھی تڑپ رہا تھا، بس ایک دین کی نسبت تھی، جو سب نسبتوں اور رشتوں سے بڑھ کر تھی، پھر خیال ہوتا ہے کہ یہ نسبت بھی تو ہر جگہ ہوتی ہے پھر ہر جگہ یہ تعلق واُنسیت کیوں نہیں پایا جاتا؟ ضمیر کہتا ہے رشتہ تو ہوتا ہے مگر رشتے کی معرفت وقدر نہیں ہوتی تو اپنے پرائے ہوجاتے ہیں اور نسبت کی معرفت وقدر ہوتی ہے تو پرائے بھی اپنوں سے بڑھ جاتے ہیں، اہل اللہ کے سینوں میں جو دل ہے وہ نسبت کی معرفت رکھتا ہے ہمارے قلوب معرفت ہی سے محروم ہیں۔

الغرض حضرت تشریف لے گئے اور اپنی محبتوں کے انمٹ نقوش ہمارے قلوب پر چھوڑ گئے، کچھ دنوں کے بعد پھر ہم نے دعوتِ سفر کی سلسلہ جنبانی شروع کی مگر تقدیرِ خداوندی میں یہی سفر آخری قرار پاچکا تھا پھر کوئی صورت نہ بنی، اس سلسلہ میں حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو معذرت فرمائی وہ اس طرح تھی: "بوجہ ضعف وصعوبتِ سفر ہند کے ہندوستان کے سفر کو ماہر قلب ڈاکٹر نے منع کیا ہے، آپ کے لئے دل سے دعا کرتا ہوں، محمد اختر عفا اللہ عنہ"

یہ صفر ۱۴۱۹ھ کی بات ہے، اسی سلسلہ میں حضرت نے یہ بھی فرمایا "ہمیشہ میں ہی آتا ہوں؟ آپ لوگ بھی تو یہاں آیئے، اس وقت سترہ ملکوں کے لوگ خانقاہ میں موجود ہیں" یہ بات کچھ ایسی ادا سے فرمائی کہ میں نے کراچی جانا طے کر لیا، میں نے برادرم محترم مفتی صاحب اور جناب معین الدین صاحب نے دہلی جاکر درخواست داخل کی، معین الدین صاحب کا تو ویزا لگ گیا، ہمیں ایک ماہ بعد رجوع ہونے کے لئے کہا گیا۔ وہاں سے ہردوئی گئے، حضرت محی السنہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ذکر آیا تو فرمایا: "مجھ سے کیوں نہ کہا تھا، آسانی سے انتظام ہوجاتا" ادھر جب حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو کوشش ناکام ہونے کی اطلاع ملی تو جواب میں تحریر فرمایا:

"محبت نامہ ملا، دل بہت مسرور ہوا، احقر کی صحت کاملہ کیلئے کی گئی آپ لوگوں کی دعا کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور جلد ظہور فرمائیں، ویزانہ ملنے سے بہت افسوس ہوا۔ دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آسان فرمائے، اور جلد آپ سے ملاقات نصیب ہو، جملہ مقاصد حسنہ کے لئے دعا کرتا ہوں، والد مکرم کی خدمت میں میرا اسلام پیش کریں، ان کے لئے دل سے دعا کرتا ہوں، اور ان سے اپنے لئے دعاؤں کا طالب ہوں۔ محمد اختر عفا اللہ عنہ"

پھر اس کے بعد تو دن بہ دن سرحدی کشاکش بڑھتی چلی گئی، حالات اس قدر دگر گوں ہو گئے کہ سفر پاکستان کا تصور بھی محال ہو گیا۔ جون ۲۰۰۸ء میں حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ عمرہ و زیارت کی غرض سے حرمین شریفین پہنچے تھے، راقم کو بھی اسی زمانے میں سعادتِ عمرہ نصیب ہوا، خوش قسمتی سے دیارِ حبیب ﷺ میں حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے آخری دیدار و ملاقات بھی نصیب ہو گئی، مسجدِ نبوی سے قبلے کی جانب جو عمارت "فنادق الحرم" کے نام سے بنی ہوئی ہے، اس کے اس شُقّے میں جو گنبدِ خضراء کے بالکل متوازی تھا حضرت قیام پذیر تھے، جسم مفلوج اور ضعیف و نحیف ہو چکا تھا، ایک خود کار پلنگ پر آرام فرما رہتے تھے، روزانہ عصر بعد مجلس ہو رہی تھی، حضرت چار پائی پر اس طرح لیٹے ہوتے کہ داہنے پلٹتے تو گنبدِ خضراء پر نظر پڑتی بائیں دیکھتے تو مجلس میں جمع احباب و متعلقین دکھائی دیتے، ایک عجیب منظر تھا، کبھی مسکراتے کبھی اشکبار ہو جاتے، بار بار گنبدِ خضراء کی طرف دیکھتے اور عشقِ نبوی سے وارفتہ ہو جاتے، مسکراتے تو مرجھائے قلوب کی کلیاں کھل اٹھتیں اور آبدیدہ ہوتے تو دلوں کی سنگلاخ وادی میں یادِ الٰہی وحُبِ نبوی کا سبزہ لہلہاتا تھا۔

اختتامِ مجلس پر ہاتھ میں مائیک دیا جاتا تو "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" فرماتے تھے، اس آواز کو سُن کر تمام حاضرین جھوم اٹھتے تھے، ایک دن سلام کے بعد مسکراتے ہوئے اتنا جملہ اور بڑھا کر کہ "میں حکیم محمد اختر بول رہا ہوں" پورے ہال پر وجد طاری فرمادیا اور خوشیوں کی مٹھاس گھول دی۔ ایک دن ان کے پوتے مولانا محمد اسماعیل صاحب زید مجدہٗ مجلس میں حضرت کا وعظ سنانے کھڑے ہوئے تو پہلے یہ اعلان کیا کہ "یہ وعظ سیدی وسندی ومرشدی وجدی عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر

صاحب مد ظلہ کا ہے" تو حضرت جدی کے لفظ سے بہت محظوظ ہوئے، دومرتبہ پھر سے کہلوا کر سنا اور مسکراتے ہوئے آنسو بہاتے رہے۔

اس سفر میں جب احقر نے ملاقات و مصافحہ کیا تو بھائی معین صاحب نے نام لے کر تعارف کرایا، حضرت نے لڑکھڑاتی زبان سے فرمایا: "میں اچھی طرح جانتا ہوں، ان کو بھی ان کے والد کو بھی"۔ میرے ہاتھ کی انگلی میں انگوٹھی تھی اس کو محسوس کیا تو ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا "ہمارے بزرگوں کا معمول نہیں رہا ہے، اس کو اتار کر اہلیہ کو دے دو"۔ احقر نے فوراً نکال دیا اور عرض کیا آئندہ خیال رکھوں گا، فرمایا: ٹھیک ہے۔

بس یہ زندگی کی آخری زیارت اور ملاقات تھی، اب دل ان بزرگوں کو یاد کر کر کے ترستا ہے آنکھیں ان کے نورانی چہروں کو دیکھنے اور کان ان کے پاکیزہ بول سننے کو تڑپ جاتے ہیں، مگر اب بجز اس دعا کے اور کوئی تسلی نہیں کہ الٰہی! کچھ ایسا کرم فرمادے کہ ہم جنت میں بھی جائیں اور تیرے نیک بندوں کی صحبت بھی نصیب ہو۔

احب الصالحین ولستُ منھم　لعل اللّٰہ یرزقنی صلاحاً

بنا کردند چہ خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

(بشکریہ ماہنامہ اشرف الجرائد، جولائی واگست 2013ء)



حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا سیّد محمد رابع حسنی ندوی صاحب مد ظلہ (انڈیا)
خلیفہ مجاز حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ تعالیٰ ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ و صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ

الحمدللہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علیٰ سیّد الانبیاء والمرسلین، وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین، اما بعد!

حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات کا انتقال ہندوپاک کی ملتِ اسلامیہ کی ارشاد و تربیتِ دینی کے دائرہ میں ایک بڑا خسارہ ہے، ادھر متعدد اصحاب ارشاد و تربیت یکے بعد دیگرے اس دنیا سے رخصت ہوئے، اور اس دائرہ میں بڑی کمی واقع ہوئی، مولانا حکیم محمد اختر صاحب کے ذریعہ اس کمی کی تلافی ہو رہی تھی، وہ اس کمی کو اپنے بیانات و مواعظ اور اپنی توجہات سے پورا کرتے تھے، اور ان کے پُر تاثیر کلام سے بہت لوگوں کی اصلاح ہو رہی تھی، اور ان کا فیضان عام ہو رہا تھا، لوگ دین کی طرف متوجہ ہو رہے تھے اور اپنی سیرت و اخلاق کو سنوار رہے تھے۔

حضرت حکیم شاہ محمد اختر صاحب کو طبی تعلیم مکمل کرنے کے بعد حکیم کی حیثیت تو حاصل ہوئی لیکن اپنے عہد کے بزرگوں سے رشد و اصلاحِ باطن کے دائرہ میں فیضان اٹھانے سے ارشاد و دینی اور اصلاحِ باطنی کا غلبہ ہوا، اور انہوں نے اس سلسلہ میں اوّلاً حضرت شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی صحبت میں رہ خوب مجاہدے کیے اور دس سال تک ان کی بے لوث خدمت کی، پھر یہ تعلق رشتہ میں بھی تبدیل ہو گیا جب ان کی والدہ سے حضرت شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے نکاح کیا۔

ان کی وفات حسرت آیات کے بعد حضرت حکیم صاحب نے حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق جوڑا[1]، اور ان کے فیضانِ نظر سے حضرت حکیم صاحب کی ارشادی خصوصیت میں مزید اضافہ ہوا، اسی دوران انہوں نے مثنوی کی شرح لکھنی شروع کی، ان کو مثنوی مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ سے حد درجہ عشق تھا، اور اپنی مجلسوں کو ان کے ناصحانہ کلام سے مزین رکھتے تھے اور اپنے دردِ دل کی کیفیتوں کو شامل کر کے حاضرینِ مجلس پر محبتِ الٰہی کا رنگ پیدا کرتے تھے، ان کی وفات کے بعد حضرت مولانا ابرار الحق حقی رحمہ اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کیا، اور ان کی تربیت و ارشاد سے معرفت کا اونچا مقام حاصل کیا، اور ان سے بھی اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔

وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے تین مشائخ سے استفادہ کیا ہے، اور ان تینوں کا فیضان ان میں پایا جاتا تھا، وہ پاکستان ہجرت کر گئے تھے، اور ان کی صحبت و تربیت سے لوگوں میں صلاح و تقویٰ پیدا ہوا، اور زندگیوں میں تبدیلی آئی، اس طرح برصغیر خاص طور سے ہندوستان و پاکستان میں ان کا بڑا فیض پھیل رہا تھا۔

وہ ایک اچھے شاعر بھی تھے، اور اپنی شاعری کو دینی جذبہ کی تقویت کے لیے استعمال کرتے تھے، ادھر کئی سال سے ان کو فالج کے حملہ سے سابقہ پڑا، اور ان کو جسمانی معذوری پیش آئی، لیکن وہ بستر علالت سے ہی اپنے فیض کو قائم رکھے رہے، اور لوگوں کی اصلاح و تربیت کا کام انجام دیتے رہے، ان کے مواعظ بڑے پُر تاثیر ہوتے تھے، اور جب سے جدید مواصلاتی نظام عام ہوا، تو ان کے خدام و متوسلین نے ان کے مواعظ و بیانات کو انٹرنیٹ کے ذریعہ سے دنیا کے دور دراز علاقوں تک پہنچا دیا، اس

---

[1] حضرت والا نے اوّلاً تعلق حضرت پرتابگڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ سے قائم کیا تھا بیعت نہیں کی تھی، باقاعدہ بیعت حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے کی تھی۔ حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات حسرت آیات کے بعد بیعت کا تعلق حضرت ہردوئی رحمہ اللہ تعالیٰ سے قائم فرمایا تھا، حضرت والا ہردوئی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خلافت سے نوازا اور پھر حضرت پرتاب گڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی خلافت عطا فرمائی۔ (از مرتب)

طرح ان کے ریکارڈ شدہ بیانات و مواعظ کا فیضان جاری و ساری رہا، اللہ تعالیٰ ان کو مسلمانوں کی اصلاح کا ذریعہ بنائے، اور امتِ مسلمہ کی تقویت کا سامان بہم پہنچائے۔

بزرگوں کی رحلت سے اس بات کا خطرہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ ان کے نہ رہنے سے پیدا ہونے والی کمی کیسے دور ہوگی، اور خطرہ کا احساس ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ جانے والے کے درجات بلند فرمائے، اور انہوں نے اصلاح وارشاد کا جو عظیم کام انجام دیا ہے، اس کا بیش از بیش صلہ عطا فرمائے، اور جو کمی پیش آئی ہے اس کو دور فرمائے۔

مجھ کو ان سے ملاقات کا شرف کئی بار حاصل ہوا، اور مجھے ان کی عظمت کی قدر ہوئی، اور ان کی دینی تاثیر محسوس کرنے کا شرف حاصل ہوا، وہ میرے وطن رائے بریلی کے پڑوسی ضلع پرتاب گڑھ کے رہنے والے تھے جہاں وہ ۱۹۲۴ء[1] کو اٹھیہہ میں پیدا ہوئے، جو ہمارے رائے بریلی کے علاقہ اینٹھہہ سے متصل علاقہ ہے، اس طرح ہم لوگوں کا ان سے قربِ وطن کا بھی تعلق ہے، اللہ تعالیٰ انہیں ان کی کوششوں کا بہترین بدلہ عطا فرمائے، اور پسماندگان کو صبر کا اجر نصیب فرمائے۔

محمد رابع حسنی ندوی

ندوۃ العلماء، لکھنؤ

(بشکریہ پندرہ روزہ تعمیرِ حیات لکھنؤ (انڈیا)، 25/اگست 2013ء)

.........☆.........

[1] حضرت والا کی سن پیدائش ۱۹۲۸ء ہے۔ (از مرتب)

حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کی شان

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد صاحب مدظلہٗ
شاگردِ رشید فقیہ العصر مفتیٔ اعظم شیخ المشائخ حضرت مولانا مفتی رشید احمد رحمہ اللہ تعالیٰ
و شیخ الحدیث و رئیس دارُ الافتاء جامعۃ الرشید کراچی

عارف باللہ، ولیٔ کامل، شیخ وقت، واعظ شیریں بیان حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ وصال فرما گئے۔ حضرت کا وصال پوری ملّت اسلامیہ کے لیے بالعموم اور حضرت کے متوسلین کے لیے بالخصوص ایک عظیم سانحہ ہے۔ بلاشبہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ ان اہل اللہ میں سے تھے جن کا بابرکت وجود بہت سے فتنوں کی راہ میں سدّ سکندری کی حیثیت رکھتا ہے۔ جب ایسی نابغۂ روزگار شخصیات میں سے کوئی اس پُر فتن دنیا سے پردہ فرمالیتا ہے تو اپنے پیچھے ایسا خلا چھوڑ جاتا ہے جس کے پُر ہونے کی کوئی امید نظر نہیں آتی۔

علمی نکات اور فنی تحقیقات کے شناور شاید اب بھی بہت ہوں اور آئندہ بھی موجود رہیں، مگر دین کا ٹھیٹھ مزاج و مذاق، ورع و تقویٰ، اخلاص و للّٰہیت، تواضع و انکساری اور قناعت و سادگی کا ایک خاص معیار و انداز جو کتابوں سے نہیں، بلکہ اہل اللہ کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے......... رکھنے والے حضرات اب انگلیوں کی تعداد سے بھی شاید کم رہ گئے ہوں۔ بندہ بار بار یہ سوچ کر پریشان ہو جاتا ہے کہ جب یہ چند حضرات بھی اس دنیا میں نہیں رہیں گے تو یہ دنیا کیسی بے رونق ہو گی؟ اور ان پُر نور ہستیوں کے بغیر زندگی کیسی بے کیف ہو گی؟

حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ خوبیوں سے نوازا تھا۔ محبت و شفقت کے پیکر، چہرہ ایسا پُر نور و پُر رونق کہ آدمی دیکھتا ہی رہے اور دل نہ بھرے، دل ایسا دردمند کہ دورانِ بیان دل کا

درد بار بار آنکھوں سے چھلک پڑتا، مجلس میں دور بیٹھنے والا نووارد شاید بار بار بھرائی ہوئی آواز سن کر اسے تصنع و تکلف پر محمول کرتا ہو، مگر جو قریب ہوا اور بار بار مجلس میں آیا وہ دل سے گواہی دینے پر مجبور ہوا کہ آنکھوں سے جو سیل بے کراں جاری ہے اس کے پیچھے اس سے کئی گنا زیادہ درد چھپا ہوا ہے۔ فصاحت و بلاغت ایسی کہ گویا الفاظ قطار باندھ کر سامنے کھڑے ہیں۔ ظرافت ایسی کہ سننے والے ابھی ابھی رو رہے تھے، دوسرے ہی لمحہ ہنس رہے ہیں۔ حکمت واعتدال ایسا کہ منکرات پر خوب جھنجھوڑ رہے ہیں، مگر اندازِ بیان اتنا شفقت بھرا اور الفاظ کا انتخاب اتنا موزوں کہ نووارد کی عزت نفس مجروح ہوتی محسوس نہ ہو اور وہ بدکنے، متنفر ہونے کی بجائے گرویدہ ہو کر اٹھے۔

حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سالہا سال تک ناظم آباد نمبر 4 حضرت فقیہ العصر مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ "دار الافتاء والارشاد" کے بغل میں اسی مکان میں قیام پذیر رہے جہاں حضرت شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کا قیام رہا تھا، حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جن کے ربیب (سوتیلے بیٹے) بھی تھے اور مرید اور خادم خاص بھی، مولانا حکیم صاحب نے تقریباً 17 سال حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت کی۔ حضرت مفتی رشید احمد رحمہ اللہ تعالیٰ بھی حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت تھے۔ حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ عرصہ تک رات 3 بجے بیدار ہوتے اور دار الافتاء والارشاد کے پلاٹ میں آکر تہجد اور معمولات میں مشغول ہو جاتے اور صبح 9، 10 بجے تک مشغول رہتے۔ شاید دار الافتاء والارشاد سے جاری ہونے والے عظیم فیض میں حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی آہ سحر گاہی کا بہت بڑا حصہ ہے۔

پیر بھائی اور پڑوسی ہونے کی وجہ سے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے درمیان بہت گہرے تعلقات تھے اور دونوں ایک دوسرے کے بہت قدردان تھے۔ حضرت حکیم صاحب مسائل میں عموماً حضرت ہی کی طرف رجوع فرماتے۔ حضرت مفتی صاحب سفر بہت کم فرماتے تھے، حرمین شریفین کے علاوہ عموماً کہیں اور سفر نہ فرماتے، صرف ایک بار برطانیہ و کینیڈا وغیرہ کا سفر اس جذبہ و ارادہ سے فرمایا کہ کم از کم ایک بار تو سب کو پیغام پہنچا کر آؤں کہ

میرے اللہ کی بغاوت سے توبہ کرو۔ جبکہ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ خوب خوب سفر فرماتے تھے اور فرماتے کہ میں سفر نہ کروں تو طبیعت خراب ہونے لگتی ہے اسی لیے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ مولانا حکیم صاحب ہمارے وزیر خارجہ ہیں۔

فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ جس سے جس قسم کا کام لینا ہوتا ہے اس کا مزاج بھی اسی کے مطابق بنا دیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے علمی و تحقیقی کام کا عظیم ذخیرہ چھوڑا ہے اور وعظ و ارشاد کا سلسلہ زیادہ تر ملکی سطح تک محدود رہا ہے، مگر حضرت مولانا حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا سلسلہ متعدد ممالک میں پھیلا ہوا ہے، مریدین و متوسلین کی تعداد شاید لاکھوں میں ہو، صرف خلفاء ہی ہزاروں میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا حکیم صاحب کو کروٹ کروٹ راحت نصیب فرمائیں، درجات عالیہ عطاء فرمائیں، ان کی خیراتِ حسان کو قیامت تک جاری و ساری رکھیں، پسماندگان، خلفاء و متوسلین کو صبر جمیل عطا فرمائیں اور حضرت کے فیض کو جاری رکھنے کے لیے ہمت و استقامت عطا فرمائیں[1]۔

(بشکریہ ہفت روزہ ضربِ مؤمن کراچی، ۵ تا ۱۱/ شعبان ۱۴۳۴ھ بمطابق 14 تا 20/ جون 2013ء)

.........☆.........

[1] یہ مضمون "آہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ" کے عنوان سے روزنامہ اسلام کراچی (۲۸/ رجب ۱۴۳۴ھ مطابق 8/ جون 2013ء) میں بھی تھوڑے سے فرق کے ساتھ شائع ہو چکا ہے۔ (از مرتب)

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل.........!

حضرت مولانا محمد ازھر صاحب (مدیر ماہنامہ الخیر ملتان)

حمد وستائش اس ذات کے لیے جس نے کارخانۂ عالم کو وجود بخشا

اور

درود وسلام اس کے آخری پیغمبر ﷺ پر جنہوں نے حق کا بول بالا کیا

''موت کے وقت تین رجسٹر پیش کئے جاتے ہیں: ایک رجسٹر میں اولیاء اللہ کا اندارج ہوتا ہے، دوسرے رجسٹر میں کفار ومنکرین کا اندراج ہوتا ہے اور تیسرے رجسٹر میں گنہگار مسلمانوں کا۔ آپ ان تینوں رجسٹوں میں سے کس رجسٹر میں اپنا نام لکھوانا پسند کریں گے؟''

یہ الفاظ حکیم العصر عارف باللہ حضرت مولاناشاہ حکیم محمد اختر رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہیں جو انہوں نے ۱۹۹۳ء میں جامعہ خیر المدارس ملتان میں خطاب کرتے ہوئے فرمائے تھے[1]۔

گزشتہ ماہ سلوک واحسان کی دنیا کا سب سے بڑا حادثہ حکیم العصر عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر قدس سرہٗ کا سانحہ ارتحال ہے۔ ۲۲؍رجب المرجب ۱۴۳۴ھ اتوار کی شام کو آفتابِ دُنیا کے ساتھ دُنیائے سلوک واحسان اور عالمِ شریعت وطریقت کا یہ ماہتاب بھی غروب ہو گیا؎

اِک چراغ اور بجھا اور بڑھی تاریکی

[1] جہاں سے یہ مضمون لیا گیا ہے اس میں یہ دونوں شروع والے پیرے موجود نہیں ہیں، جبکہ مضمون نگار نے مضمون کے اندر ان کا حوالہ دیا ہے، اس لیے یہ دونوں پیرے روزنامہ اسلام کراچی (۲۵؍رجب المرجب ۱۴۳۴ھ بمطابق 5؍جون 2013ء) سے لیے گئے ہیں، کیونکہ اس روزنامہ میں بھی یہ مضمون شائع ہوا ہے۔ (از مرتب)

روحانیت کا یہ خورشید تابناک ہندوستان کے مشہور شہر پرتاب گڑھ میں ۱۹۲۴ء[1] میں طلوع ہوا اور جون ۲۰۱۳ء میں عروس البلاد کراچی، پاکستان میں غروب ہوا۔ یوں کم و بیش ۹۰ برس تک شریعت و طریقت کا یہ آفتاب عالم تاب اپنی ضوفشانیوں سے ہزارہا قلوب کو گرماتا اور جلاتا رہا۔

حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ جامعہ خیر المدارس، ملتان کی مجلس شوریٰ کے رکن رکین تھے۔ شوریٰ کے سالانہ اجلاس میں شرکت کیلئے تشریف لاتے تو خدام کی درخواست پر حاضرین سے بالعموم خطاب بھی فرماتے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ علوم و معارف کا گنجینہ، راہِ سلوک میں پیش آنے والے پیچ و خم کیلئے مشعل راہ اور سالکین کی باطنی پریشانیوں اور روح کے امراض کیلئے نسخۂ مجرب ہوتا تھا۔ وعظ کا ایک ایک لفظ عشق و محبت اور کیف و مستی میں ڈوبا ہوتا تھا۔ معاصر علماء و واعظین میں "از دل خیزد بر دل ریزد" کا عمدہ نمونہ اور اعلیٰ مثال حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ میں ملتی ہے۔ اللہ والوں کی صحبت سے محروم صرف نقوش والفاظ کا علم رکھنے والے اور صحبت یافتہ واصلاح یافتہ عالم ربانی و عاشق حقانی کے انداز کلام اور طرزِ خطاب میں کیا فرق ہوتا ہے؟ یہ فرق حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مواعظ و ارشادات سن کر سمجھ میں آتا تھا۔ ع

درد مندِ عشق کا طرزِ بیان اور ہے

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے جن علماء و محققین وراسخین فی العلم سے اکتساب فیض کیا وہ سب حکیم الامۃ مجدّد الملۃ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے دامن سے وابسطہ، تربیت یافتہ اجل خلفاء تھے۔ حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت مولانا شاہ محمد احمد پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ

---

[1] حضرت والا کی سن پیدائش ۱۹۲۸ء ہے۔ (از مرتب)

علیہ، حضرت مولا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا شاہ ابرار الحق (ہر دوئی) رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت واجازت حاصل تھی[1]۔

حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دادا پیر حکیم الامۃ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح دینی خدمات میں سلوک وتصوف، اصلاح وتربیت اور اہل ایمان کے دلوں میں عشق ومحبتِ خداوندی کی آگ جلانے کو اہمیت وفوقیت دی۔ تحصیل علوم کے ابتدائی اور علالت کے آخری چند سالوں کو چھوڑ کر بقیہ پوری زندگی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن وسنت اور حقیقی تصوف کی خدمت میں صرف کی۔ رسمی پیروں اور جاہل صوفیوں کی بہتات میں حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف کے اسرار ورموز کو قرآن وسنت کے علمی دلائل کے ساتھ مبرہن کیا اور تصوف کو قرآن وحدیث کے علوم ومعارف سے ایسا مدلل کیا کہ کسی معترض کے لیے یہ گنجائش نہیں رہی کہ وہ یہ الزام لگا سکے کہ تصوف وطریقت قرآن وسنت کے خلاف ہے۔

حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ وملفوظات اور مجالس میں جو جملہ روحانی امراض سے حفاظت اور ان کے علاج کے طریقے موجود ہیں مگر انہوں نے اس دور کے سب سے مہلک اور خطرناک مرض بد نظری اور عشق مجازی (فسق) کی تباہ کاریوں اور ہلاکت آفرینیوں پر بطور خاص اپنے متعلقین اور عام مسلمانوں کو متوجہ فرمایا۔ حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کم وبیش دوسو مطبوعہ مواعظ میں شاید ہی کوئی وعظ ایسا ہو جس میں انہوں نے بد نظری کی نحوست وہلاکت آفرینی تنبیہ نہ فرمائی ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ بد نظری وفسق کا مہلک مرض جس شدت سے ہمارے دور میں ظاہر ہوا ہے، اتنی شدت سے پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ ذرائع ابلاغ اور سوشل میڈیا نے بد نظری کے اسباب ومواقع کو

---

[1] حضرت پرتا بگڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ نہیں بلکہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ حضرت مولانا شاہ بدر علی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں۔ اور دوسرا یہ کہ حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلفاء میں حضرت والا کا نام نہیں ہے، دیکھئے معرفتِ الٰہیہ: ۵۷،۵۶۔ (از مرتب)

اس قدر عام کر دیا ہے کہ حق تعالیٰ کی توفیق خاص اور عطا فرمودہ ہمت کے بغیر اس رذیلہ سے بچنا بہت مشکل ہے اور یہ قوت وہمت صرف اہل اللہ کی صحبت و مجالست ہی سے ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بد نظری کے علاج کے لئے حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جو کام لیا وہ بلا شبہ کارِ تجدید اور مجدّدانہ شان کا حامل ہے، اس لئے کہ نگاہ کی حفاظت کا شعبہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے حتیٰ کہ بد نظری کو گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا بہت ہلکا گناہ سمجھا جاتا ہے۔ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بد نظری کے نقصانات اور اس کی تباہ کاریوں کو اُمت پر ظاہر کیا۔

حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد حضرت مولانا شاہ ابرار الحق رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک مرتبہ ایک شخص نے بد نظری کے مرض کی شکایت کی تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''تم حکیم محمد اختر صاحب کی کتابیں پڑھا کرو وہ اس مسئلہ کے امام اور مجدّد ہیں''۔ بعض دیگر اکابر علماء نے بھی حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ایسے ہی خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ عشق مجازی اور بد نظری کے متعلق نفس کا مکائد اوراس کے معالجات جس تفصیل کے ساتھ حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائے ہیں، اس تفصیل کے ساتھ اکابر کی کتابوں میں بھی نہیں ملتے، کیونکہ یہ اس دور کا خاص مرض ہے جو اس قدر عموم وشدت کے ساتھ پہلے نہیں تھا۔ چنانچہ اس دور میں اس کی اصلاح کا عظیم الشان کام اللہ تعالیٰ نے حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے لیا۔ مختلف موضوعات پر خطاب کے دوران بھی معمولی مناسبت سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ حجاب وپردے کی اہمیت وضرورت اس انداز میں بیان فرماتے کہ وہ ذہن نشین ہو جاتی۔

جامعہ خیر المدارس کے جس وعظ کا سطور بالا میں تذکرہ ہوا اس کا موضوع ''تصوف کی اہمیت وضرورت'' تھا۔ مسجد کے صحن میں وعظ ہو رہا تھا۔ اس دوران تیز ہوا کی وجہ سے اسپیکر سے شائیں شائیں کی آوازیں آنے لگیں۔ ایک صاحب نے اٹھ کر مائیک پر کپڑا باندھ دیا، جس سے وہ آواز بند ہو گئی۔ اس پر حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسکرائے اور جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری

زید مجدہم سے مخاطب ہو کر فرمایا: ”اس سے ثابت ہوا کہ پردے کی ضرورت ہے، اس سے خارجی اثرات سے حفاظت ہوتی ہے“۔

ایک طالبِ اصلاح عالم نے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لکھا کہ کبھی کبھی میری شاگرد طالبات مجھے راستہ میں سلام کر لیتی ہیں، میں بھی جواب دے دیتا ہوں، میرا یہ عمل کیسا ہے؟ (آج کل کے مدارسِ بنات میں اس طرح کے مواقع بکثرت پیش آ رہے ہیں۔ حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جواب ہم سب کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔) حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں لکھا کہ ”کسی نامحرم لڑکی کا سلام کرنا کسی اجنبی مرد کو یا اس کے برعکس (مرد کا نامحرم عورت کو سلام کرنا) حرام ہے، اس لئے اس موقع پر نرمی برتنا جان بوجھ کر اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ خصوصاً اہل علم اور دیندار آدمی کی تو بہت ہی بدنامی کا سبب ہے، اس لئے فوراً ہی سختی سے ڈانٹ لگایئے کہ وہ سلام نہ کرے اس پر بھی شیطان کا اثر ہے اور اس اثر کو قبول کرانے کے لیے آپ پر بھی اس کی کوشش جاری ہے۔ بس ہوشیار ہو جایئے، ابتدا میں مقابلہ آسان ہے، زیادہ عشق کا غلبہ ہو جانے کے بعد پھر نجات پانا مشکل ہے“۔

حقیقت یہ ہے کہ قحط الرجال کے موجودہ دور میں حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت نے تصوف و طریقت اور دل کی علاج گاہوں کو مزید ویران اور اداس کر دیا ہے ؏

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض و برکات ان شاء اللہ العزیز جاری و ساری رہیں گے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی انہیں خدمات میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی معرکہ آراء کتاب ”معارفِ مثنوی“ ہے جس میں عشق و محبت خداوندی کی آگ بھری ہوئی ہے لیکن یہ عشق و مستی حدود شریعت میں محصور ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی مثنوی کی ایسی عاشقانہ توضیح و تشریح کی ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ توجہ سے پوری کتاب پڑھ لے، ناممکن ہے کہ اس کے دل میں محبتِ الٰہیہ کا دریا موجزن نہ ہو۔ مثنوی مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ خصوصیت ہے کہ جو شخص جتنا

صاحبِ دل ہو گا اس کے رموز اسی قدر اس پر آشکار ہوں گے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے درسِ مثنوی میں بھی اشعار مثنوی کی الہامی ونادر تشریحات ملتی ہیں۔

اللہ تعالی آپ کی تمام دینی خدمت کو قبول فرمائیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت صرف اہلِ پاکستان ہی نہیں پوری دنیا کے مسلمانوں کے لیے نقصانِ عظیم ہے۔ بھارت، بنگلہ دیش، امریکہ، برطانیہ، کینڈا، جنوبی افریقہ اور برما سمیت دنیا کے کئی ممالک میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہزاروں مرید اور خلفاء موجود ہیں ان شاء اللہ ان کے ذریعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض وبرکات کا سلسلہ جاری رہے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے اور جانشین مولانا حکیم محمد مظہر زید مجدہم کو نعم الخلف للسلف کا مصداق بنائیں، آمین۔ (بشکریہ اداریہ ماہنامہ الخیر ملتان، رمضان المبارک/شوال المکرم ۱۴۳۴ھ، اگست 2013ء)

.........☆.........

بغیر باغباں گلشن بھی ویرانہ سا لگتا ہے

حضرت شاہین اقبال اثرؔ صاحب جونپوری مدظلہٗ (کراچی)
خلیفہ مجاز سلطان العارفین شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدّدِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر قدس سرہ و معروف شاعر

یہ غالباً 1985ء کی بات ہے، بندہ اپنے برادرِ کبیر جناب تائبؔ جونپوری صاحب کے ساتھ دینی کتب کے ایک اسٹال پر کھڑا تھا کہ بھائی صاحب نے ایک کتاب "روح کی بیماریاں اور ان کا علاج" کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ یہ کتاب ایک بزرگ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب کی تصنیف ہے، ہم کبھی ان کی زیارت کے لیے بھی حاضر ہوں گے، پھر کچھ عرصہ بعد وہ وقت بھی آگیا جب ہمیں جمعہ کی صبح حضرت اقدس کی خانقاہ حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ ہم کتب خانہ مظہری کے سامنے خانقاہ کے دروازے کے کھلنے کا انتظار کرنے لگے، ساتھ ہی دیوار پر آویزاں خواجہ مجذوب رحمہ اللہ تعالیٰ کے قطعہ سے لطف اندوز بھی ہونے لگے، قطعہ وہی تھا جو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خانقاہ میں بھی آویزاں کروائے ہوئے تھے۔

رہ کے دنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت
موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے
جو بشر آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے قضا
میں بھی چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

اسی اثناء میں اچانک خانقاہ کا دروازہ کھلا تو ہم دونوں بھائی اندر داخل ہوئے، اس کو سوائے فضلِ الٰہی اور خوش بختی کے کیا کہا جاسکتا ہے کہ ہماری پہلی ملاقات ہی حضرت والا سے ہوئی۔ بھائی صاحب کیونکہ حضرت والا کی زیارت سے پہلے بھی مشرف ہو چکے تھے، اس لیے انہوں نے پہچان لیا اور

دریافت کیا کہ حضرت! ابھی آپ کا بیان ہو گا؟ حضرت والا نے فرمایا کہ ہاں تھوڑی دیر انتظار کریں، دس بجے بیان شروع ہو گا۔ ہم نے وہیں انتظار کیا، پھر خانقاہ میں حضرت والا کا بیان سماعت کیا تو وہی حالت تھی کہ وہ کہیں اور سنا کرے کوئی۔ بندے نے غالباً اسی کے بعد یہ شعر کہا تھا جس کو بندے کی زندگی کا پہلا شعر بھی کہہ سکتے ہیں۔

تِری بات مجھ پر اثر کر گئی ہے
مِرے خانۂ دل میں گھر کر گئی ہے

جنہوں نے صحت کی حالت میں حضرتِ اقدس کا خطاب سنا ہے وہ جانتے ہیں کہ کوئی اہل دل سامع حضرتِ والا کے خطاب سے گھائل، قائل اور مائل ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ در اصل بندے نے سامعین و متعلقین کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے یہ اشعار لکھے تھے۔

اُس ایک پھول کی خوشبو بسی جہان میں ہے
جو پھولپور سے گلشن میں گلستان میں ہے
وہ بولتا ہے کہ رس گھولتا ہے کانوں میں
عجیب چاشنی الفاظ میں زبان میں ہے

اس کی بھی وجہ تھی، جب کسی نے حضرت والا سے دریافت کیا کہ آپ کی بات فوراً دل پر اٹیک کیوں کرتی ہے کہ انسان متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، حضرت نے فرمایا کہ دراصل میں پہلے سارے مجمع کو محبت سے دیکھتا ہوں کہ یہ سب میرے اللہ کے بندے ہیں، مجھ سے اچھے ہیں اور دل ہی دل میں سب کو پیار کرتا ہوں، اسی لیے تو بندے نے عرض کیا ہے۔

لگتا ہے جا کے تیر محبت کا قلب میں
میں کیا بتاؤں تیر انشانہ عجیب ہے
پروانوں کے ہجوم پہ حیرت نہیں مجھے
شمع کا روز خود جلانا عجیب ہے

حضرت اقدس عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر رحمہ اللہ صرف معجز بیان مقرر ہی نہیں تھے بلکہ سینے میں ایک درد بھرا دل رکھنے والے عارف باللہ (یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے) بھی تھے اور "عارف باللہ" کا لقب حضرتِ والا کو جامعہ بنوری ٹاؤن کے سابق مہتمم حضرت مولانا حبیب اللہ مختار صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے دیا تھا جب حضرت والا کے مضمون کے ساتھ انہوں نے "عارف باللہ" کا اضافہ (ماہنامہ) "بینات" میں کروایا تھا۔ چنانچہ حضرت اقدس ہی کا شعر ہے کہ ؎

کیوں آہ میں کچھ تاثیر نہیں
کیا عشق کا دل میں تیر نہیں
جب نور نہیں خود ہی دل میں
منبر پہ وہ کیا برسائیں گے

ایک موقع پر مدرسہ دیوبند کے صدر مفتی حضرت مولانا محمود الحسن (گنگوہی) صاحب نے حضرت والا کا بیان اول تا آخر سماعت فرمایا اور پھر حضرت والا کو یوں مبارکباد دی کہ اللہ تعالیٰ کسی کو دل دیتا ہے تو زبان نہیں دیتا، کسی کو زبان دیتا ہے تو دل نہیں دیتا، مولانا حکیم اختر مبارک ہو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں تڑپتا ہوا دل اور شیرنی زبان دونوں عطاء کی ہے، چنانچہ یورپ کے سفر کے دوران ایک بڑے عالم صاحب نے جب کہا کہ ایسا بیان تو میں نے کبھی کسی کا نہیں تو حضرت والا نے تحدیث بالنعمۃ کے طور پر شعر فرمایا کہ ؎

اس طرح دردِ دل بھی تھا میرے بیاں کے ساتھ
جیسے کہ میرا دل بھی تھا میری زباں کے ساتھ

اور

اس درجہ حلاوت ہے مِرے طرزِ بیاں میں
خود میری زبان اپنی زباں چوس رہی ہے

حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ جو خود بامزہ نہیں ہوتا وہ دوسروں کو بھی بامزہ نہیں کر سکتا، جو خود بالغِ منزل نہ ہو وہ دوسروں کو کیوں کر منزل پر پہنچا سکتا ہے۔ آج جبکہ دل سے انتہائی قریب رہنے والی ہستی انتہائی دور دراز سفر پر روانہ ہو چکی ہے تو دل کی کیفیت کچھ یوں ہے۔

چمن کلیوں سے، گل خوشبو سے بیگانہ سا لگتا ہے
بغیر باغباں گلشن بھی ویرانہ سا لگتا ہے

(بشکریہ روزنامہ اسلام کراچی، ۲۷/ رجب ۱۴۳۴ھ بمطابق 4/ جون 2013ء)

.........☆.........

اسے آگیا ہے مرنا!!

متکلم اسلام حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب مدظلہٗ
خلیفہ مجاز امین العلماء قطب العصر حضرت مولانا سیّد محمد امین شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ وسلطان العارفین شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدّدِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر رحمہ اللہ تعالیٰ وسرپرست مرکز اہل السنّۃ والجماعۃ سرگودھا و مدیرِ اعلیٰ سہ ماہی قافلہ حق سرگودھا، وماہنامہ فقیہ سرگودھا، وماہنامہ بناتِ اہلسنّت لاہور

اپنے مرشد و مربی حضرت شاہ حکیم محمد اختر رحمہ اللہ کی یاد میں مغموم دل کی آواز
جن کے دم قدم سے اللہ کریم نے دین کی خدمت کے لیے قبول فرمایا۔

1928ء کو ہندوستان کے شہر پرتاب گڑھ میں ایک ایسے بچے نے جنم لیا جس نے بڑے ہو کر تزکیہ نفوس کی بدولت لاکھوں بندگان خدا کی زندگی کی کایاپلٹ دی۔ یعنی میرے مرشد و مربی حضرت والا الشاہ حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً۔ حضرت والا کی زندگی کے بے شمار پہلو ہیں جن پر لکھا جاسکتا ہے آپ نے اپنی محنت کا میدان پیسے اور شہرت کو نہیں بلکہ لوگوں کے قلوب کو بنایا اور ان کے دلوں سے ماسویٰ اللہ کی آلائشیں نکال پھینکیں۔ عشق مجازی، حسن پرستی، اغلام بازی، بدنظری جیسے گناہوں کو معاشرے سے ختم کرنے کی دن رات محنت کی۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ محض گناہ ہی نہیں بلکہ بہت سارے کبیرہ گناہوں کا پیش خیمہ ہیں۔ بدنظری سے زنا، لواطت اور ناجائز جنسی تسکین، فحاشی، عریانی، شراب خوری اور ان کے حصول کے لیے ناجائز طریقہ آمدن سود، رشوت، ہیرا پھیری، چور بازاری اور جھوٹ جیسے گناہوں کا لوگ ارتکاب کرتے ہیں۔ حضرت نے صرف گناہوں کو نہیں بلکہ گناہوں کی جڑ کو اکھاڑ پھینکنے کی محنت کی۔ اس کے لیے حضرت نے جن نفوس سے گناہوں کے تریاق کا

فن سیکھا وہ حکیم الامت مجدّد الملت الشاہ محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے خاص تربیت یافتگان شمار ہوتے ہیں۔

تین سال تک مولانا شاہ محمد احمد رحمہ اللہ[1] سے فیض حاصل کیا اس کے بعد تقریباً 17 برس شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمہ اللہ سے طریقت و معرفت کے چشمہ صافی سے سیر اب ہوتے رہے۔ حضرت بھولپوری رحمہ اللہ کی وفات حسرت آیات کے بعد آپ نے شاہ ابرار الحق کے فیض صحبت سے کمال حاصل کیا۔ اصلاحِ معاشرہ میں حضرت نے خانقاہی نظام کو حقیقی معنوں میں متعارف کرایا۔ تصنیفی میدان میں 150 کے لگ بھگ آپ کی تالیفات مارکیٹ میں دستیاب ہیں، اس کے علاوہ آپ کے مواعظ کی کیسٹیں، آڈیو سی ڈیز، ویب سائیٹ پر متعدد بیانات اور اصلاح ظاہر و باطن پر مشتمل خاطر خواہ مواد لوگوں کی زندگیوں میں انقلاب لائے ہوئے ہیں۔ اللہ کرے یہ فیض تا قیامت جاری و ساری رہے۔

2/جون 2013ء کو نماز مغرب کے قریب حضرت اس جہان فانی سے اپنے اصلی محبوب کی طرف چل دیے جس کی محبت و معرفت میں اپنی زندگی کی بہاریں لٹادی تھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے پسماندگان......... جن میں سے ہم سب بھی شامل ہیں......... کو صبر جمیل کی دولت عطا فرما کر حضرت کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اصل میں جب تک کسی اہل دل کی صحبت میسر نہ آئے اس وقت تک نہ تو انسان کو جینے کا ڈھنگ آتا ہے اور نہ ہی مرنے کا فن۔ ہاں جب کسی اہل دل سے نسبت قائم ہو جائے تو دل میں اطمینان اور فرحت و سکون کی روح افزاء موجیں خلاق لم یزل کی رحمت میں غرق کر دیتی ہیں۔ اسی لیے حضرت نے اپنا ایک شعر یوں ارشاد فرمایا ہے۔

کسی اہل دل کی صحبت جو ملی کسی کو اخترؔ......... اسے آگیا ہے جینا اسے آگیا ہے مرنا

(بشکریہ ماہنامہ بناتِ اہلسنّت لاہور و ماہنامہ فقیہ سرگودھا، جولائی 2013ء)



[1] حضرت پرتابگڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ نہیں بلکہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ حضرت مولانا شاہ بدر علی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں۔ (از مرتب)

حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمہ اللہ تعالیٰ کا سانحہ ارتحال

حضرت مولانا عبد القیوم حقانی صاحب مدظلہ (نوشہرہ)
بانی القاسم اکیڈمی و جامعہ ابوہریرہ نوشہرہ (خیبر پختونخواہ) ونامور محقق و مصنف کتبِ کثیرہ

بالآخر جو کھٹکا لگا رہتا تھا وہی ہوا، شیخ طریقت، مرشد تھانوی کے علوم و معارف کے ترجمان، ان کے تصوف و سلوک کے شارح، امت کے عظیم محسن و شفیق حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ بھی ۲۲ر رجب ۱۴۳۴ھ مطابق 2ر جون 2013ء نوّے (۹۰) سال کی عمر میں عازمِ اقلیم ابد ہوگئے۔ فانا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

ان میں اپنے عظیم اسلاف، اکابر، اساتذہ، مشائخ، فقہاء، علماء، صوفیاء اور اولیاء کی طرح استحضارِ علمی، سرعتِ انتقال، کمالِ درک، فناءِ ہستی، عشقِ رسول، روحانی بصیرت، علم وادب، شعر وکلام، علمِ تصوف کے حوالے سے فنی کمال وصلاحیت، اور مسائل و مواعظ میں استنباط و قیاس کی وہ مہارت پائی جاتی تھی جو کسی عبقری شیخ، ادیب، مصنف، خطیب، شاعر، قائد اور داعی میں اسلامی تقاضوں کے نبھانے اور علمی و عملی تقاضے انجام دینے کی اِسی لیاقت والے زعیم قوم وملت کی شان ہوا کرتی ہے۔ اور ساتھ ہی وہ اپنے مشائخ، اپنے روحانی مربیین و مرشدین اور اکابر علماء دیوبند کی طرح دینی غیرت و استقامت، روحانی عظمت، عقائد میں صلابت، احسانی کیفیت اور تعلق مع اللہ کے حوالے سے بھی مثالی عالم، مثالی مرشد، مثالی شیخ، مثالی مربی، اور مثالی پیرِ طریقت اور حکیمِ اُمت کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھے۔

خاتم العارفین الصادقین:

اخلاص و احتساب اور سلوک و عرفان کے حوالے سے وہ اپنے معاصرین میں ایسا لگتا ہے کہ ”خاتم العارفین الصادقین“ تھے۔ میری یہ بات ہرگز مبالغہ پر حمل نہ کی جائے میں نے دیکھا، سنا، اور

انہیں خوب پڑھا، ان جیسے بلند پایہ صاحبِ نسبت شیخ و مربی کو دیکھنے کے لیے نہ صرف یہ کہ دینی مدارس کے طلبہ و اساتذہ کو بلکہ برصغیر سمیت یورپ و افریقہ اور عرب ملکوں کے زعماء ملت کو خدا جانے اب کب تک انتظار کرنا پڑے گا۔

اقبال کا دیدہ ور:

یہ لفاظی نہیں، شاعری نہیں اور قلمکاری نہیں حقیقت ہے، اور حقیقت بیانی کے لیے بالآخر اقبال ہی کا سہارا لینا پڑ رہا ہے کہ وہ ہزاروں سال نرگس کی اپنی بے نوری پر گریہ و ماتم اور رونے کے بعد بڑی مشکل سے چمن میں ایک دیدہ ور کی حیثیت سے تشریف لاتے تھے۔

میں انہیں اقبال کا دیدہ ور قرار دیتا ہوں۔

تزکیۂ نفس کی حقیقت:

مجھے حضرت حکیم صاحب کی صحبت، قریب سے مجلس اور مشافہۃً استفادے کا موقع نہیں ملا۔ میرے درجۂ موقوف علیہ کا سال تھا۔ بات ۱۹۷۷ء کی ہے۔ حضرت کا تحریر فرمودہ ایک چھوٹا سا رسالہ غالباً "تزکیہ نفس کی حقیقت" کے نام سے کہیں پڑھنے کو مل گیا، اسے پڑھا اور بار بار پڑھتا رہا، اس کے پیراگراف کے پیراگراف، جملے اور اشعار تک نوک زبان ہو گئے۔ اپنے احباب و معاصرین میں اس کے مطالعہ کا داعی بن گیا، تصوف و سلوک سے دلچسپی پیدا ہو گئی، اور دلبستگی میں استحکام آیا۔ براہ راست حضرت کو کراچی خط لکھ کر "معارفِ مثنوی" منگوائی، معارفِ مثنوی کیا آئی کہ دل و دماغ، قلبی کیفیات اور جذبات پر چھا گئی۔ خوبصورت مضبوط بکس نما ڈبے میں بند، ٹائٹل بہت ہی حسین اور بے حد نرم، ظاہر اتنا دلکش کہ بس دیکھتا رہا، اور کتاب کھولی تو باطن کا نکھار، ایمانی اور روحانی بہار کا باعث بن گیا۔ کتاب ہاتھ کے بجائے سینے پر رہتی، ایک ایک قصہ ازبر ہوتا گیا، اشعار یاد ہوتے گئے، اور اس طرح اختر نے میرے دل پر اپنے علم اور روحانی کمال کا لازوال نقش ثبت کر دیا۔ ۱۹۷۸ء میں دورۂ حدیث سے فراغت کے بعد تدریس کے لیے چکوال تشکیل ہوئی مگر تصوف و سلوک کے حوالے سے حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ میرے قلب کی تشکیل ہو گئی۔ اس دوران حضرت کی متعدد کتابیں

مطالعہ کیں، رُوح کی بیماریاں اور ان کا علاج، براہینِ قاطعہ، معارفِ مثنوی، کشکولِ معرفت، معرفتِ الٰہیہ، فیضانِ محبت اور مواعظِ حسنہ نے خصوصیت سے مجھے فائدہ پہنچایا۔

دل کے دامن میں لے لیا:

۱۹۸۲ء میں تدریسی حوالے سے احقر نے حضرت کو خط لکھا اور اپنی پریشانیوں کا ذکر کیا، نہ تعارف نہ جان پہچان، نہ بیعت اور نہ مرید، حضرت کا جواب آیا ایسے لگا کہ حضرت نے مجھے اپنے دامن میں جگہ دے دی ہے، بلکہ دل کے دامن میں لے لیا ہے۔ مسائل کا حل نہیں بتایا بلکہ عملاً حل کرنے کے لیے ساعی لکھنا شاید بے جا ہو، مدعی بن گئے۔

فقرِ غیوّر:

حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے وجود مسعود سے دیوبندی حلقوں میں علم و عمل کی صحیح جامعیت کا رنگ کسی نہ کسی درجے میں قائم تھا۔ حضرت سے ملنے والوں، حضرت کے مواعظ سننے والوں، حضرت کی مجلس میں بیٹھنے والوں، حضرت کی صحبت سے استفادہ کرنے والوں، حضرت کے مواعظ، رسائل اور کتابیں پڑھنے والوں، بالخصوص جن میں دینی شعور، اسلامی آگہی و ادراک کی خوبو پائی جاتی تھی یہ محسوس ہوتا تھا کہ دیوبندی تعلیمات، درسِ نظامی اور خانقاہی باقیات صالحات کے ماحول کے خاکستر میں بھی ایسی چنگاری باقی ہے جو اخلاص، للّٰہیت، و الہیّت، فقرِ غیوّر اور عشقِ جسور کے آتشِ فروزاں کا رنگ اختیار کر لینے کی مکمل صلاحیت رکھتی ہے۔

مئے خانۂ علم و عرفان:

حضرتِ اقدس کی صحبت میں بیٹھ کر اور خود مجھے تو ان کی علمی، کتابی اور مطالعاتی صحبتوں سے اکتسابِ فیض سے اندازہ ہوتا تھا کہ اسلاف، مشائخ اور سلفِ صالحین کے علم و عمل کی حقیقی وارث کا رنگ ڈھنگ ابھی اس مئے خانۂ علم و عرفان میں الحمدللہ کسی نہ کسی درجے میں قائم ہے۔

حضرت پر فالج کا حملہ ہوا معذور ہوئے مگر دکانِ معرفت چلتی رہی۔ وفات سے چند روز قبل ایک ناقابلِ توجیہ حیرت و استعجاب، حسرت، حزن والم اور ایک قسم کے اندھیرے کا احساس ہونے لگا تھا اور دل کے خاموش گوشوں میں یہ آواز سنائی دیتی تھی کہ شاید اب یہ مردِ قلندر ہمارے سروں سے دستِ شفقت اٹھانے والا ہے۔ اور آئندہ یہ بندۂ خدا اپنے خطبات سے ہم لوگوں کو لذت یاب نہیں کر سکے گا۔

شام وسحر کہاں:

جامعہ اشرف المدارس اب بھی قائم ہے۔ خانقاہ نظام اب بھی چل رہا ہے۔ کتب، رسائل اور جرائد کی اشاعت کا کام بھی جاری ہے، درس و تدریس اور دورۂ حدیث تک نظام قائم ہے۔ جامع مسجد کے در و بام اب بھی نمازیوں کی سجدہ ریزیوں سے منوّر ہیں، مگر وہ روحانی روشنی "عرفانی کرنیں" اور توجہ و انابت الی اللہ کی دعوتیں، وہ احتسابی کیفیتیں جس سے مدرسہ و خانقاہ کا گوشہ گوشہ منوّر اور معمور تھا دور دور تک نظر نہیں آتا۔ علماء، زعماء، فضلاء اور روحانی پیشوا یکے بعد دیگرے اٹھائے جا رہے ہیں اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ دن گزرنے کے ساتھ ساتھ ان گلیوں کی تاریکیوں میں محسوس طور پر اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے.........

تیرے بغیر رونق دیوار و در کہاں
شام وسحر کا نام ہے شام وسحر کہاں
عرصہ ہوا کہ رسم محبت بدل گئی
دامن سے اب معاملہ چشمِ تر کہاں

درِّ نایاب:

حروفِ علم کے آشنا، علمی اصطلاحات کے غوطہ زن، اور بحرِ علم کے شناوروں کی اب بھی کوئی کمی نہیں، اور آئندہ بھی نہیں ہوگی۔ مگر عرفانِ حقیقت، ایمانِ کامل، یقینِ محکم اور ظاہر و باطن کی یک رنگی، عملِ پیہم اور محبتِ فاتحِ عالم کے درِّ نایاب سے ان کے صدف کی آغوش بہت ہی خالی نظر آتی ہے۔

کیونکہ ان کی ذات سے تمام برکات علم وحکمت کے باوصف، وہ روشنیاں نہیں پھیل پاتیں جن سے عالم رنگ وبو کے بیابان کی حقیقی تاریکی کا نور ہوا کرتی ہے۔

بدرِ کامل:

حضرت نے حبّ الٰہی اور عشقِ نبوی سے اپنے دل کو منوّر اور اپنے وجود کو معطر کر دیا تھا اور الحمدللہ وہ موت کے بعد بھی زندہ وپائندہ ہیں۔ حضرت مرحوم جو "بہ وقت ضرورت" شب تاریک میں لوگوں کے لیے "بدرِ کامل" کی طرح مطلوب ومحبوب تھے ان کی موت بڑی ہی دلگداز اور روح فرسا ثابت ہوئی۔ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے حلقہ ارادت کے محبین ومخلصین کے جگر پارہ پارہ ہو گئے انہیں ایک دائمی حزن وملال اور لازوال قلق واضطراب سے دوچار ہونا پڑا۔

صبر آزما مجاہدات:

ایسی شخصیتیں طویل قربانیوں اور پیہم سینہ سوزیوں کی پیداوار ہوتی ہیں۔ حضرت مرحوم زندگی کے عیش وعشرت، جسمانی ومادی خواہشات اور بہت ہی آرزوؤں وتمناؤں اور مرغوبات ومن پسند اشیاء کی قربانیوں کے بعد محبوبیت ومرجعیت کے مقام سے نوازے گئے تھے۔ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے مشائخ واساتذہ اور سلف صالحین کی طرح تحصیلِ علم اور اس کی راہ میں پیش آنے والی مشکلات کو بڑی خندہ جبینی کے ساتھ برداشت کرنے کے لیے صبر آزما مجاہدات سے گزرے، نفس کی تہذیب واصلاح کے لیے ہر طرح کی جدوجہد کام میں لاتے رہے اور نفس کو زہد وتقویٰ، سادگی وقناعت اور عبادت ومجاہدہ کی ڈگر پر ڈالتے رہے۔

لمحات کی قدر:

احقر نے حضرت مرحوم کو ان کے مواعظ، خطبات، ملفوظات اور تصنیفات میں دیکھا۔ وہ اپنے اندر ہمہ گیر علم، اور مسلسل عمل کرنے کی صلاحیت پیدا کرنے اور اپنی زندگی کے تمام لمحات کو رضائے الٰہی کے کاموں سے آباد رکھنے کی جدوجہد میں مصروف رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ دین اسلام

کی دعوت و تبلیغ، باطن سے نبرد آزمائی، بندگانِ خدا کی اصلاح اور دلوں کی شمع کو ایمان و یقین، عشقِ الٰہی اور خلوصِ عمل کی چنگاری سے بھڑکا دینے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے تھے۔

(بشکریہ ماہنامہ القاسم، نوشہرہ)

.........☆.........

اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رُخِ زیبا لے کر

حضرت مولانا مفتی ابولبابہ شاہ منصور صاحب مدظلہ
خلیفہ مجاز حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مجدّدی مدظلہ واستاذ جامعۃ الرشید کراچی ومصنف کتبِ کثیرہ وکالم نگار ہفت روزہ ضربِ مؤمن کراچی

کراچی کے قطب اور اہلیان کراچی کے محسن، تھانہ بھون کے سلسلہ اصلاح کی عظیم ہستی عارف باللہ حضرت شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ طویل علالت کے بعد اپنے اس رب کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے، جس سے اس کی گناہ گار مخلوق کو جوڑنے کی محنت میں انہوں نے عمر بتادی۔ حضرت کا وہ وقت ہم نے نہیں پایا، جب ہمارے حضرت والا حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی قدس سرہ کے پڑوس میں اپنے شیخ حضرت پھولپوری نوراللہ مرقدہ کی خدمت میں سکونت رکھتے تھے اور حضرات شیخین کے باہمی تعلقات و محبت کی مثال دی جاتی تھی۔ البتہ جب وہ گلشن اقبال میں تشریف لائے تو الحمدللہ شروع سے ہی خانقاہ میں حاضری کی مسلسل اور بار بار سعادت نصیب ہوتی رہی۔ یہ ہماری طالب علمی کے اختتام اور عملی زندگی کے آغاز کا زمانہ تھا۔ حضرت کی دوسری مجالس اپنی جگہ، جمعہ سے پہلے 11 تا12 جو بیان ہوتا تھا، اس میں علماء وطلبہ بکثرت حاضر ہوتے تھے اور بعد ازاں کچھ نماز تک وہیں ذکر و تلاوت میں مصروف رہتے اور کچھ واپس جا کر اپنی اپنی مساجد میں جمعہ پڑھاتے۔ جو وہیں رہ جاتے ہیں انہیں حضرت کے دریائے فیض سے چند جام پینے کے بعد ہفتہ بھر جس کیف سے گزرتا وہ ناقابل بیان ہے۔ دوسری طرف جو ائمہ حضرات حضرت کا بیان سن کر اپنی مساجد میں بیان کے لیے چلے جاتے، ان کے بیانات میں ایسا اصلاحی رنگ نمایاں ہوتا کہ نقد وصولی والی بات ہوجاتی۔

حضرت کے اصلاحی بیان میں علامہ آلوسی کی ”روح المعانی“ اور ملّا علی قاری کی ”مرقاۃ المفاتیح“ کے برجستہ عربی حوالے جو وہ مختلف آیات اور احادیث کی شرح میں بیان کرتے تھے، بڑے خاصے کی چیز ہوتے تھے۔ سمجھدار ائمہ و خطیب حضرات ان کو ضبط کرکے اپنا بیان تیار کر لیتے تھے۔ دوسری چیز اعلی پائے کی اُردو، فارسی محاورات، ضرب الامثال اور بر محل و بر موقع اشعار تھے۔ یہ ایسی خصوصیت تھی جو روحانی سیر ابی کے ساتھ ادبی ذوق کی تسکین بھی کرتی تھی۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ملفوظات، حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات کے ساتھ جب حضرت اپنے یا دوسرے مشہور استاذوں کے کلام سے منتخب اشعار سناتے تو ایسا سماں بندھتا کہ حاضرین محسور ہو کر رہ جاتے۔ اسی دوران بیچ میں حضرت رِقّت انگیز آواز میں جب سچی توبہ کی ترغیب دیتے یا معرفت الٰہی کی باتیں کرتے تو سنگ دل سے سنگ دل شخص کے سینے کے پتھر سے بھی رجوع الی اللہ کا چشمہ پھوٹ نکلتا۔ اس کا نتیجہ تھا کہ کراچی کے دنیاداروں میں ایسے ایسے صاحب ولایت و حامل مقامات لوگ تیار ہوئے جن کا مشاہدہ ہر وہ بیناونابینا شخص کر سکتا ہے جو اس چھوٹی سی خانقاہ میں تھوڑا سا وقت بھی گزارنے کی نعمت نصیب ہوئی ہو۔

حضرت کراچی والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت تھے۔ اب تو وہ اُٹھ گئے، لیکن ان کے خلفائے کرام ماشاءاللہ کراچی اور ملک بھر میں پھیل کر ان کی دعوت کو پھیلا رہے ہیں بلکہ دنیا بھر میں ان کے فیض کو پھیلا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کے کاموں میں بہت بہت برکت عطا فرمائے اور حضرت جیسی مقبولیت و محبوبیت انہیں بھی عطا فرمائے۔

(بشکریہ ہفت روزہ ضربِ مؤمن کراچی، ۵ تا ۱۱/ شعبان ۱۴۳۴ھ بمطابق 14 تا 20/ جون 2013ء)



میدانِ تصوف کے شہسوار کا سانحۂ ارتحال

حضرت مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ صاحب مدظلہ
امیر عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت کراچی و مدیر ہفت روزہ ختمِ نبوۃ کراچی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی

۲۲/رجب المرجب ۱۴۳۴ھ مطابق 2/جون 2013ء بروز اتوار بعد نماز مغرب عالم ربانی، میدانِ تصوف کے شہسوار مولانا شاہ محمد احمد پرتاب گڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ مجاز اور حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد و خلیفہ مجاز[1]، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی کے تلمیذ[2] اور حضرت مولانا شاہ ابرار الحق رحمہ اللہ تعالیٰ کے تربیت یافتہ و خلیفہ مجاز، جامعہ اشرف المدارس کراچی کے مؤسس و بانی، ہزاروں مریدین کے شیخ و مصلح، لاکھوں معتقدین و منتسبین کے ماویٰ و مرجع حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر رحمہ اللہ تعالیٰ اس دنیا فانی کی ۹۰ بہاریں دیکھ کر عالم فانی سے منہ موڑ کر عالم عقبیٰ کی طرف رحلت فرما گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون، ان للّٰہ ما اخذ و لہ ما اعطیٰ و کل شیء عندہٗ باجل مسمّٰی۔

علماء کرام اور اہل قلوب صالحین کے قافلے بڑی تیزی کے ساتھ جانب عقبیٰ رواں دواں ہیں، دنیا کی تاریکی میں بڑی شدت اور تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کا منظر آنکھوں کے سامنے آرہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[1] حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلفاء میں حضرت والا کا نام نہیں ہے، دیکھئے معرفتِ الٰہیہ: ۵۶،۵۷۔ (مرتب)

[2] حضرت والا حضرت گنج مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے تلمیذ نہیں ہیں، کیونکہ آپ نے حضرت کا زمانہ نہیں پایا، اور نہ ہی حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی رحمہ اللہ تعالیٰ کے تلمیذ ہیں۔ (از مرتب)

''یذھب الصالحون الاول فالاول و یبقیٰ حفالۃ کحفالۃ الشعیر او التمر لا یبالیھم اللہ بالۃ''۔

ترجمہ: ''نیک لوگ یکے بعد دیگرے اٹھتے چلے جائیں گے اور پیچھے انسانوں کی تلچھٹ رہ جائے گی جیسے جو یا کھجور کی تلچھٹ ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کو ان کی کچھ بھی پرواہ نہ ہوگی''۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ کا وجود سامی سایۂ رحمت اور چشمۂ فیض تھا، جس سے نہ جانے دنیا کے کونے کونے میں کتنی مخلوقِ خدا سیراب ہوتی تھی، ان کی زندگی واقعۃً ایک عارف باللہ کی زندگی تھی، آپ کے فیض یافتہ اور صحبت یافتہ دور سے پہچانے جاتے تھے، اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کی ذات میں بہت سے کمالات اور خصائص ودیعت فرمائے تھے۔

حضرت حکیم صاحب نور اللہ مرقدہ میں محبت کا عنصر غالب تھا، آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کا خمیر محبت کی مٹی سے گوندھا گیا تھا اور شیخ کامل کی نظرِ کیمیا اثر کی کرامت سے حسن ازل کا عشق ان کی رگ و پے میں سرایت کر گیا تھا، وہ کشتۂ محبت ہی نہیں سراپا محبت بن گئے تھے، وہ گناہوں میں ڈوبے ہوئے نوجوان و عمر رسیدہ حضرات و خواتین کی اس طرح تربیت فرماتے کہ وہ عشق مجازی کے تعفن و بدبو اور سڑانڈ کے ڈھیروں سے کوسوں دور بھاگ کر عشقِ حقیقی کے متوالے بن جاتے تھے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ راقم الحروف حضرت والا کی زیارت و ملاقات کے لیے آپ کی خانقاہ جامعہ اشرف المدارس گلشن اقبال گیا ہوا تھا، دیکھا کہ حضرت والا کی خدمت میں دو نوجوان بیٹھے ہیں جو چہرے مہرے اور وضع قطع سے کسی کالج یا یونیورسٹی کے طالب علم لگتے تھے، حضرت والا نے ان کی تربیت کرتے ہوئے انہیں فرمایا کہ تم اپنے سر کے بالوں کو استرے سے صاف کرا دو، تمہارا سر ایسے لگے گا جیسے کسی مرنے والے کی قبر پر لوٹا پڑا ہو، جب تم ایسا کرلو گے تو پھر کوئی حسینہ اور دوشیزہ بھی تمہاری طرف منہ پھیر کر نہیں دیکھے گی، اس طرح تم بہت سے گناہوں سے بچ جاؤ گے۔

حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہر مجلس اور ہر محفل بجائے خود درسِ عبرت تھی، آپ کی مجلس میں محبت کی خوشبو مہکتی تھی اور آپ کے بیانات میں اکثر و بیشتر محبت ہی زیرِ بحث آتی۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ملفوظ ہے کہ سارے سلوک کا حاصل صرف ایک چیز معلوم ہوتی ہے اور وہ محبت ہے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ شیطان میں تین عین تھے، مگر چوتھا عین نہیں تھا، اس لیے مارا گیا۔ وہ عالم تھا اور اتنا بڑا عالم کہ معلم ملکوت کہلاتا تھا۔ عابد تھا اور ایسا عابد کہ آسمان کے چپے چپے پر سجدہ کیا تھا۔ وہ عارف تھا اور ایسا عارف کہ عین غضب الٰہی کے وقت بھی جب کہ اسے راندۂ درگاہ کیا جارہا تھا دعا کرنے لگا: ”رب فانظرنی الی یوم یبعثون“ کیونکہ جانتا تھا کہ یہ حالت بھی قبولیت دعا سے مانع نہیں، لیکن ظالم میں عشق نہیں تھا، اگر اسے یہ چوتھا عین بھی حاصل ہو جاتا اور اسے اللہ تعالیٰ محبت ہوتی تو حکمِ الٰہی سے سرتابی نہ کرتا، جب حکم ہوا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو فوراً سجدہ میں گر جاتا، کیونکہ محبت مصلحتیں اور علتیں تلاش نہیں کیا کرتی، محبت تو محبوب کے حکم پر مر مٹنے کا نام ہے پس جب تک عشق و محبت نہ ہو، نہ علم کا اعتبار ہے، نہ عبادت کا، نہ معرفت کا۔

حضرت کے مختصر حالاتِ زندگی گلشنِ اختر شمارہ نمبر: ۲، ۱۴۳۱ھ مطابق 2010ء سے لیے گئے ہیں جو حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب نے حضرت والا کی تعزیت کے موقع پر اپنے دست اقدس سے ہمیں عنایت فرمائے:

ولادت باسعادت:

ہندوستان کے صوبہ یوپی کے ضلع پرتاب گڑھ کی ایک چھوٹی سی بستی (اٹھیہہ) کے ایک معزز گھرانے میں عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی ولادت باسعادت ہوئی، سنِ ولادت 1928ء ہے۔ آپ کے والد ماجد کا نام محمد حسین صاحب تھا، آپ کے والد ایک سرکاری ملازم تھے، عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے والد کے اکلوتے فرزند ہیں۔

زمانۂ طفولیت:

بچپن ہی سے عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ پر آثارِ جذب کا ظہور ہونے لگا تھا، بچپن ہی سے محبتِ الٰہیہ کا ظہور ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ مادر زاد ولی

ہیں، کچھ اور ہوش سنبھالنے کے بعد نیک بندوں کی محبت اور بڑھ گئی اور ان کی وضع قطع دیکھ کر بہت خوشی ہوتی اور ہر مولوی، حافظ اور ڈاڑھی والے کو محبت سے دیکھتے۔

ابتدائی تعلیم:

درجۂ چہارم تک اردو تعلیم حاصل کرنے کے بعد حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے والد صاحب سے "علم دین" حاصل کرنے کی درخواست کی اور فرمایا کہ مجھے دیوبند بھیج دیا جائے، لیکن والد صاحب نے مڈل اسکول میں داخل کرادیا، درجۂ ہفتم کے بعد حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے والد گرامی نے "علم طب" کے حصول کے لیے طبیہ کالج الہ آباد میں داخل کرادیا اور کہا کہ علم طب کے بعد عربی درسیات کی تعلیم حاصل کرنا۔

تحصیل علوم دینیہ و عربی درسیات:

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی پھولپوری صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مدرسہ بیت العلوم میں دینی تعلیم حاصل کی، بعض ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ دار العلوم دیوبند میں داخلہ لینا چاہیے، لیکن حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے انکار فرمادیا کہ وہاں مجھے اپنے شیخ کی صحبت نہیں ملے گی جو علم کی روح ہے۔ فرمایا کہ میرے نزدیک علم درجہ ثانوی اور اللہ تعالیٰ کی محبت درجہ اولیٰ میں ہے۔ یہاں علم کے ساتھ مجھے شیخ کی صحبت نصیب ہوگی، جس کی برکت سے مجھے اللہ تعالیٰ ملے گا۔

اسی کی برکت ہے کہ آج بڑے بڑے فضلاء دیوبند حضرت والا کے حلقۂ ارادت میں ہیں۔ حضرت والا نے "درسِ نظامی" کے نصاب کی چار سال میں تکمیل کی اور صحیح بخاری شریف کے چند پارے اپنے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی پڑھے جو کہ ایک واسطہ سے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد تھے۔

بیعت و ارادت:

حکیم الامت مجد د الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک مشہور وعظ ''راحۃ القلوب'' کے مطالعے کے بعد اس سلسلے سے بہت مناسبت اور محبت پیدا ہوگئی اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بیعت کے لیے خط لکھا، وہاں سے جواب ملا کہ اس سلسلے کے کسی اور بزرگ سے رجوع فرمائیں۔

ابھی چند ہی دن گزرے تھے کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی رحلت کی خبر ملی، حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی رحلت کے بعد سلسلۂ تھانوی کے کسی ایسے شیخ اور مصلح کی تلاش میں رہے جو سراپا دردِ عشق و محبت اور سراپا سوختہ جان ہو۔ اسی دوران الہ آباد میں حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سلسلے کے ایک بزرگ حضرت مولانا شاہ محمد احمد پرتاب گڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صبح و شام ان کی مجالس میں آنے لگے۔ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو ان کی طرف دل میں زیادہ مناسبت معلوم ہونے لگی۔ حضرت مولانا عبد الغنی رحمہ اللہ کو اپنا مرشد و مصلح منتخب کرنے کا فیصلہ کیا اور عید الاضحیٰ کے قریب والدہ ماجدہ سے اجازت لے کر پھولپور روانہ ہوئے اور عین عید الاضحیٰ کے روز پھولپور پہنچے۔

اس وقت حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ تلاوتِ قرآن کریم میں مصروف تھے، جب حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ متوجہ ہوئے تو عرض کہ میرا نام ''محمد اختر'' ہے، پرتاب گڑھ سے اصلاح کے لیے حاضر ہوا ہوں، پھر اپنے شیخ کے ساتھ ایسے جڑے کہ سترہ سال حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں گزار دیئے۔

خلافت و اجازتِ بیعت:

اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے وصال کے بعد حسبِ وصیت حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے اصلاحی تعلق قائم فرمایا اور دو سال بعد خلافت سے سرفراز فرمائے گئے۔

تصانیف و تالیفات:

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی 106[1] سے زائد تصانیف ہیں اور مواعظ لاکھوں کی تعداد میں عربی، اردو، انگریزی، فرانسیسی، فارسی، ترکی، بنگالی، پشتو، گجراتی، براہوی، سندھی، بلوچی، ہندی، تامل (سری لنکا)، جرمن، پرتگالی، چائنیز، زولو اور ان کے علاوہ بھی مختلف پندرہ[2] زبانوں میں شائع ہو چکے ہیں۔

چند مشہور تصانیف:

معرفت الٰہیہ، براہین قاطعہ، معارف مثنوی، روح کی بیماریاں اور ان کا علاج، کشکول معرفت، فیضان محبت، مواعظ حسنہ جو تقریباً چھ جلدوں سے زائد تک پہنچ چکی ہے، اس کے علاوہ اور تالیفات اور تصنیفات موجود ہیں۔

الحمدللہ! آج یہ خانقاہ پورے عالم کا مرکز ہے اور متوسلین و طالبین سعودی عرب، عرب امارات، افریقہ، امریکہ، برطانیہ، بنگلہ دیش، کینیڈا اور پاکستان کے مختلف علاقوں سے اصلاح و تزکیہ کے لیے حاضر ہوتے ہیں اور حضرت کی صحبت وارشادات عالیہ سے مستفید ہو کر فائز المرام ہوتے ہیں۔

حضرت حکیم اختر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ قیام پاکستان کے چند سال بعد 1954ء یا 1955ء[3] میں پاکستان آئے اور ناظم آباد نمبر 4 میں تقریباً دو دہائیوں تک دینی خدمات انجام دیتے رہے۔ بعد ازاں خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی میں منتقل ہوئے اور آخری وقت تک وہیں قیام پذیر رہے۔ مولانا نے ایک بڑا دینی ادارہ جامعہ اشرف المدارس کے نام سے سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر میں قائم کیا، جس میں 5000 سے زائد طلبہ زیر تعلیم ہیں اور کراچی میں اس کی 10 سے زیادہ شاخیں ہیں۔

---

[1] حضرت والا کے صرف مطبوعہ مواعظ کی تعداد ہی ۱۰۹ ہے، چھوٹی بڑی کل تصانیف کی تعداد تقریباً ۲۰۰ ہے۔(مرتب)

[2] حضرت والا کی کتابوں کے تقریباً ۳۳ زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں۔(از مرتب)

[3] حضرت والا نے ۱۹۶۰ء میں پاکستان ہجرت فرمائی تھی۔(از مرتب)

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں الاختر ٹرسٹ قائم ہوا، تاہم بعد ازاں امریکا نے جن چند اداروں پر پابندی عائد کی ان میں الاختر ٹرسٹ بھی شامل تھا۔ دنیا بھر میں مولانا کے مریدوں اور عقیدت مندوں کی بڑی تعداد موجود ہے، جن میں جنوبی افریقہ کے معروف کرکٹر عبد اللہ آملہ اور ہاشم آملہ بھی شامل ہیں۔

حضرت مولانا حکیم اختر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ پر 28/ مئی 2000ء[1] کو فالج کا حملہ ہوا، جس کے بعد سے وہ علیل چلے آرہے تھے۔ علالت کے دوران ہی بروز اتوار بعد نمازِ مغرب اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔

حضرت کے خلفاء کی طویل فہرست ہے جو پاکستان کے علاوہ، سعودی عرب، بھارت، بنگلہ دیش، امریکا، برطانیہ، کینیڈا، جنوبی افریقہ اور برما سمیت دنیا کے کئی ممالک میں موجود ہیں۔ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی تبلیغ کے سلسلے میں کئی ایک ممالک کا دورہ کیا اور اخیر عمر میں یہ سلسلہ عدمِ صحت کی بناء پر موقوف ہوگیا تھا۔

حضرت حکیم اختر صاحب نور اللہ مرقدہ نے سوگواروں میں ایک بیٹا، ایک بیٹی اور ہزاروں شاگرد اور لاکھوں عقیدت مندوں اور متوسلین کو چھوڑا ہے۔

آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی نماز جنازہ آپ کے بیٹے حکیم محمد مظہر صاحب نے پڑھائی۔ بروز پیر صبح نو بجے آپ کی نماز جنازہ کا وقت مقرر کیا گیا تھا لیکن آپ کے مریدین صبح کی نماز کے بعد سے ہی آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کے لیے جمع ہونا شروع ہوگئے تھے۔ وقت مقررہ سے پہلے جامعہ، خانقاہ اور سوسائٹی کی آس پاس کی گلیاں ہجوم سے بھر چکی تھیں اور محتاط اندازے کے مطابق ایک لاکھ سے زائد لوگ آپ کی نماز جنازہ میں شریک ہوئے، جبکہ کثرتِ ہجوم سے خانقاہ کی طرف آنے والے تمام روڈ کھچاکھچ بھر چکے تھے اور راستہ نہ ملنے پر بہت سارے حضرات آپ کی نماز جنازہ میں شرکت سے محروم

---

[1] حضرت والا پر فالج کا حملہ ۳۱/ مئی ۲۰۰۰ء بروز بدھ ہوا تھا۔ (از مرتب)

ہو گئے۔ نمازِ جنازہ کے بعد مقامی قبرستان[1] میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ رشد و ہدایت کا یہ امام اور میدان تصوف کا یہ شہسوار اپنی زندگی بھر کی حسنات اپنے ساتھ لے کر اپنے مریدین اور معتقدین کی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کی طرف سے آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کے لیے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے امیر کی حیثیت سے راقم الحروف، حضرت مولانا قاضی احسان احمد مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، بھائی سید انوار الحسن شاہ صاحب، بھائی محمد طارق سمیع صاحب، بھائی آفتاب احمد صاحب، بھائی ظفر احمد صاحب، بھائی عمیر صاحب اور بھائی فیضان صاحب شریک ہوئے۔ پھر مغرب کی نماز کے بعد حکیم محمد مظہر صاحب سے تعزیت کے لیے حضرت قاضی احسان احمد صاحب کی قیادت میں راقم الحروف، بھائی عبد اللطیف، مولانا محمد زبیر صاحب اور ڈیرہ غازی خان کی تحصیل تونسہ شریف جماعت کے امیر حضرت مولانا عبد العزیز لاشاری پر مشتمل وفد جامعہ اشرف المدارس گلشن اقبال حاضر ہوا اور تعزیت کی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت مرحوم کی جملہ حسنات کو قبول فرما کر جنت الفردوس کا مکین بنائیں اور آپ کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق سے نوازیں۔ آمین

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیّدنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین

(بشکریہ ہفت روزہ ختمِ نبوت کراچی، 16 تا 22/ جون 2013ء)

.........☆.........

[1] حضرت والا کی تدفین سندھ بلوچ سوسائٹی میں آپ کے وقف کردہ قطعۂ زمین میں کی گئی ہے۔ (از مرتب)

دِلوں کے شاہ رُخصت ہوئے

جناب مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب (کالم نگار)

پیر 3/جون کی صبح موبائل پر میسج آیا۔ دیکھا تو حضرت شیخ مولانا محمد یحییٰ مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے صاحبزادے مولانا محمد اسماعیل مدنی کا تھا۔ جلدی سے کھول کر دیکھا تو موبائل ہاتھوں میں لرزنے لگا۔ لکھا تھا: "حضرت اقدس شاہ حکیم اختر صاحب انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون"۔

میں بے اختیار ان دنوں کو یاد کرنے لگا جب اس عظیم ہستی سے تھوڑی تھوڑی آشنائی ہوئی تھی۔ سب سے پہلے جب ان کا نام پڑھا تو عمر کوئی بارہ تیرہ سال تھی۔ یہ کوئی تیس سال پہلے کی بات ہے۔ راقم اسکول کی آٹھویں کلاس میں پڑھتا تھا۔ گھر سے اسکول، اسکول سے گھر۔ بس یہی زندگی تھی۔ شہر میں کہیں گھومنے پھرنے کی عادت نہیں تھی۔ آس پاس کے چند علاقوں کے سوا کراچی سے ناواقف تھا۔ اسکول میں گرمیوں کی دوماہ کی چھٹیاں ہوئیں تو ایک دوست نے اپنے رشتہ داروں کے ہاں ساتھ لے جانے پر اصرار کیا، جو گلشن اقبال میں رہتے تھے۔ ہم کراچی کی مشہور زمانہ ویگن این ون پر سوار ہو کر وہاں پہنچے۔ مل ملا کر کوئی تن بجے سہ پہر اسی طرح این ون پر واپس ہوئے۔ راستے میں ایک چورنگی (گلشن چورنگی) پر کوئی پچاس کے لگ بھگ عمر کے ایک باریش بزرگ سوار ہوئے۔ انہیں ہمارے سامنے جگہ ملی۔ وہ مجھے بہت مختلف لگے۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد ان کے منہ سے آہ کے انداز میں نکلتا۔ تم کہاں ہم کہاں۔ ان کے ہاتھ میں کچھ کتابچے اور رسالے تھے۔ میری نگاہ ان پر جم گئی۔ وہ بھانپ کر بولے بچو! میں گلشن اقبال کی خانقاہ امدادیہ اشرفیہ سے آرہا ہوں۔ یہ رسالے وہاں سے ملتے ہیں۔ وہاں ایک بزرگ ہیں۔ تم ضرور وہاں جانا۔ ان سے ملنا۔ یہ کہہ کر انہوں نے ایک چھوٹا سا کتابچہ ہمیں دے دیا جس کا عنوان تھا "ایمان پر خاتمے کے نسخے"۔ اوپر حضرت شاہ حکیم اختر صاحب کا نام نامی تھا۔ یہ حضرت حکی،

صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے تعارف کا پہلا موقع تھا مگر برسوں تک یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ کتنی بڑی ہستی ہیں۔

بعد میں جب اللہ نے علومِ دینیہ کی طرف رخ پھیرا اور راقم نے جامعہ معہد الخلیل الاسلامی میں داخلہ لیا تو اپنے شیخ حضرت مولانا یحیٰ مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی زبان مبارک سے بارہا حضرت شاہ حکیم اختر صاحب کا ذکر بڑی محبت سے سنا۔ یہی نہیں بلکہ شیخ اپنی مجالس میں ان کے مواعظ اور بیانات کو باقاعدہ سنواتے اور جگہ جگہ تشریح فرماتے جاتے۔ جوں جوں عمر بڑھتی گئی اندازہ ہوتا گیا کہ حضرت شاہ صاحب کو اللہ نے کتنا بلند مقام دیا ہے۔ ان کی تصانیف اور مواعظ کو پڑھ کر یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے ایک عشق کی آگ شعلہ زن ہے۔

ایک بار ہمارے شیخ نے کسی بات پر خوش ہو کر راقم کو سو کا نوٹ بطور انعام دیا۔ میں دیر تک سوچتا رہا کہ اس کو کس طرح یادگار بنالوں۔ جامعہ معہد الخلیل کے احاطے میں مکتبۃ الشیخ چلا گیا۔ وہاں حضرت حکیم صاحب کی تصنیف ”معارفِ مثنوی“ پر نگاہ پڑی۔ کتب خانہ مظہری نے اسے سرخ مخملی جلد میں شائع کیا تھا۔ قیمت پوچھی تو لگ بھگ اتنی ہی تھی۔ میں نے فوراً خرید لی۔ شعر و شاعری کا شوق شروع سے تھا اور فارسی پڑھنے پڑھانے کا موقع بھی ملا تھا اس لیے فارسی کلام سے ایک گونہ مناسبت تھی۔ مثنوی مولانا روم کا کچھ حصہ پہلے بھی پڑھا تھا مگر جب معارف مثنوی دیکھی تو ایک الگ ہی اثر ہوا۔ کئی مقامات پر آنسو روکنا ناممکن ہو جاتا تھا۔ حضرت رومی کے سوز و گداز کو ”رومیٔ ثانی“ (یعنی حضرت والا) نے اپنے عشق و محبت کے پیمانے میں یوں پیش کیا ہے کہ ہر ہر لفظ دل میں پیوست ہوتا چلا جاتا ہے۔

پھر کچھ مدت بعد حضرت کی درس مثنوی پڑھنے کو ملی، اپنی جگہ وہ بھی ایک عجیب ہی شے ہے۔ ممکن نہیں کہ کوئی اس کے دو چار صفحے پڑھے اور اپنے دل میں محبتِ الٰہیہ کی ٹیس محسوس نہ کرے۔ گزشتہ دور کے کتنے ہی اللہ والے تھے جو گواہی دے گئے کہ حضرت حکیم صاحب کو اللہ تعالیٰ نے مولانا روم کی نسبتِ خاصہ عطا کی ہے۔ اہل ذوق معارف مثنوی کے آخر میں مثنوی اختر پڑھ کر اندازہ لگا سکتے

ہیں کہ صدیوں کا فاصلہ ہونے کے باوجود دونوں بزرگوں کے کلام میں کتنی ہم آہنگی ہے۔ عشق کا جو جوبن وہاں نظر آتا ہے یہاں بھی اسی کا پرتو دکھائی دیتا ہے اور اسی آہنگ و انداز میں۔

حضرت حکیم صاحب کی صحت کے دنوں میں ان کی مجلس وعظ میں شرکت کا بھی موقع ملا۔ پہلی بار مارشل آرٹ کے معروف استاد چن زیب خان کے ساتھ وہاں جانا ہوا۔ مجلس میں بیٹھنے کے بعد افسوس ہوا کہ پہلے کیوں حاضر نہ ہوا۔ درحقیقت خانقاہ امدادیہ اشرفیہ میں نورِ معرفت کی ایسی بہار دکھائی دیتی تھی جسے الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ ان کی مجلس کا روح پرور ماحول ہزاروں لاکھوں انسانوں کو ہنستے ہنساتے عارف باللہ بنا دیتا تھا۔

حضرت کی آخری زیارت اس حال میں ہوئی تھی کہ حضرت پر فالج کا اثر تھا۔ حضرت نے آخری بارہ تیرہ سال اس بیماری کی وجہ سے بستر پر گزارے۔ فالج کا اثر جسم کے بائیں پہلو اور زبان پر تھا۔ اس لیے وعظ و بیان کا سلسلہ ان سالوں میں بہت کم رہا تاہم اصلاحی گفتگو فرمایا کرتے تھے، جنہیں اہل علم اور قدردان معرفت موتیوں کی طرح چن لیتے تھے۔ ان آخری سالوں میں حضرت کا فیض بے کراں ہوتا گیا۔ دنیا کے دور دراز کے خطوں سے علماء، مشائخ اور دینی کاموں میں چوٹی کا درجہ رکھنے والے لوگ آآکر بیعت ہوئے، جنوبی افریقہ تک حضرت کا فیض پہنچا۔ ان کے مجازین پوری دنیا میں پھیل گئے۔

حضرت کی آخری زیارت کوئی ڈیڑھ سال پہلے ہوئی تھی۔ حضرت کے ایک مجاز مجھے ان کے پاس لے گئے تھے۔ حضرت غنودگی کے عالم میں تھے۔ کچھ دیر بعد آنکھیں کھولیں۔ مفتی صاحب سے کچھ پوچھا جو میں نہ سمجھ سکا۔ مفتی صاحب نے جواب میں انہیں افغانستان اور دیگر محاذوں پر مجاہدین کی کامیابیوں کی خوش خبریاں سنائیں۔ حضرت کے چہرے پر تبسم کے آثار ظاہر ہوئے۔ جو ہاتھ فالج کے اثر سے محفوظ تھا، حضرت نے اسے اوپر اٹھایا اور مجاہدین کی فتح و نصرت کے لیے دعائیں کرنے لگے۔ میں سوچ رہا تھا کہ ان اللہ والوں کو بستر پر ایسی حالت میں بھی امت ہی کا غم ہے۔

حضرت کی ولادت 1924ء[1] میں پرتاب گڑھ ہندوستان میں ہوئی تھی۔ عمر عزیز کے کوئی بتیس سال وہیں گزارے پھر کراچی تشریف لے آئے اور بقیہ زندگی یہیں احسان و سلوک کی روشنی پھیلاتے رہے۔ اس طرح آپ نے تقریباً ۹۰ برس اس دنیائے فانی میں گزارے۔ آفرین ہے ان ہستیوں پر جو حیات مستعار کا ہر پل اللہ کی رضا جوئی میں گزار گئے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اہل اللہ کی زندگیوں کا ایک لمحہ اللہ سے اہل غفلت کے سالوں پر بھاری ہے۔ پھر اگر اس کے ساتھ طویل عمر بھی نصیب ہوئی ہو تو اس سعادت کے کیا کہنے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی ہستیوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت کے مجازین اور وابستگان سلسلہ سے اس کالم کے ذریعے دلی طور پر تعزیت کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ حضرت جو گلشنِ علم و عرفاں لگا گئے ہیں رب کائنات اس کی آبیاری کی ہمت دے۔ قارئین سے درد دل کے ساتھ گزارش کروں گا کہ اللہ والوں کے وجود کو غنیمت سمجھیں، مبادا وہ وقت آجائے کہ لوگ ڈھونڈتے پھریں مگر اللہ والوں کی جگہ ہر جگہ شعبدہ بازوں سے پالا پڑے۔ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مجازین تقریباً ہر شہر میں موجود ہیں، جو حضرات ان کی صحبت و تربیت سے فائدہ اٹھالیں وہ خوش نصیب ہوں گے۔

(بشکریہ روزنامہ اسلام کراچی، ۲۸/رجب ۱۴۳۴ھ مطابق 8/جون 2013ء)



[1] حضرت والا کی سن پیدائش ۱۹۲۸ء ہے۔ (از مرتب)

وہ جو بیچتے تھے دوائے دِل

جناب مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب (کالم نگار)

حضرت شاہ حکیم اختر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بھی دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔ ایک ایسی شخصیت چلی گئی جس نے اللہ والوں کی صحبتوں کا عرق نچوڑ کر پیا تھا، جس کا قطرہ قطرہ عمر بھر اس کے قول وفعل سے ٹپکتا رہا۔

مِرے احباب مجلس سے کوئی پوچھے مزہ اس کا
بشرحِ دردِ دل اخترؔ کا محوِ گفتگو رہنا

آپ کا اندازِ تربیت عجیب تھا۔ مشکل سے مشکل گناہوں سے بچنے کے ایسے آسان آسان نسخے بتاتے کہ بس سوچ کا زاویہ تبدیل کرنا پڑتا۔ روگ کا علاج ہو جاتا۔ حج و عمرے کے سفر میں حرمین شریفین میں بہت سی خواتین چہرہ کھولے اچانک سامنے آجاتی ہیں جس کی وجہ سے نگاہ پر قابو رکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ آپ نے اس کا یہ حل تجویز فرمایا: ''یہاں اگر اچانک کوئی نامحرم لڑکی سامنے آجائے تو نظر ہٹا کر فوراً دل میں کہو، اے اللہ! یہ میری ماں سے زیادہ محترم ہے، کیونکہ آپ کی مہمان ہے۔ اسی طرح اگر کسی حسین لڑکے پر نظر پڑ جائے تو دل میں کہے یا اللہ! یہ میرے باپ سے زیادہ محترم ہے، کیونکہ یہ آپ کا مہمان ہے''۔ یہ ایسا نسخہ تھا جس نے بھی آزمایا اسے بے حد فائدہ ہوا۔

آپ گناہوں سے بچنے پر بہت زیادہ زور دیتے تھے اور اسی کو اصل فرماتے تھے۔ ایک بار فرمایا: ''ایک شخص رات بھر تہجد پڑھتا ہے، لیکن تقویٰ سے نہیں رہتا۔ دوسرا شخص تہجد تو نہیں پڑھتا، مگر تقویٰ سے رہتا ہے۔ ایک نظر بھی خراب نہیں کرتا، ایک لمحہ بھی اپنے مالک کو ناراض نہیں کرتا۔ میں

واللہ کہتا ہوں اس کے دردِ دل سے عالم میں زلزلہ پیدا ہو جائے گا اور ایک مخلوق اس سے فیض یاب ہو گی"۔

قسم کھا کر فرماتے تھے "گناہوں سے بچنے کا غم اولیاء کی غذا ہے۔ عبادت حج اور عمرہ فاسق بھی کرتا ہے۔ عبادت فاسقوں کی بھی غذا ہے اور دوستوں کی بھی، مگر گناہوں سے بچنے کا غم اٹھانا صرف اللہ کے دوستوں کی غذا ہے۔ اگر گناہ گار بھی یہ غذا کھانے لگے، گناہ چھوڑ دے تو ولی اللہ ہو جائے"۔

اللہ والوں سے تعلق رکھنا اور پھر آدابِ صحبت نہ بجالانا بھی انسان کو محروم کر دیتا ہے۔ بعض اوقات اپنی قابلیت اور لیاقت شیخ سے عقیدت میں آڑے آجاتی ہے۔ بعض اوقات یہی نہیں پتا ہوتا کہ بیعت کا مقصد کیا ہے؟ اس لیے انسان مدت دراز صحبت اٹھا کر بھی پورا فائدہ نہیں اٹھا پاتا۔ حضرت اس مسئلے کو یوں حل فرماتے تھے: "مشائخ کی خدمت میں اضافہ علم کے لیے نہ جایئے۔ ان کے قلب کی کیفیتِ احسانیہ کا درد لینے جایئے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کسی کا علم شیخ سے زیادہ ہو تو وہ اپنے علم کی ریل گاڑی کا وزن شیخ کی کیفیت احسانی کے ہوائی جہاز سے زیادہ سمجھے گا۔ حالانکہ ہوائی جہاز منٹوں میں ہزاروں میل طے کر لیتا ہے اور ریل گاڑی مہینے میں بھی وہاں نہیں پہنچتی۔ اس لیے خود کو ریل اور شیخ کو ہوائی جہاز سمجھے۔ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ سے علم نہیں لینے گئے تھے، یہی کیفیتِ احسانی لینے گئے تھے"۔

حضرت حکیم صاحب متحدہ ہندوستان کے شہر پرتاب گڑھ میں 1928ء میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کا لڑکپن حضرت شاہ محمد احمد پرتاب گڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں گزرا جو اپنے دور میں عشق و معرفت کے امام تھے۔ طبی علوم الٰہ آباد طبیہ کالج سے حاصل کیے۔ فراغت کے بعد مستقل طور پر اپنے شیخ حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہے۔ 1960ء میں حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ ہجرت کر کے پاکستان آئے تو حضرت حکیم صاحب بھی اپنے شیخ کی معیت میں یہاں آگئے۔ یہاں شیخ کے ساتھ کراچی میں مقیم ہوئے۔ حضرت مفتی رشید احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ناظم آباد میں دارالافتاء والارشاد

کی بنیاد رکھی۔ اس کی عمارت سے متصل دوسرے مکان میں حضرت پھولپوری اور ان کی خدمت میں حضرت حکیم اختر رحمہ اللہ تعالیٰ ایک طویل مدت تک مقیم رہے۔

یہاں طب کا سلسلہ شروع کیا، اس میں بھی مریضوں کی جسمانی صحت کے ساتھ ساتھ روحانی علاج اور اصلاحِ نفس پر توجہ رہتی۔ آپ نے 1969ء میں وعظ وارشاد کا سلسلہ شروع کیا۔

کہاں تک ضبطِ بے تابی کہاں تک پاسِ بدنامی

کلیجہ تھام لو یارو کہ ہم فریاد کرتے ہیں

آپ کے وعظ میں ایسی تاثیر تھی کہ دیکھتے ہی دیکھتے طالبانِ حقیقت و معرفت پروانوں کی طرح آپ کے گرد جمع ہونے لگے۔ آپ فرماتے تھے۔

پھرتا ہوں دل میں درد کا نشتر لیے ہوئے

صحرا و چمن دونوں کو مضطر کیے ہوئے

حسن بیان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عشقِ الٰہی میں گندھا ایسا پُر سوز سلیقہ نظم عطا کیا تھا کہ بڑے بڑے شعراء آپ کا کلام سن کر لوٹ پوٹ ہو جاتے۔ بعض اشعار ایسے ہیں جو ضرب المثل بن گئے ہیں۔ مثلاً ؏

کوئی حاجت ہو رکھتا ہوں تِری چوکھٹ پہ سر اپنا

پورا شعر یہ ہے۔

سوا تیرے نہیں ہے کوئی میرا سنگِ در اپنا

کوئی حاجت ہو رکھتا ہوں تِری چوکھٹ پہ سر اپنا

اور جیسے ؏

دیکھیں گے کبھی شوق سے مکہ و مدینہ

پورا شعر یہ ہے۔

ساحل سے کبھی لگے گا میرا بھی سفینہ

دیکھیں گے کبھی شوق سے مکہ و مدینہ

حضرت کا کلام دراصل ان کا دردِ دل تھا۔ اس میں کوئی تکلف تھا نہ تصنع۔ آورد نہیں، آمد تھی۔ خود فرماتے تھے۔

تم اصلاح کی اس میں کوشش نہ کرنا
یہ ہے داستان دردِ دل کی ہماری
مِری شاعری بس مِرا دردِ دل ہے
لغت پاسکے گی اسے کیا تمہاری

مگر عجیب بات یہ ہے کہ اس بے ساختہ کلام کو اگر کوئی شاعرانہ نزاکتوں کے ساتھ بھی دیکھتا تو اسے کلام عجم کے بلند تر درجے پر پاتا۔ ذٰلك فضل الله یوتیه من یشآء

پھر کلام میں جگہ جگہ اپنا نام جو آپ کا تخلص بھی تھا، اس طرح استعمال فرماتے کہ اہلِ ذوق جھوم جھوم اُٹھتے، مثلاً: ایک جگہ فرماتے ہیں۔

تجھے مشکل نہیں مسکیں کو سلطانِ جہاں کر دے
کرم سے اپنے اخترؔ کو ترا شمس و قمر کرنا

آپ خود حق تعالیٰ سے اس سوزِ بیان کی دعا کیا کرتے تھے۔ جو بھی آپ کی صحبت میں بیٹھا ہے اسے صاف محسوس ہوتا تھا کہ حضرت ہر شخص کو اللہ کا عاشق بنا دینا چاہتے ہیں، بشرطیکہ کوئی اس نعمت کی قدر کے ساتھ لینے والا ہو۔ فرماتے تھے۔

مالک مِری زبان کو وہ سحر بیان دے
جو میری بات سن لے وہ بھی تجھ پہ جان دے

مواعظ اور اصلاحی شاعری کا یہ سلسلہ تقریباً بتیس سال تک جاری رہا۔ اس دوران بلامبالغہ آپ نے ہزاروں وعظ کیے۔ دنیا کے مختلف ممالک کے دورے کیے اور ہر جگہ اللہ کی محبت کے بیج بوتے چلے گئے۔ یہ بیج اب تناور درخت بن چکے ہیں۔ بیسیوں خانقاہیں آپ کے فیض کی گواہی دے رہی ہیں۔

دینی مدارس، تبلیغی جماعت، جہاد، تصنیف و تالیف سمیت ہر شعبے میں آپ کے فیض یافتگان نمایاں طور پر اُمت کی رہنمائی کر رہے ہیں۔

سچ ہے جانے والے چلے جاتے ہیں کبھی واپس نہ آنے کے لیے، مگر کچھ لوگ ایسے کارنامے کر جاتے ہیں جو صدیوں یاد کیے جاتے ہیں۔ حضرت حکیم صاحب چلے گئے، مگر علم و معرفت اور اسلامی شعر و ادب کی ایک ایسی تاریخ شروع کر گئے جو کبھی ختم نہ ہو گی۔ ان کی آواز آج بھی کانوں میں گونجتی محسوس ہوتی ہے۔

عشاقِ حق جہاں بھی ہیں آہ و فغاں کے ساتھ

رہتے ہیں مستِ لذت دونوں جہاں کے ساتھ

(بشکریہ ہفت روزہ ضربِ مؤمن کراچی، ۵ تا ۱۱ / شعبان ۱۴۳۴ھ بمطابق 14 تا 20 / جون 2013ء)

.........☆.........

وہ جو بیچتے تھے دوائے دِل

جناب عابد محمود عزام صاحب

نماز مغرب کے کچھ دیر بعد ہم حضرت والا مفتی رشید احمد صاحب نوراللہ مرقدہ کے کمرے میں کھڑے حضرت والا کی استعمال شدہ اشیاء کی زیارت کررہے تھے۔یہ کمرہ تھا یا تاریخ کا ایک گوشہ۔ایک اللہ والے کا ڈیرہ تھا کہ صدیوں کا پھیرا۔صاحب خانہ بتاتے چلے جارہے تھے: یہ حضرت والا کی مراقبہ گاہ ہے،وہ آپ کا مخصوص دائمی نقشہ اوقات ہے۔چاروں طرف لگی گھڑیاں ان کے ہاں وقت کی حساسیت کی آئینہ دار ہیں۔دیوار پہ چسپاں جہادی اہمیت پر مشتمل جہازی سائز سینری آپ کی رَگ رَگ میں بسی اعلاء کلمۃ اللہ کی محبت کی غماز ہے۔"اشرف المدارس زیر انتظام مفتی رشید احمد !!" ایک کتاب پہ لکھا نظر آیا۔ اسی دوران میرے موبائل پر آنے والے میسج نے چونکا دیا۔ میسج میں لکھا تھا: "عارف باللہ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دار فانی سے کوچ کر گئے ہیں۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔ان کی نماز جنازہ جامعہ اشرف المدارس میں ادا کی جائے گی"۔اس اطلاع سے دل و دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔

ایک عظیم اللہ والے کے کمرے میں کھڑے ہوئے ان کے ماضی کے یادگار واقعات میں گرداں ایک عظیم عالم ربانی کی موت کی اطلاع سے حقیقت میں عربی کہاوت "موت العالِم موت العالَم" کی صداقت سمجھ میں آئی۔یوں لگا جیسے ؏

"اک شخص سارے جہاں کو ویران کر گیا"

لیکن یہ کوئی ایک شخص تو نہ تھے،بلکہ پوری دنیا کے ہر انسان کی دائمی کامیابی وفلاح کے درد و غم میں ماہی بے آب کی مانند خود اک تڑپتا جہان تھے۔بے شمار لوگوں کی زندگیاں بدل کر انہیں معرفت و

محبت کے جام پلانے والے انبیاء کرام کے حقیقی وارث تھے۔ اس خبر کے ساتھ ہی افسردگی کے عالم میں دونوں بزرگوں (ایک بزرگ جن کے کمرے میں ہم کھڑے تھے "حضرت مفتی رشید احمد نوراللہ مرقدہ"، دوسرے بزرگ جن کی وفات کی اطلاع ہمیں ملی تھی "حضرت مولانا حکیم اختر صاحب نوراللہ مرقدہ") کی رفاقت و تعلق کے واقعات تسلسل کے ساتھ ذہن میں گردش کرنے لگے۔ ایک وقت تھا جب دونوں بزرگوں نے مل کر ناظم آباد میں دینی کام کی ترویج کا بیڑا اٹھایا اور اسی عظیم کام پر اپنا تن، من، دھن قربان کر دیا۔ حضرت مفتی رشید احمد صاحب نوراللہ مرقدہ ناظم آباد میں اشرف المدارس میں دینی کام کو جاری رکھے ہوئے تھے، اس وقت حضرت مولانا حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کے ہمرکاب تھے۔ حضرت مفتی رشید احمد صاحب نے اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ ناظم آباد کو اپنا مسکن بنائے رکھا، اور حضرت مولانا حکیم اختر صاحب نے بھی قریب دو دہائیوں کے ناظم آباد میں بِتائی ہیں۔ بعد میں جب حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نے گلستان جوہر میں مدرسے کی بنیاد رکھنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حکیم صاحب کو مدرسے کا نام "اشرف المدارس" رکھنے کا مشورہ دیا اور خود ناظم آباد میں قائم ادارے "اشرف المدارس" کا نام "دارُ الافتاء والارشاد" رکھ لیا۔ دونوں حضرات کے مزاج میں انتہا درجے کی یکسانیت پائی جاتی تھی۔ دونوں بزرگوں نے اسلامی صحافت کا بیڑا اٹھایا اور ہفت روزہ نکالے۔ دونوں نے خدمتِ خلق کا فریضہ ادا کرنے کے لیے ٹرسٹ قائم کیے۔ دونوں نے افغانستان میں جاکر اللہ کے دین کے لیے لڑنے والے شیدائیوں کی حوصلہ افزائی کی اور ہر طرح سے ان کو تعاون فراہم کیا، اسلام دُشمن این جی اوز کے عزائم کو خاک میں ملانے کے لیے سر توڑ کوشش کی۔ خیر موت تو ایک حقیقت ہے۔ "**كل نفس ذائقة الموت**" تو ایک خدائی ضابطہ ہے۔ کسی بھی انسان کو اس سے مفر نہیں۔ لیکن اللہ والوں کی موت سے سارا جہاں سونا ہو جاتا ہے۔ حضرت مولانا حکیم اختر صاحب نوراللہ مرقدہ بھی انہی اللہ والوں کی فہرست میں شامل ہیں، جن کے جانے سے ہر دل رنجیدہ اور ہر آنکھ پرنم ہے۔

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نے دینی علوم جوانی میں حاصل کیے تھے۔ عصری تعلیم علی گڑھ سے حاصل کی، ساتھ میں حکمت کی تعلیم بھی مکمل کی۔ جب عصری تعلیم سے فارغ ہوئے تو آپ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکے تھے۔ بزرگوں کے ساتھ تعلق شروع سے ہی تھا، اس لیے سوچا کہ علم دین حاصل کرنا چاہیے۔ حصول علم کی جوانی میں ٹھانی اور اپنے ارادے کو جوانی میں ہی پایہ تکمیل تک پہنچایا اور ایک بلند پایہ عالم دین کا مقام حاصل کیا۔ کئی عظیم بزرگوں کی صحبت اختیار کی اور خلافت بھی حاصل کی۔ حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آخری خلافت حضرت مولانا ابرار الحق صاحب نوراللہ مرقدہ سے حاصل کی۔ آپ کے مواعظ حسنہ کی تعداد تقریباً ایک سو پچاس سے زیادہ ہے۔ جن کا ترجمہ سات مختلف زبانوں میں کیا گیا[1]۔ ان مواعظ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ حضرت کے متعلقین میں سے بعض نے بتایا کہ حضرت کے چند مواعظ ایسے بھی ہیں جن کو امام کعبہ نے خود اپنے ہاتھ سے مسجد حرام کی پہلی صف میں تقسیم کیا، اسی طرح مسجد نبوی میں بھی آپ کے ترجمہ شدہ مواعظ تقسیم کیے گئے۔ آپ کے متعلقین اور خلفاء کی تعداد متعدد ملکوں میں بے شمار ہے۔ دنیا بھر میں حضرت مولانا حکیم صاحب کے ذریعے ہدایت پانے والوں کی تعداد کا اندازہ لگانا بھی کچھ آسان نہیں ہے۔

حضرت حکیم صاحب کی موت کی اطلاع ملنے کے کچھ دیر بعد نماز جنازہ کا وقت معلوم کرنے کے لیے جامعہ اشرف المدارس رابطہ کیا۔ بتایا گیا کہ نماز جنازہ کل بروز پیر صبح نو بجے جامعہ اشرف المدارس میں ہی ادا کی جائے گی۔ جیسے کیسے افسردگی و بے چینی کے عالم میں صبح تک کا وقت گزارا۔ صبح آٹھ بجے نمازہ جنازہ کے لیے اپنے دفتر سے روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک جگہ گاڑی روکی تو چاروں طرف افراد کو دیکھ کر یوں محسوس ہو رہا تھا کہ ہر شخص ہی حضرت مولانا حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے میں شرکت کے لیے جلدی پہنچنے کی کوشش کر رہا ہے۔ میں نے گاڑی میں اپنے ساتھ بیٹھے مولانا افتخار صاحب (استاذ جامعۃ الرشید کراچی، امام مسجد دارُ الافتا والارشاد کراچی) سے کہا کہ حضرت! آج تک یہ

---

[1] حضرت والا کے مطبوعہ مواعظ کی تعداد ۱۰۹ ہے، چھوٹی بڑی کل تصانیف کی تعداد تقریباً ۲۰۰ ہے۔ اور تقریباً ۳۳ زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں۔ (جامع)

سنتے آئے ہیں کہ دنیا کے بادشاہوں اور حکمرانوں کی حکمرانی لوگوں کے مال و اسباب اور جسموں پر ہوتی ہے اور اللہ والوں کی حکمرانی لوگوں کے دلوں پر ہوتی ہے، آج لوگوں کے دلوں پر اللہ والوں کی حکمرانی کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کر لیا ہے۔ بغیر کسی اعلان و اشتہار کے لوگ دیوانہ وار نماز جنازہ پڑھنے کے لیے بڑھے جا رہے تھے سوار اور پیدل ہر قسم کے لوگ حضرت مولانا حکیم صاحب کی وارفتگی میں شامل تھا۔

ہم تقریباً جنازے کے مقررہ وقت سے آدھا گھنٹہ پہلے نماز جنازہ کی مقررہ جگہ جامعہ اشرف المدارس کے قریب پہنچ گئے۔ جامعہ سے کچھ فاصلے پر گاڑی کھڑی کی۔ جنازے میں شرکت کے لیے آنے والے حضرات کا اس قدر اژدحام تھا کہ اشرف المدارس تک پہنچتے پہنچتے تقریباً بیس منٹ لگ گئے ہوں گئے۔ ہر طرف انسان ہی انسان نظر آرہے تھے، جو اس دور میں بھی اللہ والوں کی نعمت کی قدر کا پتا دے رہے تھے۔ جنازے میں شرکت اس لیے کی جاتی ہے تاکہ اللہ سے دعا کر کے دنیا سے رخصت ہونے والے کی مغفرت کروائی جائے، لیکن یہاں تو کئیوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہم تو حضرت مولانا حکیم صاحب کے جنازے میں اس لیے شرکت کرنے آئے ہیں تاکہ اللہ والے کے جنازے میں شرکت کر کے ہماری بخشش ہو جائے۔ حضرت مولانا حکیم اختر صاحب کی وصیت کے مطابق آپ کے بیٹے مولانا مظہر صاحب دامت برکاتہ نے نماز جنازہ مقررہ وقت پر پڑھائی۔ نماز جنازہ بہت ہی سادگی سے ادا کی گئی، نہ کوئی اعلان، نہ کوئی بیان اور نہ کسی کا انتظار۔ جنازے میں شرکت کرنے والوں کی تعداد کا اندازہ ایک لاکھ سے ڈیڑھ لاکھ تک لگایا گیا۔ دس ہزار کے لگ بھگ لوگ گھروں سے جنازے کے لیے آئے لیکن رَش کی وجہ سے جنازے میں شرکت نہ کر سکے۔

حضرت مولانا حکیم اختر صاحب نے اپنی پوری زندگی سنت رسول پر عمل کرتے ہوئے گزاری۔ بے شمار لوگوں کو سنت نبوی کی راہ دکھائی۔ ہر کام سے پہلے آپ ہمیشہ اپنے اس شعر کو پیش نظر رکھتے اور دوسروں کو بھی اسی کی تلقین کرتے تھے۔

نقش قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

ایک ایسے وقت میں جب جعلی پیروں نے برساتی کھمبیوں کی طرح سر اٹھاکر تصوف و طریقت کو اتنا بدنام کیا کہ لوگ تصوف و طریقت کو شریعت سے الگ خیال کرنے لگے، حضرت نے تصوف و طریقت کا حقیقی تصور پیش کیا۔ لوگوں کو بتلایا کہ اصل میں شریعت پر عمل کرنے کا نام ہی تصوف و طریقت ہے۔ جو عمل شریعت سے جدا ہو وہ گمراہی تو ہو سکتا ہے، تصوف و طریقت نہیں ہو سکتا۔ آپ خود بھی ہمیشہ شریعت پر عمل کرکے اپنے متعلقین کے لیے نمونہ بن کر رہنمائی فرماتے رہے۔ حضرت مولانا حکیم صاحب کے تقویٰ کا عالم ملاحظہ فرمایے! ایک بار حضرت مولانا حکیم صاحب ساؤتھ افریقہ کے سفر پر گئے تو وہاں کسی عقیدت مند نے ایک جبہّ ھدیہ میں پیش کیا، حضرت ھدیہ لے کر بہت خوش ہوئے، جبہّ پہنا اور اپنے متعلقین سے پوچھنے لگے۔ دیکھ کر بتائیں کہ جبہ ٹخنوں سے نیچے تو نہیں جارہا؟ حضرت کے ایک بہت پرانے خلیفہ نے فرمایا کہ حضرت نیچے تو نہیں ہے، البتہ ٹخنوں کو چھورہا ہے۔ حضرت چونکہ بیماری کی وجہ سے اپنا جبہّ خود نہیں اتار سکتے تھے اس لیے فرمایا کہ میرا جبہّ فوری اُتر واؤ۔ جبہّ اُتروانے میں کچھ دیر ہوگئی۔ تو حضرت بہت ہی غصے سے ڈانٹتے ہوئے فرمانے لگے کہ اگر اسی حالت میں میری موت آگئی تو میں اللہ کو کیا جواب دوں گا؟۔ جبہّ فوری اُتر واؤ۔

حضرت مولانا حکیم صاحب تو ہمیں داغ مفارقت دے گئے، لیکن قحط الرجال کے اس دور میں ان کے بعد حقیقی تصوف وطریقت کا درس دینے والی خانقاہوں کو شدید نقصان پہنچا ہے اور وہ بھٹکے ہوئے لوگوں کی علاج گاہوں کو مزید ویران کر گئے ہیں۔

"وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے"

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کے بعد بھی ان کے فیوض وبرکات جاری رہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی شان کے مطابق انعامات سے نوازیں۔ آمین۔

(بشکریہ روزنامہ اسلام کراچی، ۲۸/رجب ۱۴۳۴ھ مطابق 8/جون 2013ء)



عارف باللہ حضرت مولٰنا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پُر ملال پر خانقاہ حافظیہ بنگلور میں اظہار خیال

حضرت مولانا محمد اسلام الحق صاحب مظاہری سیتاپوری مدظلہٗ (انڈیا)
خلیفہ مجاز حضرت مولانا شاہ عبد الحافظ کھیری رحمہ اللہ تعالیٰ (خلیفہ مجاز حضرت پھولپوری و حضرت ہردوئی رحمہم اللہ تعالیٰ)

بروز اتوار ۲۳/رجب المرجب ۱۴۳۴ھ بمطابق 3/جون[1] 2013ء7بج کر 40 منٹ پر محی الطریقت، ماہر شریعت، حامیٔ سنت، ماحیٔ بدعت، شاہ معرفت، آگاہ حقیقت درویش خدا مست، نباض وقت، قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، راس الکاملین، فخر المحققین، عمدۃ الواعظین، برکت العصر، قطب الارشاد، عارف باللہ، سراپا دردو عشق، عارف باللہ حضرت اقدس مولٰنا شاہ حکیم اختر صاحب نور اللہ مرقدہ دس درجن کتب معرفت اور سینکڑوں خلفاء اور لاکھوں معتقدین ومتوسلین اور پوری امت مسلمہ کو مغموم اور اشکبار چھوڑ کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

حضرت والا کی وہ خصوصیات جس میں وہ معاصرین سے منفرد تھے:

شیخ کی محبت، مجاہدہ: مرشدی ومولانا قطب العالم حضرت اقدس شاہ عبد الحافظ صاحب کھیری نوراللہ مرقدہ خلیفہ ارشاد شیخ المشائخ قطب الارشاد مولٰنا شاہ عبد الغنی پھولپوری اور حضرت مولٰنا شاہ حکیم اختر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے رفیق خاص اور پیر بھائی تھے، فرمایا کرتے

[1] جون کی ۲/تاریخ تھی، پیر کا دن شروع ہو چکا تھا، کیونکہ اسلامی تاریخ مغرب کی نماز کے بعد بدل جاتی ہے۔(مرتب)

تھے حضرت مولٰنا حکیم اختر صاحب اپنے شیخ حضرت والا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے عاشق تھے اور تا وقتِ وفات حضرت والا پھولپوری، تقریباً 17 سال تک شبانہ روز خدمت فرمائی ہے۔ایک مرتبہ حکیم صاحب مدظلہ العالی نے اپنے مرشد حضرت والا پھولپوری سے عرض کیا کہ حضرت لوگ دور دور سے آتے ہیں اور معانقہ کرتے ہیں اور فیض اٹھا کر چلے جاتے ہیں لہٰذا ہم کچھ دنوں بعد آیا کریں اور فیض اٹھا کر چلے جایا کریں۔حضرت والا نے جواب دیا جو قریب رہ کر اپنے شیخ کی خدمت کرتا ہے ڈانٹ ڈپٹ سہتا ہے وہ لعل بن جاتا ہے اور واقعی حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے خدمت کا حق ادا کر دیا۔ ایک مرتبہ حضرت والا پھولپوری نے سو کا نوٹ دیا اور فرمایا پھٹکر کروا کر لاؤ۔ حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تشریف لے گئے اور کچھ تاخیر سے آئے حضرت والا نے فرمایا کہاں تھے فرمایا مطب میں ایک مریض بیٹھا تھا اس کو دیکھنے لگے۔حضرت والا نے جذب کے عالم میں فرمایا مطب میں آگ لگ جائے۔واقعی آگ لگ گئی اب حکیم صاحب نے مطب پر جانا بند کر دیا اور ۲۴ گھنٹے حضرت والا کی خدمت میں رہنے لگے۔معاشی تنگی آئی اہلیہ بھی بڑی صابرہ تھیں قانعہ تھیں، کبھی زبان پر شکوہ نہیں لائیں۔بلکہ حکیم صاحب سے فرماتیں آپ مطمئن ہو کر حضرت والا کی خدمت کریں۔(یہ فرماکر حضرت والا کھیری رحمہ اللہ تعالیٰ ایک سرد آہ بھرتے اور فرماتے ایسی عورتیں کہاں ہیں) بندہ نے حضرت والا پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کی کہ ہم تین لوگ ہر مہینہ کچھ ہدیہ حکیم صاحب کو پیش کر دیا کریں حضرت والا نے بہت خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے اجازت مرحمت فرمائی۔ پاکستان جانے کے بعد بہت دنوں کے بعد ہردوئی میں ملاقات ہوئی۔ حضرت والا ہردوئی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں آئے ہوئے تھے اور بندہ بھی حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ حکیم صاحب سے سلام ودعا کے بعد پوچھا کہ کیا پہچان گئے؟ تو فرمایا کیوں نہیں اور ہنس کر فرمایا لو میں تو تمہارا وظیفہ خوار ہوں۔

اور اب بحمد للہ اپنے مرشد حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی دعاؤں کی برکت سے ایک مہینہ کے وظیفہ سے ایک دن میں پٹرول خرچ ہوجاتا ہے۔ ذالك فضل اللّٰہ۔

ہمارے حضرت والا پھولپوری سراپا درد تھے۔ سراپا عشق تھے۔ عجیب عالم تھا۔ آٹھ آٹھ دس دس گھنٹے مسلسل تلاوت فرماتے رہتے تھے۔ عجیب کیفیت طاری ہوجاتی تلاوت کا درد بھرا انداز ہوتا ہے۔ نو یا دس آیتوں کے بعد زور سے ''آہ'' فرماتے یا''اللہ'' فرماتے اس آہ اور اللہ میں ایسی تاثیر موجود ہوتی تھی کہ سننے والے کا دل حرکت میں آجاتا تھا۔ ہمہ وقت باطنی نسبت مع الحق کا ظہور ہوتا رہتا تھا۔

صراحی در بغل ساغر بکف مستانہ وار آجا

لگائے آسرا بیٹھا ہے اک دیوانہ برسوں سے

حضرت مولٰنا حکیم صاحب مدظلہٗ نے اپنے شیخ کی جو سترہ سال تک شبانہ روز خدمت فرمائی اور شیخ کی ڈانٹ ڈپٹ کھائی اس کی برکت سے حکیم صاحب بھی سراپا درد اور سراپا محبت ہو گئے ہیں ان کی زبان جب بولتی تو عشق الٰہی کے اسرار ورموز آشکارا کرتی ہے۔ بہر حال ان کے مواعظ سے نہ معلوم کتنے غافل دل بیدار ہو گئے اور یاد الٰہی سے سرشار ہو گئے، حکیم صاحب کو مثنوی سے محبت عشق کے درجہ میں ہے۔ جب مثنوی کی شرح فرماتے ہیں تو صاف محسوس ہوتا کہ ایک عاشق صادق کے کلام کی ایک عاشق، عاشقانہ تشریح کر رہا ہے۔ ذالك فضل اللّٰہ

نوٹ: ہمارے مرشد شاہ عبد الحافظ صاحب بھی سراپا درد تھے، سراپا عشق تھے، حضرت شاہ پھولپوری کے خلیفہ اجل تھے اور حضرت شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی کے بھی خلیفہ تھے۔اس لئے جب حضرت مولٰنا شاہ حکیم اختر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا تذکرہ فرماتے تو اشکبار ہو جاتے آواز گلوگیر ہو جاتی، سرد آہ بھرتے رہتے اور حضرت والا پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کا جب تذکرہ فرماتے تو بس وہ کیفیت دیکھنے کے قابل ہوتی تحریر سے باہر ہے۔

حضرت والا حکیم اختر صاحب نور اللہ مرقدہ کا مجاہدہ خود ان کی زبانی:

میں اپنے شیخ شاہ عبد الغنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس والدہ سے اجازت لے کر پھولپور پہونچا تو معلوم ہوا کہ حضرت ناشتہ ہی نہیں کرتے تھے بارہ یا پھر ایک بجے کھانا کھاتے تھے۔ کھانا بھی کیا کبھی خالی جَو کی روٹی کبھی صرف اورد کی دال جس میں گھی کا ایک قطرہ بھی نہیں ہو تا تھا۔ کبھی صرف چٹنی اور روٹی کھائی جاتی تھی۔اس پر بھی حضرت ہر لمحہ الحمد للہ الحمد للہ کا نعرہ بلند کرتے تھے اور فرماتے اختر مجھے کھانے میں بریانی کا مزہ آرہا ہے کیونکہ مزہ اللہ کے ہاتھ میں ہے اور میرے حضرت کے یہاں نہانے کیلئے گرم پانی کا انتظام توہوتا نہ تھا۔تو فرمایا کہ بعض اوقات سردی میں نہانا پڑتا تو بس کچھ نہ پوچھ کیا حال ہوتا اور اس پانی میں جونک کی کثرت ہوتی اور جب نہاتے تب معلوم ہوتا کہ بچھو نے کاٹ لیا ہو اور اس زمانے میں روشنی کا بھی انتظام نہیں تھا چراغ کی روشنی میں کام چلاتے تھے مگر ان مجاہدات میں بھی اتنا مزہ آتا تھا کہ کیا بتاؤں کیونکہ یہ مجاہدات قربانی محض اللہ کے لئے تھے اور اس وقت حضرت جب رات کی تنہائیوں میں اللہ کہتے تھے تو بس مزہ آجاتا تھا۔

تیری یاد ہے میری زندگی

تجھے بھولنا میری موت ہے

اس طرح مجاہدہ کرتے کرتے حضرت کی صحبت میں سترہ سال گزارے۔ایک جگہ فرماتے ہیں میں وہی سکھا رہا ہوں جو میں نے اپنے بزرگوں سے سیکھا ہے اور بڑی مصیبت اور مشقت سے سیکھا ہے لیکن اللہ نے وہ مصائب میرے لئے آسان فرمادیے تھے آپ اندازہ لگایئے جس نے اللہ کی محبت اس طرح سیکھی ہے صبح سے ایک بجے تک بغیر ناشتہ کے رہا اور ایک مہینہ دو مہینہ کے لیے نہیں تقریباً دس سال تک شیخ کی ایسی محبت اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو عطا فرمائی تھی کہ تمام مجاہدے آسان ہو گئے تھے۔جب شیخ کو ایک نظر دیکھتا تو معلوم ہوتا تھا کہ حاصل کائنات مل گیا۔ حضرت شہر سے دور رہتے تھے مگر گلستاں معلوم

ہوتے تھے ،دن بھر خانقاہ کے سناٹے میں تنہا بیٹھے رہتے اور رات کو حضرت پھولپوری کے ذکر بالجہر اور دعا ومناجات اور مثنوی کے عاشقانہ اشعار سے اپنے دل کی انگیٹھی گرماتے رہتے تھے اللہ اکبر ایسے مناظر آسمان کے نیچے بہت کم آئے ہوں گے۔ حضرت والا خود فرماتے ہیں کہ تعلق شیخ کے تقریباً ۴سال بعد حضرت اقدس کی اہلیہ صاحبہ کا انتقال ہوگیا ایک عرصہ بعد ایک دن فرمایا بغیر بیوی کے بہت تکلیف ہوتی ہے بعض بیماری ایسی آجاتی ہیں کہ پیشاب پاخانہ کی خدمت بیوی ہی کر سکتی ہے۔احقر نے نکاح کے متعلق والدہ سے مشورہ کیا پھر حضرت اقدس سے درخواست کی تو بہت مسرور ہوئے اور عقد فرما کر ارشاد فرمایا کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی والدہ سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے عقد فرمایا تھا۔

اختر اس وقت ۳۱ سال کا تھا اور توفیق الٰہی سے اپنا عالم شباب ایک بوڑھے شیخ کی خدمت اور صحبت دائمہ پر نذر وفدا کر دیا تھا۔خانقاہ شریف قصبہ سے باہر تھی عجیب تنہائی کا عالم تھا ایک دن والدہ صاحبہ سے حضرت مرشد نے فرمایا اختر میرے ساتھ ایسا پیچھے پیچھے لگا رہتا ہے جیسے دودھ پیتا بچہ ماں کے پیچھے لگا رہتا ہے حضرت مرشد پھولپوری نے آخر وقت میں ارشاد فرمایا تھا اختر میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور تم مجھے اللہ کے سپرد کر دو۔

یاد آتی ہے جب مجھے پھولپوری زندگی
پارہا تھا جبکہ میں درس نیاز وبندگی
ذرہ ذرہ سے ملا کرتا تھا درس سادگی
ایک فرزانہ سکھاتا تھا مجھے دیوانگی

حضرت والا اپنے مرشد حضرت شاہ عبد الغنی کی نظر میں:

حضرت والا تحریر فرماتے ہیں احقر حضرت مرشد کے ارشادات کو قلمبند کر کے جب سناتا تو ارشاد فرماتے: ماشاء اللہ اور بہت مسرور ہوتے۔ایک بار میرے ایک پیر بھائی

سے فرمایا: اختر میرے غامض اور دقیق مضامین کو خوب سمجھ لیتا ہے اور انہیں محفوظ کر لیتا ہے ماشاء اللہ دین کی فہم ہے۔

شیخ المشائخ حضرت والا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری کے وصال کے بعد اپنا اصلاحی تعلق محی السنہ حضرت مولٰنا شاہ ابرار الحق صاحب نور اللہ مرقدہ سے قائم فرمایا حضرت محی السنہ نے خلافت عطا فرمائی۔حضرت محی السنہ کے خوب ناز ونخرے اٹھائے مرشدی قطب العالم حضرت شاہ عبد الحافظ صاحب فرماتے ہیں ایک مرتبہ ہردوئی میں کسی بات پر حضرت حکیم اختر صاحب کی پکڑ ہو گئی خانقاہ میں کسی سے گفتگو کی اجازت نہیں تھی۔ حضرت حکیم صاحب کی اس وقت ساری دنیا میں شہرت ہو چکی تھی ہزراوں مریدین موجود تھے اللہ اکبر کیا بے نفسی تھی۔معافی نامہ پر معافی نامہ پیش فرمارہے ہیں اور ہمہ وقت اشک بار رہتے دودن کے بعد کئی معافی نامہ پیش کرنے کے بعد معافی ملی۔ادھر یہ مجاہدہ کرایا گیا اور اعزاز بھی ہوا حضرت والا محی السنہ نے اپنے متعلقین کو خطوط اور فون سے اطلاع فرمائی کہ حکیم صاحب پاکستان سے تشریف لائے ان کا وعظ ہو گا جن کو موقعہ ہو تشریف لائیں۔معافی نامہ کے دوسرے دن مدرسہ اشرف المدارس میں بہت بھیڑ جمع ہو گئی حضرت محی السنہ کے حکم سے حضرت حکیم صاحب کا درد بھرا وعظ ہوا اور حضرت محی السنہ نے خود بھی شرکت فرمائی۔ حضرت محی السنہ نے فرمایا ہم نے جو کتابوں میں پڑھا تھا کہ سات سو آٹھ سو سال پہلے لوگ اپنے شیخ کی کس طرح محبت وخدمت کرتے تھے اس دور میں ہم نے مولانا حکیم اختر صاحب کو دیکھا جنھوں نے اپنے شیخ حضرت پھولپوری کی اس طرح خدمت کی۔

حضرت والا حضرت محی السنہ کی نظر میں:

حضرت مرشد پاک پھولپوری کے وصال پر حضرت والا غم سے لبریز اپنی قلبی کیفیت کو اشعار میں کہا تھا۔جب ان اشعار کو حضرت اقدس محی السنہ مولنا شاہ ابرارالحق

صاحب کو بذریعہ ڈاک خدمت اقدس میں ارسال کیا تو حضرت والا محی السنہ نے جواب ارقام فرمایا:

از مجلس دعوۃ الحق ہردوئی، ہند

خط منظوم پہونچا۔ عجیب مضمون کا حامل ہے۔ جذبات حقیقی کا شعر۔ جس نے دیکھا جھوم گیا۔ بارك الله فی احوالکم واعمالکم واشعارکم وانوارکم۔

حضرت والا کا تعلق اولین زمانہ میں حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب سے بھی رہا اور ان سے فیض اکتساب فرمایا چنانچہ تین سمندروں سے سیراب ہوکر عشق الٰہی سے سرشار ہوکر پورے عالم کو عشق الٰہی سے مست کر دیا۔

حضرت والا کے مواعظ:

جو انگیٹھی حضرت پھولپوری کے درد اور دل سوز سے سترہ سال کی گرمائی گئی تھی۔ حضرت پھولپوری کے وصال کے بعد نصف صدی تک پورے عالم میں ...کا درد اور غم لے کر اپنے مواعظ اور نظرِ کیمیاء سے امت کی اصلاح فرمائی۔ وعظ کے دوران یہ کیفیت ہوتی تھی لوگوں کے قلوب میں گرمی پیدا ہوجاتی آنکھیں اشکبار ہو جاتیں بسا اوقات مجمع سے چیخ نکل جاتی ہے خود بھی آہ آہ کرتے تھے اور پورے مجمع کو رلاتے تھے۔ ایک ایک وعظ میں سینکڑوں انسانوں کو اپنے آنسوؤں کے موتی سے دل کا تزکیہ فرماکر واصل الی اللہ فرمادیتے تھے۔ عجیب وعظ ہو تاتھا وعظ گویا سراپا عشق اور سراپا درد ہوتا تھا منکرات کی اصلاح بالخصوص روحانی کینسر بدنگاہی سے اجتناب کے لئے طرح طرح کی تمثیلات اور قرآن وحدیث سے مدلل فرماتے اور اس خبیث منکر سے توبہ کرواکر ہر وعظ میں محبت الٰہی کی بھٹی سلگا دیتے تھے۔ بلا تنقیص غیر وہ اس موضوع پر دنیا کے تمام واعظین میں اور علماء مشائخ میں ممتاز (اسپشلسٹ) تھے۔

حضرت والا یقیناً قطب الارشاد تھے محقق تھے مفسر تھے اکابرِ ثلاثہ کے روحانی امین تھے لیکن ساتھ ہی ساتھ روحانی طبیبِ اعظم تھے۔ اپنی تمام تر رفعتوں اور بلندیوں اور عظمتوں سے نزول فرماکر روحانی کینسر بدنگاہی اور حسن پرستی کے لیے ایسی ایسی تعبیرات اور الفاظ استعمال فرماتے کہ ناسمجھ سے ناسمجھ حسن پرستی سے توبہ کرلیتا۔ نہ معلوم کتنے افراد اس فقیر کے علم میں ہیں کہ حسن پرستی سے عاجز آکر خودکشی کرنے کو تیار تھے مگر حضرت والا کے انٹرنیٹ کے بیانات سے سچی توبہ کی توفیق ہوگئی اور آج ان کا شمار صالحین کے زمرے میں ہے۔ حضرت والا حسن پرستی کی مذمت کہیں قرآن و حدیث کے دلائل سے اور کہیں طنزیہ انداز اور کہیں مزاحیہ انداز میں واضح فرماتے۔ جب عالمی ایمان سوز فتنہ یعنی بدنگاہی اور حسن پرستی پر بیان فرماتے تو صاف ظاہر ہوتا کہ اللہ نے اس قبیح اور گھناؤنے منکر کو مٹانے کا حضرت والا کو امام بنایا ہے۔ مزاحیہ انداز میں بھی کبھی ارشاد فرماتے عشقِ مجازی بہت بُرا مرض ہے بعض لوگوں نے کہا ویلیم فائیو کھاتا ہوں۔ لیکن نیند نہیں آتی ہے میں ان سے کہتا ہوں......... کیوں دیکھتے ہو کسی کی وائف کہ کھانا پڑے ویلیم فائیو اور خراب ہو جائے تمہاری لائف اور جگر میں چھپے اس کا نائف نہ دیکھو کسی کا میک اپ ورنہ نفس میں اٹھے گا پک اپ۔ میں انگریزی ایک لفظ نہیں جانتا لوگوں سے سن سن کر نصیحت کے لیے استعمال کرلیتا ہوں اور کہتا ہوں جنہوں نے حسینوں کے حسن کو ہینڈل کرنے کی کوشش کی ان کے سر پر سینڈل پڑے ہیں۔

ہمیشہ دعا فرماتے اے اللہ مرنے سے پہلے پہلے صدیقین کے مقام کی منتہا تک پہونچادے اور اس کا نسخہ بھی بیان فرماتے کہ منتہائے اولیاء صدیقین تک پہونچنے کی تدبیر یہ ہے کہ اللہ والوں کی صحبت سے ذکر اللہ سے مجاہدہ سے اور نفس پر گناہ سے بچنے کا غم اٹھانے سے ہم کو اتنا ایمان ویقین اللہ تعالیٰ عطاء فرمائے کہ ہماری زندگی کی ہر سانس اللہ پر فدا ہو اور ایک سانس بھی اللہ کو ناراض نہ کرے اور کبھی خطا ہو جائے تو آنسوؤں سے سجدہ گاہ کو تَر کردیں اور اتنا روئیں کہ وہ سب خطا عطا ہو جائیں۔

عجیب عجیب انداز میں اس مہلک بیماری کا پردہ چاک فرماتے اور فرماتے ہیں کہ نفس حسینوں سے نظر ملاتا ہے،......... کبھی شانِ رحمت سے اور کبھی شان غضب سے مثلاً کوئی لڑکی مسکین ہے بیچاری

یتیم ہوگئی ہے اور وہ رورہی ہے تو جناب بھی رونے لگے مگر روتے ہوئے اشکبار آنکھوں سے دیکھ بھی رہے ہیں، بصورتِ رحمت بد نظری کا لعنتی کام کررہے ہیں اسی طرح کبھی غصہ اور غضب کی حالت میں بد نظری کرتا ہے۔ مثلاً ہوائی جہاز میں ایئر ہوسٹس سے جوس منگا رہے لانے میں دیر کردی یا کھانا اچھا نہیں ہے۔ تو اسے ڈانٹ رہے ہیں غصہ سے آنکھیں بھی سرخ ہیں مگر اسے دیکھے بھی جارہے ہیں، غصہ کررہاہے مگر بد نظری سے اندر اندر مزہ لے رہاہے۔

بہر حال حضرت والا اپنے اندر امت کے غم میں کرب و بے چین دھڑکتا ہوا دل رکھتے تھے اور ہمہ وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ تمام انسان لیلیٰ کی محبت چھوڑ کر مولیٰ سے محبت کرنے والے ہوجائیں عشقِ مجازی سے نجات حاصل کرکے عاشقِ حقیقی ہوجائیں معصیت کی گندگی سے تائب ہو کر متقی بن جائیں اپنے وعظ میں اشکبار آنکھوں سے اپنا مجاہدہ بھی کبھی بیان فرماتے اور ہمیشہ فرماتے جب تک صالحین کی صحبت میسر نہ ہوگی تو معصیت کی گندگی سے بچنا محال ہے۔ صحبتِ شیخ پر مدلل اور مفصل وعظ فرماتے، ہمیشہ حضرت والا کا وعظ کا محور تصوف اور سلوک ہوتا اور جب تصوف کے اسرار و غوامض بیان فرماتے تو صاف محسوس ہوتا کہ حضرت والا میں تصوف کے تجدید کی شان رکھتے ہیں مثلاً فرماتے اس زمانہ میں معصیت اور اسباب معصیت سے دور رہو، لیکن اے صوفیو! نفس کو تمام جائز نعمتیں ہر وقت دیتے رہو، شربت اچھا پیو چائے عمدہ پیو اچھا کھاؤ کپڑے اچھے پہنو اور دوستوں میں ہنستے بولتے رہو۔

لہٰذا نفس کو جائز کاموں میں اللہ والے دوستوں میں خوب مشغول رکھو گھر سے یہ ارادہ کرکے نکلو ہم کو بد نظری نہیں کرنی ہے چاہے نفس کو کتنی ہی تکلیف ہو ہم اپنے دل کو توڑ دیں گے مگر اللہ کے قانون کو نہیں توڑیں گے، یہی ایک عمل کرلو اگر اولیاءِ صدیقین کی منتہاء تک نہ پہونچا تو کہنا کہ اختر کیا کہہ رہا تھا۔

چونکہ حضرت والا سراپا عشق تھے اور حضرت والا کا تعلق محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب سے بھی رہاہے اور ان کے محبوب خلیفہ بھی رہے اس لیے سنتوں کو بھی عاشقانہ انداز میں بیان فرماتے ہر ایک وعظ میں فرماتے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اللہ تعالیٰ کی محبت مانگی تو ساتھ میں اللہ

والوں کی محبت بھی مانگی **اللھم انی اسئلك حبك** اے خدامیں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں تو اللہ کی محبت کا سوال کرنا بھی سنت پیغمبر ہے اور بخاری شریف کی اس حدیث سے یہ سنت ثابت ہے لہٰذا اس سنت کو بھی ادا کرنا چاہیے اور آگے سرور عالم ﷺ اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں **وحب من یحبك** اور اے خدا جو آپ سے محبت کرتے ہیں میں ان کی محبت کا سوال کرتا ہوں تو اللہ والوں کی محبت مانگنا بھی سنت ہے **والعمل الذی تبلغنی الیك** اور جس عمل سے آپ کی محبت بڑھتی ہے ان اعمال کی توفیق مانگتا ہوں معلوم ہوا کہ ایسے اعمال کی توفیق مانگنا بھی سنت ہے۔

نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے

اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

حضرت والا کے مواعظ مولانا روم کے اس شعر (کے) ترجمان تھے۔

بشنو از نے چوں حکایت می کند

واز جدائی با شکایت می کند

حضرت والا کے مواعظ و ملفوظات کو آدمی سامنے رکھ کر اخلاق و معاملات و معاشرات کے بہت سے عیوب اور کمزوریوں سے واقف اور ان کے ازالہ و علاج کے لیے ان قابلِ عمل طریقوں سے آگاہ ہو سکتا ہے جن کو وہ اخلاق اور تصوف کی دقیق و عمیق کتابوں اور صفحات سے حاصل نہیں کر سکتا۔ حضرت والا کے مواعظ و ملفوظات میں شریعت و طریقت کے زریں اصول بھی ہیں حکمت و اصلاح کے نسخۂ کیمیا بھی ہیں ذکر کے انوارات فکر کے جوہر بھی ہیں، امراض باطنہ کے شفاء کی ضمانت بھی ہے عاشقِ صادق کے لیے سوختہ سامانی بھی ہے عشق کا سوز و گداز بھی ہے درد آہِ سحر گاہی بھی ہے مردہ دلوں کی مسیحائی بھی ہے سالکین کے لیے وصل حق کا سامان بھی ہے۔ حکیم الامۃ حضرت تھانوی کی حکمت و دانائی بھی ہے شیخ المشائخ حضرت پھولپوری کا سوز عشق اور درد بھی ہے اور محی السنہ حضرت ہردوئی کا تقویٰ اور جذبۂ احیاء سنت بھی ہے حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتابگڑھی کے ذکر کی حلاوت بھی ہے، حضرت خواجہ صاحب کے اشعار اور خود حضرت والا کے اشعار کی تبریک اور چاشنی بھی ہے حضرت والا کی نالۂ نیم

شبی اور آہِ سحر گاہی، بے نفسی اور خدا ترسی، انسانیت نوازی اور مردم سازی، اخلاص وللّٰہیت جیسی صفات کمالیہ نے حضرت والا کی تعلیمات میں کیمیاء کا اثر پیدا کر دیا ہے۔ امراضِ باطنیہ میں حضرت والا کی تشخیص تیر بہ ہدف ہوتی ہے۔ حضرت والا کی حالت مبارکہ دیکھ کر عارفین کا یہ قول سمجھ میں آجاتا ہے: عارف کے قلب اور باری تعالیٰ کے درمیان ایک مخفی راستہ ہوتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے نفحات کرم پے درپے آتے رہتے ہیں دوسرے لوگ اس دریچۂ باطنی سے واقف نہیں ہوتے۔

تم سا کوئی ہم دم کوئی دم ساز نہیں ہے
باتیں تو ہیں ہر دم مگر آواز نہیں ہے
ہم تم ہی بس آگاہ ہیں اس ربطِ خفی سے
معلوم کسی اور کو یہ راز نہیں ہے

حضرت والا کا مثنوی اور مولانا روم سے تعلق

حضرت والا بچپن ہی سے مولانا روم سے عشق کا درجہ رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے مولانا رومی میرے شیخ اول ہیں جن سے مجھے اللہ کی محبت کا درد حاصل ہوا تنہائی میں مثنوی کے اشعار پڑھ کر رویا کرتے تھے فرماتے تھے مثنوی مخدوم کتاب ہے مخدوم کتاب اس کو کہتے ہیں جس کی شرح لکھی جائے حضرت تھانوی نے مثنوی کی شرح لکھی ہے جس کا نام کلید مثنوی ہے اور بڑے بڑے علماء نے اس کی شرح لکھی ہیں۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب مثنوی کے عاشق تھے۔ حضرت والا فرماتے تھے مثنوی سے میں نے سلوک اور تصوف سیکھا اللہ کی طلب اور پیاس مجھ کو مثنوی سے حاصل ہوئی۔ میں اس وقت بچہ تھا، بالغ بھی نہیں ہوا تھا، بارہ سال کی عمر تھی، جنگل کی ایک مسجد میں جاکر نماز پڑھتا تھا اور آسمان کی طرف دیکھ کر مولانا کا یہ شعر پڑھتا تھا۔

سینہ خواہم شرح شرح از فراق
تا بگویم شرح از درد بہ اشتیاق

اے خدا اختر آپ کی جدائی کے غم میں اپنے سینے کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہتا ہے تا کہ آپ کی محبت کی بات کو درد دل سے پیش کروں۔ اگر یہ اللہ کا جذب نہیں تھا تو پھر کون مجھے جنگل میں لے جاتا تھا اس وقت آسمان وزمین کو دیکھ کر دل کو وجد آجاتا تھا اور مولانا کے اشعار سے تسلی ہو جاتی تھی۔

اس کے بعد حضرت والا کا تعلق و ارادت جب حضرت پھولپوری سے ہوا۔ تو حضرت کے عشقِ مثنوی میں آگ لگ گئی کیونکہ شیخ المشائخ حضرت پھولپوری سراپا عشق تھے سراپا درد تھے اور مثنوی کے عاشق تھے۔ حضرت والا نے مثنوی اپنے شیخ پھولپوری سے پڑھی اور شاہ پھولپوری نے حکیم الامۃ شاہ تھانوی سے پڑھی اور حکیم الامۃ نے شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی سے پڑھی تھی حضرت حاجی کے دل میں مثنوی کے عشق کی ایسی بھٹی گرم تھی کہ حجۃ اللہ فی الارض مولانا محمد قاسم نانوتوی، فقیہ النفس امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہی، حکیم الامت، مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی اور دیگر کبار علماء کے دلوں میں عشقِ الٰہی کی آگ لگادی اور ہر ایک کو عشق اور درد کا امام بنادیا۔ چنانچہ حضرت والا کے قلم سے مثنوی کی ایک ایسی عاشقانہ اور دردِ محبت سے لبریز منفرد شرح معارف مثنوی لکھوادی جس میں مولانا روم کی آتشِ عشق درد دل کے ساتھ حضرت والا کی محبت الٰہی اور آہ و فغاں اور سوزِ دل نے معارف مثنوی کو دو آتشہ کر دیا۔

اس کے علاوہ مثنوی کے بحر میں حضرت ولا نے کئی سو اشعار فارسی میں قلم بند فرمائے ہیں جس کو دیکھ کر وقت کے بڑے محدث علامہ یوسف بنوری نے فرمایا تھا **لافرق بینك و بین مولانا روم** یعنی آپ کے اور مولانا روم کے کلام میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا ہے۔

بڑے بڑے مشائخ اور علماء کو فرماتے ہوئے سنا گیا کہ حضرت مولٰنا حکیم اختر صاحب دامت برکاتہم اس دور کے رومی ثانی ہیں۔ حضرت والا کو مولٰنا روم سے کتنا تعلق تھا جب حضرت مولٰنا روم کے مزار پر تشریف لے گئے اس وقت ایصال ثواب اور اور مولانا رومی کے طفیل دعا کے ایک ایک لفظ میں عشق و محبت کی داستان پنہاں ہے۔ نیز مزار پر ایک عاشق کے کلام کا جو عاشقانہ درس دیا ہے پڑھ کر دل وجد میں آجاتا ہے۔ حضرت والا خود ہی ارشاد فرماتے ہیں میں اس شہر قونیہ میں جہاں مثنوی وارد ہوئی،

جی چاہتا ہے کہ یہاں در و دیوار گواہی دیں کہ .... یہاں اللہ کے ایک عاشق کے عاشقانہ کلام کی تشریح ہوتی تھی اور اللہ کی محبت کی باتیں نشر ہوتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ اختر کے معروضات کو قبول فرما کر سارے عالم میں نشر کرا دے اور مولٰنا مثنوی کی شرح معارف مثنوی کے نام سے جو اے اللہ آپ نے اختر کے ہاتھوں سے لکھوائی ہے اس کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کر کے سارے عالم میں محبت کی آگ لگا دے۔
شعبان ۱۴۱۸ھ سے ۲۱/رمضان ۱۴۱۸ھ تک اکابر علماء اور عوام و خواص کے سامنے جو مثنوی کے درس حضرت والا نے دیے ہیں، درس کیا ہیں درد و محبت اور عشق الٰہی میں ڈوب کر جو مثنوی کی شرح فرمائی ہے ہزاروں دلوں میں آگ لگادی ہے۔ جہاں عشق الٰہی کی آگ لگائی ہے وہیں علوم و معارف کے بھی دریا بہائے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تھانوی ثانی ہیں شریعت و طریقت کا لازم و ملزوم ہونا طریقت کو قرآن و سنت سے مربوط کرنا ایسے مواقع پر ایسی فقیہانہ گفتگو فرمائی ہے کہ بڑے بڑے محدث اور فقیہہ عش عش کرتے ہیں درسِ مثنوی کی خصوصیت کے لیے بشارتِ عظمیٰ ملاحظہ فرمائیں مناظر دیوبند حضرت مولٰنا سید مرتضی حسن صاحب دیوبندی کے پڑپوتے سید ثروت حسین نے جو حضرت مرشدنا و مولانا عارف باللہ شاہ محمد اختر صاحب مدظلہ العالی کے منتسبین میں سے ہیں خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ حضرت مرشدی دامت برکاتہم کے حجرے میں تشریف فرما ہیں آپ ﷺ کی دائیں جانب حضرت والا اور حضرت کی دائیں جانب خواب دیکھنے والے صاحب ہیں اور سامنے درس مثنوی مولانا روم رکھی ہوئی ہے حضرت ﷺ نے خواب دیکھنے والے سے فرمایا کہ درسِ مثنوی بہت اچھی کتاب ہے تم یہی پڑھا کرو۔

بایں مژدہ گر جاں فشانم رواست

الحمد لك والشكر لك يا ربنا

حضرت والا کا ذوقِ شعر سخن:

حضرت والا فنی اعتبار سے بلند پایہ شاعر تھے۔ حضرت والا کے اشعار سن کر اور پڑھ کر بڑے بڑے شعراء سر دھنتے ہیں۔ آپ کی شاعری اصلاح منکرات بالخصوص حسن پرستی کی مذمت میں اور

عشقِ الٰہی کی بھٹی میں گرم کرنے میں ہوتی تھی آپ کے درد اور عشق بھرے اشعار سن کر آپ کو امت نے وقت کا "رومیؒ ثانی" قرار دیا۔ حضرت والا کو چونکہ مثنوی سے عشق تھا تو مثنوی کی بحر میں اشعار کہے ہیں جن کہ دیکھ کر کبار علماء نے فرمایا کہ "مولانا حکیم اختر صاحب کے اشعار میں اور مولانا روم کے اشعار میں کوئی فرق نہیں ہے"۔

عشق مجازی میں فرماتے ہیں:

میر کا معشوق جب بڈھا ہوا

بھاگ نکلے میر بڈھے حسن سے

.........☆.........

صلہ عشق مجازی کا کیا ہے ارے توبہ

کہ عاشق روتے رہتے ہیں صنم خود سوتا رہتا ہے

.........☆.........

شکل بگڑی تو بھاگ نکلے دوست

جن کو پہلے غزل سنائے ہیں

.........☆.........

خاکی پہ مت کر خاک اپنی زندگانی کو

جوانی کو کر فدا اس پر کہ جس نے جوانی دی

.........☆.........

خون ارماں سے قلب رنگین کر

میر رکھا ہے کیا نظاروں میں

.........☆.........

حسینوں کا جغرافیہ میر بدلا

کہاں جاؤ گے اپنی تاریخ لے کر

.........☆.........

بچو گندے عمل سے امردوں سے دور ہو جاؤ

اگر یہ فعل اچھا تھا خدا پتھر نہ برساتا

.........☆.........

نہ گوری کو دیکھ نہ کالی کو دیکھ

اسے دیکھ جس نے اسے رنگ بخشا

صحبت اہل اللہ پر اشعار:

کسی اہل دل کی صحبت جو ملی کسی کو اختر

اسے آگیا ہے جینا اسے آگیا ہے مرنا

میری زندگی کا حاصل میری زیست کا سہارا

تیرے عاشقوں میں جینا تیرے عاشقوں میں مرنا

مجھے کچھ خبر نہیں تھی تیرا درد کیا ہے یارب

تیرے عاشقوں سے سیکھا سنگ در پہ مرنا

.........☆.........

جی چاہتا ہے اسی جگہ میں رہوں

جیتا ہو کوئی درد بھرا دل لیے ہوئے

.........☆.........

اگر اللہ والوں سے نہیں دل کی دوا پاتا

بہت مشکل تھا نفس سرکش کو دبا پانا

.........☆.........

اگر مطلوب ہے درد محبت

تعلق کر گروہ عاشقاں سے

.........☆.........

گناہوں کو چھوڑنے پر انعام کے سلسلہ میں اشعار

سارے عالم میں اختر کی ہے بس یہی آہ وفغاں

چند دن خون تمنا سے خدا مل جائے ہے

.........☆.........

دردِ دل کے واسطے کر جستجو

زخم حسرت اور خونِ آرزو

.........☆.........

غم سے ٹکڑے ہوں گے دل کے مگر

دل کے ہر ذرے میں انوار ہو

.........☆.........

دل فدا کرو خدا پر اختر

کچھ نہیں عارضی بہاروں میں

.........☆.........

صدمہ و غم میں مِرے دل کی تبسم کی مثال

جیسے غنچہ گھرے خاروں میں چٹک لیتا ہے

.........☆.........

عجب جامع اضداد ہیں تیرے عاشق

خوشی میں روتے ہیں اور غم میں مسکراتے ہیں



واصل الی الحق ہونے کا مزہ

وہ شاہ دو جہاں جس میں آئے

مزے دونوں جہاں سے بڑھ کر پائے



میں تھک جاتا ہوں اپنی داستانِ درد سے اخترؔ

مگر میں کیا کروں چپ مجھ سے رہا نہیں جاتا



میری آہ کا اثر ہے......... میرے درد کا ثمر ہے

کہ جہاں بھی سنگِ در ہے......... مرے آنسوؤں سے تر ہے

میری عاشقی کا منظر

ذرا دیکھنا سنبھل کر



حضرت والا درد غم اور عشق الٰہی کی بھٹی

فاش کیا ہے آہ نے زخمِ جگر کو بزم میں

لیکن ہماری آہ بھی زخمِ نہاں سے کم نہیں



کاشف راز دردِ دل یعنی بہ آہِ عاشقاں

وہم دیگراں ہے حب رازِ نہاں سے کم نہیں



رندوں کی آہ زاریاں اخترؔ خدا کو ہیں پسند

ان کا شکستہ دل بھی کر و بیاں سے کم نہیں

.........☆.........

ان کے حضور میں مِرے آنسو زباں سے کم نہیں

عشق کی بے زبانیاں لفظ و بیاں سے کم نہیں

مبشراتِ منامیہ

حضور ﷺ کی حضرت والا سے محبت

ارشاد فرمایا کہ: اس مرتبہ مکہ مکرمہ میں ایک صاحب بیعت ہوئے۔ انہوں نے خواب دیکھا کہ مسجد نبوی کے اندر سے آواز آئی کہ اختر کے لیے دروازہ کھول دے۔ حکم کی تعمیل میں دروازہ کھول دیا گیا۔ پھر ﷺ باہر تشریف لائے اور دروازہ کے اندر مجھے آنے کا اشارہ کیا گیا۔ جب میں اندر گیا تو کہا گیا کہ جو آپ کے دوست و احباب ہیں ان کو بھی بلالو۔ تمہارے دوستوں کو بھی محروم نہیں رکھا جائے گا۔ جب میں ساتھیوں کے ساتھ روضۂ مبارک کے خاص دروازہ میں داخل ہو گیا تو حضور ﷺ نے مجھے گلے لگایا اور میرے دوستوں سے مصافحہ کیا۔ پھر دیکھا کہ مکہ شریف میں میرے سر پر عمامہ ہے عمامہ پر تاج ہے، اور اس وقت دیکھنے والوں نے بتایا کہ میں کرسی پر بیٹھا ہوں۔

دوسرا خواب

ارشاد فرمایا کہ: ایک اور صاحب نے خواب میں دیکھا کہ حضور والا نے بلایا کہ: میرے اختر! میرے اختر! میرے اختر!۔ خواب دیکھنے والے بہت بڑا عالم تھا۔ وہ وہاں حدیث شریف پڑھاتا ہے اس نے پوچھالو گو! یہ آواز کہاں سے آرہی ہے۔ تو کسی نے بتایا کہ یہ آواز روضۂ مبارک سے آرہی ہے۔ پھر مجھے یہ خواب ٹیلی فون پر بتایا۔ تو میں سمجھ گیا کہ مجھے اس مرتبہ عمرہ ملے گا۔ پھر جب میں مدینہ پہنچا تو میں نے سوچا کہ اب تو میں بلایا گیا ہوں۔ اب تو پیار زیادہ ملنا چاہیے۔ اس کے بعد مدینہ میں وہ بڑے میاں مجھ سے ملے اور بیعت بھی ہوئے۔

بشارتِ عظمٰی

مناظرِ دیوبند حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پڑپوتے سید ثروت حسین صاحب نے جو حضرت مرشدنا و مولانا عارف باللہ شاہ محمد اختر صاحب مدظلہم العالی کے منتسبین میں سے ہیں خواب دیکھا کہ حضور ﷺ حضرت مرشدی دامت برکاتہم کے حجرہ میں تشریف فرما ہیں۔ آپ ﷺ کی دائیں جانب حضرت والا ہیں اور حضرت کی بائیں جانب خواب دیکھنے والے صاحب ہیں اور سامنے درس مثنوی مولانا روم رکھی ہوئی ہے۔ حضرت ﷺ نے خواب دیکھنے والے سے فرمایا کہ درس مثنوی بہت اچھی کتاب ہے تم یہی پڑھا کرو۔

بایں مژدہ گر جاں فشانم رواست

الحمد لك والشكر لك يا ربّنا

تصانیف:

حضرت والا کی ۱۱۷[1] تصانیف ہیں بہت سی کتابوں کا انگریزی، فرنچ، جرمن، پشتون .... وغیرہ زبانوں میں ترجمہ ہو گیا ہے۔ ہر کتاب میں شریعت، طریقت اور معرفت و حقیقت کی عشقِ الٰہی میں ڈوب کر ترجمانی کی گئی ہے، کتابیں کیا ہیں؟ معرفت کا خزانہ ہیں، عشق الٰہی کی بھٹیاں ہیں۔

ہر کتاب آپ کے محی الطریق ہونے کی دلیل ہے ان میں خاص طور پر معارفِ مثنوی جو مثنوی شرف فارسی کی اردو عالمانہ، فاضلانہ، عارفانہ اور عاشقانہ شرح ہے اکابر علماء نے بہت تعریف فرمائی ہے روح کی بیماریاں اور ان کا علاج، کشکولِ معرفت، مواعظ دردِ محبت، درسِ مثنوی، مواہب ربانیہ خاص طور پر مشہور ہیں۔

حضرت والا کے خلفاء:

---

[1] حضرت والا کے صرف مطبوعہ مواعظ کی تعداد ہی ۱۰۹ ہے، چھوٹی بڑی کل تصانیف کی تعداد تقریباً ۲۰۰ ہے۔ (مرتب)

حضرت والا قطب الارشاد تھے، مرجع الخلائق تھے، محبوب الامۃ تھے، حضرت والا جہاں تشریف لے جاتے خواص وعام کی بھیڑ جمع ہو جاتی، جہاں ہوتے وہیں خانقاہ بن جاتی اور اپنے مواعظ سے سلوک اور تصوف کی طرف راغب فرماتے، بڑے بڑے شیخ الحدیث جو تصوف سے چڑتے تھے حضرت والا کے وعظ سے مسحور ہو گئے اور بیعت ہو کر صاحبِ خلافت و اجازت ہوئے حضرت والا فرماتے تھے صاحبِ اجازت لوگوں کو سلسلے کا حریص ہونا چاہیے اور مغرب اور فجر کے بعد ۱۱/ مرتبہ یا جامع پڑھ کر دعا کرنا چاہیے۔ حضرت والا کی اصلاح و تربیت اور عشق الٰہی میں ڈوب کر آہ سحر گاہی کے نتیجے میں تقریباً 400[1] خلفاء تیار ہوئے جو آج ساری دنیا میں حضرت والا کے سلسلہ کو قائم کیے ہوئے ہیں حضرت والا کے فیوض اور برکات کو عام کر رہے ہیں۔

حضرت والا کا علمی رسوخ:

ارشاد فرمایا: اہلِ محبت اہلِ استقامت ہوتے ہیں کبھی کوئی اہلِ محبت مرتد نہیں ہوا جتنے مرشد ہوئے اور دین سے پھر گئے، وہ اہلِ محبت نہیں تھے اسی لیے حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو طالبِ استقامت ہو، وہ اہلِ محبت کی صحبت میں رہے اور اس کی دلیل قرآن پاک سے اللہ تعالیٰ نے اختر کو عطا فرمائی میں اپنے بزرگوں کے ملفوظات کو قرآن و احادیث سے مستند کرتا ہوں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ **ومن یرتد منکم عن دینہ فسوف یات اللّٰہ بقوم یحبھم و یحبونہ** جو لوگ دین اسلام سے مرتد ہو گئے ان کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ ایک قوم پیدا کرے گا جن سے اللہ تعالیٰ محبت فرمائیں گے اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے۔ مرتدین کے مقابلہ میں اہلِ محبت کا تذکرہ فرمانا دلیل ہے کہ اہلِ محبت مرتد نہیں ہو سکتے کیونکہ مقابلہ میں وہی چیز لائی جاتی ہے جو اس کا بالکل برعکس اور تضاد ہو۔ پہلوان کے مقابلے میں اس سے قوی پہلوان پیش کیا جاتا ہے لہٰذا مرتدین کے مقابلے میں اہلِ محبت کو پیش کرنا دلیل ہے کہ ایسے قوی جو ہمیشہ دین پر قائم رہیں گے

---

[1] حضرت والا کے خلفاء کی تعداد ۶۰۰ سے زائد بتائی جاتی ہے، لیکن ابھی حتمی فہرست خانقاہ سے جاری نہیں ہوئی ہے، عنقریب جاری ہونے والی ہے اِن شاء اللہ العزیز۔ (از مرتب)

اس سے معلوم ہوا کہ عشق و محبت والا بھی مرتد نہیں ہوگا۔ اس حقیقت پر خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا شعر ہے

میں ہوں اور حشر تک اس در کی جبیں سائی ہے

سر زاہد نہیں یہ سر، سرِ سودائی ہے

یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کے دروازے پر میری پیشانی ہمیشہ رہے گی یہ زاہد خشک لوگوں کا سر نہیں ہے خدا کے عاشقوں کا سر ہے۔

باقیات الصالحات

۱۔ حضرت والا کے صاحبزادہ محترم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا مظہر صاحب دامت برکاتہم خلیفہ ارشد محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ماشاء اللہ نیک، صالح، صاحبِ نسبت، اپنے والد کے سچے جانشین ہیں حضرت والا فرمایا کرتے تھے جو مولوی مظہر سے بیعت ہوتا ہے وہ گویا مجھ ہی سے بیعت ہوتا ہے۔ جب کوئی حضرت مولانا مظہر صاحب سے بیعت ہوتا ہے تو حضرت بہت خوش ہوتے تھے لہٰذا اس فقیر اسلام الحق حضرت والا کے تمام خلفاء کرام اور منتسبین سے درخواست کرتا ہے کہ حضرت والا کے مشن احیاء طریق کے کام کو حضرت مولانا مظہر صاحب دامت برکاتہم کی سرپرستی اور نگرانی میں فرمائیں اور مولانا مظہر صاحب دام ظلہم العالی کو حضرت والا کا قائم مقام تصور فرمائیں۔

۲۔ حضرت والا کے تقریباً ۴۰۰ خلفاء کرام [1]

۳۔ حضرت والا کی ایک سو سترہ (۱۱۷) معرفت کی کتابیں [2]

---

[1] حضرت والا کے خلفاء کی تعداد ۶۰۰ سے زائد بتائی جاتی ہے، لیکن ابھی حتمی فہرست خانقاہ سے جاری نہیں ہوئی ہے، عنقریب جاری ہونے والی ہے اِن شاء اللہ العزیز۔ (از مرتب)

[2] حضرت والا کے صرف مطبوعہ مواعظ کی تعداد ہی ۱۰۹ ہے، چھوٹی بڑی کل تصانیف کی تعداد تقریباً ۲۰۰ ہے۔ (مرتب)

۴۔ حضرت والا کا مدرسہ اشرف المدارس جس میں دورۂ حدیث تک تعلیم ہوتی ہے دیگر علوم فنون افتاءاور تکمیل ادب وغیرہ کے شعبے ہیں۔

۵۔ حضرت والا کی خانقاہ جہاں حضرت مولٰنا مظہر صاحب دامت برکاتہم کی نگرانی میں کام تزکیہ جاری ہے۔

وصایا

۲۰ / ربیع الاوّل ۱۴۲۰ھ مطابق ۵ / جولائی ۱۹۹۹ء

۱) الحمدللہ کہ یہ فقیر مقروض نہیں ہے۔

۲) میرے استعمال کی تمام اشیاء مستعملہ کا مالک میں نے مولانا مظہر میاں سلمہ کو بنا دیا ہے اور میں استعار استعمال کرتا ہوں لہٰذا ان میں وراثت جاری نہیں ہو گی اور میرے حجرہ میں جو تبرکات اور مناظر دیواروں میں آویزاں ہیں اس کے مالک بھی مولانا مظہر میاں ہیں خانقاہ نمبر ۲ اور خانقاہ نمبر ۳ کی تمام چیزوں کے لیے بھی یہی حکم ہے۔

۳) میری نقد رقوم کے تھیلوں پر ہدیۂ احقر لکھا ہوا ہے ان میں وراثت جاری ہو گی۔ دو حصہ میرا بیٹا لے گا اور ایک حصہ میری بیٹی۔ میر عشرت جمیل کے پاس جو میرا پیسہ رہتا ہے اس میں بھی وراثت جاری ہو گی۔ بعد ادائیگی فدیۂ قضائے روزہ و نماز وراثت تقسیم ہو گی۔

۴) اور میں وصیت کرتا ہوں اپنے نفس کے لیے اور اپنے تمام اہل خاندان اور احباب کے لیے کہ ہر لمحۂ حیات اور انفاس زندگی اللہ تعالیٰ کی مرضیات پر فدا کریں اور ایک لمحہ بھی اللہ پاک کو ناراض کر کے کوئی حرام خوشی اپنے نفس میں نہ لائیں اور اگر کبھی خطا ہو جائے تو توبہ و استغفار اور اشکباری اور آہ وزاری سے اپنے مولیٰ کو خوش کریں۔

۵) تمام زندگی صحبت صالحین کا اہتمام لازم رکھیں اور اپنی مناسبت کے کسی مرشد کا سایہ اپنے سر پر رکھیں۔

۶)مالی معاملات میں تقویٰ کا نہایت اہتمام رکھا جائے اور اہل فتویٰ سے مسائل شرعیہ میں رجوع رلازم رکھیں۔

۷)میری تمام تصانیف کی اشاعت کا ہمیشہ اہتمام رکھیں تاکہ صدقۂ جاریہ جاری رہے۔ اور ہماری ذریات دینی خدمات میں تمام زندگی مصروف رہے اور تجارت میں صرف کتب خانہ کی تجارت کو ترجیح دیں اور دواخانہ کی تجارت کو ضمنی (درجۂ ثانی) رکھیں۔

۸)جس شہر میں بھی انتقال ہو وہیں دفن کر دیا جائے۔

۹)میری روح کو تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر ایصال ثواب کا معمول اور دعائے مغفرت کا معمول رکھیں۔

۱۰)میری نماز جنازہ مولانا مظہر میاں سلمہ پڑھائیں۔

۱۱)جنازہ جلد دفن کیا جائے سنت کے مطابق قبر میں سینہ قبلہ رو کریں اور منہ دکھائی وغیرہ کی رسم سے احتیاط لازم رکھیں۔ (مرسل مضمون)

.........☆.........

ایک چراغ اور بجھا اور بڑھی تاریکی

حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے انتقال کا سانحہ

جناب مولانا بدرالحسن القاسمی صاحب (کویت)

اللہ تعالیٰ غریق رحمت کرے بانی دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد مولانا رضوان القاسمی رحمہ اللہ تعالیٰ کو کہ انہوں نے مولانا حکیم محمد اختر صاحب خلیفہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات و ملفوطات کو نہایت ہی مؤثر اور اچھے انداز پر مرتب کرکے ''باتیں ان کی یاد رہیں گی'' کے نام سے کئی سال پہلے شائع کیا تھا۔

اُردو زبان میں بزرگوں کے ملفوظات جمع کرنے کا رواج تو قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے جن میں ملفوظات شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ، ملفوظات حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ، ملفوظات مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ملفوظات شاہ محمد یعقوب مجدّدی رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ان میں سے حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مرتب کردہ شاہ محمد یعقوب مجدّدی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ملفوظات ''صحبتے با اہلِ دِل'' اور مولانا محمد رضوان القاسمی مرحوم کی مرتب کردہ حکیم محمد اختر صاحب کے ملفوظات کا مجموعہ ''باتیں ان کی یاد رہیں گی'' خاص طور پر بڑا امتیاز رکھتے ہیں کہ جس میں ہر ملفوظ کو مرتب نے اپنی شگفتگی تحریر سے ایک مستقل مفید و مؤثر مضمون بنا کر رکھ دیا ہے۔

مولانا محمد رضوان القاسمی رحمہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ نے قلم کی روانی اور اسلوب کی پختگی کے ساتھ شعر کے بر محل استعمال اور مضامین کیلئے عنوان بندی کا خاص سلیقہ عطا فرمایا تھا، بلکہ بعض اوقات اشعار کی کثرت ہونے لگتی تھی۔

جہاں تک حکیم محمد اختر صاحب کی بات ہے تو وہ خود پیرومرشد اور واعظ و مبلغ ہونے کے ساتھ بہت اچھے شاعر بھی تھے۔

حیدرآباد آمد کے موقع پر مولانا محمد رضوان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ملفوظات کو نہ صرف وقتی طور پر اپنے صحافتی کالم میں محفوظ کرنے کی کوشش کی بلکہ ایک مستقل تعمیری و اصلاحی کتاب میں تبدیل کرڈالا۔

جدہ سے محترم قاری محمد رفیق صاحب کے ٹیلیفون سے اطلاع ملی کہ کراچی میں حکیم صاحب طویل علالت کے بعد تقریباً ۹۰/سال کی عمر میں کل گزشتہ انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

ان کے مرشد اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے آخری خلیفہ حضرت مولانا ابرارالحق صاحب کا انتقال چند سال پہلے ہی ہوگیا تھا۔

حیدرآباد وہ کئی بار آئے، اور حیدرآباد میں ان کی آمد سے بڑی رونق بڑھ جایا کرتی تھی اور پورے شہر پر ایک طرح کی روحانی چادر تن جایا کرتی تھی، لوگ جوق در جوق ان کی مجلسوں میں شرکت کرتے اور اہل حیدرآباد اپنے ذوق و مزاج کے مطابق بزرگوں کی نیاز مندی و عقیدت کا بھرپور ثبوت ہمیشہ ہی دیتے رہے ہیں۔

حضرت حکیم صاحب سے میری ملاقات مولانا محمد رضوان القاسمی رحمہ اللہ تعالیٰ کی معیت میں ہی ہوئی اور ان کی باتیں سننے کا موقع ملا، حکیم صاحب بہت ہی باغ و بہار آدمی تھے، ہر موقع سے متعلق سینکڑوں اشعار ان کی زبان پر ہوا کرتے تھے اور بہت لطف لے کر اسے پڑھا کرتے۔

حکیم صاحب کی باقیات میں ان کے ادارے اور متوسلین کے علاوہ متعدد اخلاقی رسائل بھی ہیں جو سب کے سب مفیدو مؤثر اور ”از دل خیزد بر دل ریزد“ کا مصداق ہیں۔

حکیم اختر صاحب کا آبائی وطن ضلع پرتاب گڑھ یو پی تھا گو کہ وہ بعد میں کراچی میں مقیم ہو گئے تھے۔ حکمت پڑھنے کے بعد باقاعدہ عربی کی درسیات کا علم مولانا عبدالغنی پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے مدرسہ بیت العلوم میں حاصل کیا۔ پہلے اُنہیں سے بیعت ہوئے تھے ان کے وصال کے بعد مولانا ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے رجوع ہوئے اور ۱۳۸۷ھ میں اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے، مولانا پھولپوری کی صحبت میں وہ تقریباً ۱۶/سال رہے۔

حکیم صاحب کو مولانا رومی کی مثنوی سے خاص مناسبت تھی چنانچہ اس کی شرح بھی انہوں نے لکھی ہے اور مثنوی کے انداز کے شعر بھی کہے ہیں اور ان کے اصلاحی افادات کو مختلف رسالوں میں مرتب کرکے شائع بھی کئے ہیں۔

خود انہوں نے ”مجالس ابرار“ کے نام سے مولانا ابرارالحق کے ملفوظات کا ایک ضخیم مجموعہ مرتب کرکے شائع کیا ہے۔

حکیم صاحب ۱۳۹۷ھ میں حیدر آباد آئے اور اسی وقت مولانا محمد رضوان القاسمی صاحب کو ان سے ”دید اور شنید“ کا موقع ملا اور باہم تعلقات قائم ہوئے اور جس کا نتیجہ ان کے گرانقدر ملفوظات ”باتیں ان کی یاد رہیں گی“ کی شکل میں سامنے آئے۔

مولانا محمد رضوان صاحب نے ان ملفوظات کی جس طرح عنوان بندی کی ہے اس سے تمام ہی ملفوظات بڑے ہی جاذب اور مؤثر بن گئے ہیں۔

موت تو ہر زندہ وجود کا خاصہ ہے جس سے کسی کو مفر نہیں ہے لیکن تشویش کی بات یہ ہے کہ ایک طرف نامور علماء کی صفیں خالی ہوگئی ہیں اور اب ان کی شبیہوں کا ملنا

بھی مشکل ہو گیا ہے۔ تو دوسری طرف اہل حق کی خانقاہیں بھی ویران ہوتی چلی جا رہی ہیں اور ہر طرف ھُو کا عالم اور مکمل سناٹا نظر آتا ہے، اور ہر طرف سے یہی آواز آ رہی ہے کہ ؎

"وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے"

حکیم صاحب نہیں رہے لیکن باتیں ان کی یاد رہیں گی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُنہیں جنت نصیب فرمائے۔ آمین۔ (بشکریہ حق فورم)



مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب مد ظلہ
فرزند و خلیفہ مجاز امام اہلسنّت حضرت مولانا محمد سر فراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ و مدیر ماہنامہ الشریعہ گوجرانوالہ

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر رحمہ اللہ تعالیٰ ملک کے بزرگ صوفیاء کرام میں سے تھے جن کی ساری زندگی سلوک و تصوف کے ماحول میں گزری اور ایک دنیا کو اللہ اللہ کے ذکر کی تلقین کرتے ہوئے طویل علالت کے بعد گزشتہ ہفتے کراچی میں انتقال کر گئے، انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ان کا روحانی تعلق حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ العزیز کے حلقہ کے تین بڑے بزرگوں حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ[1]، حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھول پوری رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت مولانا شاہ ابرار الحق آف ہردوئی رحمہ اللہ تعالیٰ سے تھا۔ وہ ان بزرگوں کے علوم و فیوض کے امین تھے اور زندگی بھر ان فیوض و برکات کو لوگوں میں تقسیم کرتے رہے۔ ان کا حلقۂ ارادت پاکستان، بھارت اور بنگلہ دیش سے باہر جنوبی افریقہ، برطانیہ اور دیگر ممالک تک وسیع تھا اور بلا مبالغہ لاکھوں مسلمانوں نے ان سے روحانی استفادہ کیا۔ علماء کرام کی ایک بڑی تعداد ان سے بیعت تھی اور انہیں اہلِ علم کے مرجع کا مقام حاصل تھا۔

مجھے مولانا محمد عیسیٰ منصوری کے ہمراہ لندن کی بالہم مسجد میں ایک بار ان کی صحبت میں حاضری کا اتفاق ہوا تھا اور اس مجلس کی تروتازگی اور بہار ابھی تک ذہن میں نقش ہے۔ باغ و بہار شخصیت تھے، سخن فہمی کے ساتھ ساتھ شعر گوئی کا کمال بھی رکھتے تھے اور باذوق صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی

[1] حضرت پرتابگڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ نہیں بلکہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ حضرت مولانا شاہ بدر علی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں۔ (از مرتب)

طرح انہیں محبتِ الٰہی اور عشقِ رسول ﷺ کے حوالہ سے دلی جذبات کی تپش کو اشعار کی صورت میں ڈھالنے کا بھرپور ذوق اور ملکہ حاصل تھا۔ گلشنِ اقبال کراچی میں ایک بڑی دینی درسگاہ اور خانقاہ قائم کی جہاں سے ہزاروں علماء کرام نے علمی و روحانی فیض حاصل کیا۔ اب ان کے فرزند و جانشین مولانا حکیم محمد مظہر صاحب اس مرکز کا نظام چلا رہے ہیں اور اپنے عظیم باپ کے مشن کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ لاہور میں اس خانقاہ کی شاخ چڑیا گھر کی مسجد میں مصروفِ عمل ہے اور ہمارے محترم دوست ڈاکٹر عبدالمقیم اپنے شیخ کی روحانی برکات لوگوں میں بانٹ رہے ہیں۔

ہماری دینی اور معاشرتی زندگی میں خانقاہ کا ایک مستقل مقام اور نظام ہے جہاں سے لوگوں کو روحانی فیض، اللہ اللہ کے ذکر کی تلقین اور محبتِ رسول ﷺ کی حلاوت کے ساتھ ساتھ نفسیاتی سکون بھی ملتا ہے۔ اگرچہ دوسرے بہت سے اداروں کی طرح یہ ادارہ بھی کمرشل ازم سے متاثر ہوا ہے لیکن شاہ حکیم محمد اختر رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے باخدا بزرگوں کی صورت میں قدرت ایزدی نے اس عظیم ادارے کی آبرو اور بھرم کو قائم رکھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کریں اور ان کے لگائے ہوئے علمی و روحانی گلشن کو ہمیشہ آباد رکھیں۔ آمین یا رب العالمین۔ (بشکریہ اداریہ ماہنامہ الشریعہ گوجرانوالہ، جولائی 2013ء)

تعزیت:

23/ جون کا دن کراچی میں گزرا اور خاصا مصروف گزرا۔ مولانا جمیل الرحمن فاروقی اور مولانا مفتی حماد اللہ وحید کے ہمراہ جامعہ اشرف المدارس میں حاضری دی۔ شیخ العلماء حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر قدس اللہ سرہ العزیز کی وفات پر ان کے فرزند و جانشین مولانا حکیم محمد مظہر اور دیگر حضرات سے تعزیت کی اور حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر پر فاتحہ خوانی اور دعا کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ہمارے دور کے اکابر صوفیاء کرام اور بزرگان دین میں سے تھے۔ لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت کی جوت جگانا ان کی زندگی بھر کا مشن تھا۔ جذب و سلوک کا حسین امتزاج اپنے مزاج میں رکھتے تھے اور ان کی مجلس باغ و بہار کا منظر ہوتی تھی۔

بعض مجالس میں ان کی صحبت کا فیض اٹھانے کا شرف حاصل کر چکا ہوں اور برس ہا برس گزر جانے کے باوجود ان مجلسوں کی یاد قلب و ذہن میں تازہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات جنت میں بلند سے بلند تر فرمائیں اور ان کے متوسلین و متعلقین کو ان کی حسین یادیں اور روایات تازہ رکھنے کی توفیق سے نوازیں، آمین یارب العالمین۔ (بشکریہ روزنامہ اسلام کراچی، ۱۶/ شعبان ۱۴۳۴ھ بمطابق 26/ جون 2013ء)

.........☆.........

وہ جو بیچتے تھے دوائے دِل

جناب مولانا مفتی سیّد عبد القدوس صاحب ترمذی مدظلہٗ (ساہیوال)
ابن فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی سیّد عبد الشکور ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ و خلیفہ مجاز حضرت نواب عشرت علی خان قیصر رحمہ اللہ تعالیٰ و حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہٗ و حضرت مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہٗ
و مہتمم و رئیس دارالافتاء جامعہ حقانیہ ساہیوال (سرگودھا) و مدیر ماہنامہ الحقانیہ

گزشتہ کئی دنوں سے عارف باللہ حضرت حکیم محمد اختر صاحب کی علالت کی خبریں بڑی تیزی سے پہنچ رہی تھیں، اور یوں محسوس ہو رہا تھا کہ سلسلہ اشرفیہ کا یہ شراغ بھی اب بجھنے کو ہے چنانچہ احقر ناکارہ ۲۲/رجب المرجب ۱۴۳۴ھ کو ایک دینی پروگرام میں شرکت کے لیے سرگودھا حاضر ہوا تو مغرب کے بعد مدینۃ العلوم میں یہ روح فرسا خبر سنی کہ حضرت حکیم صاحب ابھی کچھ قبل کراچی میں انتقال کر گئے ہیں۔ **انا للّٰہ و انا الیہ راجعون ان للّٰہ ما اخذ و لہ ما اعطیٰ و کل عندہ باجل مسمٰی۔**

اس دارِ فانی میں جو آیا ہے وہ جانے کے لیے ہی آیا ہے، آمد و رفت کا یہ سلسلہ ابتداءِ آفرینش سے جاری ہے اور قیامت تک یونہی جاری رہے گا، پیدائش اور موت کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ پیدائش کا انجام موت ہی ہے۔ **کما قیل:**

سبیل الموت غایۃ کل حی

اور......... **لدوا للموت و ابنوا للخراب**

لیکن جن خوش قسمت حضرات کی زندگی خدا تعالیٰ کی یاد اور اس کے ذکر و فکر اور معرفت سے ہی عبارت ہو اور جن کا مقصد حیات ہی ع

تیرے عاشقوں میں جینا تیرے عاشقوں میں مرنا

ہو اور پھر جن کے انفاسِ قدسیہ سے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں مسلمانوں کے نفوس کی اصلاح اور ہدایت وابستہ ہو ان کی رحلت سے متعلقین واحباب کے قلوب کا پژمردہ ہونا بلکہ ان کے دل کی دنیا کا تاریک ہو جانا اپنی جگہ پر ایک حقیقت ثابتہ ہے ایسے باخدا اور عارفین کا دنیا سے رحلت فرمانا اگرچہ خود ان کے لیے خوشی اور مسرت کا باعث ہے بلکہ وہ تو اس دن کے انتظار میں رہتے ہیں اور جب وہ ساعت سعید آجاتی ہے ان کے لیے عید بن جاتی ہے، کما قال العارف الجامی رحمہ اللّٰہ تعالیٰ:

خرم آں روز کزیں منزل ویران بروم

راحتِ جاں طلبم و پئے جاناں بروم

سرور دو عالم ﷺ کے ارشاد گرامی الدنیا سجن المؤمن کے مطابق اہل اللہ اس سرائے فانی کو قید خانہ سمجھتے ہیں اس لیے یہاں سے کوچ کے وقت ان کی خوشی اور فرحت حقیقی ہے یوں ان کی نگاہ حال پر نہیں بلکہ مآل پر رہتی ہے، بہر حال یہ دن ان کے لیے وصالِ محبوب کا دن خوشی اور عرس کا دن ہوتا ہے، لیکن چونکہ ایسے پاکباز حضرت کی رحلت سے پسماندگان ان کی ظاہری برکات اور دیدار سے محروم ہو جاتے ہیں اس لیے انہیں یہ جدائی از حد شاق ہوتی ہے۔ اگر یہ صحیح ہے کہ ع

ولی راولی می شناسد

تو حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مرتبہ اور مقام کو بھی وہی پہچان سکتا ہے جو اس میدان کا فارس ہے۔ احقر ناکارہ کو تو اس کوچہ کی ہوا بھی نہیں لگی اس لیے وہ ان حضرات کو پہچاننے کا دعویٰ کیسے کر سکتا ہے لیکن یہ حقیقت کسی بھی ذی عقل اور صاحب علم سے مخفی نہیں کہ ایسے باکمال حضرات مدتوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرماویں اور بعد والوں کو ان کے فیوض وبرکات سے محروم نہ فرماویں، آمین۔

حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے حالات اور سوانح پر یقیناً مستقل لکھا جائے گا، یہاں ہم نہایت اختصار سے آپ کے بعض حالات درج کر رہے ہیں جو آپ کے خلیفۂ اجل فنافی الشیخ حضرت

عشرت جمیل میرؔ صاحب مد ظلہم کے تحریر فرمودہ مضمون سے ماخوذ ہیں، تفصیل کے لیے قارئین مستقل سوانح کا انتظار فرمائیں۔

حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ہندوستان کے صوبہ یو پی میں ضلع پرتاب گڑھ کی ایک بستی میں تقریباً 1928ء میں پیدا ہوئے، آپ اپنے والد ماجد جناب محمد حسین صاحب مرحوم کے اکلوتے بیٹے تھے، ابتدائی تعلیم کے بعد والد گرامی نے الہ آباد طبیہ کالج میں داخل کرا دیا جہاں آپ نے باقاعدہ طب یونانی کی تعلیم حاصل کی، لیکن حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی۔

چند خوانی حکمتِ یونانیاں

حکمتِ ایمانیاں راہم بخواں

کے بموجب بچپن سے ہی آپ کو حق تعالیٰ کی محت بے چین کیے ہوئے تھی اور آپ یادِ الٰہی میں راتوں کو اٹھ کر مسجدوں اور جنگلوں میں جا کر عبادت کرتے اور حق تعالیٰ کی یاد میں رویا کرتے تھے۔

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے وعظ ''راحت القلوب'' کو پڑھ کر سلسلہ عالیہ اشرفیہ سے ایسی مناسبت ہوئی کہ حضرت اقدس تھانوی کی خدمت میں بیعت کے لیے عریضہ لکھ دیا لیکن چونکہ ان دنوں حضرت حکیم الامت علیل تھے اس لیے جواب آیا کہ حضرت کے خلفاء میں سے کسی مصلح کا انتخاب کر لیا جائے اور پھر کچھ عرصہ بعد حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ انتقال فرما گئے جس کا آپ کے بے حد صدمہ ہوا۔

آپ کو سراپا درد و عشق اور سوختہ جاں مصلح و مرشد کی تلاش تھی چنانچہ حق تعالیٰ نے حضرت شاہ محمد احمد پرتاب گڑھی کی صورت میں مرشد کامل عطا فرما دیا، جن سے آپ نے بھرپور استفادہ کیا پھر آپ کو حضرت شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ خلیفہ اعظم حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی کی طرف سے مناسبت اور زبردست کشش محسوس ہوئی اور آپ پھولپور ان کی خدمت میں والہانہ اور مضطربانہ حاضر ہوئے اور پھر انہی کے ہو کر رہ گئے اور سترہ سال تک ان کی خدمت کی۔ آپ کو حضرت پھولپوری کی بھرپور شفقتیں عنایتیں حاصل ہوئیں۔ ادھر آپ نے بھی حضرت شیخ کی خدمت کا حق ادا

کر دیا۔ ان کے وصال کے بعد حضرت شاہ ابرار الحق ہردوئی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دامن عقیدت سے وابستگی نصیب ہوئی، حضرت شیخ نے دو سال بعد خلافت سے سرفراز فرمایا اور تاحیات سرپرستی فرماتے رہے۔

تقسیم ملک کے بعد حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ناظم آباد کراچی تشریف لے آئے تھے، پہلے آپ یہیں مقیم رہے، پھر جب خانقاہ امدادیہ کے نام سے گلشن اقبال کراچی میں حضرت شیخ کے حکم سے سلسلہ اصلاح وتربیت قائم ہوا تو آپ گلشن اقبال منتقل ہوگئے، اور یہاں مدرسہ اشرف المدارس اور مسجد اشرف تعمیر کی۔ اسی خانقاہ کی ایک شاخ سندھ بلوچ سوسائٹی کراچی میں بھی قائم کی گئی ہے جہاں ایک وسیع مسجد اور جامعہ اشرف المدارس کے نام سے ایک عظیم دینی ادارہ بھی قائم ہے۔ آپ جب سے پاکستان تشریف لائے آپ کا مستقل قیام کراچی ہی میں رہا لیکن سفر واسفار کا سلسلہ نہ صرف پاکستان بلکہ دوسرے بھی کئی ممالک کے تبلیغی اسفار فرمائے، اور اپنے روح پرور ایمان افروز اصلاح بیانات سے دنیا کو مستفید فرمایا اسی لیے آپ کے خدام کا حلقہ دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلا ہوا ہے، زندگی کے آخری تیرہ سال اگرچہ بیماری میں گزرے لیکن یہ پورا عرصہ بھی آپ نے تسلیم ورضا کے ساتھ گزارا اور جہاں تک ممکن ہوا اپنے خدام کو فیضیاب فرماتے رہے، تصنیف و تالیف میں مثنوی مولانا روم کی شرح معارفِ مثنوی، معارفِ شمس تبریز، دنیا کی حقیقت رسول اللہ ﷺ کی نظر میں، اور دو صد کے قریب اصلاحی مواعظ لاکھوں کی تعداد میں شائع ہوئے، اردو کے علاوہ مختلف زبانوں میں ان کے تراجم بھی دنیا بھر میں شائع ہورہے ہیں۔ ان کے فیوضات عالیہ کی شایان شان نشر و اشاعت اور اپنے شیخ مکرم کے ملفوظات کو نہایت آب و تاب کے ساتھ عام کرنے میں ان کے خلیفہ خاص مخدوم و مکرم جناب ڈاکٹر عبد المقیم صاحب دامت برکاتہم کے کارنامے سرفہرست ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے شیخ سے بھرپور عقیدت و محبت عطا فرمائی ہے، وہ ہر وقت اسی دھن میں لگے رہتے ہیں، انہیں دیکھ کر بے ساختہ زبان پر یہ جملہ جاری ہو جاتا ہے:

ضاعف اللّٰہ بہ کل زمان عطشاً

اور ساتھ ہی یہ شعر بھی:

حماك الله عن شر النوائب
جزاك الله فی الدارين خيرا

احقر کو بفضلہ تعالیٰ بچپن سے ہی اکابر کی خدمت میں حاضری اور ان کی کتب کے پڑھنے کا شوق تھا اسی جذبہ کے تحت حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب معارف مثنوی، روح کی بیماریاں اور ان کا علاج، معارف شمس تبریز، تزکیہ نفس کو بڑے شوق سے پڑھا۔ احقر نے فارسی زبان بڑی محنت، لگن اور شوق سے پڑھی تھی اس لیے معارف مثنوی اور معارف شمس تبریز کو بڑے شوق سے پڑھا اور حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت کا ایک تأثر دل پر قائم ہو گیا اور دل میں زیارت کا جذبہ موجزن ہونے لگا۔ ایک مرتبہ غالباً 1977ء میں احقر نے کراچی آپ کی بعض کتب کے حصول کے لیے خط لکھا تو جواب ملا کہ میں کراچی سے ملتان جارہا ہوں راستہ میں ساہیوال کچھ دیر ٹرین رُکے گی، فلاں بوگی میں ملاقات ہوسکتی ہے، مطلوبہ کتب بھی میرے ہمراہ ہوں گی۔ خط ملتے ہی دل کی عجیب کیفیت ہوگئی لیکن یہ قصبہ ساہیوال نہ تھا بلکہ ضلع ساہیوال تھا اس لیے احقر اس وقت زیارت سے محروم رہا لیکن حضرت کی شفقت و عنایت کا ایک خاص نقش دل پر قائم ہو گیا تا آنکہ ۶/ صفر ۱۳۹۹ھ مطابق 6 جنوری 1979ء جمعۃ المبارک کے روز جامعہ اشرفیہ لاہور میں صیانۃ المسلمین کے دفتر کا افتتاح تھا اس میں حضرت شاہ ابرار الحق ہردوئی رحمہ اللہ تعالیٰ تشریف لائے، حضرت حکیم صاحب بھی ان کے ہمراہ تھے غالباً وہاں پہلی مرتبہ آپ کی زیارت ہوئی۔

ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ مارچ 1979ء میں برادرم جناب حافظ محمد اکبر شاہ بخاری زید مجدہم نے اپنے ہاں جام پور میں مجلس صیانۃ المسلمین کا سالانہ اجتماع رکھا جس میں دیگر علماء کرام اور مشائخ کے علاوہ حضرت حکیم صاحب بھی شامل تھے، احقر ناکارہ بھی حضرتِ اقدس والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ جام پور حاضر ہوا اور وہاں حضرت حکیم صاحب کی دوسری بار ملاقات و زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ اور

آپ کے مواعظ حسنہ سے استفادہ کا موقع بھی ملا، وعظ کیا تھا جام پور میں حق تعالیٰ کی محبت و معرفت کے جام پر جام پلائے جا رہے تھے اور تاثیر کا یہ عالم کہ "از دل خیز د بر دل ریزد" کا پوا پورا مصداق۔

فجر کی نماز کے بعد جامع مسجد محمدی میں حضرت والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ نے درسِ قرآن دیا جو عجیب و غریب معارف اور علوم کا جامع تھا۔ حضرت مولانا عبد الحی جام پوری رحمہ اللہ تعالیٰ اس درس سے بہت متاثر ہوئے۔ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس درس کی جامعیت اور افادیت کا بطور خاص ذکر فرمایا اور ناشتہ کے موقع پر اپنے تاثرات کے اظہار کے ساتھ یہ شعر بھی سنایا۔

عجب جامع الاضداد ہیں ترے بندے
خوشی میں روتے ہیں اور غم میں مسکراتے ہیں

فرمانے لگے کہ درس سن کر میرے ذہن میں جو تأثرات پیدا ہوئے ناشتہ کے وقت یہ شعر انہی تاثرات کی عکاسی کے لیے خود بخود موزوں ہو گیا اور پھر یہ شعر اپنے قلم سے لکھ کر احقر کو عنایت فرمایا۔

شعبان المعظم ۱۳۹۹ھ میں مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان لاہور نے مجلس کا پہلا سالانہ اجتماع جامعہ اشرفیہ میں منعقد کیا جس میں اکابر علماءِ کرام و مشائخ نے شرکت فرمائی اور کئی سال تک مسلسل یہ اجتماع بڑی آب و تاب سے ہوتا رہا۔ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی وہاں بارہا مجالس سننے اور مواعظ میں حاضری کا موقع ملا، آپ کے بیانات یقیناً اجتماع کی روح اور جان ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ برادر مرحوم جناب مولانا سید عبد الصبور ترمذی لاہور سے حضرت شیخ مولانا سلیم اللہ خان مد ظلہم اور حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو ساہیوال بھی لے آئے، یہاں ان حضرات نے ایک رات اور دن قیام فرمایا۔ رات کو جامع مسجد حقانیہ میں حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بڑا موٴثر اور اصلاحی بیان فرمایا۔ اگلے روز ہمارے گھر پر خواتین میں بھی آپ نے بڑا اصلاحی بیان فرمایا۔

احقر پہلی مرتبہ حضرت والد محترم رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ فروری 1986ء میں جب کراچی دار العلوم حاضر ہوا اور تقریباً دو ہفتہ وہاں قیام رہا اس دوران گلشن اقبال میں حضرت حکیم صاحب رحمہ

اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی حاضری ہوئی، یہ 25/ فروری 1986ء بمطابق ۱۵/ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۶ھ کی بات ہے۔ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے قدیم تعلقات تھے اس لیے بڑے پُر تپاک انداز میں پیش آئے اور خوب تواضع فرمائی۔ ایک مرتبہ دار العلوم الاسلامیہ لاہور میں حضرت مولانا مشرف علی تھانوی مد ظلہم کے ہاں بھی حضرت حکیم صاحب کی مجلس میں حاضری کا اتفاق ہوا، یہ مجلس بڑی پُر مغز اور علمی تھی اس میں حضرت حکیم صاحب نے بعض مسائل کی تحقیق بھی حضرت والد صاحب سے فرمائی، اور خود بھی کتب فقہ کی طرف مراجعت فرماتے رہے، احقر کو اس وقت معلوم ہوا کہ عربی کتب پر بھی آپ کو خاصا عبور حاصل ہے۔

2000ء سے آپ پر فالج کا حملہ ہوا اور اس وقت سے تیرہ سال کے طویل عرصہ تک آپ مسلسل بیمار رہے لیکن علم و عرفان کی بارش کا یہ سلسلہ پیہم جاری رہا بلکہ اس دوران دوسری دنیا کے سفر بھی کیے، اندرون ملک اسفار میں لاہور کی تشریف آوری بھی ہوتی رہی ایک مرتبہ احقر بھی یادگار خانقاہ اشرفیہ چڑیا گھر حاضر ہوا اس وقت آپ بیان سے قاصر تھے اس لیے فقط زیارت اور مصافحہ پر اکتفا کیا۔

مجلس صیانۃ المسلمین کراچی نے جب بھی جیکب لائن جامع مسجد تھانوی میں اجتماع رکھا، احقر بھی اس میں حاضر ہوا ایک مرتبہ حضرت مولانا وکیل احمد شیروانی مد ظلہ کے ہمراہ حضرت حکیم صاحب سے ملنے گلشن اقبال حاضری ہوئی، حضرت نے خصوصی عنایت فرمائی اور بڑا ہی وقت دیا۔ احقر نے دوران مصافحہ ساہیوال میں آپ کی تشریف آوری اور والد ماجد نیز حضرت شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق کے علاوہ اور واقعات بھی جلدی جلدی عرض کر دیئے، حضرت اس پر بڑے محظوظ ہوئے اور بڑی ہی مسرت کے اظہار کے ساتھ فرمایا کہ ماشاء اللہ آپ کو سب کچھ یاد ہے، آپ نے پُرانی باتیں یاد دِلا کر بڑا مسرور کیا۔ اسی ملاقات میں جب جامعہ حقانیہ کے متعلق احقر نے کچھ حالات بتلا کر دعا کی درخواست کی تو آپ نے دعا کے ساتھ یہ قیمتی ہدایت بھی فرمائی کہ کام تدریجی طور پر کیا جائے اس میں سہولت رہتی ہے ورنہ خواہ مخواہ پریشانی اٹھانی پڑتی ہے۔

کئی سال ہوئے کہ حضرت کے خلیفہ خاص جناب محمد جمیل عشرت دامت برکاتہم نے فون پر فرمایا کہ دو مسئلوں کی تحقیق کرکے بھیج دیں، حضرت والا نے حکم دیا ہے۔

مسلمان کی عظمت و حرمت کو حضرت نبی پاک ﷺ نے بیت اللہ سے زیادہ قرار دیا، اس کا حوالہ درکار ہے۔

یہ کہ نبی پاک ﷺ کے جسد اطہر کا جو حصہ مٹی کو مس کیے ہوئے ہے اس مٹی کا مقام بیت اللہ بلکہ عرش معلیٰ سے زیادہ ہے، اس کا ماخذ مطلوب ہے۔

ان دونوں کی تحقیق لکھ کر حسب الحکم، احقر نے حضرت میر صاحب کو کراچی ارسال کردی، انہوں نے حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو سنائیں تو اس پر بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور احقر کو دعائیں دیں، اپنی خوشی کے اظہار کے لیے احقر کو فون کروایا جس سے احقر کو اطمینان اور خوشی ہوئی۔ ان دنوں احقر کے ماموں جناب سید شمشاد حسین مرحوم بھی جھنگ سے ساہیوال آئے ہوئے تھے، انہیں بھی اس سے بہت خوشی ہوئی انہوں نے اپنے خرچ پر احقر کا جواب ارجنٹ بھجوادیا تاکہ جلدی پہنچ جائے۔

حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے پُرانے تعلقات تھے، دراصل حضرت مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رحمہ اللہ تعالیٰ کا سانحہ ارتحال پیش آیا جو حضرت والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ کے شیخ اور مرشد تھے، حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مشورہ سے اصلاحی تعلق حضرت شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے قائم کیا، حضرت پھولپوری نے بیعت بھی فرمایا اور باقاعدہ اصلاح بھی فرمائی، حضرت والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کراچی میں کچھ عرصہ آپ کے ہاں قیام بھی فرمایا، بعد میں خط وکتابت کا سلسلہ باقاعدگی سے جاری رکھا، اکثر جوابات حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے قلم سے ہوتے تھے، اس طرح حضرت حکیم صاحب سے بھی خاص تعلق قائم ہوا۔

حضرت والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ میرے کراچی میں قیام کے زمانہ میں حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''معرفتِ الٰہیہ'' پر کام ہو رہا تھا اس کی تصحیح اور تخریج کی خدمت کا موقع بھی ملا، یہ حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی نشاندہی کی وجہ سے ہوا۔ حضرت پھولپوری کا رسالہ ''اصول الوصول'' طبع ہوا تو اس میں بطورِ ضمیمہ کے حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعض اصلاحی خطوط بھی شامل کیے گئے ہیں۔

حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے خواجہ تاشی کے اس تعلق کی وجہ سے دونوں حضرات میں خوب تعلق تھا، حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت حکیم صاحب کی اپنے شیخ سے مناسبت اور ان کی برکت سے تمام شبہات کے حل کی استعداد و قابلیت کی خوب تعریف فرماتے تھے، چنانچہ ''معرفتِ الٰہیہ'' کی ایک عبارت جو ''لا علم لنا'' کی توجیہ سے متعلق ہے اس پر حضرت حکیم صاحب کی لاہور میں حضرت والد گرامی رحمہ اللہ تعالیٰ سے زبانی گفتگو ہوئی، حضرت والد گرامی نے ''معرفتِ الٰہیہ'' میں کی گئی توجیہ کے مقابلہ میں مفسرین سے منقول دوسری توجیہ کو راجح قرار دیا تھا، حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں جو توجیہ فرمائی اس سے ''معرفتِ الٰہیہ'' میں کی گئی توجیہ کا اس مقام سے مناسب ہونا واضح ہوا۔ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ وجہ کو پسند فرمایا اور اپنی پسندیدگی کے اظہار کے لیے انہیں ایک گرامی نامہ بھی تحریر فرمایا جس میں اصل مسئلہ کی پوری تفصیل آگئی ہے، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ گرامی نامہ قارئین کے استفادہ کے لیے ذیل میں نقل کر دیا جائے:

بخدمت جناب حکیم محمد اختر صاحب مد ظلہم (کراچی)

''معرفتِ الٰہیہ'' کے ص ۲۶۴ پر **ماذا اجبتم** کے جواب میں انبیاء علیہم السلام کے **لا علم لنا** فرمانے کی توجیہ جو کی گئی ہے کہ عظمت و قہاریت کی شان کے مشاہدہ سے انبیاء علیہم السلام کے بھی ہوش اس وقت بجانہ رہیں گے، غلبۂ ہیبتِ حق سے امت کی طرف سے دیے ہوئے جوابات یاد نہ آسکیں گے الخ۔

اس کے متعلق میں نے لاہور کی حاضری میں عرض کیا تھا کہ اس توجیہ کے بالمقابل دوسری توجیہ کو اہل تفاسیر نے پسند کیا ہے کہ یہ نفی علم باعتبار باطن کے ہے، حاصل جواب انبیاء علیہم السلام یہ ہے کہ ہم کو اُمتیوں کے صرف احوال ظاہر کا علم ہے، ان کے باطنی حال کو اے اللہ تعالیٰ آپ ہی جانتے ہیں، ہم کو اس کا علم نہیں کیونکہ آپ ہی غیب کے جاننے والے ہیں، **لاعلم لنا** کی تعلیل میں **انك انت علّام الغیوب** فرمانا اسی توجیہ کے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی تفسیر ”بیان القرآن“ میں اس آخری توجیہ کو ہی اختیار فرمایا ہے اور علامہ خازن نے توجیہ اوّل کو نقل کرکے اس پر **لایحزنهم الفزع الاکبر** سے تصادم کا اشکال فرمایا تھا۔

میری عرض کے جواب میں آپ نے فرمایا تھا کہ:

”کتاب معرفتِ الٰہیہ حصہ ثانی کا مقصد عظمتِ شانِ حق کے آثار کا بیان ہے، یہ کوئی علمی کتاب نہیں، حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شانِ علمی کے مطابق تفسیر میں دوسری توجیہ کو اختیار فرمایا ہے کیونکہ بیان القرآن کے مقصد تفسیری کے وہ زیادہ مناسب ہے اور معرفتِ الٰہیہ کے مقصد کے مناسب توجیہ اوّل ہے اس لیے اس کتاب میں توجیہ اوّل کو اختیار کیا گیا ہے کہ اس میں عظمت وہیبتِ حق کے اثر کا بیان ہے اور بعض مفسرین نے اس توجیہ کو نقل بھی فرمایا ہے“۔

شاید میں آپ کے جواب کو پوری طرح ضبط کرسکا ہوں یا نہیں مگر بحمد اللہ مجھے اس جواب سے تسلی ہوگئی اور بڑی خوشی اس بات پر ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ببرکت صحبتِ حضرت والا دامت برکاتہم شبہات واشکالات کے حل کرنے کی قابلیت ولیاقت اور استعداد خوب عطا کی ہے، اللہ تعالیٰ اس میں مزید ترقی اور استحکام عطا فرمائیں۔

اس ہیچمدان کا اشکال تو حل ہوا اور اس توجیہ کے اختیار کرنے کی وجہ بھی معلوم ہوگئی لیکن خیال آتا ہے کہ اگر اس مقام پر حاشیہ وغیرہ کی شکل میں اس قسم کی کوئی عبارت تحریر کردی جائے تو دوسرے حضرات کے لیے بھی دافع اشکال ہوگی، شاید کسی اور کو بھی یہ اشکال پیش آئے، مثلاً عبارت یہ ہو کہ:

"آیتِ ہٰذا کی یہ تقریر منجملہ توجیہات منقولہ محتملہ کے ایک توجیہ پر کی گئی ہے اور یہ توجیہ چونکہ مقصوم مقام کے مناسب اور مطابق تھی اس لیے اس جگہ اس کا اختیار کرنا مناسب تھا اگر تحقیقی اور علمی طور پر دوسری توجیہات منقولہ تفاسیر اس توجیہ کے مقابلہ میں راجح اور قوی ہیں"۔

مفسرین نے چونکہ دوسری توجیہ کو پسندیدہ قرار دیا ہے جو اگرچہ معرفتِ الٰہیہ کے مقام کے مطابق نہیں ہے اس لیے حضرت والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تعین کے ساتھ اصل حاشیہ میں اس کے اختیار کرنے کی وجہ ذکر کرنے کا صائب مشورہ تحریر فرمادیا تاکہ کسی کو اشکال نہ ہو۔ و ھٰذا احسن التطبیق و حبذا التوفیق۔

حضرت اقدس شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے ملفوظات میں حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے درج ہے کہ:

"سورج کی ٹکیہ نکلنے کے بعد سے ہی اشراق کا وقت شروع ہو جاتا ہے"۔

یہ چونکہ خلافِ واقعہ اور خلافِ تحقیق ہے اس لیے حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حکیم صاحب کو اس کی طرف متوجہ کرتے ہوئے انہیں تحریر فرمایا:

وقت اشراق کی تحقیق

دوسری گزارش یہ تھی کہ ملفوظات (حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ) میں ہے کہ حضرت گنگوہی کی تحقیق ہے کہ سورج کی ٹکیہ نکلنے کے بعد سے ہی اشراق کا وقت شروع ہو جاتا ہے، لیکن "تذکرۃ الرشید" میں ص ۱۹۱ پر حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا جواب منقول ہے کہ اشراق کا وقت بلندی یک نیزہ سے شروع ہو کر ایک ربع تک رہتا ہے الخ، نیز علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ینبغی تصحیح مانقلوہ عن الاصل للامام محمد من انہ مالم ترتفع الشمس قدر رمح فھی فی حکم الطلوع لانّ اصحاب المتون مشوا علیہ فی صلوۃ العید حیث جعلوا اوّل وقتھا من الارتفاع (ج ۱ ص ۲۵۹) امید ہے کہ رائے عالی سے مطلع فرما کر ممنون فرمائیں گے۔ ۲ر صفر ۱۳۸۳ھ

احقر نے حضرت والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کے بعد ان کی ایک مبسوط و مفصل ایک ہزار صفحات پر مشتمل سوانح بنام ”حیاتِ ترمذی“ تحریر کی جو محرم الحرام ۱۴۲۴ھ میں شائع ہوئی، اس میں حضرات علماءِ کرام و مشائخ عظام سے بھی حضرت پر مضامین لکھوائے گئے تھے، حضرت حکیم صاحب سے بھی احقر نے بذریعہ خط لکھنے کی درخواست کی، چونکہ ان دنوں آپ علیل تھے اس لیے کوئی تفصیلی تحریر یا مقالہ ان کے لیے لکھنا ممکن نہ تھا تاہم مختصر تحریر لکھوا کر حضرت نے احقر کی حوصلہ افزائی فرمائی اس میں آپ نے حضرت سے اپنے تعلق کا اظہار کرتے ہوئے لکھوایا:

”حضرت مولانا مفتی سید عبد الشکور ترمذی صاحب میرے خاص دوستوں میں تھے، ان کا علم بہت وسیع اور عمیق تھا، ان کے والد صاحب حضرت مولانا عبد الکریم گمتھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ تھے، حضرت مفتی صاحب حضرت تھانوی سے بیعت تھے......... اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب کے درجات کو بلند فرمائے اور ان کی دینی خدمات کو قیامت تک صدقہ جاریہ بنائے، آمین“۔ (حیاتِ ترمذی، ص ۶۰۰)

حضرت حکیم صاحب ایک منجھے ہوئے شاعر بھی تھے، ان کا کلام ”فیضانِ محبت“ کے نام سے شائع ہو چکا ہے بلکہ اس کی شرح بھی چھپ چکی ہے۔ ان کے کلام میں حق تعالیٰ سے عشق و محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے، اور یہی کچھ وہ دوسروں میں بھی بھرنا چاہتے ہیں، ان کا عارفانہ کلام سارا ہی عجیب و غریب ہے لیکن درج ذیل اشعار پورے دیوان کی جان معلوم ہوتے ہیں۔ احقر ناکارہ کو بھی بدذوق ہونے کے باوجود یہ اشعار بے حد پسند ہیں اس لیے آخر میں ہدیۂ قارئین ہیں۔

رنگ لائیں گی کب میری آہیں

پھر مدینہ کی جانب کو جائیں

جب نظر آئے وہ سبز گنبد

کہہ کے صلِ علیٰ جھوم جائیں

جب حضوری کا عالم عطا ہو

ان کو افسانۂ غم سنائیں

اب نہ جانا ہو گھر ہم کو واپس

چپکے چپکے یہ مانگیں دعائیں

تیرے در پر مِرا سر ہو یارب

جان اس طرح تجھ پر لٹائیں

مجھ کو اپنا بنالو کرم سے

ملتزم پر یہ مانگیں دعائیں

دونوں عالم کی کیا ہے حقیقت

جتنے عالم ہوں تجھ پر لٹائیں

سارے عالم میں پھر پھر کے یارب

تیرا دردِ محبت سنائیں

تیرا دردِ محبت سنا کر

سارے عالم کو مجنوں بنائیں

سارے عالم کو مجنوں بنا کر

میرے مولیٰ ترے گیت گائیں

لذت قرب پا کر تری ہم

لذتِ دوجہاں بھول جائیں

دربدر ڈھونڈتا ہے یہ اخترؔ

اہلِ دردِ محبت کو پائیں

بحمدہ تعالیٰ و بفضلہ، اللہ تعالیٰ نے حضرت حکیم صاحب سے اصلاح و ارشاد، تزکیہ نفس اور اصلاح باطن، روحانی امراض کی اصلاح، خاص طور پر بدنگاہی سے حفاظت کی تدابیر و اصلاح کا بہت کام

لیا۔ ہمارے شیخ حضرت نواب قیصر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ آپ کو "غضِّ بصر کا مجدّد" فرمایا کرتے تھے، بہر حال اب ان کے ہزاروں متوسلین، خلفاء کرام، خانقاہ اور مدرسہ اشرف المدارس ان کی بہترین یادگار ہیں۔ ساتھ ہی ان کے خلف الرشید حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم ان کے لیے سب سے بہتر صدقہ جاریہ ہیں۔ حق تعالیٰ انہیں صحیح معنیٰ میں آپ کے مشن کو آگے بڑھانے اور صحت و عافیت سے مزید کارہائے نمایاں انجام دینے کی توفیق اور سعادت عطا فرمائیں، اور ہر نیک کام میں ان کی مدد و نصرت فرمائیں، آمین۔

احقر عبد القدوس ترمذی غفرلہ

۱۶ / شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ

(بشکریہ اداریہ ماہنامہ الحقانیہ سرگودھا)

.........☆.........

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا حافظ سیّد محمد اکبر شاہ بخاری صاحب مدظلہ (جام پور)
ناظمِ اعلیٰ مرکز تبلیغ مجلس صیانۃ المسلمین ومدرسہ اشرفیہ احتشام العلوم جامع مسجد عثمانیہ جام پور ضلع راجن پور (پنجاب)
ومصنف کتبِ کثیرہ

1928ء.........تا.........2013ء

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ موجودہ دور میں ایک عالم با عمل، شیخِ کامل اور ولیٔ کامل تھے، ان کا وجود مسعود عالم اسلام کے لیے باعث رحمت و برکت تھا، حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ نے فیض علمی وروحانی حاصل کیا۔ اور پھر انہی حضرات اکابر ومشائخ کے عظیم علوم ومعاف کے عظیم ترجمان اور شارح رہے، متعدد تصانیف اپنے شیوخ کے علوم و معارف اور تعلیم اور ارشادات و ملفوظات پر مشتمل مرتب فرمائیں جو ملت اسلامیہ کے لیے بے حد نافع اور مفید رہیں، جن میں سے معارفِ مثنوی، معارفِ شمس تبریز، مجالسِ ابرار، دنیا کی حقیقت، معرفتِ الہیہ، معیتِ الہیہ، روحانی بیماریاں اور ان کا علاج، ملفوظات شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر قابلِ ذکر ہیں، اس وقت آپ سلسلۂ اشرفیہ امدادیہ کے چمکتے دمکتے آفتاب و ماہتاب تھے، زمانہ طفولیت سے ہی حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ سے تعلق و محبت اور خصوصی مناسبت رہی، بچپن ہی میں حضرت حکیم الامت کی تصنیف راحت القلوب کا مطالعہ کیا تو کایا ہی پلٹ گئی اور دنیاوی تعلیم سے دلبرداشتہ ہو کر دینی تعلیم کی طرف متوجہ ہوگئے۔

ابتدائی دینی تعلیم کے بعد حضرت مولانا شاہ محمد احمد پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچ کر دینی و روحانی تعلیمات سے خوب خوب استفادہ کیا، پھر مدرسہ بیت العلوم اعظم گڑھ میں حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث تک کتب پڑھیں اور دینی تعلیم مکمل کی۔

حضرت مولانا شاہ محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے فیض علمی کے ساتھ روحانی تربیت بھی حاصل کی اور ان کے فیوضات علمی و روحانی سے مالا مال ہوئے، اس دوران حضرت شاہ حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاذ و مربی حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے علوم و معارف اور ملفوظات کو بڑی محبت و جانفشانی سے قلمبند فرمایا کرتے تھے، چنانچہ حضرت شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار فرمایا کہ "مولوی حکیم اختر صاحب میرے غامض و دقیق مضامین کو بھی احسن طریق پر قلمبند کر لیتے ہیں" اسی لیے حضرت اقدس پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے وہی علوم و معارف آپ ہی کے ذریعہ منصۂ شہود پر آئے اور حضرتِ اقدس پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ مبارکہ ہی میں "معرفتِ الٰہیہ، معیتِ الٰہیہ، براہینِ قاطعہ، شراب کی حرمت اور ملفوظات شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ" کتابیں شائع ہو کر مسلمانوں کی اصلاح کا ذریعہ بنیں۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ حضرت مولانا پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے صحیح معنی میں علمی و روحانی جانشین ثابت ہوئے، سترہ اٹھارہ سال تک اپنے شیخ کی خدمت کی، انہی کے ساتھ پاکستان ہجرت کی اور کراچی میں ناظم آباد کے علاقہ میں فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہائش پذیر ہوئے، حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے بھی شیخ تھے اور حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے، دار الافتاء والارشاد ناظم آباد میں حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں حضرت مفتی صاحب اور حضرت حکیم صاحب نے خوب خوب دینی خدمات سرانجام دیں اور ان دونوں حضرات نے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کو خوب پھیلایا۔

حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آپس میں بڑی محبت و تعلق تھا اور ایک دوسرے کے دونوں حضرات بہت قدر دان تھے، آپس میں محبّ و محبوب تھے، دونوں حضرات نے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی و سرپرستی میں ایک دینی درسگاہ ''جامعہ اشرف المدارس'' کے نام سے ناظم آباد میں قائم کی اور پھر ''خانقاہ اشرفیہ'' گلشن اقبال کراچی میں حضرت حکیم رحمۃ اللہ علیہ نے قائم کی جہاں سے ہزاروں افراد نے اپنی ظاہری و باطنی اصلاح کرکے دنیا و آخرت کو سنوارا، اسی طرح سے ''جامعہ اشرف المدارس'' کے لیے وسیع و عریض رقبہ حضرت حکیم صاحب نے گلستان جوہر کراچی میں خرید کر ایک عظیم الشان جامعہ تعمیر کرایا اور ساتھ ہی عظیم الشان مسجد کی بنیاد بھی رکھی، اس جامعہ سے ہزاروں طالبانِ علم وابستہ ہیں اور یہ حضرت مولانا حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا صدقہ جاریہ ہے، اس جامعہ کے مہتمم آپ کے لائق و فائق صاحبزادے حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب مد ظلہم ہیں، جو خود بھی ایک بڑے عالم با عمل اور شیخ کامل ہیں۔ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز ہیں، جامعہ اشرف المدارس کے علاوہ کراچی ہی میں اس جامعہ کی متعدد شاخیں ہیں جو حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں دین کی تعلیم قرآن و حدیث کی خدمت میں مصروف ہیں، یہ سب صدقہ جاریہ ہے حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اور ان کی یادگار ہیں، اللہ کرے قیامت تک قائم و دائم رہیں۔

حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے سلسلۂ عالیہ اشرفیہ امدادیہ سے تھا اور انہی کی قائم کردہ جماعت ''مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان'' سے آپ وابستہ تھے، پوری زندگی تبلیغ و اصلاح و ارشاد اور خدمت میں گزاری اور ملک و بیرون ملک آپ نے متعدد سفر کیے اور دین کا پیغام پہنچایا، لاکھوں افراد کی اصلاح کی، دینی مدارس کے جلسوں میں اجتماعات میں آپ تشریف لے جاتے اور اپنے مواعظ حسنہ سے عوام و خواص کو مستفیض فرماتے تھے۔

مجلس صیانۃ المسلمین کے پروگراموں میں بھی آپ کثرت سے آتے جاتے تھے، مجلس کے سالانہ اجتماعات خصوصاً جامعہ اشرفیہ لاہور، جامعہ خیر المدارس ملتان، جامعہ امدادیہ فیصل آباد اور جامعہ

احتشامیہ کراچی میں اکثر آپ کے بیانات ہوتے تھے جہاں ہزاروں کی تعداد میں علماء و طلباء، عوام و خواص سب ہی آپ کے بیانات سنتے اور زیارت کا شرف حاصل کرتے تھے۔

دو تین مرتبہ آپ مجلس صیانۃ المسلمین ڈیرہ غازی خان اور مجلس جام پور کے پروگراموں میں بھی تشریف لائے اور اپنے مواعظ حسنہ سے مسلمانوں کے قلوب کو منور کیا۔

جامعہ مسجد عثمانیہ جام پور میں احقر کی درخواست پر دو مرتبہ 1979ء اور 1980ء میں مجلس کے اجتماعات میں تشریف لائے اور ہر مرتبہ دو دو تین تین روز تک اہل جام پور کو اپنے فیض علمی و روحانی سے سیر و شاداب کیا۔

احقر سے حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑی محبت و شفقت فرمایا کرتے تھے، احقر کی درخواست پر ہی آپ نے "اکابر علماءِ دیوبند" کتاب کے لیے ایک خود نوشت، حالات پر مبنی مضمون قلمبند فرما کر ارسال کیا اور چند تصانیف بھی عنایت فرمائیں۔ احقر کی تصانیف کو دیکھ کر بے حد مسرت کا اظہار فرماتے اور دعاؤں سے نوازتے تھے۔

الغرض آپ کی دینی، علمی، تبلیغی و اصلاحی اور تصنیفی خدمات جلیلہ ناقابلِ فراموش ہیں، متعدد دینی مدارس کا قیام، دوسو کے قریب آپ کی تصانیف، ہزاروں خلفاء و متوسلین، الاختر ٹرسٹ، مساجد کی تعمیر، پوری زندگی تبلیغ و اصلاح و ارشاد کی خدمت اور صالح اولاد، سب عظیم صدقہ جاریہ ہیں۔ حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔ آمین

(بشکریہ ماہنامہ الخیر ملتان، رمضان المبارک/شوال المکرم ۱۴۳۴ھ، اگست 2013ء)



آہ حضرت مولانا حکیم اختر صاحب بھی چل بسے

جناب مولانا محمد صدیق ارکانی صاحب (کراچی)

مؤرخہ ۲۳ر رجب المرجب ۱۴۳۴ھ / ۳ر جون ۲۰۱۳ء شب پیر اطلاع ملی کہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ مجاز مولانا محمد احمد پرتاب گڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ و مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے صحبت یافتہ[1]، جامعہ اشرف المدارس گلشن اقبال کے بانی اور الاختر ٹرسٹ کے سرپرست حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ انتقال فرما چکے ہیں۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ماہر حکیم، جید عالم دین، قابل تقلید شاعر، غیر متنازع فیہ پیر اور بہت سی کتابوں کے مؤلف تھے، ان کی پوری زندگی امت کی اصلاح، مسترشدین و مریدین کی تربیت، اصلاح باطن اور تزکیۂ نفس میں گزری ہے، یہ اس آیت کے مصداق تھے:

"وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا
وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا"

ان کے وجود باسعود اور وعظ و نصیحت سے ہزاروں کی زندگیوں میں تبدیلی آئی اور سینکڑوں کی کایا پلٹی، ان کی موت سے امت مسلمہ ایک عظیم الشان مصلح اور مرشد سے محروم ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

[1] حضرت والا حضرت پرتابگڑھی کے بھی خلیفہ مجاز ہیں، رحمہم اللہ تعالیٰ۔ (از مرتب)

سن ولادت اور طبیہ کالج میں تعلیم:

یوپی انڈیا کے مشہور شہر پرتاب گڑھ میں محمد حسین نامی ایک سرکاری ملازم کے گھر میں ۱۹۲۴ء[1] کو ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام "محمد اختر" رکھا گیا جب کہ ان کی دو بہنیں بھی تھیں، چونکہ اس لڑکے سے اللہ کو کام لینا تھا اس لیے یہ علاقے کے مکتب میں داخل ہوئے اور ابتدائی تعلیم حاصل کی، اس کے بعد مزید تعلیم کے طبیہ کالج علی گڑھ کا رخ کیا اور وہیں دینی تعلیم کے ساتھ حکمت پر بھی دسترس حاصل کی، یوں حکیم صاحب کے لقب سے مشہور ہوئے۔

حکیم صاحب اور پرتاب گڑھی:

ابھی حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی عمر چودہ پندرہ سال کی ہوگی کہ انہیں اندازہ ہوا کہ راہِ راست پر چلنے اور ہدایت یافتہ ہونے کے لیے کسی اللہ والے کی صحبت ضروری ہے، یہ سوچ کر مولانا شاہ محمد احمد پرتاب گڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کم عمری میں بیعت و خدمت کا شرف حاصل کیا[2]، مولانا پرتاب گڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ مولانا شاہ بدر علی رائے بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں اور وہ مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ بن اہل اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ربیع الاول ۱۳۱۳ھ / ۱۲/ اگست ۱۸۹۵ء) کے خلیفہ ہیں اور مرادآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ شاہ محمد آفاق رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۱۲۵۱ھ / ۱۸۳۵ء) کے خلیفہ ہیں اور یہ شاہ ضیاء اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے اور یہ خواجہ محمد زبیر رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۱۱۱۴ھ / ۱۷۰۲ء) کے خلیفہ ہیں۔ مولانا پرتاب گڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ قابل ذکر مصلح اور بہترین شاعر تھے، ان کے اشعار اور پرسوز کلام کا مجموعہ بنام "عرفانِ محبت" طبع شدہ ہے اور "عرفانِ محبت" کے اشعار کی شرح "فیضانِ محبت" کے نام سے طبع شدہ ہے، جبکہ ان کے بیانات اور

---

[1] حضرت والا کی سن پیدائش ۱۹۲۸ء ہے۔ (از مرتب)

[2] حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت پرتاب گڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت نہیں کی تھی، بیعت کا تعلق صرف حضرت پھولپوری و حضرت ہردوئی رحمہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم کیا تھا۔ (از مرتب)

تقاریر کا مجموعہ بنام ''روح البیان'' (دو حصے) کتابی شکل میں موجود ہے۔ غالباً حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۹۴۰ء تک ان کی خدمت میں رہ کر خوب فیض حاصل کیا۔

حکیم صاحب اور حضرت پھولپوری:

غالباً ۱۹۴۰ء میں حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۲۱/ربیع الاول ۱۳۸۳ھ / ۱۲/اگست ۱۹۶۳ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی سنت ادا کی، مولانا پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ حکیم الامت مجدّد الملت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں، حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر انہوں نے ۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۴ء میں مدرسہ ''روضۃ العلوم'' اور ۱۳۴۹ھ / ۱۹۳۰ء میں مدرسہ ''بیت العلوم'' قصبۂ سرائے میر کی بنیاد رکھی، مؤخر الذکر مدرسہ میں دورۂ حدیث تک تعلیم ہوتی تھی۔

بہر حال حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سولہ سترہ سال کی عمر (۱۹۴۰ء) میں حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت ہوئے اور اصلاحِ باطن کے ساتھ مدرسہ بیت العلوم میں ظاہری علوم بھی حاصل کرتے رہے، چار پانچ سال حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں تعلیم حاصل کی اور بخاری شریف کے معتد بہ حصے حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھے، یوں ظاہری علوم سے فراغت پائی، اس دور میں حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے والد کا سایہ سر سے اٹھ چکا تھا اور حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی اہلیہ محترمہ بھی وفات پا چکی تھیں اس لیے حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کو اپنی والدہ کا پیغامِ نکاح پہنچایا اور حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرما کر منظوری دی کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے شاگرد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی والدہ سے نکاح کیا تھا، بہر حال اس طرح حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاد و مرشد کے ساتھ والد بھی بنے، حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسلسل سولہ سترہ سال تک حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی شب و روز سفر و حضر میں خدمت کی، اس مدتِ طویلہ میں حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مختلف النوع مجالس میں جو بیانات، ملفوظات اور

ارشادات فرمائے ان کو حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے قلمبند فرمایا اور "معرفتِ الٰہیہ" و "معیتِ الٰہیہ" نامی دو موٹی (ضخیم) کتابوں میں سمو دیا اور یہ دونوں کتابیں دستیاب ہیں۔

چونکہ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے مرید و شاگرد کے ساتھ صاحبزادے بھی ہوئے اس لیے شاید تہمت سے بچنے کے لیے حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو باقاعدہ ...(اجازت)... نہ دی ہو، اس لیے حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلفاء کی فہرست میں حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام مبارک نہیں ہے۔ (معرفتِ الٰہیہ، ص:۵۶) بہر حال سولہ سترہ سال تک مسلسل خدمت کرنا بے حد غیر معمولی بات ہے اور پھر حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے خوش بھی رہے۔

حضرت حکیم صاحب و حضرت ہردوئی اور چند متفرق واقعات:

۱۲/ اگست ۱۹۶۳ء میں حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے انتقال پُر ملال کے بعد حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے کم سن اور آخری خلیفہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی (متوفی ۸/ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ / ۱۷/ مئی ۲۰۰۵ء) کے ہاتھ پر بیعت کی اور انہی سے خلافت ملی۔

حضرت شاہ ابرار الحق رحمہ اللہ تعالیٰ نے جس لطیف اور بہترین انداز میں حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تربیت اور اصلاح فرمائی وہ بے مثال ہے، صرف ایک واقعہ پیشِ خدمت ہے:

☆ بندہ ۱۹۹۲ء کو جامعہ اشرف المدارس گلشن اقبال میں موقوف علیہ تک کے اسباق پڑھاتا تھا، اس سال حضرت مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی رحمہ اللہ تعالیٰ انڈیا سے حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس آئے اور قیام فرمایا، اس دوران حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے یا ان کے کسی مرید نے "فہرست تصانیف حضرت حکیم الامت تھانوی" اور "فہرست تصانیف حضرت حکیم صاحب" کے عنوان سے دو الگ الگ اوراق کتابت کروائی اور باہر دیوار پر کسی مرید نے چسپاں کر دیئے، لیکن اتفاق

سے اس مرید نے حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے تصانیف والا ورق اوپر اور حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کے تصانیف والا ورق نیچے کر دیا۔

جب حضرت ہردوئی رحمہ اللہ تعالیٰ باہر نکلے اور یہ اوراق دیکھے تو فوراً حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو طلب فرمایا اور فرمایا کہ کب سے تم میرے شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کے اوپر چلے گئے، اس پر حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ مبارک سے وہ اوراق اتار لیے، یہ ہے اصلاح کا انداز، اس سال بندۂ ناچیز نے بھی حضرت ہردوئی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

☆ میں پورا ایک سال بحیثیت استاد اس مدرسہ میں رہا اور حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی مختلف مجلسوں میں بیٹھنے، تنہائی میں ملنے، امور مدرسہ پر تبادلۂ خیال کرنے کا موقع ملا، لیکن میں نے کبھی حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو کسی کی غیبت کرتے ہوئے یا کسی کو بُرا بھلا کہتے ہوئے نہیں سنا، ایک مرتبہ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو اطلاع ملی کہ مدرسہ کے بعض اساتذہ بے ریش لڑکوں سے خدمت لیتے ہیں اور پاؤں و سر وغیرہ دبواتے ہیں، اس پر حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جملہ اساتذہ اور مدرسہ کے مہتمم حضرت مولانا محمد مظہر میاں صاحب کو طلب فرمایا اور فرمایا کہ آج سے میں کسی بھی بے ریش خادم و مرید سے خدمت نہیں لوں گا، مظہر میاں تم بھی نہیں لینا، بس یہ فرما کر اساتذہ کو واپس کر دیا اور ساتھ بہترین انداز سے اصلاح بھی فرما دی۔

☆ اس وقت پہلوان گوٹھ میں جہاں جامعہ اشرف المدارس اور خانقاہ اشرفیہ قائم ہیں، یہاں ۱۹۹۳ء میں حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بہترین مسجد تعمیر فرمائی، افتتاحی تقریب میں بندۂ ناچیز بھی تھا، اسی مسجد کے قریب ایک جگہ سے بصورت پانی کا چشمہ نکل رہا تھا، حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اس چشمہ کے قریب گئے اور کھڑے ہو کر یوں دعا فرمائی، یا اللہ یہ چشمہ جاری و ساری رکھ اور پانی میٹھا بھی ہو، چنانچہ پانی میٹھا ہے اور میرا خیال ہے کہ اب بھی یہ چشمہ جاری ہو گا۔

☆ جب پہلوان گوٹھ والی مسجد کی تعمیر مکمل ہو رہی تھی اس وقت حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے گلشن اقبال والی مسجد میں حاضرین کے سامنے بیٹھ کر فرمایا کہ پہلوان گوٹھ والی مسجد کے

متعلق بہت سے حضرات کی طرف سے شکایت بصورت درخواست آرہی ہے کہ وہ مسجد تو متمول افراد کی رقم سے بن رہی ہے اور ہم جیسے غریبوں کو تو موقع ہی نہیں مل رہا ہے، اس پر حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ غریبوں کو بھی اس میں پیسہ لگانے کی اجازت ہے تاکہ یہ بھی محروم نہ رہ جائیں۔

☆ کبھی کبھی بعض طلبہ اور جوشیلے مریدین کے درمیان تکرار ہوجاتی تھی، اس پر حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مریدین کی خوب اصلاح کرتے اور فرماتے کہ "بے علم خدارانتواں شناخت"یعنی علم کے بغیر اللہ تعالیٰ کی معرفت مشکل ہے اس لیے علم اور اہل علم کی عزت وتوقیر ضروری ہے، البتہ کتب بینی پر قطب بینی کو فضیلت حاصل ہے اس لیے کسی اللہ والے کے ہاتھ پر بیعت ضروری ہے۔

☆ کبھی کبھی حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بعض اساتذہ کو بلاتے اور نصیحت کرتے ہوئے فرماتے کہ اَمرد، نامرد، امرود اور نمرود سے پرہیز ضروری ہے،یعنی بے ریش طلبہ سے میل جول نہ رکھا جائے، لواطت اور اس کے متعلقات سے بچنا چاہیے کیونکہ اس سے انسان نامرد بن جاتا ہے، کچا امرود کھانے سے قبض کی بیماری پیدا ہوتی ہے اور نمرود کے اوصاف سے دور رہنا چاہیے۔ کمرے میں اکیلا نہ سوئے، زیروبلب رات کو بھی جلنا چاہیے اور کھڑکی کھلی رہے۔

☆۱۹۹۳ء میں کسی معقول شکایت کی بناء پر مدرسہ کے مہتمم مولانا حکیم محمد مظہر صاحب نے مدرسہ کے ناظم کو محرم کے ماہ میں فارغ کردیا اور صبح مجھے بلاکر کہا کہ آج پوری رات مجھے نیند نہیں آئی کیوں ناظم کے جرم پر میں نے انہیں مدرسہ سے فارغ کردیا لیکن ان کے چھوٹے بچوں اور اہل خانہ کا اس میں کیا قصور ہے؟ یہ بے چارے اب کہاں جائیں گے؟ اس لیے آپ ناظم سے ملیں اور کہیں کہ رمضان تک کی تنخواہیں یکمشت لے لیں، حسبِ معمول مدرسہ کی رہائش و دیگر سہولیات سے فائدہ اٹھائیں لیکن نظامت اور درس وغیرہ نہیں دیں گے، چند گھنٹوں بعد یہی بات مجھے حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی بلاکر کہی، اس سے اندازہ کیا جائے کہ ان کی اعلیٰ ظرفی، وسعتِ قلبی اور رحمدلی کا کیا حال ہے۔

☆ اس زمانہ (۱۹۹۳ء) میں وہاں رمضان المبارک تراویح کی نماز میں تین جگہ قرآنِ پاک ختم کرنے کا دستور تھا، ایک گلشن اقبال والی مسجد میں، یہاں ۲۹ دنوں میں قرآن پاک ختم کیا جاتا ہے۔ دوم: خانقاہ میں جہاں پندرہ دنوں میں قرآن ختم کیا جاتا ہے۔ سوم: الگ کمرہ میں، جہاں ہفتہ روزہ ختم ہوتا تھا، چونکہ مؤخر الذکر جگہ میں اکثر متمول افراد شریک ہوتے تھے اس لیے اکثر قراء کا رجحان ختم قرآن کرنے کا ہوتا ہے، شاید کچھ ہدایا وغیرہ مل جائیں جب کہ انتظامیہ کی طرف سے اس پر سخت پابندی ہوتی ہے اور بہت سے قراء یہاں ختم قرآن کرنے کے لیے درخواست بھی دیتے ہیں۔

اس زمانہ میں مَیں وہاں درسِ نظامی کا استاد تھا اور حافظ قرآن ہونے کی حیثیت سے کوئی جانتا نہیں تھا اور نہ ہی میں نے اس متعلق کبھی کوئی درخواست دی، تاہم ۲۶؍ شعبان المعظم کو حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ اس سال آپ کو ہفتہ روزہ قرآن سنانا ہے اور سنا کر ہدایا وغیرہ لینے کا فقہاء نے غلط کہا ہے اور اس سے نسیان کا بھی خطرہ ہے۔ بہر حال اس سال ہفتہ روزہ قرآن میں نے سنایا اور میرے سامع قاری محمد عثمان صاحب تھے جو وہاں شعبہ حفظ کے استاد تھے۔ اس سے اندازہ ہوا کہ حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی نظر بے حد گہری تھی اور ہر شعبہ میں نظر رکھتے تھے بلکہ تحقیق بھی کرتے تھے۔

حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ زیادہ تر ملّا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی ''مرقاۃ المصابیح شرح مشکوٰۃ'' اور علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ''تفسیر روح المعانی'' مطالعہ میں رکھتے تھے۔

پاکستان کی آمد اور اشرف المدارس کی بنیاد:

حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۹۵۴ء[1] میں ہجرت کرتے ہوئے پاکستان تشریف لائے اور ناظم آباد کراچی میں رہائش اختیار کی، چونکہ حکیم صاحب طبیب حاذق بھی تھے اس لیے ۵۲ جڑی بوٹیوں کا مرکب ''اشرفی تیل'' بنایا جو آج بھی نہایت سود مند اور فائدہ مند ہے، ایک عرصہ اسی مشغلہ سے وابستہ رہے اور ساتھ تزکیۂ نفس بھی۔

---

[1] حضرت والا نے ۱۹۶۰ء میں پاکستان ہجرت فرمائی تھی۔ (از مرتب)

۱۳۹۴ھ / ۱۹۷۴ء کو حضرت والا نے ناظم آباد نمبر ۴ کراچی میں ایک دینی ادارے کی بنیاد ڈالی جہاں قرآن کریم کی تعلیم کے ساتھ مجلس اشاعت الحق کا تبلیغی کام بھی جاری ہوا، ۱۹۸۰ء کو حضرت والا نے گلشن اقبال نمبر ۲ کراچی میں ۱۳۰۰ مربع گز پر مشتمل پلاٹ خریدا اور سابقہ قرآنی مکتب یہاں منتقل کیا جو اب "جامعہ اشرف المدارس" کے نام سے معروف ہے اور ساتھ خانقاہ بھی ہے۔ ۱۹۹۲ء میں گلستان جوہر بلاک ۱۲، سندھ بلوچ سوسائٹی کراچی میں ۴۰۰۰ گز کا پلاٹ حاصل کیا گیا جہاں ۱۹۹۳ء کو جامع مسجد کی تعمیر ہوئی اور بعد میں مدرسہ اور خانقاہ کی عمارتیں کھڑی ہوئیں یوں جامعہ اشرف المدارس گلشن وہیں منتقل ہو گیا۔ اب الحمد للہ اس کی دس شاخیں ہیں جہاں پانچ ہزار سے زائد طالبات اور طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

حکیم صاحب کے اندر تین مرشدین کے اوصاف:

حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مرشد اول مولانا محمد احمد پرتاب گڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اندر نعتیہ کلام اور شعر و شاعری کا عنصر غالب تھا، شاید یہ وصف حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف منتقل ہوا اس لیے حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ عمدہ اشعار کہنے میں بے مثال تھے۔

حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مرشد ثانی مولانا عبد الغنی پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے اندر جذبۂ جہاد کا وصف غالب تھا اور یہی وصف حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے اندر جذب ہوا۔ اس لیے حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مجاہدین کی ہر ممکن مدد فرماتے تھے اور مرشد ثالث مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی رحمہ اللہ تعالیٰ اتباعِ سنت اور نظافت و نفاست میں بے مثال تھے، بالکل یہی حال حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی تھا، گویا تین مرشدین کے تین عمدہ اوصاف حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے اندر جذب ہوئے۔

تالیفات حکیم صاحب:

حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جیتے جی چھوٹی بڑی ۱۵۰[1] کے لگ بھگ کتابیں تالیف فرمائیں اور ہر تالیف اصلاح امت کے لیے نسخہ کیمیا سے کم نہیں ہے، علامہ عبد الوہاب شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: "**فنابت عنهم رسائلهم بعد موتهم فى نصح المريدين**" یعنی اولیاء کے انتقال کے بعد ان کی تصنیفات مریدین و متوسلین کی نصیحت کے لیے نیابت کا کام دیتی ہیں۔ اس مقولہ کے مطابق حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے رسائل بھی مریدین کے لیے نائب ثابت ہوں گے۔ یہاں چند تالیفات کے نام لکھے جارہے ہیں:

☆درسِ مثنوی مولانا روم: مولانا جمال الدین رومی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی جمادی الثانی ۶۷۲ھ / دسمبر ۱۲۷۳ء) نے اپنے شیخ و مرشد شمس الدین تبریزی رحمہ اللہ تعالیٰ (محمد بن ملک داد) (شہادت ۶۴۴ھ / ۱۲۴۶ء) کے افادات، ارشادات اور فیوضات کو فارسی اشعار کی شکل میں قلمبند کیا جو "مثنوی شریف" کے نام سے معروف ہے، حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اس فارسی مثنوی شریف کے منتخب اشعار کا درس دیتے تھے اور اشعار کی بہت عمدہ تشریح فرماتے تھے جو اب ۳۷۳ صفحات پر مشتمل "درسِ مثنوی مولانا روم" کے نام سے کتابی شکل میں طبع شدہ ہے۔

☆معارف شمس تبریز: مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عام فارسی اشعار کے علاوہ ۵۰ ہزار غزلیات بھی کہے، جن کا مجموعہ "دیوان شمس تبریز" کے نام سے مطبوع ہے۔ چونکہ یہ غزلیات بھی شمس تبریز کے علوم و معارف پر مشتمل ہیں، اس لیے نسبت ان کی طرف کر دی گئی ہے۔ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے "دیوان شمس تبریز" کے منتخب غزلیات کی لاجواب تشریح فرمائی جو مذکورہ کتابی شکل میں ہے اور صفحات ۴۴۸ صفحات ہیں۔

---

[1] حضرت والا کے صرف مطبوعہ مواعظ کی تعداد ہی ۱۰۹ ہے، چھوٹی بڑی کل تصانیف کی تعداد تقریباً ۲۰۰ ہے۔ (مرتب)

☆مواعظ درد محبت: پہلی جلد ۵۳۵ صفحات پر مشتمل گیارہ رسائل کا مجموعہ ہے جبکہ دوسری جلد ۵۵۸ صفحات پر مشتمل دس رسائل کا مجموعہ ہے۔ دونوں جلدیں نہایت عمدہ اور فائدہ مند ہیں[1]۔

☆فیضان محبت: ۲۸۸ صفحات پر مشتمل یہ کتاب حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے اشعار اور نعتیہ کلام کا مجموعہ ہے۔

☆ایک منٹ کا مدرسہ: یہ کتاب بعض مدرسوں میں داخل نصاب ہے، بچوں اور بڑوں کے لیے نہایت مفید کتاب ہے۔

☆روح کی بیماریاں اور انکا علاج (دو جلدیں)[2]

☆معرفتِ الٰہیہ۔ معیتِ الٰہیہ: ان دونوں کتابوں کا تعارف آچکا ہے۔

☆مجالس ابرار۔ ☆کشکول معرفت۔

☆بد نظری اور عشق مجازی کی تباہ کاریاں اور اس کا علاج

اس طرح اور بھی بہت سی تالیفات ہیں، جن کے مکمل تعارف کے لیے مستقل مقالہ کی ضرورت ہوگی۔

وفات، نماز جنازہ اور پسماندگان:

۲۸ر مئی ۲۰۰۰ء[3] میں حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ پر فالج کا حملہ ہوا اور ۲۳ر رجب ۱۴۳۴ھ / ۳ر جون ۲۰۱۳ء کو مالک حقیقی سے جاملے، پسماندگان میں ایک صاحبزادے حضرت مولانا حکیم محمد مظہر میاں صاحب اور ایک صاحبزادی ہیں جبکہ اہلیہ محترمہ کا پہلے انتقال ہوچکا ہے۔

مولانا حکیم محمد مظہر صاحب ہی حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے جانشین اور جامعہ اشرف المدارس، خانقاہ اشرفیہ اور الاختر ٹرسٹ کے سرپرست و نگران ہیں۔ وصیت کے مطابق انہوں نے ہی

---

[1] اب مواعظِ دردِ محبت کی تقریباً دس جلدیں ہوچکی ہیں۔ (از مرتب)

[2] یہ کتاب اب ایک جلد ہی میں چھپ رہی ہے۔ (از مرتب)

[3] حضرت والا پر فالج کا حملہ ۳۱ر مئی ۲۰۰۰ء بروز بدھ ہوا تھا۔ (از مرتب)

ایک لاکھ افراد کی موجودگی میں نماز جنازہ پڑھائی۔ ان کے سارے صاحبزادے حافظ اور عالم دین ہیں، جیسے مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب، مولانا حافظ محمد اسماعیل صاحب (یہ دونوں راقم کے شاگرد ہیں) مولانا محمد اسحاق صاحب اور عبداللہ صاحب وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے، اعلیٰ علیین میں جگہ نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے[1]۔

(بشکریہ ماہنامہ حق نوائے احتشام کراچی، شعبان ۱۴۳۴ھ / جولائی 2013ء)

.........☆.........

[1] مضمون نگار نے آخر میں حضرت والا کے خلفاء کی وہ فہرست بھی لکھی جو ۲۰۰۹ء میں نامکمل شائع ہوئی تھی۔ چونکہ حتمی فہرست ابھی شائع نہیں ہوئی، دوسرا یہ کہ حضرت والا نے کچھ کی خلافت منسوخ بھی فرمائی تھی، اس لیے فی الحال اس کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ (از مرتب)

آفتابِ معرفت کی رحلت

حضرت مولانا عبد الحق خان بشیر صاحب مدظلہ
فرزند و خلیفہ مجاز امام اہلسنّت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ و مدیر ماہنامہ صفدر گجرات

مؤرخہ 2/جون بروز اتوار حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے سلسلہ کے عظیم مرشد، محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق رحمہ اللہ (خلیفہ مجاز حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ) کے خلیفہ مجاز عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب (بانی جامعہ اشرف المدارس کراچی و خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی) رضائے الٰہی سے انتقال فرماگئے۔ اس روز بندہ اپنے احباب کے ہمراہ جامعہ مظہریہ حسینیہ کی تقریب ختم بخاری سے فراغت پر حیدرآباد سے بہاول پور کے لیے روانہ ہو چکا تھا، راستے میں حضرت رحمہ اللہ کے انتقال کی خبر ملی، جنازہ میں شرکت سے محرومی پر شدید افسوس ہوا۔ خدا تعالیٰ حضرت رحمہ اللہ کی کامل مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں بلند و بالا مقام نصیب فرمائے۔ آمین۔ قارئین سے بھی دعاؤں کی درخوست ہے۔

2003ء میں جب بندہ ''مدرسہ تعلیم القرآن قاسمیہ مسجد حق چار یار، پنڈ گدوال، واہ کینٹ'' میں زیرِ تعلیم تھا تو استاذِ محترم حضرت مولانا قاری احسان الحق مدظلہم گاہے بگاہے مختلف اکابر کی کتب بندہ سے سنتے رہتے تھے، اسی دوران حضرت والا کی کتاب ''مواعظِ دردِ محبت'' بھی استاذِ محترم کو سنانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ غالباً وہیں سے حضرت کا تعارف ہوا۔ ایک مرتبہ بندہ کے شیخ مدظلہم کی موجودگی میں بڑے شعراء کا تذکرہ چلا اور بندہ نے حضرت سید نفیس شاہ صاحب کا نام لیا تو حضرت شیخ نے اُن کی تعریف فرمائی اور پھر حضرت والا رحمہ اللہ کا نام لیا کہ اُن کے اشعار بھی بڑے کمال کے ہوتے ہیں۔ محبت اور عقیدت بڑھتی چلی گئی، گزشتہ سے پیوستہ سال اپنے ہم کلاس مولانا نثار صاحب کے ہمراہ حضت

رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی، باوجود ضعف و نقاہت کے نہایت پُر نور اور روشن چہرہ تھا، جو ع

"جسے دیکھ کر خدا یاد آئے"

کا واضح مصداق تھا۔ حضرت کی موجودگی میں اُن کے خلیفہ عارفانہ کلام پیش فرمارہے تھے ارو موقع بموقع ایسا انداز اپنا رہے تھے کہ حضرت والا بے اختیار مسکرا دیتے، آپ رحمہ اللہ کی دلفریب مسکراہٹ دیکھتے ہی جملہ حاضرین قدرے بلند آواز سے "ماشاء اللہ" کہتے۔ عصر تا مغرب کی اس مختصر ترین محفل سے بندہ بہت محظوظ ہوا۔

2009ء میں بندہ نے اپنے جد امجد حضرت امام اہلِ سنت رحمہ اللہ کی وفات پر حضرت رحمہ اللہ سے کچھ تحریر کرنے کا عرض کیا تو درج ذیل چند سطور لکھوا کر بھجوائیں جو مجلہ "المصطفیٰ" کے "امام اہلِ سنت نمبر" میں شائع ہوئیں:

باسمہٖ تعالیٰ

محبی المکرّم سرفراز حسن خان صاحب زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

محدث کبیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی وفات امتِ مسلمہ کا نقصانِ عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے، حضرت رحمہ اللہ خانقاہ میں تشریف لا چکے ہیں اور اس طرح احقر کو بھی حضرت کی ملاقات کا شرف حاصل ہے، آپ حضرت رحمہ اللہ کی دینی خدمات اور سوانح حیات مجلہ المصطفیٰ میں شائع فرما رہے ہیں اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور امتِ مسلمہ کے لیے نافع فرمائیں۔ آمین"۔ ع

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

(بشکریہ ماہنامہ صفدر گجرات، شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ، جولائی 2013ء)

.........☆.........

رُومیٔ دوراں کا سانحۂ ارتحال

جناب مولانا لطیف الرحمن لطفؔ صاحب (کالم نگار)

یہ آج سے تقریباً پندرہ سولہ سال پہلے کی بات ہے کہ اپنے ایک عزیز اور محسن سے ملنے جامعہ اشرف المدارس گلشن اقبال جانا ہوا، جو اس وقت وہاں درجہ موقوف علیہ میں زیر تعلیم تھے اور میں کالج کے سیکنڈ ایئر کا طالب علم۔ مدرسہ کے گیٹ پر ادھیڑ عمر کے گھنی ڈاڑھی اور سپاٹ مونچھوں والے ایک شخص سے ملاقات ہوئی، جس نے تھانوی ٹوپی پہن رکھی تھی۔ وہ بڑی خوش اخلاقی سے پیش آیا۔ میں نے اس سے اپنے عزیز کے بارے میں دریافت کیا تو ایک طالب علم کو ساتھ کیا جو مطلوبہ کمرے تک لے گیا۔ اپنے میزبان سے حال احوال پوچھنے کے بعد میں نے کہا کہ گیٹ پر ایک بڑے مولانا صاحب سے ملاقات ہوئی جو بڑی خندہ پیشانی سے پیش آئے اور یہاں تک آنے میں میری رہنمائی کی۔ وہ ہنس کر بولے: وہ کوئی مولانا نہیں، مدرسہ کے چوکیدار ہیں۔ میں نے حیرت سے کہا چوکیدار؟ انہوں نے جواب دیا ہاں! چونکہ ہمارے یہاں ایک بڑے ولی اللہ ہیں، ان کی صحبت کے نتیجے میں یہاں کے چوکیدار اور ملازمین بھی علماء کی وضع قطع اور ان کی صفات کے حامل ہیں۔ میں نے پوچھا ان بزرگ کی زیارت کی کوئی سبیل ہے؟ انہوں نے کہا آج جمعہ کا بیان ان کا ہوگا، جب تک ٹھہر جاؤ، بیان بھی سنوگے اور زیارت کا شرف بھی حاصل ہوگا۔

بندہ بیان کے مقررہ وقت سے پہلے ہی مسجد کی اگلی صف میں جا کر بیٹھ گیا، اتنے میں ایک انار جیسے نکھرے اور نورانی چہرے، سفید اور چمکتی ڈاڑھی والے نہایت ہی خوش شکل بزرگ آکر ممبر پر براجمان ہوئے۔ میری نگاہیں زندگی میں پہلی مرتبہ کسی ایسے پرنور چہرے سے دوچار ہوئی تھیں کہ بس انہیں دیکھنے کو ہی جی چاہ رہا تھا اور اس منظر سے آنکھیں ہٹانا میرے لیے ناممکن دکھائی دے رہا تھا۔ عفت

وحیا کے پانی سے دھلی صاف شفاف آنکھیں سلطنتِ دل پر تسلط جمائے جارہی تھیں۔ غضب یہ تھا کہ چہرہ جتنا پُر کشش ہے باتیں بھی اتنی ہی سحر انگیز۔ زرخیز قلوب کا تو کیا ذکر، میرے بنجر دل پر بھی ان باتوں کا اثر دھیرے دھیرے ہونے لگا تھا۔ بزرگ ولی اللہ بننے کے لیے تین اعمال کا ذکر فرما رہے تھے، یعنی ایک مشت ڈاڑھی رکھنے، شلوار ٹخنوں سے اوپر رکھنے اور نظر کی حفاظت کرنے کی تلقین ہو رہی تھی۔ میں نے اسی وقت ڈاڑھی رکھنے کی نیت کرلی اور باقی دو باتوں پر عمل کا بھی اپنا سا ارادہ کرلیا۔ اس سے قبل میرے وہ عزیز مجھے مدرسہ میں داخلہ لینے کی ترغیب دیتے آرہے تھے، اس بیان نے کام مزید آسان کر دیا اور میں نے طے کرلیا اگر پڑھنا ہے تو اسی مدرسے میں پڑھنا ہے۔ اس کے بعد اللہ کے فضل وکرم سے درس نظامی کی تکمیل کی توفیق نصیب ہوئی جن میں سے چار سال کے لیل ونہار اسی حضرت کے مدرسے کے پُرنور ماحول میں گزرے۔

یہ حضرت تھے مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ۔ چار سال حضرت والا کے بیانات اور مجالس میں شرکت کی سعادت حاصل رہی۔ اس دوران حضرت کو کافی قریب سے دیکھنے کا موقع بھی ملا۔ حضرت والا کے سینے میں عشق الٰہی کا ایک آتش فشاں تھا، جس کی جھلک ان کے بیان میں بھی نظر آتی تھی۔ ہم نے آج تک کسی بزرگ کا اس قدر عشقِ الٰہی میں ڈوبا ہوا بیان نہیں سنا، جس طرح حضرت حکیم صاحب کا ہوتا تھا۔ مجلس میں بیٹھے بیان سننے والے پر ایک وجد کی سی کیفیت طاری ہوتی بلکہ بسا اوقات حضرت اللہ تعالیٰ کی محبت کو اس انداز میں بیان فرماتے کہ منہ میں پانی آجاتا اور دل بے ساختہ پکار اٹھتا کہ کاش ہمیں بھی اللہ کے قرب کی وہ حلاوت نصیب ہو جائے جو ان جیسے اولیاء کو حاصل ہے۔ بسا اوقات فرماتے ”عشقِ مجازی میں اپنی عمر برباد کرنے والے ظالمو! کس طرح تمہیں عشقِ الٰہی کا لطف سمجھا دوں، کسی کو لاکھ سمجھایا جائے کہ شامی کباب یوں لذیذ ہوتا ہے وہ اس کی لذت سے آشنا نہیں ہو سکتا، ہاں اگر کباب لا کر اس کے منہ میں ڈالا جائے تو عش عش کر اٹھے گا، تم بھی اگر اللہ کے قرب کی لذت سے لطف اندوز ہونا چاہتے ہو تو اللہ کا بن کر دیکھو“۔ بعض اوقات اشک بار ہو کر فرماتے ”میں اس لامحدود ذات کی محبت کو اپنے محدود الفاظ کے ذریعے تمہارے سامنے بیان کرنے سے قاصر ہوں“۔

آج کل طلبہ، فضلاء اور دین کی طرف آنے والے افراد میں معاشی تنگی برداشت کرنے کی اہلیت ناپید ہوتی جارہی ہے، بعض لوگ اپنی معاشی حالت کا اکابر کی موجودہ حالت کے ساتھ موازنہ کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ فلاں کے پاس اتنے وسائل اور اتنا وسیع حلقہ احباب ہے، میرے پاس کیوں نہیں؟ اس بارے میں حضرت فرمایا کرتے تھے "بزرگوں کے حال کو مت دیکھو کہ مال کی فراوانی ہے اور خدام ہر وقت خدمت میں مصروف ہیں، بلکہ ان کے ماضی کو دیکھو، انہوں نے ایک طویل عرصے تک مشقت اور مجاہدے کی زندگی گزاری ہوتی ہے، پھر جاکے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے آسائشوں کے دروازے کھولے ہوتے ہیں اور تم بغیر کسی محنت، مشقت اور مجاہدے کے ان جیسی زندگی گزارنا چاہتے ہو۔ ایسا نہیں ہوسکتا"۔

دینی مدارس میں عام طور پر شعبۂ حفظ کے مقابلے میں شعبۂ کتب، اس کے اساتذہ اور طلبہ کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے قولاً یا کم از کم عملاً۔ حضرت حکیم صاحب اپنے شیخ مولانا شاہ ابرار الحق (ہردوئی) رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرح اس رجحان کے سخت خلاف تھے۔ درس گاہوں میں کارپٹ بچھانے اور واٹر کولر لگانے سمیت تمام سہولتوں کی فراہمی میں شعبۂ حفظ کو مقدم رکھنے کا حکم دیتے اور فرماتے کہ اصل کام یہی ہے، جبکہ کتابیں پڑھنے پڑھانے کا مقصد بھی قرآن فہمی ہے، وہ بذات خود مقصود نہیں۔ وہ اس بات پر افسوس کا اظہار کرتے کہ بعض مدرسوں میں حفظ و ناظرہ کی درس گاہوں میں دریاں تک نہیں بچھی ہوتیں اور کتابوں کی درسگاہیں عمدہ قالینوں سے آراستہ ہوتی ہیں۔

آپ معاشرے بلکہ دین دار طبقے میں اذان دینے کے عمل کو معمولی سمجھنے کے رجحان کے بھی سخت خلاف تھے۔ اس بناء پر اپنی تندرستی کے دنوں میں وقتاً فوقتاً مسجد میں آکر خود اذان دیتے تاکہ طلبہ اور متعلقین کو اس عمل کی اہمیت اور فضیلت کا اندازہ ہوسکے۔ آپ اپنی مرفہ حالی کے باوجود اسراف کے سخت خلاف تھے۔ بیان یا مجلس کے دوران بلا ضرورت کوئی پنکھا چلتا ہوا یا کوئی بلب جلتا ہوا دیکھتے تو فوراً ٹوک دیتے اور بند کرنے کا حکم دیتے۔ خود عبادت گزار ہونے کے باوجود اپنے متعلقین کو کثرتِ عبات سے زیادہ ترکِ گناہ کی تلقین کرتے اور فرماتے "فرائض، واجبات اور سنتوں کی پابندی اور گناہوں سے

بچنے کا اہتمام کرنے والا اس شخص سے بہتر ہے جو نوافل اور ذکر و اذکار کی تو کثرت کرتا ہے لیکن گناہوں سے بچنے کا اہتمام نہیں کرتا"۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ نصیب فرمائے اور ہمیں ان کی تعلیمات کی پیروی کرنے اور اپنے موجودہ بزرگوں کی قدر کرنے کی توفیق دے، آمین!

(بشکریہ روزنامہ اسلام کراچی، ۲۶/رجب ۱۴۳۴ھ بمطابق 6/جون 2013ء)

.........☆.........

یہ کس نے زمانے سے پھیری نگاہیں

آہ! ہم سب کے حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا تنویر الحق تھانوی صاحب مدظلہ

ابن خطیبِ پاکستان حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ و مدیر ماہنامہ حق نوائے احتشام کراچی

ہائے افسوس صد افسوس! مشیت ایزدی سے ہمارے حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمیں چھوڑ کر خالقِ حقیقی سے جاملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تقریباً 40 سال قبل میں نے حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو پہلی مرتبہ اس وقت دیکھا تھا جب میں اپنے والد حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈوالہ یار سندھ میں منعقدہ سالانہ جلسہ ختم بخاری شریف میں شرکت کے لیے ناظم آباد نمبر 4 میں واقع حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ دارالافتاء والارشاد کی مسجد میں نمازِ فجر حضرت مفتی صاحب کی امامت میں ادا کر کے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو بھی سفر ٹنڈوالہ یار کے لیے ہمرکاب کر لیا، تو ایک صاحب میرے والد محترم سے ملنے کے لیے باہر ہی باہر تشریف لائے معلوم ہوا کہ یہ حکیم اختر صاحب ہیں، جہاں تک میری یاداشت کے مطابق یاد ہے، تقریباً 3 یا 4 مرتبہ اپنے والد محترم حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ اپنے والد کے انتقال سے قبل سن 1979ء تک ہر سال دارالعلوم ٹنڈوالہ یار کی تقریب ختم بخاری شریف میں جانے کا شرف حاصل رہا، تا آنکہ اپریل 1980ء میں میرے والد ماجد کا انتقال ہو گیا، ہر مرتبہ حضرت حکیم صاحب کا صرف دیدار اسی شکل میں ہوتا تھا کہ وہ اپنے گھر سے نکل کر مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بغرض مصافحہ جلوہ افروز ہوتے تھے۔ دور دور تک بھی

انسانوں کے علم میں نہیں تھا کہ یہی حضرت حکیم صاحب بہت جلد چار دانگ عالم میں وہ شہرت وعزت اور عظمت و نیک نامی کے آفتاب و ماہتاب بن گئے کہ آج سن 2013ء تک ایک خلق خدا ان پر رشک کرتی ہوئی دیکھی جارہی ہے۔ حضرت حکیم صاحب کے مقام بلند کو جتنا بھی بلند کیا جائے اس سے بھی کئی گنا بڑھ کر ان کا درجہ عند اللہ و عند الخلق ہر پہلو سے ظاہر و باہر ہے۔

میں تو انتہائی عاجز و ناقص ہوں کہ حضرت حکیم صاحب کے علوِ مرتبہ کو بیان کر سکوں لیکن میں نے اپنی زندگی میں شریعت و سنت کے بحر میں غرق ایسی شخصیت اور ہستی دیکھی ہی نہیں جیسی کہ حضرت حکیم صاحب کی تھی، میں نے گزشتہ 25-30 سالہ عملی زندگی میں بعض بزرگوں کی زبانی کلامی سے جملے سنے ہوئے ہیں کہ حضرت حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کو قریب سے دیکھنے اور سننے کے بعد اب نظر کسی پر جمتی نہیں اور کوئی جچتا ہی نہیں وغیرہ وغیرہ۔ میں آج کہتا ہوں کہ حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اب یہ خانہ خالی ہی نظر آتا ہے، بقول علامہ اقبال کے کہ

ہیں اور بھی دُنیا میں سخن وَر بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے اندازِ بیاں اور

بڑی معذرت کے ساتھ وضاحت بھی کرنا چاہتا ہوں کہ اس تخیل اور کیفیت کے اظہار سے کسی کی تنقیص بھی نہیں ہونی چاہیے۔

حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ میرے شیخ دوئم تھے، سن 84ء میں حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ تعالیٰ سے احقر بیعت ہوا اور اُن کے ساتھ تا دم آخر بیعت رہا، پھر کچھ معتد بہ زمانے کے فصل کے بعد حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے احقر کی درخواست پر اسی وقت بیعت فرما کر غلامی میں قبول فرمالیا۔ میں بیعت سے قبل قدرے بے تکلف تھا تو بارہا اس حقیقت کا اظہار میں نے کر دیا کہ حکیم صاحب! آپ کی باتوں کا میرے قلب پر بہت اثر ہوتا ہے اور بعض اوقات تو رو بھی دیا کرتا ہوں گویا کہ حکیم صاحب میرے ہی لیے یہ فرمودات عطا فرمارہے ہیں، لہٰذا حضرت کو میرا اغلب گمان یہ ہے کہ اسی

کے باعث ناچیز کی طرف قلبی میلان اور توجہ ارشادی محسوس ہوتا تھا، پَر یہ اور بات ہے کہ میں اپنے نجی حالات کے باعث حضرت اقدس کی خدمت میں حاضری سے قاصر رہتا تھا۔ کوئی امر مانع نہیں تھا بجز بعض اپنے مالی و جاہی الجھنوں اور مسائل کے اور میں برملا ۲۷ رویں شب جیسے عظیم الشان اجتماع اور بہتیرے مواقع پر بغیر کسی تصنع اور بناوٹ کے، اس کوتاہی کا اظہار عوامی جلسوں میں اس انداز سے کرتا رہا ہوں کہ "حضرت حکیم صاحب کی عظیم المرتبت، شیخ الشیوخ، شیخ کامل کا میں نااہل نکما اور نہایت محروم مرید ہوں۔ جس کو قرب مکانی کے باوجود حضرت کی خدمت میں حاضری کی توفیق ہی نصیب نہیں ہوتی"۔

بہر حال! میرا محورِ تصور و نگاہ خالص حضرت شیخ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس تھی اور حضرت والا کی نسبتِ عظمیٰ کے واسطے سے حضرت کی خانقاہ کی زیارت کرنے والا ہر کس ناکس میری نظر میں سر پر بٹھانے کے قابل تھا اور رہے گا۔ حضرت کی نسبی اولاد اور ذریت نسلاً بعد نسل میرے مخدوم و محمود رہیں گے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ثالث داماد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ذی النورین کے خلافت کے پُر آشوب دور میں عبد اللہ ابن اسبا (رئیس المنافقین یہودی) کے سبائیوں اور بلوائیوں نے جب عثمان غنی کو شہید کرنے کا پختہ پروگرام بنالیا، حضرات حسنین حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما، دونوں شہزادوں کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت عثمان کے دروازوں پر حفاظتی دستے کے طور پر کھڑا کر دیا تو یہ بھی میں نے اپنے والد محترم کی تقریر میں سنا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی کو بلوانا چاہا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بے اختیار فرمایا کہ میرا یہ صافہ لے جاکر عثمان کے قدموں میں رکھ دو اور کہہ دو کہ میں تو آنا چاہتا ہوں لیکن یہ بلوائی اور فسادی مجھے گھر سے نکلنے نہیں دے رہے۔ بس! میں ایک ناقص و محروم مرید اپنے شیخ کامل حضرت حکیم صاحب کی خدمت میں کماحقہ نہ تو حاضری دے سکا نہ حاضر رہ سکا، لیکن ہر مجمع عام میں، بیت اللہ کے سامنے، روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے، اپنی ادعیۂ خلوت میں دعائے صحت کاملہ عاجلہ مستمرہ دائمہ سے ضرور یاد کرتا رہا، ابھی 5/ اپریل

سے یکم مئی 2013ء تک جنوبی افریقہ کے سفر میں تفصیلی دورے میں 25-30 تقاریر کے اختتام پر حضرت کے لیے خصوصیت کے ساتھ دعائیں کیں وغیرہ وغیرہ۔

میں یہاں پر ایک خط کا ذکر محض اس لیے کر رہا ہوں کہ یہ عُقدہ کھول دوں کہ دیانتداری کے ساتھ تحریر کر رہا ہوں کہ حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے دوسرے اور آخری شیخ ثابت ہوئے ہیں، اب تو حضرت اقدس کی تحریروں، تقریروں اور قبر مبارک پر حاضری سے روحانی فیض حاصل کر کے اپنی آخرت اور عاقبت سنوارنے میں مزید تیزی پیدا کروں گا، ان شاء اللہ ثم ان شاء اللہ۔

فقط اُس ہی خط میں احقر کے کچھ تحفظات بھی ہیں اس لیے اس کو اس موقعہ پر شائع کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔

یہ تحریر حضرت اقدس حضرت حکیم صاحب نور اللہ مرقدہ کے اوصاف و محاسن لکھنے کے لیے مطلق نہیں یہ تو صرف اس قیامت کے اظہار کے لیے سمجھی جا سکتی ہے کہ جو اُن کے وصال کے باعث عاشقین و محبین اور خلفاء و متوسلین کے دلوں پر گزری ہے، اس تأسف کے اظہار کے لیے جو در حقیقت صدیوں تک رہے گا گزشتہ سوڈیڑھ سو سال میں بیشتر شخصیات کا ذکر ہمارے لیے سماعیات کے درجہ تک رہا کہ حضرت ایسے تھے ویسے تھے، وغیرہ وغیرہ لیکن میں اپنے آپ کو تاریخ کے ان تمام خوش نصیبوں کی فہرست میں شامل ہونے پر اللہ رب العزت کا کروڑہا شکر گزار ہوں کہ حضرت شیخ المشائخ مجمع الخلائق اعلم المعارف والدقائق، سحر البیان والکلام، حامل شریعت و طریقت عامل قرآن و سنت شیخ کامل و مربیٔ باطن عرب و عجم سمیت پانچوں براعظموں میں سکونت پذیر لاکھوں مریدین و مریدات کے محمود و ممدوح، مشرب تھانہ بھون کا آخری ورثہ حضرت مولانا شاہ محمد حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً کو دیکھنے اور سننے کا شرف مجھے بھی حاصل ہو گیا، الحمد للہ علیٰ احسانہٖ۔

حضرت اقدس رحمہ اللہ نے جناب بھائی فیروز صاحب دامت برکاتہم، حضرت مولانا منصور الحق صاحب دامت فیوضہم (رسٹن برگ جنوبی افریقہ) حضرت مولانا عبد الحمید صاحب ادام اللہ حیاتہم لنا (آزاد وِل جنوبی افریقہ) اور حضرت مولانا مفتی زبیر بھیّات صاحب دامت برکاتہم (ڈربن جنوبی

افریقہ) سمیت پوری دنیا میں بیشتر ہیرے اور موتی اپنے روحانی ورثے میں چھوڑے ہیں لیکن الحمد للہ ثم الحمد للہ جو شباہت اور صلاحیت صاحبزادہ حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو اللہ رب العزت نے ودیعت فرمائی ہے اُن سے قوی اُمید ہے کہ وہ حضرت حکیم العصر حضرت حکیم صاحب کا بہترین متبادل بن سکیں گے اور میری خصوصی دعا بھی ہے کہ اللہ ان کے ذریعے سے اس خلا کو پُر فرما دیں، آمین۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمیں باد۔

تنویر الحق تھانوی

(2013-6-5)

(بشکریہ ماہنامہ حق نوائے احتشام کراچی، شعبان ۱۴۳۴ھ / جولائی 2013ء)

.........☆.........

دیدارِ خداوندی میں تڑپتے قلبِ مضطر کو قرار آہی گیا

جناب محمد کاشف قمر صاحب

برصغیر بالخصوص خدادادِ مملکت اسلامی جمہوریہ پاکستان کے جن اہل علم واخلاص نے اس خطے کو ایمان ویقین اور دین کے علم صحیح سے جگمگایا تھا، اب وہ رفتہ رفتہ اس دارفانی سے حیات ابدی کی جانب منتقل ہورہے ہیں، ہر جانے والی عظیم شخصیت اپنے پیچھے ایسا مہیب خلا چھوڑ کر جارہی ہے جس کے پُر ہونے کی کوئی امید نظر نہیں آتی جہاں تک علم کے حروف و نقوش، کتابی معلومات اور فنی تحقیقات کا تعلق ہے، ان کے شناوروں کی اب بھی زیادہ کمی نہیں اور شاید آئندہ بھی نہ ہو۔ لیکن دین اسلام کا وہ ٹھیٹھ مزاج و مذاق، تقویٰ و طہارت، سادگی و قناعت اور تواضع و للّٰہیت کا وہ البیلا انداز جو کتابوں میں نہیں وہ صرف اور صرف بزرگوں کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے، وہ اب مسلسل سمٹ رہا ہے اور اس خسارے کی تلافی کا کوئی راستہ نظر بھی نہیں آرہا۔ ماضی قریب ہی میں کئی علماء وصلحاء اور بزرگانِ دین کی صحبت ونصیحت سے ہم لوگ محروم ہوچکے ہیں۔ ان میں ایک بڑا نام استاذ الاساتذہ شیخ ومربی، ہادی ورہنما، غم غوار وغم گسار، عارف باللہ حضرت مولانا شاہ محمد حکیم اختر صاحب رحمہ اللہ کا ہے جو کہ گزشتہ دنوں 2/جون 2013ء بروز اتوار کو اس دارِفانی سے آخرت کے سفر پر روانہ ہوگئے۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون)

مولانا شاہ محمد حکیم اختر صاحب 1923 یا 1924ء[1] میں ہندوستان کے صوبہ یوپی کے شہر پرتاب گڑھ کے گاؤں اٹھیہہ میں پیدا ہوئے آپ کے والد کا نام محمد حسین تھا آپ نے ابتدائی اور اعلیٰ عصری تعلیم طبیہ کالج علی گڑھ سے حاصل کی، آپ بہترین حکیم بھی تھے۔ 17 برس تک حضرت مولانا

---

[1] حضرت والا کی سن پیدائش ۱۹۲۸ء ہے۔ (از مرتب)

شاہ عبد الغنی پھولپوری کی صحبت میں رہے، جہاں درس نظامی کی تعلیم کے ساتھ ساتھ خلافت بھی حاصل کی[1]۔ بعد ازاں ہردوئی میں مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی علیہ الرحمہ سے اکتسابِ فیض کیا اور خلافت حاصل کی۔

حضرت والا کے چہرے کا صرف دیدار غم و تشویش کا مداوا تھا جو کہ اب زندگی بھر کے لیے روپوش ہو چکا ہے، وہ مقدس آواز جس کو سن کر ہر مشکل آسان معلوم ہوتی تھی اب سکوت اختیار کر چکی ہے، علم و فضل اور رشد و ہدایت کی محفلوں کی نورانیت ماند پڑ چکی ہے۔ غرض یہ کہ تفقہ و تدین کا آفتاب و مہتاب بدلیوں میں چھپ چکا ہے۔

آج ہر آنکھ اشکبار ہے، امنگوں کی ساری کائنات لٹ چکی ہے، دل میں فریاد و فغاں کے طوفان برپا ہیں۔ ویسے تو حضرت والا کی پوری حیات مبارکہ کا ہر ہر لمحہ امت مسلمہ کی اصلاح و تربیت، جنت کی راہوں کی نشاندہی کرنے اور جہنم کی ہولناکیوں سے باخبر رکھنے کے ساتھ ساتھ عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سرشار رہتے ہوئے گزرا ہے جو کہ درحقیقت ضبط تحریر سے بھی ماوراء ہے، حضرت والا کے ولی کامل ہونے کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے اپنی عمر کے آخری 13 سالوں کے گونا گوں جسمانی امراض و آزار کے عین درمیان ہوتے ہوئے بھی نہ جانے کتنے بے شمار دلوں کے لیے شفائے روحانی کا سامان کیا، کتنے ہی تشنگانِ علم و معرفت کی پیاس بجھائی، کتنے ہی ٹوٹے دلوں کو حضرت کی پرنور مجالس سے دلاسے ملے، حضرت والا کے قلب و زبان سے نکلی ہوئی ان گنت دعاؤں اور بے شمار اذکار و تسبیحات سے آج بھی خانقاہ مہک رہی ہے۔

اخلاص اور خیر خواہی کے ساتھ حق گوئی اور بے باکی حضرت والا کی خاص صفت تھی جہاں کہیں دین کا معاملہ آجاتا اور حدود اللہ میں کوئی رخنہ پڑتا نظر آتا تو پوری صفائی اور جرأت و عزیمت کے ساتھ اپنی بات کہنے سے نہ چوکتے تھے۔ حضرت والا کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ انہوں نے شریعت و طریقت کے اہم ترین تقاضوں یعنی آداب و معاشرت، اخلاق اور صفائی معاملات کی طرف اپنے تمام

[1] حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلفاء میں حضرت والا کا نام نہیں ہے، دیکھئے معرفتِ الٰہیہ: ۵۷،۵۶۔ (از مرتب)

متعلقین بلکہ (بذریعہ مواعظ) پوری امت مسلمہ کو ان مقتضایات کی طرف متوجہ فرمایا جبکہ دین کے ان شعبوں کو دین سے خارج سمجھا جارہا ہے اوراد و وظائف یا نوافل میں سستی پر، بظاہر اتنا شدید عتاب اور ردِّ عمل دیکھنے میں نہیں آتا تھا جتنا اگر کوئی شخص آداب معاشرت یا معاملات وغیرہ میں کوتاہی کرتا یا ایسا کام کرتا جس سے دوسروں کو تکلیف پہنچے تو اس پر سخت گرفت فرماتے تھے۔

حضرت والا کی اسی تعلیم و تربیت کا نتیجہ ہے کہ آج کوئی بھی خلیفہ بلکہ ادنیٰ سا تعلق دار بھی ایذائے مسلم سے بچنے اور آداب معاشرت کا خصوصی اہتمام کرنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے۔ اصلاح وارشاد (تصوف) تو خیر حضرت والا کا خاص موضوع تھا ہی جس میں اس وقت کوئی ثانی ملنا مشکل ہے۔

لیکن ہر علم و فن میں معلومات کا خزانہ، قوتِ حافظہ، وسعتِ مطالعہ، ذوق کتب بینی، پاکیزہ شاعری، اکابر و اسلاف کے تذکروں سے حضرت والا کا شغف، علمائے دیوبند کے ٹھیٹھ مسلک پر تصلب کے ساتھ ان کی وسعتِ نظری اور رواداری، دین کے لیے جذبۂ اخلاص وللّٰہیت، زندگی میں نفاست اور سادگی، ذوقِ مہمان نوازی، باغ و بہار و پُر وقار علمی و اصلاحی مجلسیں، عالمانہ لطائف و ظرائف ان میں سے کون سی ایسی چیز ہے جس کو بھلایا جاسکتا ہے؟ یقینا جواب ''نہیں'' میں ہے۔

حضرت والا بلاشبہ اپنے فکر و فن کے لحاظ سے دورِ حاضر کے گنے چنے کامیاب شعراء میں سے تھے جنہوں نے اردو شاعری کو علم و معرفت کے سانچے میں ڈھال کر کندن بنادیا، فارسی اور اردو شاعری کے فن کو حضرت نے چار چاند لگائے حضرت والا کو بلا مبالغہ اپنے کلام اور اشعار کے علاوہ فارسی اور اردو کے کئی ہزار اشعار یاد تھے، حضرت رومی کی مثنوی کے اشعار اور پھر معارف مثنوی کی تالیف کی تو کیا ہی بات ہے۔ حضرت کی تصنیفات اور مواعظ کی تعداد تقریباً 200 سے زائد بتائی جاتی ہے، جب کہ اردو زبان میں نعتیہ کلام کا مجموعہ ''فیضانِ محبت'' قابل ستائش کارنامہ ہے۔

حضرت والا کو اللہ رب العزت نے جو مقامِ بلند نصیب فرمایا وہ حضرت کی ذہانت و ذکاوت، مجاہدات و ریاضات کے ساتھ ساتھ ولی کامل حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمہ اللہ کی صحبت اور مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی رحمہ اللہ کے فیض نظر کا نتیجہ تھا۔

حضرت والا نے تحصیل علم و معرفت کے لیے صرف کتب بینی اور ضابطہ کی سند حاصل کر لینے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اپنے مربی و مرشد شیوخ اور اساتذہ کی خدمت و صحبت سے استفادہ کو اپنا نصب العین بنایا اور در حقیقت یہی خدمت و صحبت معرفت الٰہی کی کنجی ہے۔ جس کو سینہ سے لگائے پوری امت مسلمہ کو داغ فراق دے کر 2/ جون 2013 کو خالق حقیقی سے جا ملے۔ اور بالآخر دیدارِ خداوندی میں تڑپتے قلبِ مضطر کو قرار آ ہی گیا۔

حضرت والا کی وفات صرف خلفاء اور متعلقین کے لیے نہیں صرف ملک پاکستان کے مسلمانوں کے لیے نہیں، بلکہ پوری ملتِ اسلامیہ کے لیے ایسا کربناک و دلخراش سانحہ ہے جس کی تلافی ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا پر اپنی کامل رحمتیں نازل فرما کر انہیں دارِ آخرت کا سکون اور چین نصیب فرمائے۔ اللہ رب العزت تمام متعلقین و خلفائے کرام اور پوری امت مسلمہ کو اس ولی کامل کی جدائی پر صبر جمیل عطا فرمائے اور حضرت والا کے پند و نصائح کی روشنی میں ہم سب کو خدمت دین کی توفیق ارزانی عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

تمام عمر اسی احتیاط میں گزری
کہ آشیاں کسی شاخِ چمن پر بار نہ ہو

(بشکریہ روزنامہ اسلام کراچی، ۲۸/ رجب ۱۴۳۴ھ مطابق 8/ جون 2013ء)

☆

حضرت شاہ حکیم محمد اختر رحمہ اللہ تعالیٰ کی رحلت

جناب نوید مسعود ہاشمی صاحب (کالم نگار ہفت روزہ القلم پشاور)

ذکر سے جب ملا نور جاں میں
سیکڑوں جاں ملیں میری جاں میں
چار سو ان کی نسبت کی خوشبو
پھیل جاتی ہے سارے جہاں میں
کس طرح سے چھپاؤں محبت
راز ظاہر ہے آہ وفغاں میں
چشم غماز ہے دردِ نسبت
عشق مجبور ہے گو بیاں میں
نیم جاں کر دیا حسرتوں نے
رہ کے صحرا میں ہوں گلستاں میں
آپ کی راہ میں جاں دے کر
آپ کو پا گیا اپنی جاں میں
یوں تو دنیا سے جانا ہے مجھ کو
کام کچھ نیک کر لوں جہاں میں
تیری توفیق کا آسرا ہے
ورنہ رکھا ہے کیا خاکداں میں

مثل خورشید چمکا دے یاربّ
دردِ مخفی ہے جو میری جاں میں
تیری رحمت کے صدقے میں اخترؔ
کیا عجب ہو گا باغِ جناں میں

وہ واقعی خورشید یعنی سورج کی مانند دنیا بھر میں تقویٰ وطہارت و تزکیہ نفس کے ساتھ ساتھ... علم کی روشنی بانٹتے رہے... انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے عشق تھا... ''عاشق'' کے اس درد کو وہ امت مسلمہ تک پہنچاتے رہے... انہیں ''بندگی'' کا طریقہ آتا تھا... چنانچہ وہ بھٹکے ہوئے انسانوں کو خالص بندگی کا طریقہ سمجھاتے رہے... کیا خوب انہی کا یہ شعر ہے کہ

کہاں تک ضبط بے تابی کہاں تک پاسِ بدنامی
کلیجہ تھام لو یارو کہ ہم فریاد کرتے ہیں

وہ فرمایا کرتے تھے کہ ''عشق مجازی'' غیر اللہ سے دل لگانا... یہ عذاب الٰہی ہے جس کو دوزخ کا عذاب دنیا میں دیکھنا ہو تو وہ ان لوگوں کو دیکھ لے... جنہوں نے غیر اللہ سے دل کو لگایا ہے، نیند غائب، ہر وقت پریشان اور دل میں اختلاج، ویلیم فائیو اور ویلیم ٹین کی گولیاں کھائیں... اور آخر میں پاگل ہو کر مینٹل ہسپتال پہنچ گئے... جو عشق حقیقی یعنی اللہ والی محبت ہوتی ہے ہمیشہ قائم رہتی ہے، ترو تازہ رہتی ہے... یعنی دنیا میں بھی، عالم برزخ میں بھی، میدان حشر میں بھی اور ان شاء اللہ جنت میں بھی... اللہ والے جو اللہ کے لیے آپس میں محبت کرتے ہیں... میدان حشر میں بھی عرش کے سائے میں رہیں گے...''

آہ! اللہ کی معرفت کے جام پلانے والے وہ مرد قلندر کہ دنیا جن کو عارف باللہ حضرت اقدس شاہ حکیم اختر کے نام سے جانتی اور پہچانتی تھی... اب اس دنیا میں نہیں رہے، 2/جون 2013ء بروز اتوار وہ اپنے ربّ سے جا ملے، اناللہ وانا الیہ راجعون

حضرت شاہ حکیم اختر رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی ساری زندگی... مسلمانوں کو باطل سے ہٹا کر حق کے راستے پر چلانے کی سعی کرتے رہے... مال کی محبت سے نکال کر قبر کی فکر عام کرتے رہے، عشق حقیقی اور

عشق مجازی کا فرق سمجھاتے رہے، ظاہری حسن پر مر مٹنے والوں کو... اس کے نقصانات سے آگاہ کرتے رہے...

"دل" کی پاکیزگی کا ہنر دیکھ کر "دل" کو منکرات کی محبت میں مبتلا ہونے سے بچانے کے لیے دردِ دل بانٹتے رہے، بقول شاعر؎

ہم نے لیا ہے دردِ دل کھو کے بہار زندگی

اک گل تر کے واسطے میں نے چمن لٹا دیا

غالباً یہ 1991ء کا آخری مہینہ تھا کہ جب میں اپنے الشیخ حضرت اقدس حضرت مولانا محمد مسعود ازہر حفظہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ حضرت شاہ حکیم اختر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں گلشن اقبال میں واقع ان کی خانقاہ اور مدرسہ اشرف المدارس میں حاضر ہوا تھا... پھر گاہے بگاہے حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ کی محفلوں میں حاضری، اور حضرت اقدس کے دلنشین بیانات کی حلاوت نصیب ہوتی رہی... حضرت اقدس شاہ حکیم اختر رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجلس انواراتِ الٰہی کا خزینہ ہوتی تھی... ان کی مجلس میں شریک ہو کر ایسے لگتا تھا کہ جیسے عرش سے رحمتوں کا براہ راست نزول ہو رہا ہو، اور انسان ان رحمتوں سے مالا مال ہو رہا ہو، حضرت اقدس شاہ حکیم اختر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ایک ولی کامل تھے... ایسے لگتا تھا کہ جیسے کائنات کے ربّ نے ساری دنیا کی شفقتیں آپ کے "دل" میں جمع کر دی ہیں... چنانچہ ہر خاص و عام پر شفقتیں نچھاور کرنا آپ کا محبوب مشغلہ تھا... حضرت اقدس شاہ حکیم اختر رحمہ اللہ تعالیٰ کے دنیا بھر میں ہزاروں مریدین ہیں... بنگلہ دیش، ہندوستان کے علماء کرام ہوں یا ساؤتھ افریقہ، افغانستان اور پاکستان کے جید علماء کرام... ہر کوئی آپ کا مرید بننے پر فخر محسوس کرتا تھا... گناہگار سے گناہگار شخص بھی آپ کی محفل میں آ کر پاکیزگی کی لمس محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا تھا... عروج بندگی میں آپ کو کمال حاصل تھا، آپ ہی کا شعر ہے؎

نہ گلوں سے مجھ کو مطلب نہ گلوں کے رنگ و بو سے

کسی اور سمت کو ہے میری زندگی کا دھارا

جو گرے ادھر زمیں پر میرے اشک کے ستارے
تو چمک اٹھا فلک پر مِری بندگی کا تارا

عارف باللہ حضرت اقدس شاہ حکیم اختر رحمہ اللہ تعالیٰ کو جہاد اور مجاہدین سے بھی والہانہ محبت تھی... آپ نے زندگی کے آخری تیرہ سال ضعف اور بیماری میں بستر پر گزارے... مگر اس موقع پر بھی جہاد اور مجاہدین سے محبت، مروت اور تعلق میں کمی نہ آنے دی... یہ خاکسار جب بھی حاضر ہوتا... تو آپ کے فرزند حضرت مولانا حکیم مظہر صاحب خصوصی شفقت سے... حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کا موقع فراہم کر دیتے، حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے ہی پہچان لیتے تو پھر اشارے کنایوں میں... امیر المجاہدین حضرت مولانا محمد مسعود ازہر اور دیگر مجاہدین حفظہ اللہ کے حال احوال ضرور دریافت فرماتے... مجاہدین کے ساتھ دامے درمے، سخنے ہر انداز میں آپ نے حمایت و نصرت جاری رکھی... بالخصوص امیر المجاہدین حضرت اقدس مولانا محمد مسعود ازہر سے تو عارف باللہ حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر رحمہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی محبت بھرا تعلق تھا...

حضرت مولانا مسعود ازہر صاحب کی حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے بے پناہ محبت اور احترام کے رشتے کا یہ خاکسار تو عینی شاہد ہے... مجھے وہ دن آج بھی یاد ہے کہ جب... افغانستان کے مشہور گوریلا کمانڈر مولوی جلال الدین حقانی کراچی تشریف لائے... اور ہم سب اپنے الشیخ کی قیادت میں کمانڈر حقانی کے قافلے کے ساتھ بنوری ٹاؤن سے... جامعہ اشرف المدارس گلشن اقبال میں... عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے... حضرت اقدس اپنے معزز مہمان کے لیے چشم براہ تھے اور پھر حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر رحمہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے امیر المجاہدین مولانا محمد مسعود ازہر نے اُن کی مسند خاص پر بیٹھ کر... جہاد مقدس کے موضوع پر خطاب بھی فرمایا تھا... ایک اللہ کے ولی کامل کی... اپنے سے چھوٹے پر اس سے زیادہ شفقت اور کیا ہو سکتی ہے؟

الغرض... عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ایک روشن مینار تھے... دین کے ہر شعبے کے طرفدار تھے... دین کے ہر سچے داعی کے سرپرست تھے، یہی وجہ ہے کہ تصوف کی لائن کے شہسوار اور ولایت کے تاجدار ہونے کے باوجود... آپ نے 1992ء میں افغانستان کا سفر کیا... اور خوست میں جا کر وہاں اگلے مورچوں پر مصروف مجاہدین کی جہاں حوصلہ افزائی فرمائی... وہاں اپنے مریدین سمیت ہر مسلمان کو یہ پیغام بھی دیا کہ... تصوف، خانقاہ اور جہاد کا ہمیشہ سے چولی دامن کا ساتھ رہا ہے... اور دنیا کی کوئی طاقت تصوف اور خانقاہ کو جہاد سے جدا نہیں کر سکتی... حضرت شاہ حکیم محمد اختر نور اللہ مرقدہ کی برکت سے ہزارہا انسانوں نے گناہوں سے تائب ہو کر... اپنی زندگیوں کو اسلام کے نور سے روشن کیا، آپ اعلیٰ درجے کے بلند پایہ شاعر بھی تھے... آپ کی شاعری بھی عشق حقیقی، محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم... اور اصلاح و ارشاد کی چاشنی سے مالامال ہوتی تھی... یقیناً حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر نور اللہ مرقدہ پر لکھنے والے بہت کچھ اور بہت خوب لکھیں گے... میرا لکھنا تو اس نیت سے ہے کہ شاید ایک ولی کامل اور مرد حق کی بارگاہ میں پیش کی جانے والی لفظوں کی یہ سوغات... میری آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بن جائے... کیونکہ وہ ہم عامیوں کے الفاظ کے محتاج نہیں ہیں... وہ تو کامیاب شخصیت تھے... اللہ کے برگزیدہ بندے تھے... لیکن ہمارا ان کی طرف نسبت کر لینا ہماری اپنی دنیا اور آخرت کی کامیابی کا زینہ ہے... میرے ذہن میں عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر رحمہ اللہ تعالیٰ کی پاکیزہ مجلسوں میں گزرا ہوا وقت... ان کے ہاتھوں پر دیئے ہوئے بوسے، ان کی شفقتیں، ان کی محبتیں، ان کی اخلاص بھری سرپرستی... یہ سب یادیں وہ نایاب اور انمول سرمایہ ہیں کہ جو مرتے دم تک میرے دل کے نہاں خانوں میں مقید رہیں گی، عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر نور اللہ مرقدہ اب دوبارہ لوٹ کر نہیں آئیں گے، ہماری نگاہیں اب ان کو کبھی دیکھ نہ پائیں گی، حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے وہ موتیوں کی طرح ارشاد فرماتے ہوئے جملے... وہ الفاظ، حضرت اقدس کی وہ دلفریب مسکراہٹ، آپ کے ہیروں کی طرح چمکتے ہوئے دانت مبارک... اب ہم کبھی نہ دیکھ پائیں گے... مگر حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ کے قیمتی ملفوظات، عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر

صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی نایاب یادیں یہ ہمیشہ ہماری راہنمائی کرتی رہیں گی، حضرت اقدس کا یہ شعر کیسا پُروقار ہے کہ

غرض اتنی ہے بس پیر مغاں کے جام ومینا سے
کہ ہم مالک کو اپنے دیکھ لیتے قلبِ بینا سے
وہ مالک ہے جہاں چاہے تجلی اپنے دکھلائے
نہیں مخصوص ہے اس کی تجلی طورِ سینا سے

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ قیامت کے قریب اللہ جل جلالہ اپنی صفت علم کو اٹھائیں گے لیکن قبض علم کا یہ طریقہ اختیار نہیں فرمائیں گے کہ اس کو علماء کے دلوں سے نکال لیں، بلکہ اس کا طریقہ یہ اختیار فرمائیں گے کہ راسخین فی العلم علماء کرام کو اٹھالیں گے... اس حدیث مبارک کا عملی نمونہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں... عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر نور اللہ مرقدہ کا اس دنیا سے اٹھ جانا... زمین والوں کے لیے یقیناً کسی المناک سانحے سے کم نہیں... اللہ پاکستان کے مسلمانوں کی حالتِ زار پر رحم نازل فرمائے، اور عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر نور اللہ مرقدہ کی تربت پاک پر اپنی رحمتوں کی بارش فرمائے۔ آمین۔

(بشکریہ ہفت روزہ القلم پشاور، ۲۷رجب تا ۳/شعبان ۱۴۳۴ھ بمطابق 7 تا ۱۳/جون 2013ء)

.........☆.........

وفیات

جناب مولانا طلحہ السیف صاحب (کالم نگار)

عارف باللہ حضرت حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بھی نہ رہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

تیزی سے خالی اور تاریک ہوتے ہوئے روشنیوں کے شہر کراچی میں ایک اور روشن چراغ بجھ گیا، تاریکی بڑھ گئی اور مایوسیوں کا گھیرا اور تنگ ہو گیا۔

کراچی کو ایک زمانے سے بجا طور پر روشنیوں کا شہر کہا جاتا ہے۔ واقعی کیا روشن شہر تھا۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا سید سلیمان ندوی، حضرت شاہ عبد الغنی پھولپوری، حضرت مفتی محمد شفیع، حضرت ڈاکٹر عبد الحی عارفی، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری، حضرت سید رضی الدین فخری، حضرت مفتی ولی حسن ٹونکی، حضرت مولانا ادریس میرٹھی، حضرت مفتی احمد الرحمٰن، حضرت مفتی رشید احمد، حضرت مولانا یوسف لدھیانوی شہید، حضرت مفتی نظام الدین شہید، حضرت مفتی جمیل خان شہید قدس اللہ اسرارہم اور نہ جانے کتنے روشن چہرے اس شہر میں بستے تھے اور اپنے قلوب کی روشنی سے اسے منور رکھتے تھے۔ گلی گلی مے خانے تھے، مست حال ساقی تھے اور جام بھر بھر سوغات عشق و محبت لٹاتے تھے۔ پھر اس شہر کو نہ جانے کس کی نظر لگی یا بددعاء، یہ روشنیاں بجھنا شروع ہوئیں اور تاریکیوں کا دور آ گیا۔ اسی سلسلۂ چراغاں کے ایک روشن چراغ حضرت شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بھی تھے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ جامعہ اشرف المدارس کے بانی، حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ کے سلسلۂ اشرفیہ کے ایک صاحبِ حال شیخ، حضرت شاہ ابرار الحق قدس سرہ کے اجل خلیفہ، نوجوانی امام العارفین حضرت مولانا عبد الغنی پھولپوری قدس سرہ کی خدمت میں صرف کر دی اور بقیہ عمر ان سے حاصل کردہ معرفت کو پھیلانے میں۔ درد محبت، سوزش عشق اور آہ و فغاں سے بھرپور وعظ

فرماتے اور دلوں کو آتش عشق سے گرماتے، عشق مجازی کی تباہ کاریوں سے بچانے کی فکر میں گھلتے اور عشق حقیقی کا راز سمجھاتے۔ سوز دروں کبھی آتشی شاعری کی صورت میں بیاں ہوتا اور کبھی درد بھرے مواعظ کی شکل میں۔ مثنوی روم کے شارح بھی تھے اور عاشق و مبلغ بھی، دین کے ہر طبقے کے محبّ و معاون تھے، مدارس ہوں یا تبلیغ، خانقاہیں ہوں یا جہاد، ہر طرف آپ کا فیض عام تھا۔ 1992ء میں افغانستان کا سفر فرمایا۔ امیر المجاہدین حضرت مولانا محمد مسعود ازہر صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کی معیت میں مجاہدین کے مرکز تشریف لے گئے۔ مجاہدین نے حسب عادت بھرپور استقبال کیا۔ حضرت نے بھی اشعار کی صورت میں محبت کے پھول نچھاور فرمائے۔ قیمتی نصائح سے نوازا، خصوصی تعاون فرمایا، امارت اسلامیہ قائم ہوئی تو اس کی بھرپور معاونت کی، اپنے صاحبزادے مولانا حکیم محمد مظہر اور خصوصی مریدین کا ایک وفد افغانستان بھیجا۔ طالبان کے کئی اکابر کا حضرت کے پاس بکثرت آنا جانا رہتا تھا۔ حضرت امیر المجاہدین حفظہ اللہ کی رہائی کے بعد بھی کئی محبت بھری ملاقاتیں ہوئیں اور معاونت فرمائی۔ البتہ حضرت کی خدمات کا عملی میدان اور آپ کی توجہ کا محور آپ کا خانقاہی سلسلہ تھا۔ تمام تر عملی زندگی اس کی ترویج وترقی میں صرف ہوئی، ان گنت لوگوں نے آپ سے فیض پایاملکوں ملکوں یہ سلسلہ پھیلا اور آپ اپنے بزرگوں کی اس نسبت کا فیض آخری دم تک عام کرنے کی سعی میں لگے رہے۔ ہمیں بھی طالب علمی کے بالکل ابتدائی دور میں چند ماہ حضرت کے ادارے اور خانقاہ میں گزارنے کی سعادت نصیب ہوئی جس کی حسین یادیں آج بھی تازہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی کامل مغفرت فرمائے اور انہیں اعلیٰ مراتب عطاء فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ حضرت کی اولاد، خدام ومتوسلین اور اہل سلسلہ سب اس موقع پر تعزیت کے مستحق ہیں اللہ تعالیٰ ان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ مثنوی مولانا روم کے گویا حافظ تھے۔ آپ کا بیان عموماً مثنوی کے اشعار سے لبریز ہوتا، اسی کے زیر اثر خود بھی عشقیہ شاعری فرماتے۔ ان کے عاشقانہ اشعار کا کچھ انتخاب قارئین کے قلوب کو گرمانے کے لیے پیش ہے۔

جو ہر دم خدا پر فدا ہو رہے ہیں

وہ فانی بتوں سے جدا ہو رہے ہیں

وہ خمر کہن تو قوی تر ہے لیکن

نئے جام و مینا عطا ہو رہے ہیں

کبھی قلب دے کر کبھی جان دے کر

رہِ عشق میں باوفا ہو رہے ہیں

خوشی اپنی ان کی خوشی پر لٹا کر

ہم اب اہل صدق و صفا ہو رہے ہیں

کبھی پی رہے ہیں لہو آرزو کا

مٹا کر خودی باخدا ہو رہے ہیں

تجھے ہوں مبارک یہ اشکِ ندامت

نئے باب الفت کے وا ہو رہے ہیں

یہ شان کرم ہے کہ نالائقوں پر

کرم ان کے ہر دم عطا ہو رہے ہیں

محبت کی اختر کرامت تو دیکھو

کہ سلطان ہو کر گدا ہو رہے ہیں

(بشکریہ ہفت روزہ القلم پشاور، ۲۷ رجب تا ۳ر شعبان ۱۴۳۴ھ بمطابق 7 تا ۱۳ر جون 2013ء)



حضرت عارف باللہ کا سانحۂ ارتحال

جناب مولانا مفتی عبید اللہ شاہد صاحب (استاذ جامعہ حمادیہ کراچی)

جس دنیا سے ہمیشہ کے لیے جانا

اور پھر کبھی لوٹ کر نہ آنا

ایسی دُنیا سے دِل کا کیا لگانا

یہ میری نظروں کے سامنے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کی طرف سے شائع شدہ ایک چھوٹا خوبصورت سا اسٹیکر الماری پر چسپاں ہے جس پر یہ عبرت خیز مثلث تحریر ہے اور نیچے تحریر ہے: ’’ارشاد فرمودہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا الشاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم‘‘۔

دنیا کی بے ثباتی، فنا، دغا، اور اس سے لاتعلقی کا درس دینے والا یہ اللہ کا ولی ہمیشہ کے لئے دنیا چھوڑ گیا، دنیا سے رُخ موڑ گیا، دنیا کی آغوش سے خالق کے مخلوق کو خالق کی خود آغوش میں جاملانے والا آغوشِ رحمت میں جاپہنچا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون

غالباً حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

اِنّ للہ عبادًا فطنًا

طلّقو الدنیا وخافوا الفتنا

اللہ کے بعض بندے ایسے فطین اور عقلمند ہوتے ہیں جو دنیا کو طلاق دے دیتے ہیں اور فتنوں سے ڈرتے ہیں۔ حضرت عارف باللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا شمار ایسی ہی ہستیوں میں ہوتا ہے۔ جنھوں نے زندگی بھر سنت، شریعت اور طریقت کا درس دیا، محبت الٰہی کی شمع دلوں میں فروزاں کی، اللہ سے تعلق

اور محبت اور دنیا سے نفرت آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی رگ رگ میں ایسی سمائی ہوئی تھی کہ کسی بھی مجلس، کسی بھی محفل میں اِس عنوان اور موضوع سے ہٹ کر کوئی بات آپ کرتے ہی نہ تھے، خلق اللہ کی اصلاح اور تعلق مع اللہ ان کا مشن اور نصب العین تھا اور ساری زندگی اسی مشن اور نصب العین سے ہٹ کر کبھی گفتگو ہی نہیں فرمائی۔ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ ہی کی زبانی دنیا سے بے تعلقی اور اللہ سے محبت اور تعلق نہایت پُر اثر اور درد بھرا یہ واقعہ قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔ جس سے اِس عظیم ولی اور عارف کی درد کا بخوبی اندازہ ہو گا۔ فرماتے ہیں:

میں نے کعبہ شریف میں دیکھا کہ ایک بچہ گم ہو گیا اور وہ بچہ ماں کی یاد میں اتنا چیخ چیخ کر رو رہا تھا کہ اندیشہ تھا کہ شاید روتے روتے مر جائے گا، حرمِ کعبہ کے اندر ساری دنیا کی مائیں تھیں، ہر زبان بولنے والی ماں تھی، الجزائر کی، تیونس کی، سوڈان کی، مراکش کی، نائیجیریا کی، ملیشیا کی، انڈونیشا کی، ہندوستان کی، پاکستان کی، بنگلہ دیش کی، ساری ماؤں نے اسے گود میں لے کر پیار کرنا چاہا کہ یہ خاموش ہو جائے مگر وہ روتے روتے بے ہوش ہونے کے قریب ہو رہا تھا کہ اتنے میں ایک شُرطے نے (وہاں پولیس والے کو شرطہ کہتے ہیں) بچے کو اٹھایا اور چیخ کر آواز لگائی کہ یہ بچہ کس کا ہے؟ ادھر بچہ کی ماں بھی پاگل ہو رہی تھی، وہ بھی اسے تلاش کر رہی تھی ؏

مری گم گشتگی پر خود مری منزل پریشاں ہے

یہ بڑی عبرت کا واقعہ ہے اور میرا چشم دید ہے، میں وہیں کعبہ میں تھا جب وہ بچہ چلاّ رہا تھا جس کی ماں اس سے دور ہو گئی تھی اور وہ ماں کی گود سے محروم ہو گیا تھا تو ساری دنیا کی ماؤں نے اس کا چُمّا لیا، گود میں لیا، تھپکیاں دیں، اس پر کیا کیا عنایتیں کیں مگر اس کو چین نہ آیا لیکن جب اس کی اصلی ماں آئی اور اس نے جیسے ہی بچے کو گود میں لیا تو اس کا سارا رونا دھونا ختم ہو گیا، اسے چین آ گیا۔ اُس وقت مجھے اپنا ایک شعر یاد آ گیا۔

آتی نہیں تھی نیند مجھے اضطراب سے
تیرے کرم نے گود میں لے کر سلا دیا

ایک صاحب نے کہا کہ جب میں اللہ اللہ کرتا ہوں تو نیند آجاتی ہے جبکہ مجھے چھ مہینے سے نیند ہی نہیں آرہی تھی۔ میں نے کہا کہ اس کی وجہ سن لو، ساری دنیا تمہیں پیار کررہی تھی لیکن تم اللہ سے دور تھے، جیسے بچہ جب دوسری ماؤں کی گود میں تھا، اپنی اصلی ماں سے نہیں ملا تھا اس وقت تک بے چین تھا اور جیسے ہی اپنی ماں کی گود میں پہنچا تو فوراً سو گیا، تو اصلی پالنے والا، ماں سے زیادہ محبت کرنے والا تو ربّا ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا رومی کو جزائے خیر دے، فرماتے ہیں۔

تشنگاں گر آب جویند از جہاں

آب ہم جوید بعالم تشنگاں

اگر دنیا میں پیاسے پانی کو تلاش کرتے ہیں تو پانی بھی اپنے پیاسوں کو تلاش کرتا ہے۔ اگر کوئی اللہ کی طرف ایک بالشت بڑھتا ہے تو اللہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے اور جو ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو اللہ اس کو دوڑ کر اٹھا لیتے ہیں۔

حکیم الامت فرماتے ہیں کہ سلوک کے لئے اتنا کافی ہے کہ تم اللہ کے راستے میں کچھ چلنا شروع کردو جیسے دوڈھائی سال کا چھوٹا بچہ ابھی صحیح طرح سے چل نہیں پاتا، باپ کہتا ہے کہ بیٹا چلو تو وہ کانپتا ہوا، گرتا ہوا چلتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اب گرے گا اب گرے گا مگر باپ اسے دیکھ دیکھ کر مزہ لے رہا ہے اور جب وہ گرنے لگتا ہے تو دوڑ کر جلدی سے اس کو اُٹھا کر پیار کرنے لگتا ہے۔ اگر ابا کو یہ محبت ہے تو ربا کو اس سے بے شمار زیادہ محبت ہے، بس کسی اللہ والے کے مشورہ سے اللہ کا نام لینا شروع کردو کیونکہ جو لوگ مشورہ کے بغیر ذکر کرتے ہیں تو اللہ کے نام کا مزہ پا کر بعض وقت زیادہ ذکر کر لیتے ہیں جیسے ڈاکٹر کہے کہ بھئی آپ آدھا سیر دودھ پینا اور وہ ڈیڑھ کلو پی جائے تو دست لگ جائیں گے کہ نہیں؟

(ماہنامہ "الابرار")

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ جو صحیح معنوں میں عارف باللہ تھے، مخلوق خدا کا تعلق خالق سے جوڑنے میں ان کے انداز کی ایک جھلک ہے ورنہ حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کی لاکھوں مواعظ، تقاریر، دروس اور افاضات معارف کے خزینے ہیں۔ علوم ومعارف کا فیضان الٰہی آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے زبان پر

بارش کی طرح جاری وساری رہتا تھا، دقیق تفسیری، فقہی، ادبی، صرفی، نحوی اور معانی وبلاغت کے نکات اور رموز واسرار جن تک رسیدہ علماء ومحققین کا خیال تک نہ گذرے، آپ کی ہر مجلس اور وعظ ودرس میں نہایت عام فہم انداز میں جسے خواص کے علاوہ عوام بھی سمجھ پائیں یہ وہبی ملکہ اور جوہر حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ ہی کی انفرادی وامتیازی خصوصیت تھی۔

اگر صحیح ترتیب کے ساتھ حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کی سینکڑوں مواعظ، دروس اور مجالس پر تحقیق کی جائے تو اس علم کے سمندر سے بڑے قیمتی اور نایاب موتی حاصل کئے جاسکتے ہیں، الحمد للہ کہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے جانشینوں نے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی زندگی میں اس قیمتی اثاثے کو محفوظ بنایا ہے اللہ مزید توفیق عطاء کرے کہ ان علمی واصلاحی مواعظ پر مشتمل مواد پر تحقیق، تخریج اور تنقیح کے انداز میں منظم طور پر کام کو آگے بڑھائیں تاکہ یہ عظیم علمی اثاثہ اور ترکہ حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلاء کو کسی معمولی تناسب میں پُر کرسکے ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کی رحلت پوری امت کے لئے عظیم خلا ہے جس کا مکمل پُر ہونا محال ہے۔

اِدارہ الحمّاد کے منتظمین وارا کین حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کے سانحۂ رحلت پر دل مضطرب سے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے پسماند گان، اور لاکھوں مریدین ومتعلقین کے دکھ، غم میں برابر کی شرکت کرتے ہوئے دعاگو ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی روشنی میں سنت و شریعت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)۔ (بشکریہ ماہنامہ الحماد کراچی)

.........☆.........

علم و معرفت کا آفتابِ جہاں تاب

جناب مولانا یرید احمد نعمانی صاحب (کالم نگار)

۲۲/رجب المرجب ۱۴۳۴ھ کو کراچی کی سرزمین پر علم و معرفت کا ایک اور آفتاب جہاں تاب غروب ہوا۔ میخانۂ رشدو ہدایت کا ایک اور ساقی اپنی منزل مراد پاگیا۔ دوائے دل بیچنے والا ایک اور ولیٔ دوراں اپنی دکانِ معرفت بڑھا گیا۔بے شک فراقِ شیخ میں ہر چشم اشک بار ہے۔ ہر قلب غمگین و حزیں ہے۔ ہر فکر پارہ پارہ ہے۔ ہر محب و مسترشد مضطرب ہے۔ ہر خادم و نیاز مند بے قرار ہے۔ مگر زبانوں پر وہی کلمات جاری ہیں، جن کی تعلیم جناب نبی کریم ﷺ نے امت کو دی ہے: **انا للّٰہ و انا الیہ راجعون، ان للّٰہ ما اخذ و لہ ما اعطیٰ و کل شیء عندہ باجل مسمیٰ، اللھم لا تحرمنا اجرہ و لا تفتنا بعدہ۔**

جی ہاں! یہ ذکرِ خیر ہے عارف باللہ، شیخ المشائخ، مرجع خلائق، مرشد عالم، ولیٔ کامل، شارح مثنوی حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر نور اللہ مرقدہ کا۔ جو 13 سالہ طویل علالت کے بعد 90 سال کی عمر میں بروز اتوار عصر و مغرب کے درمیان انتقال کر گئے۔ حضرت مولانا شاہ حکیم اختر رحمہ اللہ 1923ء یا 1924ء[1] میں ہندوستان کے صوبہ یو پی کے شہر پرتاب گڑھ کے گاؤں اٹھیہہ میں محمد حسین نامی سرکاری ملازم کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ والدین کے اکلوتے فرزند تھے، آپ کی دو بہنیں تھیں۔ ابتدائی اور اعلیٰ عصری تعلیم طبیہ کالج علی گڑھ

[1] حضرت والا کی سن پیدائش ۱۹۲۸ء ہے۔ (از مرتب)

سے حاصل کی۔ حکمت کی تعلیم بھی مکمل کی، شروع سے ہی بزرگوں کی صحبت کی وجہ سے دینی کاموں میں سرگرم اور پھر جوانی میں درس نظامی کی تکمیل کی۔

آپ تصوف کے چاروں سلسلوں چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ سے منسلک تھے۔ آپ رحمہ اللہ نے چند علماء اور بزرگوں سے فیض حاصل کیا، ان مین مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی اور مولانا سیّد بدر علی شاہ رحمہا اللہ کے نام نامی قابل ذکر ہیں[1]۔ جب کہ تصوف و سلوک کے میدان میں آپ نے جن بابرکت شخصیات سے کسب کیا، ان میں مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری، مولانا شاہ محمد احمد پرتاب گڑھی اور مولانا شاہ ابرار الحق رحمہم اللہ شامل ہیں۔ مذکورہ تینوں مشائخ کرام کا روحانی سلسلہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ سے جڑتا ہے[2]۔

حضرت والا رحمہ اللہ اپنے مرشد حضرت مولانا عبد الغنی پھولپوری نور اللہ مرقدہ سے پہلی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: ”اپنے آبائی وطن پرتاب گڈھ سے چل کر احقر عین بقر عید کے دن نماز عید الاضحیٰ سے ایک گھنٹہ قبل پھولپور ضلع اعظم گڈھ پہنچا۔ عجیب خوشی اور مسرت تھی۔ یہ تصور ذرہ ذرہ قلب کو مسرور کررہا تھا کہ یہ میرے مرشد کا شہر ہے۔ اس وقت احقر کی عمر تقریباً ۲۱ سال تھی۔ میرے مرشد اس وقت تلاوت میں مشغول تھے۔ ٹوپی زمین پر رکھی ہوئی تھی۔ سر مبارک کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ گریباں چاک تھا۔ اچانک میری طرف دیکھا۔ احقر کو ایسا محسوس ہوا کہ حضرت شمس الدین تبریزی ہیں۔ احقر نے زبان حال سے یہ شعر پڑھا ؎

کچھ راز بتا مجھ کو بھی اے چاک گریباں

---

[1] ان دونوں بزرگوں سے حضرت والا نے اکتسابِ فیض حاصل نہیں کیا، یہ پہلے وفات پا چکے تھے۔ (از مرتب)

[2] حضرت پرتابگڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ نہیں بلکہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ حضرت مولانا شاہ بدر علی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں۔ (از مرتب)

اے دامنِ تر اشکِ رواں زلفِ پریشاں

احقر نے عرض کیا: السلام علیکم۔ محمد اختر ہوں۔ پرتاب گڈھ سے آیا ہوں اصلاح کی غرض سے۔ 20 دن قیام کا ارادہ ہے۔ حضرت نے بڑے صاحب زادے کو پکارا اور فرمایا ان کے لیے ناشتہ لاؤ۔ مجھے حکم فرمایا کہ ناشتہ کرکے کچھ دیر آرام کرلو۔ ایک ہی نظر میں ایسا معلوم ہوا کہ حضرت شمس الدین تبریزی رحمہ اللہ کی زیارت کررہا ہوں۔ جلد مبارک پر جگہ جگہ عشق الٰہی سے جلے ہوئے نشانات، ژولیدہ بال، گریباں چاک، تھوڑے تھوڑے وقفہ سے مسلسل آہوں کی آواز۔ پس قلبی مراد پوری ہوتی ہوئی نظر آئی کہ جیسا پیر اللہ سے چاہتے تھے، اپنے کرم کے صدقہ میں ویسا ہی عطا فرمایا"۔(معرفتِ الٰہیہ:49)

اپنے پیرو مرشد سے وفورِ محبت، قلبی تعلق اور روحانی نسبت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "حضرت کی والہانہ عبادت، ذکر و تلاوت اور تہجد کی ہر دو رکعت کے بعد سجدہ میں دیر تک دعا مانگنا اور آہستہ آہستہ رونے کا نقشہ احقر کی نگاہوں میں اب تک پیوست ہے۔ احقر نے ایسی والہانہ عبادت، کثرت آہ و نعرہ ہائے عشق کے ساتھ کرتے ہوئے پھر کسی کو نہ دیکھا۔ اور حضرت والا کے رہن سہن کی سادگی حدیث ''کن فی الدنیا کانك غریب'' کی شرح تھی۔ گھر کے احاطہ صحن کی خام دیواروں کے کنارے بارش سے کٹے پٹے اور چٹائیوں کے ایک چھپر میں حضرت کا اکثر آرام فرمانا، کبھی دریا کی طرف سیر کرنا اور اکثر مغرب کے بعد سے عشاء تک صرف تاروں کی روشنی میں مسجد کی کھلی چھت والے حصہ میں ذکر اللہ اور تلاوت میں بار بار آہوں کی آواز اور نعرہ ہائے درد کے ساتھ مشغول رہنا احقر کو آج بھی جب یاد آتا ہے تو دل خون کے آنسو روتا ہے۔ تقریباً 16 برس دن رات کی صحبت کا شرف حاصل رہا اور اختر پر یہ حق تعالیٰ کا انعام عظیم اور یہی میرا حاصل مراد ہے"۔(حوالہ بالا)

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ قیام پاکستان کے چند سال بعد 1954ء یا 1955ء[1] میں پاکستان آئے اور ناظم آباد نمبر 4 میں تقریباً دو دہائیوں تک دینی خدمات سر انجام دیتے رہے۔ بعد ازاں خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی میں منتقل ہوئے اور آخر دم تک یہیں قیام پذیر رہے۔ آپ نے ایک بڑا دینی ادارہ جامعہ اشرف المدارس کے نام سے سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر میں قائم کیا، جس میں 5000 ہزار سے زائد طلبہ زیر تعلیم ہیں اور کراچی میں اس کی 10 سے زیادہ شاخیں ہیں۔ آپ رحمہ اللہ نہ صرف روحانی بزرگ تھے، بلکہ بہترین مصنف اور اردو زبان کے قادر الکلام شاعروں میں بھی آپ کا شمار ہوتا تھا۔ تصوف اور معرفت آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ موضوعات تھے۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے مثنوی مولانا روم کی "معارفِ مثنوی" کے نام سے معرکۃ الآراء شرح لکھی۔ جو پوری دنیا میں شائع ہوئی اور کئی زبانوں میں اس کے تراجم ہوئے۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے اردو کلام کا مجموعہ "فیضانِ محبت" کے نام سے موجود ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق اس وقت آپ کی تحریر کردہ کتابوں اور ملفوظات کی تعداد 200 سے زائد ہے۔ آپ کے بیانات آڈیو کیسٹوں، سی ڈیز پر بھی دستیاب ہیں۔ جب کہ آپ کی کتابوں کا دنیا کی 7 زبانوں میں ترجمہ بھی ہوچکا ہے[2]۔

مسلم دنیا میں آپ کی شخصیت جانی پہچانی سمجھی جاتی تھی۔ "رائل اسلامک اسٹرٹیجک اسٹڈیز آف اردن" کے تحت 2012ء کے اختتام پر جن 500 باثر ترین مسلم رہنماؤں کی فہرست بنائی گئی، ان میں حضرت رحمہ اللہ کا نام بھی صوفی رہنما کے طور پر شامل تھا۔ حضرت والا کے خلفاء اور مریدین بھارت، بنگلا دیش، امریکا، برطانیہ، کینیڈا، جنوبی افریقہ اور برما سمیت دنیا کے کئی ممالک میں موجود ہیں۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی تبلیغ کے

---

[1] حضرت والا نے ۱۹۶۰ء میں پاکستان ہجرت فرمائی تھی۔ (از مرتب)

[2] حضرت والا کی کتابوں کے تقریباً ۳۳ زبانوں میں تراجم ہوچکے ہیں۔ (از مرتب)

سلسلے میں کئی ممالک کا دورہ کیا، تاہم زندگی کے آخری ایام میں صحت کی خرابی کے سبب یہ سلسلہ موقوف ہوگیا تھا۔

اسی عالمگیر محبت اور مقبولیت عند الناس کی ایک دلیل تھی کہ آپ کے انتقال کی خبر ملتے ہی نہ صرف پاکستان بلکہ بیرونی دنیا سے عقیدت مندوں، شاگردوں، خلفاء اور چاہنے والوں کی بڑی تعداد نماز جنازہ میں شرکت کرنے کے لیے کراچی پہنچی۔ وصیت کے مطابق حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کی نماز جنازہ جامعہ اشرف المدارس سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر میں، آپ کے فرزند مولانا حکیم محمد مظہر زید مجدہم کی اقتدا میں ادا کی گئی۔ لوگوں کی نماز جنازہ میں شرکت کے لیے نماز فجر کے بعد ہی شروع ہوگئی تھی۔ تاہم راستوں میں شدید ٹریفک جام کے باعث ہزاروں افراد نماز جنازہ میں شرکت نہ کرسکے۔ سندھ بلوچ سوسائٹی کے علاوہ قرب و جوار کے علاقوں میں ہزاروں افراد نے سڑکوں پر ہی نماز جنازہ ادا کی۔ بعد ازاں ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کو سندھ بلوچ سوسائٹی کے مقامی قبرستان میں سپردخاک کردیا گیا[1]۔

ایسے وقت میں جب امت کو قحط الرجال کا سامنا ہے، حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کی جدائی دکھ اور غم کو دو آتشہ کررہی ہے۔ رنج و الم کے اس موقع پر آپ کا ایک ہی ملفوظ ہمیں تسلی دیتا ہے، جس میں حضرت والا رحمہ اللہ نے "انا للّٰہ وانا الیہ راجعون" کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "انا للّٰہ" غم کا عقلی علاج ہے کہ جو چیزیں ہمیں دی گئی ہیں، ان کے ہم مالک نہیں ہیں۔ بطورامانت وہ چیزیں ہمیں دی گئی ہیں۔ لہٰذا مالک اگر اپنی چیز واپس لے لے تو اس کا حق ہے۔ امین کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اعتراض کرے کہ یہ چیز کیوں مجھ سے واپس لی جارہی ہے۔ اور "انا الیہ راجعون" طبعی غم کا علاج ہے کہ آج جو

---

[1] حضرت والا کی تدفین سندھ بلوچ سوسائٹی میں آپ کے وقف کردہ قطعۂ زمین میں کی گئی ہے۔ (از مرتب)

ہم سے جدا ہوئے ہیں، ہمیشہ کے لیے جدا نہیں ہوئے۔ عارضی جدائی ہے۔ ایک دن ہمیں بھی اللہ کے پاس جانا ہے۔ وہاں ملاقات ہوگی اور پھر کبھی جدائی نہیں ہوگی"۔

(افضال ربانی: 97)

حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی زندگی چندہ روزہ ہے۔ بہت جلد ختم ہوجانے والی ہے۔ موجودہ لمحات کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔ اعمال خیر کی طرف رغبت اور اعمال سیئہ سے اجتناب کو اپنا شعار بنانا چاہیے۔ نفس کو مزکی و مصفی بنانے پر محنت کرنی چاہیے۔ اہل اللہ پوری زندگی اسی کا درس دیتے ہیں۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا ہی شعر ہے

اختؔر جگ میں آئے ہو کچھ دیا دھرم کے کام کرو
یہ وقت نہیں ہاتھ آئے گا جو کرنا ہے سو آج کرو

(بشکریہ روزنامہ اسلام کراچی، ۲۸/رجب ۱۴۳۴ھ مطابق 8/جون 2013ء)



آہ! میرے شیخ، میرے مرشد

محمد ارمغان ارمانؔ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم ، اَمَّا بَعۡدُ!

بہت روئیں گے کر کے یاد اہلِ میکدہ مجھ کو

شرابِ دردِ دل پی کر ہمارے جام و مینا سے

عالمِ اسلام کی عظیم دینی و رُوحانی شخصیت، قدوۃ السالکین، سلطان العارفین، امام العاشقین، زادالمتقین، زُبدۃ الصالحین، شیخ العرب والعجم، عارف باللہ، مجدّدِ زمانہ، قطب العالم، غوثِ اعظم، بحر العلوم والعرفاں، یادگارِ اسلاف، جنیدِ وقت، مُرشدِ ملّت، ولی کامل، واقفِ اسرار و رموزِ شریعت و طریقت، حکیم العصر، عالمِ ربانی، محبوبِ سبحانی، رُومیٔ ثانی، تبریزِ دوراں، عاشقِ ذاتِ حق، سیّدی و مرشدی، محبّی و محبوبی، مربّی و مولائی حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب قلبی وروحی فداہ امی و ابی فداہ، جن کے ساتھ آج ”دامت برکاتہم العالیہ“ کی جگہ ”رحمہ اللہ تعالیٰ“ کے دُعائیہ کلمات لکھتے ہوئے ہاتھ اور بولتے ہوئے زبان کانپ رہی ہے اور دِل پر ناقابلِ بیان حالت گزر رہی ہے، کیونکہ وہ دارُالفناء سے ہمیشہ کیلئے دارُالبقاء رُخصت ہوگئے ہیں۔ اس عظیم سانحۂ ارتحال پر قلبی کیفیات ناقابلِ بیان ہیں۔ حضرت والا نے اپنے شیخِ اوّل حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے انتقال پُر ملال پر اپنے قلبی جذبات کا اظہار جس فارسی مثنوی میں فرمائے تھے، وہ اشعار احقر کے دِل کی ترجمانی کرتے ہیں۔

از قضائے شیخ آمد زلزلہ

در جہان درسِ عشق و سلسلہ

”وفات شیخِ محبوب سے دُنیائے درس و عشق میں زلزلہ پیدا ہو گیا ہے“۔

چشمِ گریاں سینہ بریاں آمدی

ازبرائے درسِ عرفاں آمدی

"اے مرشد! آپ عشقِ الٰہی سے ہر وقت اشکبار سوختہ جان نظر آئے اور درحقیقت آپ تعلیم معرفت کے لیے دُنیا میں تشریف لائے"۔

محبوب مرشدی کی وفات پر احقر کی زبان پر یہ شعر ہو گیا۔

آہ مولیٰ! ارمانؔ آج یتیم ہو گیا

رُخصت دُنیا سے مُرشدِ کریم ہو گیا

اس شعر میں احقر نے غلبۂ حال میں صرف اپنے کو یتیم کہہ دیا، ورنہ درحقیقت پورا عالمِ اسلام ہی ایک عظیم محبّ و مشفق و مربی اور عالم باعمل و شیخِ کامل کے جانے سے یتیم ہو گیا ہے۔

وہ جامع الصفات شخصیت جو سارے عالم میں مرجع الخلائق اور منبعِ فیوض و برکات تھی۔ وہ عظیم مصلح الامت اور تھانویٔ ثانی جو شیخ المشائخ حکیم الامت مجدّد الملت حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کا پَرتو، کامل نمونہ اور ترجمانِ تعلیماتِ اشرفیہ تھے۔ وہ اکابر کی نسبتوں کے امین، دورِ حاضر کے اولیائے اُمت کے سروں کے تاج اور شاہراہِ تصوف کے بہترین شناور تھے۔ وہ امامِ اہلسنّت اور جامع شریعت و طریقت جس کے بیان کردہ عاشقانہ، عارفانہ، ناصحانہ اور الہامی علوم و معارف پر بڑے بڑے علماء، محدثین، مفسرین، فقہاء اور مشائخ پر وجد طاری ہو جاتا تھا۔ وہ مجدّدِ زمانہ، جس کے مجدّد ہونے کی مشاہیرِ اُمت نے تصدیق فرمائی اور آپ کے کارنامے بھی اس پر شاہد عدل ہیں۔ وہ عاشقِ مثنوی اور حافظِ مثنوی جو اس صدی میں عظیم شارحِ مثنوی تھے جن کو "رومیٔ ثانی" کا لقب ملا۔ آسمانِ طریقت کا وہ آفتاب و ماہتاب، باغِ تصوف میں گلوں کے لیے وہ مثلِ بہار، حدیثِ رسول ﷺ "**هم الجلساء لا يشقى جليسهم**" اور "**اذا رأو ذكر الله**" کا مصداق وہ ولی کامل آہ! اپنے ربّا کے پاس چلے گئے۔

آہ! شد آن آفتاب حق غروب

رفت ازما آہ آں مردِ غیوب

"افسوس! کہ وہ آفتابِ حق غروب ہو گیا اور وہ مردِ غیوب ہم سے جدا ہو گیا"۔ ؎

اب آہ جدائی کے غم میں آنکھوں سے لہو برساتے ہیں

یہ خیال آتے ہی دِل کی حالت غیر ہو جاتی ہے کہ جب روزِ محشر ربّا نے یہ پوچھ لیا کہ میں نے تجھے ایسا باکمال مرشد دیا تھا، بتا! اُس کی کیا قدر کی؟ تو کیا جواب دوں گا، ہائے اختر!........؎

بہت روتا ہے یاد کرکے دِل

آتی ہے جب یادِ مرشدِ کامل

لطف تو چوں یاد می آید مرا

بوئے تو جانم بجوید دوسرا

"اے مرشد جب آپ کی محبت اور الطاف و کرم مجھے یاد آتے ہیں تو میری جان آپ کی خوشبو کو اس دُنیا میں دیوانہ وار تلاش کرتی ہے"۔

از وفورِ غم بروں آید فغاں

نالۂ عشقم رود را آسماں

"اور شدتِ غم سے میرے دِل سے آہ نکل رہی ہے اور میرے نالہائے عشق آسمان تک جا رہے ہیں"۔ یہ سب حضرت والا ہی کے فارسی اشعار ہیں، جو ترجمانِ دِلِ ارماں ہیں۔ اپنے محبوب مرشدِ پاک حضرت والا نور اللہ مرقدہٗ ہی کی زبانی اختتام کرتا ہوں کہ احقر کے پاس ہے ہی کیا؟ حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کو پاپوش نگر کے قبرستان میں دفن کیا گیا تھا، اس لیے حسبِ حال احقر نے اس شعر میں ترمیم کی ہے؎

مرحبا اے ارضِ گلستانِ جوہر

خفتہ در آغوش تو رشکِ قمر

"مبارک ہو تجھے اے گلستانِ جوہر کی زمین! کہ تیرے اندر میرا رشکِ قمر سویا ہوا ہے"۔

از فرازِ عرش بر محبوب جاں

شد نزول رحمتِ حق ہر زماں

"عرش کی بلندی سے ہمارے محبوب پر ہر وقت حق تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی رہیں"۔

یادگارِ اسلاف حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتابگڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ کے انتقال پر سیّدی حضرت والا نے جو فرمایا تھا وہی معمولی سی ترمیم کے ساتھ یہ سیاہ کار اپنے دل کی ترجمانی کے لیے کہتا ہے کہ حضرت والا کے انتقال سے ہم بظاہر باطنی فیض سے محروم ہو گئے، مگر جو آثارِ علمیہ مواعظ و ملفوظات و تالیفات کی صورت میں حضرت والا چھوڑ گئے ہیں ان کے مطالعہ سے آج بھی ہم ان سے باطنی فیض حاصل کر سکتے ہیں۔

اور حضرت مرشدی کے اکلوتے و لاڈلے فرزندِ ارجمند، لختِ جگر، نورِ نظر، سرورِ قلب، محبوبِ جان سیّدی و مرشدی حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر میاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا وجودِ مسعود ہم سالکین کے لیے تسلی کا سامان اور شیخ کی عظیم یادگار ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت والا کے فیض سے کامل فیض یاب فرمائے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

.........☆.........

شیخ المشائخ عارف باللہ حضرتِ اقدس حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب بھی رخصت ہوئے

.........حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت و کردار پر جامع تحریر.........

جناب مولانا محمد امجد سعید صاحب

دنیا کے اندر بعض ایسی ہستیاں پیدا ہوتی ہیں جو حال اور مستقبل میں زندگی گزارنے والوں کے لیے آفتابِ ہدایت بن کر ایک تاریخ رقم کر جاتی ہیں۔ انہی ہستیوں میں ایک اہم ترین شخصیت ہمارے حضرت والا شیخ المشائخ عارف باللہ حضرت اقدس مولانا الشاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ ہمارے شیخ کی پوری زندگی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت اور اطاعت میں گزری ہے۔ ایک لمحہ کے لیے بھی کسی نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مولیٰ کی نافرمانی میں نہیں دیکھا۔ ذیل کی سطور میں عارف باللہ حضرت مولانا الشاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات تحریر کیے دیتا ہوں تاکہ اس اللہ والی شخصیت کی اہمیت کا ہمیں علم ہو سکے۔

ہمارے حضرت والا 1923ء یا 1924ء[1] میں ہندوستان یوپی کے مشہور شہر پرتاب گڑھ کے گاؤں اٹھیہہ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام محمد حسین تھا۔ حضرت اقدس حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ کے والد سرکاری ملازم تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں مولانا الشاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں ایک ایسا ہونہار اور فرمانبردار بیٹا عطا کیا جس نے ہزارہا بھٹکے ہوئے انسانوں کو خدا کی معرفت

---

[1] حضرت والا کی سن پیدائش ۱۹۲۸ء ہے۔ (از مرتب)

سے مالا مال کر دیا۔ حضرت اقدس حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد کے اکلوتے بیٹے تھے اللہ نے ہمارے حضرت والا کو دو بہنیں بھی عطا کی تھیں۔

حضرت اقدس حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی اور عصری تعلیم ہندوستان کے مشہور و معروف تعلیمی ادارے "طبیہ کالج علی گڑھ" میں حاصل کی اور باقاعدہ پڑھ لکھ کر بلکہ پریکٹیکل کر کے حکیم بنے۔ ان تمام خوبیوں کے باوجود حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا جھکاؤ اللہ کی محبت اور اولیاء اللہ کی صحبت کے حصول میں تھا۔ بلوغت سے پہلے بچپن سے ہی تنہائیوں میں بیٹھ کر خدا کو یاد کرنا ہمارے حضرت والا کا معمول و مشغلہ بن گیا تھا۔ جوانی میں اپنے وقت کے عظیم مصلح حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ، ولی کامل مولانا سیّد بدر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ[1] اور نمونۂ اسلاف مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے اولیاء اللہ سے فیض اکتساب کیا حتیٰ کہ مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پرتاب گڑھی نے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت بھی عطا فرمائی۔

ایک وقت ایسا بھی آیا کہ حضرت والا الشاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھانوی سلسلہ کے عظیم رہبر ولی کامل حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے، حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں حضرت حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایسا لطف آیا کہ اس کے بعد پوری زندگی حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سائے کی طرح رہ کر گزاری۔ سترہ سال کا طویل عرصہ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کو جمع کر کے "معرفتِ الٰہیہ" اور "کشکولِ معرفت" جیسی نایاب کتب ترتیب دیں۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بے مثال کتاب "معارفِ مثنوی" بھی حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ہی صحبت کا نتیجہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق کتاب "مثنوی" کے ساتھ انتہائی عشق اور لگاؤ تھا۔ عصر کے بعد اکثر و بیشتر

---

[1] ان دونوں بزرگوں (حضرت گنج مراد آبادی اور حضرت بدر علی شاہ رحمہم اللہ تعالیٰ) سے حضرت والا نے اکتسابِ فیض حاصل نہیں کیا، یہ پہلے وفات پا چکے تھے۔ (از مرتب)

اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کو درسِ مثنوی دیا کرتے تھے۔ ہمارے حضرت والا الشاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یہاں "مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ" سے کچھ ایسی مناسبت ہوئی کہ اس کے سینکڑوں اشعار زبانی یاد ہو گئے۔ ہمارے حضرت والا حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر حضرت پھولپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھ کر مثنوی کے کچھ اشعار سناتے اور ان اشعار کی عجیب وغیب "القائی" تشریح بھی کرتے جسے سن کر حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ ایک مرتبہ فجر کی نماز کے بعد ہمارے حضرت والا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت پھولپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مثنوی کے اشعار سنا کر تشریح کرنا شروع کی تو حضرت پھولپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حالت بدل گئی۔ اس قدر محظوظ اور پُر لطف ہوئے کہ مسلسل پانچ گھنٹے شرح مثنوی سنتے ہوئے گزر گئے۔ دونوں حضرات پر مثنوی کے حقائق و معارف کا کچھ ایسا اثر ہوا کہ آنکھیں پانی بہاتی رہیں اور یہ دونوں حضرات خدا کی محبت میں مزے لیتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت والا حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے "معارفِ مثنوی" کے نام سے ایسی شرح قلمبند کروائی جسے دیکھ کر شیخ الحدیث مولانا ظفر احمد عثمانی، حضرت اقدس مولانا محمد یوسف بنوری، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا، مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا محمد عاشق الٰہی، مفتی ولی حسن اور مفتی رشید احمد رحمۃ اللہ علیہم جیسے علمائے امت بھی تعریف کیے بغیر نہ رہ سکے۔

حضرت مولانا الشاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پوری زندگی راہِ اللہ وقف کر رکھی تھی۔ ہر وقت حضور ﷺ کی امت کی فکر میں غمگین رہتے تھے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے امت مسلمہ کی حالتِ زار کو دیکھتے ہوئے ایک کتاب لکھی جسے "روح کی بیماریاں اور ان کا علاج" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کتاب نے بہت سوں کی زندگیوں کو بدل ڈالا۔ بہت سے اس کتاب کو پڑھ کر غیبت، چغل خوری، حسد، کینہ، بغض و عداوت اور جھوٹ جیسی اخلاقی بیماریوں سے باز آ گئے۔ اور بہت سے ایسے بھی ہیں جنھوں نے اس کتاب کو پڑھ کر ہمیشہ کے لیے اپنی نظروں کو غیر محرموں سے پاک کر لیا۔ اس کتاب میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اصلاحی مضامین کچھ اس انداز میں جمع کیے ہیں کہ پڑھنے

والا پڑھتا ہی چلا جاتا ہے اور وہ مضامین اپنا جادو کرتے چلے جاتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ فتنہ کے اس زمانہ میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''روح کی بیماریاں اور ان کا علاج'' ہر گھر کی زینت بننی چاہیے۔

حالات و واقعات کے پیشِ نظر ہمارے حضرت والا کا ایک خاص مضمون ''نظروں کی حفاظت'' کا تھا۔ جس پر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پوری زندگی میں سب سے زیادہ زور دیا۔ اگر دیکھا جائے تو فی زمانہ سب سے بڑا فتنہ نظر بازی، زنا اور لواطت کا ہے۔ اس وقت ضرورت اس امر کی تھی کہ کوئی اللہ والا امتِ محمدیہ کو ان برائیوں سے نہ صرف آگاہ کرتا بلکہ اس فریضہ کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیتا۔ چنانچہ ہمارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے اس برائی سے آگاہ کرنے کے لیے وقف کر دیا تھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ فی زمانہ ہمارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ان برائیوں کے سامنے بند باندھنے کے ''مجدّد'' تھے تو بے جا نہ ہو گا۔ اس بات میں تو کوئی شک نہیں کہ ہمارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے ان برائیوں کے خاتمے کا خوب کام لیا۔

دن رات عوام الناس کو وعظ و نصیحت اور اصلاحی خطوط لکھنے کے باوجود حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی دو سو سے زائد کتب احاطۂ تحریر میں آئیں، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تمام کتابیں اپنی مثال آپ ہیں۔ اگر کوئی آدمی اللہ کی محبت و معرفت اور عشقِ رسول ﷺ سے سرشار ہونا چاہتا ہے تو میں دعویٰ سے یہ کہتا ہوں کہ وہ تنہائی میں بیٹھ کر ہمارے حضرت والا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شروع کے دس مواعظ پوری توجہ سے پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے دل میں اپنی معرفت و محبت پیدا کر دیں گے (اِن شاء اللہ العزیز)۔ اس وقت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ 100 کی تعداد تک چھپ چکے ہیں[1] اور تاحال سینکڑوں مواعظ زیرِ طبع ہیں۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی تمام کتابوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور سنت طریقوں پہ چلنے پر زور دیا گیا ہے۔

---

[1] حضرت والا کے ۱۰۹ مواعظ اب تک چھپ چکے ہیں، الحمد للہ تعالیٰ۔ (از مرتب)

ہمارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہی کے خلیفہ اجل حضرت مولانا ابرار الحق ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاحی تعلق قائم کیا۔ مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے علم و فہم، تقویٰ وللّٰہیت اور محبت اللہ کو دیکھتے ہوئے "عارف باللہ" کا لقب عطا کیا اور ساتھ ہی خلافت سے بھی نوازا۔ تھانوی سلسلہ میں چاروں سلسلوں کے اندر بیعت کا سلسلہ چلتا ہے اس لیے ہمارے حضرت والا الشاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تصوف کے چاروں سلسلوں یعنی چشتی، نقشبندی، سہروردی اور قادری میں بیعت فرماتے۔ ہمارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیر و مرشد کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے تصوف و تزکیۂ نفس کے اس فریضہ پر کام کرتے ہوئے اپنی پوری زندگی لگا دی اور اپنے پیچھے ہزاروں خلفاء اور مریدین چھوڑے۔

یہاں اس بات کا تذکرہ بھی کر دینا چاہتا ہوں کہ ہمارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں اصلاحِ نفس اور تصوف کے حوالے سے کام کیا ہے، وہاں جہاد فی سبیل اللہ والے عظیم عمل سے بھی کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے روس کے خلاف جہاد میں مجاہدین کا بھرپور ساتھ دیا اور جب طالبان کی طرف سے اسلامی حکومت قائم ہوئی تب بھی اس اسلامی حکومت کی کامیابی کے لیے دعائیں کرتے رہے۔ طالبان کے دورِ خلافت میں امیر المؤمنین ملّا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ کے شہر قندھار میں "مستشفیٰ عمر" کے نام سے ایک عظیم الشان ہسپتال قائم کروایا جسے ظالم امریکہ اور اس کے اتحادی باقی نہ رکھ سکے۔ ملّا محمد عمر صاحب کی یہ خواہش رہی تھی کہ حضرت اقدس سے ان کی رہائش گاہ پر ملاقات کے لیے آئیں لیکن وقت نے ساتھ نہ دیا۔ ہمارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف و جہاد کو یکجا کرکے وقت کے اہلِ علم کو بتا دیا کہ یہ دونوں چیزیں جدا نہیں۔

ہمارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے اس حوالے سے بھی ایک خاص مقام عطا فرمایا تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اکلوتے بیٹے حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب مدظلہ اور ان کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا

محمد ابراہیم صاحب بھی حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔ گویا حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ، ان کے بیٹے اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے تینوں فقط ایک واسطے سے حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہوئے۔ یہ ایک ایسی خوبی ہے جو یقیناً آج کے اس دور میں کسی اور کے اندر نہیں پائی جاتی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے ہمارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کو دن دگنی رات چوگنی ترقی نصیب فرمائے اور حضرت ولا االشاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

صحبتِ اختر میں بڑے بڑے عاصی اولیاء اللہ ہوئے
پڑھ کے مواعظ بہت سے بے خبر واصل باللہ ہوئے
آہ نہ پاؤ گے امجد انہیں خانقاہ امدادیہ اشرفیہ میں
کیونکہ وہ جو عارف باللہ تھے وہ واصل باللہ ہوئے

(بشکریہ ماہنامہ ھدی للنّاس گوجرانوالہ، شعبان رمضان ۱۴۳۴ھ، جولائی 2013ء)

.........☆.........

ایک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

جناب مولانا سلامت اللہ ندوی صاحب (انڈیا)
اداریہ ماہنامہ الفرقان لکھنؤ

۲۳؍ رجب، ۲؍ جون بروز اتوار شام ۷ بج کر ۴۰ منٹ پر گزشتہ چالیس سالوں سے جدائی کا دردِ اشتیاق بیان کرنے والی ایک درد بھری آواز خاموش ہو گئی۔ یعنی شارحِ مثنوی عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب، اس جہان فانی سے کوچ کر گئے، حضرت حکیم صاحب کی ساری زندگی مولانا روم کے اس شعر کی ترجمانی تھی۔

بشنو از نے چوں حکایت می کند
واز جدائی با شکایت می کند

(بانسری سے نکلنے والی جدائی کی درد بھری آواز کو سنو، اپنے مرکز سے جدا ہو کر وہ فضاؤں میں کیسا درد بکھیر رہی ہے۔)

کبھی مثنوی کے درس میں محبوبِ حقیقی سے جدائی و فراق کا نغمہ چھیڑتے تو کبھی اس محبوبِ حقیقی سے محجوب کر دینے والے اسباب یعنی معصیت سے سننے والوں کے دلوں میں طبعی کراہیت و تنفر پیدا فرماتے۔ ایک طویل عرصہ تک ایشیاء، افریقہ اور یورپ میں بسنے والے ہزاروں افراد کو اپنے انفاس قدسیہ سے گرماتے رہے، مردہ دلوں کی مسیحائی کرتے رہے، اس دور کے مہلک ترین فتنے یعنی بدنگاہی سے طبعی نفرت و کراہیت پیدا کر کے دلوں میں محبتِ الٰہی کی جوت جلاتے رہے۔

حضرت حکیم صاحب کے مواعظ کے دو مرکزی مضمون ہوا کرتے تھے، ایک بدنگاہی کے مہلک نتائج کا بیان، اپنی تمام تر بلند مقامی اور روحانی عروج کے باوجود مخلوق کی اصلاح کی خاطر انتہائی

نزول فرما کر کھلے لفظوں میں بد نگاہی کے گھناؤنے پن کو بیان فرماتے، حتیٰ کہ کبھی کبھی اس گناہ کے گھناؤنے پن کو سمجھانے کے لیے ایسے الفاظ اور تعبیرات استعمال فرماتے جو بعض اہلِ ذوق کی طبیعت پر گراں گزرتیں، لیکن ایک طبیب حاذق جانتا ہے کہ مریض کون سی زبان سمجھتا ہے اور اس کی شفا کا نسخہ کیا تجویز کرنا چاہیے۔ نہ جانے کتنے ایسے نوجوان ہوں گے جنھوں نے حکیم صاحب کے مواعظ کی برکت سے ہزاروں زلیخاؤں کو پیچ کے حضرت یوسف علیہ السلام جیسی پاکدامنی زندگی گزاری ہو گی، اس عاجز سے ایک نوجوان ڈاکٹر نے کہا تھا کہ میڈیکل کالج کے پہلے سال حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی صاحب کی کتاب "حیاء اور پاکدامنی" اور حضرت حکیم صاحب کے چند مواعظ پڑھنے کی برکت سے اپنے پورے تعلیمی سالوں میں شاید ہی کبھی اُن سے بالقصد بد نگاہی کے گناہ کا ارتکاب ہوا ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ بد نگاہی اور ناجائز اور نقصان دہ محبتیں اس دور کے عالمی فتنوں میں سے ایک عالمی، ایمان سوز فتنہ ہے، حکیم صاحب نے اس مرض کو اپنا خاص موضوع بنایا اور اپنے مخصوص انداز و لہجے میں اس کی نجاست و گندگی اور اس کے مہلک اثرات کو خوب کھول کھول کر بیان فرمایا۔

اور حضرت حکیم صاحب کے مواعظ کا دوسرا مرکزی موضوع محبوبِ حقیقی سے جدائی کا نوحہ اور اس کے عشق و محبت کے سوز و گداز کا بیان ہے۔ حضرت حکیم صاحب کی طبیعت بچپن ہی سے مستانہ و عاشقانہ تھی، حضرت والا فرماتے ہیں کہ بارہ سال کی عمر تھی، جنگل کی ایک مسجد میں جا کر نماز پڑھتا اور آسمان کی طرف دیکھ کر مولانا روم کا یہ شعر پڑھتا جاتا اور روتا جاتا۔

سینہ خواہم شرح شرح از فراق

تا بگویم شرح از دردِ اشتیاق

اے اللہ! آپ کی جدائی کے غم میں اپنا سینہ ٹکڑے ٹکڑے کر دینا چاہتا ہوں تا کہ آپ کی محبت کے دردِ اشتیاق کی شرح بیان کر سکوں۔ بچپن کی یہ معصوم تمنا پوری ہوئی، صرف اپنے گاؤں، شہر، اور ملک ہی میں نہیں بلکہ جس کے غم میں سینہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا اس پاک ذات نے اپنے اس بندہ کو درد بھری آواز اور اس کا نغمۂ دردِ اشتیاق ملکوں ملکوں، شہروں شہروں سنانے کا موقع دیا۔ ان معصوم

تمناؤں کے پورے ہونے، دل میں محبت کی آتشِ فروزاں بھڑکانے اور نغمۂ دردِ اشتیاق کی لَے میں تاثیر پیدا کرنے کی صورت یہ ہوئی کہ ۱۷ سال کی عمر میں حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری کے آستانے پر پہنچ گئے، اور متواتر ۱۸ سال تک "یک در گیر و محکم گیر" کے مصداق حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے چمٹے رہے۔

حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ، حکیم الامت حضرت تھانوی کے محبوب خلفاء میں سے تھے۔ حضرت تھانوی، حضرت پھولپوری کی مجاہدانہ بلکہ سپاہیانہ زندگی کی ہمیشہ تعریف فرماتے تھے، حضرت تھانوی ہی کے حکم پر حضرت پھولپوری نے پھول پور میں ایک مدرسہ شروع فرمایا تھا۔ حضرت حکیم صاحب نے اپنے شیخ کی مثالی خدمت کی، فرماتے ہیں کہ شیخو پور کی خانقاہ میں ہم تین نفوس ہوا کرتے تھے، ایک حضرت پھولپوری کی ذاتِ اقدس، دوسرے محترمہ اماں جان صاحبہ یعنی حضرت پھولپوری کی اہلیہ صاحبہ اور تیسرے حضرت کے یہ خادم یعنی حضرت حکیم صاحب۔ ایک ملفوظ میں فرماتے ہیں: "میں وہی سکھا رہا ہوں جو میں نے اپنے بزرگوں سے سیکھا ہے اور بڑی مصیبت و مشقت سے سیکھا ہے، لیکن اللہ نے وہ مصائب میرے لیے آسان فرما دیئے تھے، آپ اندازہ لگائیے جس نے اللہ کی محبت اس طرح سیکھی ہے صبح سے ایک بجے تک بغیر ناشتہ کے رہا، اور یہ ایک مہینہ دو مہینے کے لیے نہیں تقریباً دس سال تک، شیخ کی ایسی محبت میرے دل کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمادی تھی کہ تمام مجاہدے آسان ہو گئے تھے، اگر محبت نہ ہوتی تو بھاگ جاتا کہ یہ کیسی خانقاہ ہے جہاں پیٹ کا کوئی انتظام ہی نہیں، لیکن جب شیخ کو ایک نظر دیکھتا تو معلوم ہوتا تھا کہ حاصلِ کائنات مل گیا، حضرت شہر سے دور رہتے تھے مگر گلستان معلوم ہوتے تھے"۔ (افضالِ ربانی)

دن بھر خانقاہ کے سناٹے میں تنہا بیٹھے رہتے، اور رات کو حضرت پھولپوری کے ذکر بالجہر، دعا و مناجات اور مثنوی کے عاشقانہ اشعار سن کر اپنے دل کی انگیٹھی گرماتے رہتے۔ حضرت حکیم صاحب نے ایک بار پھر یہ فرمایا تھا کہ: "میں بچپن میں یہ شعر پڑھتا رہتا اور رویا کرتا تھا۔

آہ را جز آسماں ہمدم نبود

رازرا غیرِ خدا محرم نہ شود"

(اس جنگل و بیابان میں میری آہ وفغاں کا کوئی مونس و غم خوار نہیں، سوائے آسمان کے اور میرے دل میں چھپے محبت کے اس بھید کو سوائے میرے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا)۔

سفر ترکی کے مجموعہ ملفوظات الطاف ربانی میں جناب عشرت جمیل صاحب لکھتے ہیں: حضرت والا بچپن ہی سے مولانا رومی سے انتہائی محبت کرتے تھے اور فرمایا کرتے ہیں کہ میرے شیخِ اوّل تو مولانا رومی ہیں جن سے مجھے اللہ کی محبت کا درد حاصل ہوا اور مثنوی پڑھنے کے شوق میں نابالغی ہی کے زمانے میں فارسی کی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی تھی، اور انتہائی میں مثنوی کے اشعار پڑھ کر رویا کرتا تھا۔ فرماتے ہیں: قونیہ کے سفر میں میں نے وہ جنگل دیکھا ہے جس میں مولانا روم نے اپنی ۲۸ ہزار اشعار پر مشتمل مثنوی لکھی ہے، وہ جنگل انوارات سے آج بھی بھرا ہوا ہے۔

حضرت حکیم صاحب نے مولانا روم کے شہر قونیہ کا جب سفر فرمایا تو اس سفر میں ان کے ساتھ انگلینڈ اور افریقہ سے علماء و دیگر سالکین پر مشتمل ایک جماعت تھی، اس سفر میں ان کی طبیعت کی جولانی، ان کے ملفوظات "الطاف ربانی" سے عیاں ہے، اعظم گڈھ کے ایک گاؤں کا گمنام سا بچہ جو ایک شیخ وقت اور ولی کامل کی خدمت کے طفیل آج اس مقام پر فائز ہے کہ یورپ اور افریقہ کے علماء و صلحاء ان کی جوتیاں اٹھانا باعثِ شرف و عزت سمجھتے ہیں۔

حضرت حکیم صاحب کے مواعظ و ملفوظات میں حضرت پھولپوری کی خدمت میں گزرے دنوں کا تذکرہ اکثر آتا رہتا ہے۔ ترکی کے سفر کے احوال پڑھتے ہوئے ایسے ہی کسی ایک ملفوظ کو پڑھ کر مجھے علامہ اقبال کی ایک رباعی یاد آئی۔

دمِ عارف نسیمِ صبح دم ہے
اسی سے ریشۂ معانی میں نم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

حضرت حکیم صاحب کو اس مقام کلیمی تک، خدمت ہی نے پہنچایا تھا، انھوں نے اپنے شیخ کی مثالی خدمت کی تھی اور ضابطہ ہے کہ "ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد"

حضرت حکیم صاحب اپنے پیچھے مواعظ و ملفوظات کا ایک بے بہا خزانہ چھوڑ گئے ہیں، اور اسی طرح اپنے پیچھے سالکین اور خلفاء کی ایک بڑی جماعت اور ان کی یاد میں رونے والوں کا ایک بہت بڑا مجمع۔

حضرت امیر خسرو نے قیامت تک آنے والے اور آکر جانے والے ہر اللہ والے کی جدائی پر پیچھے رہ جانے والوں کے درد و کرب کی ترجمانی کیا خوب کی ہے۔

اے تماشا گاہ عالم روئے تو.........تو کجا بہر تماشا میروی

ہم تو سب تیرے تماشائی تھے، تیرے درد و کرب سے بھرے نغموں کو سنتے اور سر دھنتے تھے، تو جب بولتا تھا تو بند دلوں کے تالے کھولتا تھا، تو ہمارا رونقِ محفل تھا، ہمارا جان ہمارا دل تھا، تجھ سے ویران دلوں کی آبادی تھی، تو ہماری محفل کو سونا کر کے کس کا تماشا دیکھنے چلا گیا۔ حکیم صاحب اپنی مبارک زندگی سے ہمیں یہ پیغام دے گئے کہ ؎

پیوستہ رہ شجر سے امیدِ بہار رکھ

سچی طلب کے ساتھ کسی شیخِ طریقت کے دامن سے وابستگی انسان کے حصولِ مقصد کے لیے لازم ہے، خدا کے کسی سچے بندے کی صحبت، خدمت، و چاکری کے بغیر گناہوں سے بچنا اور معرفتِ خداوندی کا حاصل ہونا بہت مشکل ہے۔ خود سری، کبر، اور انانیت کے زہر کا تریاق و توڑ صحبتِ اہلِ دل ہے، اہلِ دل کی خدمت سے دلوں میں محبت کی شمع روشن ہوتی ہے۔

یا ایها الذین امنوا اتقوا اللّٰه و کونوا مع الصادقین۔

اللهم ارزقنی حبك و حب و من یحبك و حب عمل یقربنی الی حبك۔

(بشکریہ اداریہ ماہنامہ الفرقان لکھنؤ، رمضان المبارک و شوال المکرّم ۱۴۳۴ھ / جولائی و اگست 2013ء)



علم و معرفت کے اختر شناس[1]

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب مد ظلہ (انڈیا)
فاضل دارالعلوم دیوبند، وبانی وناظم المعہد العالی الاسلامی حیدر آباد، ورُکن آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ
وجنرل سیکرٹری اسلامک فقہ اکیڈمی، ونامور محقق وفقیہ ومصنف کتبِ کثیرہ وکالم نگار

ماضی قریب کے علماء میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی مجالس کا خالص شہرہ تھا ان مجلسوں نے کتنی ہی مٹی کو پارس اور پتھر کو موم بنایا ہے، کیا علماء اور کیا عوام، کیا امراء اور نوابان اور کیا رعایا کیا شعراء و سخن رواں اور کیا فقہاء و مفتیان؟ ہر طبقہ کے لوگ آپ کے اسیر انِ محبت میں تھے، ان با فیض مجلسوں کو مرتب کیا گیا اور آج وہ اہلِ دل اور اہلِ طلب کے لیے خضرِ طریق ہیں۔

اسی میکدۂ تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بادہ خواروں میں حضرت مولانا عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد ابرار الحق حقی دامت برکاتہم ہیں، اور ان دونوں بزرگوں کے فیض یافتگان میں حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مد ظلہ (کراچی، پاکستان) ہیں، جو تھانوی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں، شعر و سخن کا اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں، خوب کہتے ہیں اور خوب انتخاب کرتے ہیں، اپنے سامعین و مستفیدین کو بادۂ محبت پلاتے ہیں اور مست مئے عشقِ حقیقی کرتے ہیں، مثنوی مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ کے شارح خاص ہیں اور مثنوی کے اشعار کی ایک شرح بھی آپ کے قلم فیض رقم کا اثر ہے، پیر رومی نے

---

[1] یہ مضمون حضرت والا کی کتاب ''باتیں اُن کی یاد رہیں گی'' (مرتبہ حضرت مولانا محمد رضوان القاسمی صاحب فاضل دارالعلوم دیوبند رحمہ اللہ تعالیٰ) سے لیا گیا ہے، جو حضرت رحمانی صاحب مد ظلہ نے بعنوان ''تعارف'' کتاب مذکورہ کے لیے لکھا تھا، احقر نے حضرت رحمانی صاحب کی ترجمانی کے لیے یہ انتخاب لیا ہے۔ حضرت رحمانی صاحب نے حضرت والا کو جیسا پایا، اس کا بلا تکلف اظہار فرمایا ہے۔ (از مرتب)

کس کس کو مرید نہیں کیا؟ صاحبِ دل کو بھی، صاحبِ دماغ کو بھی، صوفی کو بھی، فلسفی کو بھی، بارگاہِ رومی کی ارادت بھی ایک تمغۂ امتیاز ہے، حکیم صاحب بھی اس بارگاہ کے عارفین بلکہ عاشقین میں ہیں۔

یہ انہیں کے ملفوظات بابرکات کا مجموعہ ہے، جو ورق ورق روشن ہے، جس میں قرآن ہے، حدیث ہے، فقہ ہے، تصوف ہے، سوز و گداز ہے، تربیت و اصلاح ہے، تذکیر و موعظت ہے، علمی نکات ہیں، عارفانہ نکتہ پنہاں ہیں، دل کو چُھوتے ہوئے اشعار ہیں، اور دماغ پر نقش چھوڑ جانے والی باتیں ہیں۔... اس مجموعہ کے اسناد و افادیت کے لیے یہی کافی ہے کہ صاحبِ ملفوظات حضرت مولانا حکیم اختر صاحب مدظلہٗ جیسے علم و معرفت کے اختر شناس ہیں اور مرتب حضرت مولانا محمد رضوان القاسمی صاحب جیسے علم و ادب کے غوّاص۔

.........☆.........

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ

جناب جمیل اعجاز صاحب
معروف کالم نگار ہفت روزہ ضربِ مؤمن کراچی

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک بار فرمایا تھا: ''ہمارا جنازہ ہمارے صحیح راستے پر ہونے کی دلیل ہو گا''۔ میں گلستان جوہر میں سندھ بلوچ سوسائٹی کے گیٹ پر کھڑا یہی سوچ رہا تھا آج ۱۱ سو سال بعد بھی یہ فرمان کس قدر سچ ہے۔ حقیقت یہی ہے اہلِ علم اور اہلِ دِل کے جنازے ان کی عظمت کا سب سے بڑا ثبوت ہوا کرتے ہیں۔ میرے سامنے بھی انسانوں کا ایک سیلاب تھا جو مولانا شاہ حکیم محمد اختر کی نمازِ جنازہ میں شرکت کے لیے اُمڈ آیا تھا۔ لوگ دیوانہ وار چلے آرہے تھے اور یہ عمل تدفین کے بعد بھی جاری رہا۔ حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ سے محبت و عقیدت اور اصلاحی تعلق لوگوں کو برما، سعودی عرب، بنگلہ دیش، بھارت، جنوبی افریقہ اور اندرون پاکستان کے کئی علاقوں سے کھینچ لایا۔ یہ وہ خالص محبت ہے جس نے انسانوں کا ایسا سمندر گلستان جوہر میں جمع کر دیا جس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہہ رہا تھا۔

دنیا میں ہر انسان کسی نہ کسی چیز سے لگاؤ رکھتا اور محبت کرتا ہے۔ کسی کی چاہتیں منفی ہوتی ہیں تو کسی کی مثبت۔ سب سے خوش نصیب لوگ وہ ہوتے ہیں جنہیں اللہ کے لیے محبت کرنے کا ہنر آجائے۔ حضرت کے مریدین ہی نہیں صرف نام سے آگاہ لوگوں کو بھی پھوٹ پھوٹ کر روتے دیکھا تو پہلی بار اندازہ ہوا اللہ کے لیے محبت کیسی ہوتی ہے؟

یقیناً سونے کی قدر تو سنار ہی کر سکتا ہے، ہم ایسے بے قدرے لوگ حضرت کے بارے میں کیا بیان کر سکتے ہیں جنہوں نے حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ سے استفادے کے کئی مواقع ضائع کر دیے ہوں اور

اب سوائے پچھتاوے کے کچھ نہ بچا ہو۔ رشد و ہدایت کے آفتاب حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر کی سوانح حیات کو اگر مختصر الفاظ میں بیان کرنا ممکن ہوتا تو اس سے بہتر جملہ کوئی نہ تھا وہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا پرتو تھے۔ تصوف اور طریقت کی مشکل دکھائی دینے والی راہ کو شریعت کا جامہ پہنا کر جیسے مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آسان کیا۔ حضرت والا بھی انہی خطوط پر چلتے رہے اور مسلمانوں کی اصلاح کے موثر ترین خانقاہی نظام کو مضبوط کیا۔

وہ مجدّدِ غضِ بصر تھے۔ بد نظری اور بے پردگی سے بچاؤ کے جیسے نسخے آپ نے بتائے اس نے بد نظری کو بہت مشکل بنا دیا۔ چونکہ آج کل کی جدید اور ذرائع ابلاغ کی دنیا کا المیہ یہی ہے کہ انسان بچنا چاہے بھی تو بد نظری سے نہیں بچ سکتا مگر حضرت والا نے اپنی پوری زندگی میں اس سے بچ کر نہ صرف دکھایا بلکہ زندگی کی آخری سانس تک اس کی تلقین کرتے رہے۔ وہ اپنے بعد آنے والوں کے لیے مثال بن گئے اور اب کسی کے پاس یہ عذر نہیں کہ اس دور میں بد نظری یا بے پردگی سے بچنا ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے حضرت کے خلفاء و متوسلین، مریدین اور متعلقین میں بھی الحمدللہ یہ جذبہ موجود ہے۔ وہ اس سلسلے میں بعض مرتبہ مختلف حلقوں کی جانب سے طنز بھی سہ جاتے ہیں اور اس شعر پر عمل کرتے ہیں۔

سارا جہاں ناراض ہو پروا نہ چاہیے
پیشِ نظر تو مرضی جانانہ چاہیے

حضرت 30/ مئی 2000ء کو فالج کا دورہ پڑنے کے بعد سے علیل تھے۔ اس سے محض 10 ماہ پہلے انہوں نے اپنی وصیت لکھ دی تھی کہ ان کے متعلقین ان کے بعد بھی ایک لمحے کے لیے بھی اللہ کو ناراض نہ کریں۔ شرعی مسائل میں اہلِ فتاویٰ سے رجوع رکھیں اور اپنی مناسبت کے اعتبار سے تاحیات کسی صالح کی صحبت اختیار کریں۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت کس اونچے درجے کے ولی تھے اور انہیں کس قدر اپنے متعلقین کے ایمان کی فکر تھی۔

میں نے پہلی بار حضرت کی زیارت اس وقت کی تھی جب وہ سہارے سے مسجد میں تشریف لاتے اور حاضرین سے ”السلام علیکم“ کہا کرتے تھے تب وہ فالج میں مبتلا ہونے کے باوجود ہشاش بشاش تھے۔ رات گئے عشاء کے بعد لطائف کی مجلس بھی منعقد کراتے۔

آخری بار گزشتہ سال اپنی ہمشیرہ کی شادی پر ان کی زیارت کی، تب وہ بستر علالت پر تھے۔ ایک شخص نے انہیں سلام کیا تو آنکھیں کھول کر مسکرا کر دیکھا اور پھر آنکھیں موند لیں۔ مجھ سمیت لاکھوں عقیدت مند ایسی مسکراہٹ سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو گئے ہیں۔ حضرت نے تو اللہ کے لیے اپنے ہر لمحے کو وقف کر کے کامیاب زندگی گزاری۔ اب ہمارا امتحان شروع ہو رہا ہے، اس لیے کہ وہ شجر نہیں رہا جس کے سائے میں آ کر ہم کڑی دھوپ سے محفوظ ہو جایا کرتے تھے۔ وہ ساقی رندوں کو روتا چھوڑ کر چلا گیا جو اللہ کی محبت کا جام بھر بھر کر پلایا کرتا تھا۔ وہ ماہتاب بادلوں کی اوٹ میں جا چکا جس کی روشنی میں لوگ سیدھی راہ تلاش کر لیا کرتے تھے۔ اب اگر ہم واقعی حضرت والا سے محبت کرتے تھے تو ان کے خلفاء متوسلین سے بھی ایسی ہی محبت کرنا ہوگی اور حضرت کی وصیت کے ایک ایک لفظ پر عمل کرنا ہو گا۔ اس طرح ہم حضرت کے وصال کے غم کو ہلکا کر سکتے ہیں۔

(بشکریہ ہفت روزہ ضربِ مؤمن کراچی، ۵ تا ۱۱/ شعبان ۱۴۳۴ھ بمطابق 14 تا 20/ جون 2013ء)



اللہ سے ملاتے ہیں سنّت کے راستے

امّ ابی ہریرہ

یہ خبر سن کر کہ ولی کامل پیر طریقت حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر اس دار فانی سے کوچ کر گئے، ایسا لگا کہ دل کی دھڑکن تھم گئی ہے، سننے کے بعد یقین کرنے کو دل کسی بھی طرح سے راضی نہ ہوا ۔ حضرت والا کی درازیٔ عمر کیلئے یہ زبان ہمیشہ دعا گو رہی۔ اس پُر فتن دور میں حضرت کا وجود ہمارے لئے باعثِ رحمت تھا، مگر اللہ کی حکمت کو سمجھنا ہم جیسے ناسمجھوں کیلئے مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر چیز کا وقت مقرر ہے۔ صبر اور ثواب کی امید باقی ہے۔ حضرت ہی کا اک شعر کتنا بر محل ہے جو انہوں نے اپنی اہلیہ کی وفات پر کہا ؎

کیف تسلیم و رضا سے ہے بہارِ بے خزاں
صدمہ و غم میں بھی اختؔر روح رنجیدہ نہیں

حضرت کی ولادت باسعادت ہندوستان کے صوبہ یوپی کے ضلع پرتاب گڑھ کی ایک چھوٹی سی بستی اٹھیہہ کے ایک معزز گھرانے میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام محمد حسین تھا جو ایک سرکاری ملازم تھے، آپ اپنے والد کے اکلوتے فرزند تھے۔ آپ کی دو ہمشیر گان تھیں، بچپن ہی سے حضرت والا پر آثارِ جذب کا ظہور ہونے لگا تھا۔ ان کی عبادت کے شوق کو دیکھتے ہوئے ان کے والد صاحب ان کا نام لینے کے بجائے انہیں ''مولوی'' کہا کرتے تھے۔ حضرت والا کے قرآن پاک کے استاد بڑی درد بھری آواز میں مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مثنوی پڑھا کرتے تھے، جس کی وجہ سے آپ کو مولانا رومی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بے پناہ محبت ہوگئی تھی اور مثنوی سمجھنے کے شوق میں فارسی کی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرے اول شیخ تو مولانا رومی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں جن سے مجھے اللہ

کی محبت کا درد حاصل ہوا۔ والد صاحب کی خواہش پر الہٰ آباد سے طب کی تعلیم حاصل کی، اکثر فرمایا کرتے تھے اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے میرے والد کو کہ جنہوں نے مجھے طب پڑھائی جس سے مجھے اپنے احباب کو غیر معتدل ہونے سے بچانے میں مدد ملتی ہے۔ حضرت بچپن ہی سے آتش عشق الٰہی سے نوازے گئے تھے، لہٰذا تلاشِ مرشد میں سرگرداں رہے اور ایک بزرگ حضرت مولانا شاہ محمد احمد پرتاب گڈھی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ حضرت مولانا محمد احمد مقام قطبیت پر فائز تھے۔ نہایت درد سے اشعار پڑھا کرتے تھے۔ حضرت والا کا ذوق شعری حضرت مولانا محمد احمد رحمہ اللہ تعالیٰ ہی کی صحبت سے ہے اور اس دوران آپ کا پہلا شعر ہوا جو یہ ہے کہ؂

دردِ فرقت سے مرا دل اس قدر بے تاب ہے
جیسے تپتی ریت میں اک ماہیٔ بے آب ہے

چونکہ اہل عشق اللہ کا راستہ بہت جلد طے کرتے ہیں، تلاش مرشد پھولپور میں ختم ہوئی، جہاں حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ مقیم تھے۔ ان کو اپنا مرشد و مصلح منتخب کرنے کا فیصلہ کیا۔ حضرت مولانا عبد الغنی نے آپ کو قبول کیا اور ذکر واذکار کی تلقین فرمائی۔ اپنے شیخ کے ساتھ ایسے جڑے کہ سترہ سال شاہ عبد الغنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں گزار دیئے۔ حضرت اپنے شیخ کے لئے شدید گرمیوں میں بھی روزانہ ایک میل دور ندی سے پانی بھر کر لاتے۔ حضرت شاہ عبد الغنی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ اختر میرے پیچھے ایسا لگا رہتا ہے جیسے دودھ پیتا بچہ ماں کے پیچھے لگا رہتا ہے ۔حضرت شاہ عبد الغنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے وہبی علوم حضرت والا ہی کے ذریعے منظر عام پر آئے۔ آپ نے اپنے شیخ کے مدرسہ بیت العلوم سے ہی دینی تعلیم حاصل کی۔ حضرت والا نے اتنی محنت سے پڑھا کہ درس نظامی کے آٹھ سال کے نصاب کی چار سال میں تکمیل کی۔ حضرت والا کی پوری زندگی بے تکلفی وسادگی اور اللہ کی محبت ووارفتگی اور راہ حق کے مجاہدات سے پُر تھی۔ حضرت والا کا نکاح اعظم گڑھ کے قریب ایک گاؤں کوٹلہ کی نہایت دین دار خاتون سے ہوا جو عمر میں حضرت والا سے دس بڑی تھیں۔ 1960ء میں جب حضرت شاہ عبد الغنی رحمہ اللہ تعالیٰ پاکستان تشریف لائے، حضرت والا بھی ان کے

ہمراہ تھے لیکن اپنی اہلیہ اور فرزند مولانا مظہر میاں صاحب کو ہندوستان میں ہی چھوڑ آئے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے آخری خلیفہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت ہونے کی اجازت حضرت مولانا عبد الغنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی وصیت میں دی تھی۔ حضرت مولا شاہ ابرار الحق رحمہ اللہ تعالیٰ سے اصلاحی تعلق کے دو سال بعد ہی حضرت والا خلافت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت والا کی ایک صد[1] کے قریب تصانیف ومواعظ لاکھوں کی تعداد میں اردو، انگریزی، فرانسیسی، فارسی، ترکی، بنگالی، برمی، پشتو، گجراتی، سندھی، بلوچی اور دیگر زبانوں میں شائع ہو چکے ہیں۔

حضرت پر بروز بدھ 31/ جولائی 2000ء کو فالج کا حملہ ہوا لیکن حضرت کے چہرے پر جو اطمینان تھا وہ کسی صحت مند کو بھی حاصل نہ ہوا ہو گا۔ حضرت والا نے تربیت السالکین میں کبھی اپنی بیماری کو آڑے نہیں آنے دیا۔ حضرت والا کا کراچی میں قیام پہلے ناظم آباد میں تھا، پھر حضرت شاہ ابرار الحق رحمہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر گلشن اقبال کراچی میں خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی بنیاد رکھی اور اسی خانقاہ میں مدرسہ اشرف المدارس اور مسجد اشرف کی تعمیر کی گئی۔ آج یہ خانقاہ پورے عالم کا مرکز ہے۔ پوری دنیا سے لوگ اصلاح و تزکیہ کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ حضرت کی وفات سے آج ایک جہان محروم ہو گیا۔ جس شخص کو ایمان کامل اور اعمال صالحہ کے ساتھ دنیا سے رحلت نصیب ہو جائے تو یہ ایسی عظیم دولت ہے جس کے مقابلے میں کائنات کی ہر دولت ہیچ ہے۔ حضرت والا کی پوری زندگی اللہ سے محبت میں گزری، فرماتے تھے کہ جب تک اللہ کی محبت میں بے خودی نہیں ہوتی بندگی میں روح نہیں آتی۔ حضرت کا یہ شعر تو زبان زد عام ہو گیا ہے کہ

نقش قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے......... اللہ سے ملاتے ہیں سنّت کے راستے

(بشکریہ روزنامہ اسلام کراچی، ۲۷/ رجب ۱۴۳۴ھ بمطابق 7/ جون 2013ء)

---

[1] حضرت والا کے صرف مطبوعہ مواعظ کی تعداد ہی ۱۰۹ ہے، چھوٹی بڑی کل تصانیف کی تعداد تقریباً ۲۰۰ ہے۔ (مرتب)



میرے حضرت کی رحلت

بنت مولانا عبد المجید رحمہ اللہ تعالیٰ

بے اختیار ہی زبان پر عربی کا ایک شعر آگیا

من شاء بعدك فليمت

فعليك كنت احاذر

ترجمہ: آپ کے بعد جو چاہے وہ مر جائے، کہ مجھے آپ پر ہی سب سے زیادہ خوف تھا۔

کیونکہ ملت اسلامیہ کا مظلوم چمنِ اسلام سالہا سال سے محرومیت کی دل گداز سختیوں اور انتظار کی اذیت ناک گھڑیوں کے کرب برداشت کرتے ہوئے شمع کی مانند پگھل رہا ہے، اگر کبھی کسی اکلوتے ستارے کی ٹمٹماہٹ سے روشنی پھوٹتی بھی ہے تو وہ تیزی سے ماند پڑ جاتی ہے۔

شبِ ظلمت کی تاریکی کو چاک کرنے والا، صوفیاء کے ماتھے کا جھومر بننے والا، قرآن و سنت کی اتباع کرنے والا، سرزمین عشق کا عظیم ولیٔ خدا، جس کا عزم ہمالیہ کی طرح استوار، دل آبِ زم زم کی طرح پاک وصاف، دماغ آسمان کی طرح وسیع، عقل چراغوں کی طرح نور افروز، فضل اشجار کی مانند سایہ دار ثمر ریز، کلام شہد کی مانند لذیذ و شیریں، مزاج پھولوں کی طرح شگفتہ و نازک، حکمت میں عقدہ کشا، اصلاح میں صاحبِ تدبیر، علوم و معارف کا رازدار، بزم میں صاحب علم و کمال، رزم میں مجاہدِ میدان، پیشانی میں شرافت کا عکس، آنکھوں میں ایمان کا نور، زبان پر نعرۂ حق اور پیامِ امن، سینے میں محبت کی آئینہ بندی، کمر میں صبر کی تلوار، روش پر شکر کی عبا، ہاتھ میں استقامت کا عصا، پاؤں میں عزم و ثبات کے موزے، ان تمام اوصاف کے مجموعے سے بنتا ہے وہ مردِ باوفا، شانِ اولیاء جسے دنیا حضرت شیخ

العرب و العجم مولانا حکیم محمد اختر صاحب (نور اللہ مرقدہ) کے نامِ نامی سے یاد کرتی ہے، جس کی روحِ مقدس ''روح وریحان وجنۃ نعیم'' کی بہار دیکھنے کے لیے ہمیں یتیم کر کے خلعت جنت سے سر فراز ہو چکی ہے۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔

ادا کر کے فرض اپنی خدمات کا

سحر دم وہ جاگا ہو ا رات کا

ابد کے نگر کو روانہ ہوا

مکمل سفر کا فسانہ ہوا

یہ صدمہ اتنا عظیم ہے کہ اس کے غم میں سورج سیاہ چادر اوڑھ لے، ستاروں کی رونق ماند پڑ جائے اور چاند اپنا حسن کھو دے تو بھی کم ہے، محفل ہی اجڑ گئی، چمن سونا سونا ہے، ہر طرف سکوتِ مرگ طاری ہے، آنکھوں میں ساون کی جھڑی لگ گئی ہے، دل بے تاب ہوا، سکون غارت ہوا، دل یوں دھڑکا کہ قیامت کر دی، جی اچاٹ ہوا، موسم اداس ہوئے، امیدیں یاس میں بدلیں .... بہاروں کے ہوتے ہوئے بھی میرے چمن میں غموں کی آگ لگ گئی، سسکیوں نے تسلسل لیا، آہوں نے دل کے اجڑے کھنڈر میں گھر کر لیا......... صفیں تبدیل ہوئیں، صفِ ماتم بچھ گئی۔

گو سب کو بہم ساغر و بادہ تو نہیں تھا

یہ شہر اداس اتنا زیادہ تو نہیں تھا

گلیوں میں پھرا کرتے تھے دو چار دیوانے

ہر شخص کا صد چاک لبادہ تو نہیں تھا

اس دل نے اور بھی بہت غم سہے ہیں لیکن یہ کرب اتنا شدید ہے کہ دل سنبھالے نہیں سنبھل رہا، ساقی چل دیا میخانہ خاموش ہے، نگاہیں انہیں ڈھونڈ رہی ہیں لیکن وہ ہر جگہ اپنا عکس چھوڑ کر چلے گئے ہیں، ربِ کعبہ کی قسم! جب سے مرشد و مہرباں کا سائباں اٹھا ہے، رنگ میرے لیے اہمیت کھو گئے ہیں، خوشبوؤں کی کشش بے معنی ہو کر رہ گئی ہے، مسکراہٹ بھی کرب کی علامت بن گئی ہے، لب کشا ہوں

بھی تو زبان ساتھ چھوڑ جائے لیکن میری خاموشی بھی ایک داستان بن گئی ہے، یہ صرف میرا حال ہی نہیں بلکہ سینکڑوں دیوانۂ حق کے حالِ دل کی ترجمانی ہے جو حضرت رحمہ اللہ کے غمِ فراق سے نڈھال ہیں، ابھی تک ایک بے یقینی کی سی کیفیت ہے، بلاشبہ موت تو برحق ہے اور ایک وقت مقرر پر آکر رہے گی، لیکن کچھ رخصتیاں ایسی ہوتی ہیں جو اپنے ساتھ اہلِ جہاں کے دل بھی لے جاتی ہیں، میرے حضرت کی رحلت بھی کچھ ایسی ہی ہے جو ہر خاص وعام، اصاغر واکابر، علماء وطلباء کے جگر شق کر گئی ہے، یتیمی اور بے کسی کے احساس نے جکڑ رکھا ہے۔

اے فرشتۂ اجل! کیا خوب تیری پسند ہے
پھول تو نے وہ چُنا جو گلشن کو ویراں کر گیا

جس نے زندگی گزارنے کا ڈھب سکھایا، قدم قدم پر راہنمائی کا چراغ روشن کیا، جس کی ضیاء پاشیوں سے عاصیانِ مجسم دنیا کے گوشے گوشے میں دردِ محبت پھیلا رہے ہیں، جس کے ہاتھوں شرابِ عرفان مفت ملا کرتا تھا، وہ یوں روٹھ کر چل دیا اور کانوں میں ابھی تک اسی کی وہی سوز و گداز والی آواز بازگشت کر رہی ہے، جو ان کا اندازِ عرفانہ تھا کہ

اختر کا دردِ دل لے لو
اختر کا دردِ دل لے لو

آہ! کہ وہ ذاتِ گرامی جو ملکوں کے سفر کر کے اپنا دردِ دل بانٹا کرتی تھی، آج ایسے سفر پر روانہ ہو گئی ہے، جہاں ان کے لیے ابدی راحتیں اور سعادتیں منتظر ہیں اور پیچھے رہ جانے والے پسماندگان قافلۂ غم زدگان کے لیے آہ و بکا کا بہت سامان ہے۔

جلا پھر صبر کا خرمن پھر آہوں کا دھواں اٹھا
ہوا پھر نذرِ صرصر ہر نشیمن کا ہر اک تنکا
ہوئی پھر صبحِ ماتم، آنسوؤں سے بھر گئے دریا
چلا پھر سوئے گردوں کاروانِ نالۂ صہبا

ہر اک جانب فضا میں تھا کہرام یار برپا

بے شک یہ حضرت کی کرامت اور تربیت کا نتیجہ تھا کہ اتنی کڑی گھڑی میں بھی عاشقان کے ہاتھ سے دامانِ صبر نہ چھوٹا، انتہائی احترام و عقیدت اور برستی آنکھوں، کپکپاتے ہاتھوں سے رب کی عظیم امانت اور بیش بہا تحفہ اس کے اصل اور دائمی مسکن کی طرف لوٹا دیا گیا، یہ حضرت جی کی تربیتِ رضا بالقضاء کا ہی نتیجہ تھا کہ دل اس وقت صبر سے رہے، جب ہر آنکھ سوال کر رہی تھی:

''اطابت انفسکم ان تحثوا علیه التراب!؟؟''

اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے

جس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار

دعا ہے کہ اللہ رب العزت حضرت والا کی سی صفات سے ہمیں بھی نواز دے اور مولانا مظہر صاحب کو ہمت استقامت و عافیت دے کہ یہ باغ پھلتا پھولتا رہے اور ہماری آنکھوں کو قرار رہے۔ آمین۔ (بشکریہ ماہنامہ حیاء کراچی، شعبان ۱۴۳۴ھ، جولائی 2013ء)

.........☆.........

حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ کا وصال

جناب مولانا محمد طارق صاحب

پیر طریقت، رہبر شریعت، عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمہ اللہ تعالیٰ اہل حق کے ترجمان تھے۔ روایات اکابر کے سچے امین تھے۔ آپ انتہائی ملنسار اور غضب کی ذہانت کے مالک تھے۔ علمی حلقوں کی روح رواں تھے۔ لیکن آج یہ علم کا باب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمہ اللہ تعالیٰ 1923ء[1] کو ہندوستان کے صوبہ یوپی کے شہر پرتاب گڑھ کے گاؤں اٹھیہہ میں شاہ محمد حسین رحمہ اللہ تعالیٰ کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے اور شاہ حسین رحمہ اللہ تعالیٰ کو اللہ پاک نے دو صاحبزادیاں دی تھیں۔ آپ نے ابتدائی تعلیم طبیہ کالج علی گڑھ سے حاصل کی۔ وہیں سے آپ نے حکمت کا کورس کیا۔

علماء کرام سے محبت آپ کے دل میں سما چکی تھی۔ اسی لیے آپ نے دینی ادارے کا رخ کیا اور علماء کے قدموں میں بیٹھنے کو ترجیح دی۔ مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ اور مولانا سیّد بدر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے علمی پیاس کو بجھانا شروع کیا اور خلافت کو بھی اپنے سینے سے لگایا[2]۔ اسی سلسلہ میں مولانا شاہ محمد احمد پرتاب گڑھی سے خلافت کو حاصل کیا۔ آپ سترہ سال مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی صحبت میں سرائے میر میں رہے اور فاضل درس نظامی کی سند حضرت مرحوم

---

[1] حضرت والا کی سن پیدائش ۱۹۲۸ء ہے۔ (از مرتب)

[2] ان دونوں بزرگوں سے حضرت والا نے اکتسابِ فیض حاصل نہیں کیا، یہ پہلے وفات پا چکے تھے۔ (از مرتب)

کے ادارے سے حاصل کی۔ پھر مولانا شاہ ابرار الحق رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی خلافت حاصل کی۔ آپ کی خوش نصیبی دیکھئے کہ جن تین شخصیات سے خلافت ملی وہ تینوں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلفاء تھے[1]۔ تصوف کے سلاسل اربعہ یعنی چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ حاصل تھے۔ آپ کے مریدین کی تعداد دنیا بھر میں موجود ہے۔ جن میں جنوبی افریقہ کی کرکٹ ٹیم کے کھلاڑیوں میں ہاشم آملہ اور عبد اللہ آملہ بھی شامل ہیں۔

آپ قیام پاکستان کے چند سال بعد ہجرت کرکے پاکستان منتقل ہوگئے۔ یہ اس پیارے وطن کے لیے اعزاز کی بات ہے کہ آپ نے یہاں آکر لاتعداد بھٹکے ہوئے لوگوں کی اصلاح کی۔ آپ کے بیانات درد دل رکھنے والے انسانوں کے لیے بہترین تحفہ ہیں۔ آپ آج ہمارے درمیان نہیں رہے۔ لیکن آپ کی مختلف زبانوں میں کتابیں آج بھی آپ کی یاد دلارہی ہیں۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۳ سال بیماری میں گزارے۔ 2000ء میں آپ پر فالج کا حملہ ہوا۔ اسی بیماری کے دوران ہی آپ اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنماؤں حضرت مولانا عبد المجید لدھیانوی دامت برکاتہم، حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر مدظلہ، مولانا صاحبزادہ عزیز احمد مدظلہ، مولانا اللہ وسایا، مولانا محمد اکرم طوفانی نے ایک مشترکہ بیان میں حضرت الحاج حکیم مولانا محمد اختر رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات حسرت آیات پر قلبی رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے مرحوم کی مغفرت اور بلندی درجات کی دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان کے حسنات کو قبول فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ آمین!

(بشکریہ ماہنامہ لولاک ملتان، رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ، جولائی 2013ء)



[1] حضرت پرتاب گڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ نہیں بلکہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ حضرت مولانا شاہ بدر علی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں۔ (از مرتب)

عالمِ ربّانی کی رُحلت

جناب محمد فیصل شہزاد صاحب

دو جون مغرب کا وقت تھا، جب موبائل پر پیغام آمد کی بیپ ہوئی۔ دیکھا تو کسی انجانے نمبر سے پیغام آیا تھا۔ پیغام کھولا تو پہلی سطر پڑھتے ہی بے اختیار اک آہ نکل گئی۔ لکھا تھا ''عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب انتقال فرماگئے''۔ پیغام چونکہ انجانے نمبر سے تھا، اس لیے فوراً اِدھر اُدھر کچھ دوستوں سے رابطہ کیا تو اس دلخراش خبر کی تصدیق ہوگئی۔ تصور میں حضرت کا نورانی اور بچوں کی سی معصومیت لیے چہرہ آگیا۔ ہم نے 2004ء میں پہلی مرتبہ حضرت کی زیارت، گلشن اقبال میں واقع حضرت کی خانقاہ میں اپنے دوست خالد رضا کے وسیلے سے کی۔ اس وقت بھی حکیم صاحب رحمہ اللہ بات نہ فرماسکتے تھے، در اصل آپ پچھلے تیرہ سال سے سخت علیل تھے۔ آپ پر مئی 2000ء میں فالج کا حملہ ہوا تھا، اس کے بعد سے بات کرنے میں آپ شدید تکلیف ہوتی تھی۔

آپ متبحر عالم بھی اور عارف باللہ بھی، داعی الی اللہ بھی تھے اور کامل فن شیخ طریقت بھی۔ آپ کی شخصیت میں بہت سی صفاتِ محمودہ جمع ہوگئی تھیں لیکن ان سب میں سب سے غالب صفت جو تمام صفات محمودہ کی گویا بنیاد ہے، وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے شدید محبت تھی۔ اسی محبت کا لازمی نتیجہ تھا کہ حدیث پاک کے مصداق پھر آپ کی محبوبیت کے زمزمے بھی چہار عالم میں گونجے۔ نہ صرف برصغیر بلکہ افریقہ، یورپ، امریکا اور کینیڈا کے ہزاروں لوگوں کے دل بھی آپ کی محبت سے معمور تھے۔

مولانا حکیم محمد اختر 1924ء[1] میں ہندوستان کے صوبہ یوپی کے شہر پرتاب گڑھ کے گاؤں اٹھیہہ میں محمد حسین نامی سرکاری ملازم کے گھر میں پیدا ہوئے۔ آپ نے عصری تعلیم طبیہ کالج علی گڑھ سے حاصل کی اور حکمت کی سند حاصل کیا۔ آپ شروع ہی سے اپنی اصلاح اور تزکیے کی چاہ میں بزرگوں کی صحبت میں رہے اور پھر یہی شوق جوانی میں عالم دین بننے کا سبب بنا۔ حکیم اختر رحمہ اللہ نے ابتداء میں نقشبندیہ سلسلے کے نامور بزرگ مولانا شاہ احمد پرتاب گڑھی سے فیض حاصل کیا، اور پھر خلافت سے نوازے گئے۔ بعد ازاں سترہ برس مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمہ اللہ کی صحبت میں سرائے میر میں رہے، جہاں ان کے مدرسہ میں جوانی میں درسِ نظامی کی تعلیم مکمل کی اور خلافت بھی حاصل کیا[2]۔ بعد ازاں ہردوئی میں مولانا شاہ ابرار الحق رحمہ اللہ سے اکتسابِ فیض کیا اور خلافت حاصل کی۔ آپ کو تصوف کے چاروں معروف سلسلوں چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ سے اجازتِ بیعت حاصل تھی۔ قیام پاکستان کے چند سالوں بعد 1955ء[3] میں آپ پاکستان تشریف لے آئے اور ناظم آباد نمبر 4 میں تقریباً دو دہائیوں تک دینی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ بعد ازاں خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی میں منتقل ہوئے اور آخری وقت تک وہیں قیام پذیر رہے۔ مولانا نے ایک بڑا دینی ادارہ جامعہ اشرف المدارس کے نام سے سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر میں قائم کیا تھا جس میں 5000 سے زائد مقامی وبیرون ملک سے آئے طلبہ زیر تعلیم ہیں اور کراچی میں اس کی 10 سے زیادہ شاخیں ہیں۔ ان کی مواعظِ حسنہ پر مشتمل تصانیف کی تعداد 200 سے زائد ہے۔ مولانا نے ''معارفِ مثنوی'' کے نام سے مثنوی مولانا مرحوم کی مقبول ترین شرح لکھی جو پوری دنیا میں شائع ہوئی اور کئی زبانوں میں اس کے تراجم ہوئے۔ دیگر کتابوں کے بھی اردو، سندھی، عربی، پشتو، بنگلا، برمی، جرمن، فرنچ، انگریزی، روسی اور دیگر کئی زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں۔

---

[1] حضرت والا کی سن پیدائش ۱۹۲۸ء ہے۔ (از مرتب)

[2] حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلفاء میں حضرت والا کا نام نہیں ہے، دیکھئے معرفتِ الٰہیہ: ۵۶،۵۷۔ (از مرتب)

[3] حضرت والا نے ۱۹۶۰ء میں پاکستان ہجرت فرمائی تھی۔ (از مرتب)

حضرت مولانا اتحادِ امت کے زبردست داعی تھے۔ تعصب جو آج پاکستان میں خونریزی کی سب سے بڑی وجہ ہے، اس سے آپ کو سخت بغض تھا۔ تعصب چاہے جس رنگ میں ہو، اس نے لسانیت کا لبادہ اوڑھ رکھا ہو یا قومیت کے نعرے میں چھپا ہو، اس کی بنیاد علاقائیت ہو یا رنگ و نسل، آپ کے نزدیک امت مسلمہ کو پارہ پارہ کرنے کی سب سے بڑی وجہ یہی تھی۔ آپ کے نزدیک وطن، قوم، نسل اور زبان و تہذیب کی ہر نسبت سے زیادہ اسلام کی نسبت و حمیت اہم تھی۔ آپ نے اپنے درد بھرے مواعظ کے ذریعے اسی تعصب جاہلیہ کی بیخ کنی کی اور مسلمانوں کو اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے نام پر جمع ہونے کی دعوت دی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے مریدین میں دنیا بھر کے مختلف زبان بولنے والے، ہر رنگ و نسل کے لوگ شامل تھے۔ جن میں جنوبی افریقہ کے معروف کرکٹر عبد اللہ آملہ اور ہاشم آملہ بھی شامل ہیں۔

مولانا کی رحلت سے امت ایک شفیق مربی اور عظیم عالم دین و مصلح سے محروم ہو گئی۔ مولانا کا شمار عالم اسلام کی ان چند ممتاز اور نمایاں دینی و روحانی شخصیات میں ہوتا تھا، جن سے بلا مبالغہ لاکھوں انسانوں نے بلا واسطہ یا بالواسطہ فیض حاصل کیا اور ہزاروں لوگوں کی زندگیاں تبدیل ہوئیں۔ اس فتنے کے دور میں جب اولیاء اللہ کا وجود تمام فتنوں سے بچاؤ کا ذریعہ ہے، حضرت کی وفات یقیناً امت کا ایک بہت بڑا اور ناقابل تلافی نقصان ہے۔ خصوصاً شہر کراچی کو جتنا اس وقت اللہ والوں اور ان کی دعاؤں کی ضرورت ہے، پہلے کبھی نہ تھی۔ اب حضرت کی رحلت کے بعد ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کی تعلیمات کو عام کیا جائے اور ان کے پیغامِ محبت کو عام کیا جائے۔

مولانا کی نماز جنازہ دوسرے دن پیر کو صبح 9 بجے جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر سندھ بلوچ سوسائٹی میں ادا کی گئی، جس میں صرف کراچی کے ہزاروں معتقدین نے ہی نہیں بلکہ ملک بھر سے راتوں رات آئے سینکڑوں معتقدین نے بھی شرکت کی سعادت حاصل کی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت کو اپنا خصوصی قرب عطا فرمائیں اور تمام مسلمانوں کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔

(بشکریہ ماہنامہ الدعوۃ الی اللہ لاہور، شعبان رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ، جولائی 2013ء)

اخبارات و جرائد کے اطلاعی و تعزیتی تراشے

پاکستان کے قومی اخبارات، روزنامے، ہفت روزہ اور دینی جرائد ورسائل، ماہنامے و مجلّات نے حضرت والا قدس سرہ کی وفات پر تعزیتی خبریں، اداریے اور مضامین شائع کیے، اور کچھ نے خصوصی ایڈیشن بھی شائع کیے۔ اخبارات نے شہ سرخیوں اور نمایاں خبروں کے ساتھ وفات کی خبر اور اگلے دن نمازِ جنازہ کی خبر اور تاثرات نشر کیے۔

حصہ اوّل........خبریں(تاریخ وار)

عالمِ ربانی مولانا حکیم محمد اختر انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

2000ء میں فالج کا حملہ ہوا جس کے بعد سے بستر علالت پر تھے، انتقال کی خبر جنگل کی آگ کی طرح ملک بھر میں پھیل گئی، عمر 90 سال تھی، شریعت وطریقت دونوں پر رسوخ حاصل تھا

1924ء میں یوپی (ہندوستان) میں پیدا ہوئے، کراچی میں خانقاہ، مدرسہ اور کئی مساجد قائم کیں، تصوف کے چاروں سلسلوں میں مجاز بیعت تھے، دینی خدمات کا سلسلہ پوری دنیا میں پھیلا ہوا تھا

کراچی (مصور چودھری+اسٹاف رپورٹر) ممتاز عالم دین، عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر 13 سالہ طویل علالت کے بعد90 سال کی عمر میں اتوار کو کراچی میں عصر و مغرب کے درمیان[1] انتقال کرگئے، ان کی نماز جنازہ آج (پیر کو) صبح 9/بجے جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر سندھ بلوچ مسلم سوسائٹی میں ادا کی جائے گی۔ مولاناشاہ حکیم محمد اختر 1923ء یا1924ء[2] میں ہندوستان کے صوبہ یوپی کے شہر پرتاب گڑھ کے گاؤں اٹھیہہ میں محمد حسین نامی سرکاری ملازم کے گھر میں پیدا ہوئے۔ آپ والدین کے اکلوتے فرزند تھے، آپ کی دو بہنیں تھیں۔ ابتدائی اور اعلیٰ عصری تعلیم طبیہ کالج علی گڑھ سے حاصل کی۔ حکمت کی تعلیم بھی مکمل کی، شروع سے ہی بزرگوں کی صحبت کی وجہ سے دینی کاموں میں سرگرم رہے اور پھر جوانی میں عالم دین کا کورس مکمل کیا۔ مولانا حکیم اختر نے ابتدا ء میں جید علماء اور بزرگوں مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی اور مولانا سیّد بدر علی شاہ سے فیض حاصل

---

[1] حضرت والا کا انتقال نمازِ مغرب کے بعد سات بج کر بائیس منٹ پر ہوا۔(از مرتب)

[2] حضرت والا کی سن پیدائش ۱۹۲۸ء ہے۔(از مرتب)

کیا[1]، اسی دوران مولانا شاہ محمد احمد پرتاب گڑھی سے خلافت حاصل کی[2]۔ بعد ازاں 17 برس مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری کی صحبت میں سرائے میر میں رہے جہاں ان کے مدرسہ میں جوانی میں درس نظامی کی تعلیم مکمل کی اور خلافت بھی حاصل کی[3]۔ بعدازاں ہردوئی میں مولانا شاہ ابرارالحق سے اکتساب فیض کیا اور خلافت حاصل کی۔ جن تین بزرگوں سے خلافت ملی وہ تینوں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے خلفاء تھے[4]۔ تصوف کے چاروں سلسلوں چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ سے منسلک تھے۔ قیام پاکستان کے چند سال بعد 1954ء یا1955ء[5] میں پاکستان آئے اور ناظم آباد نمبر4 میں تقریباً دو دہائیوں تک دینی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ بعد ازاں خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی میں منتقل ہوئے اور آخری وقت تک وہیں قیام پذیر رہے۔ مولانا نے ایک بڑا دینی ادارہ جامعہ اشرف المدارس کے نام سے سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر میں قائم کیا جس میں 5000 سے زائد طلبہ زیر تعلیم ہیں اور کراچی میں اس کی 10 سے زیادہ شاخیں ہیں۔ ان کی مواعظِ حسنہ پر مشتمل چھوٹی بڑی تصانیف کی تعداد150 سے زائد ہے[6]۔ مولانا نے ''معارف مثنوی'' کے نام سے مثنوی مولانا مرحوم کی شرح لکھی جو پوری دنیا میں شائع ہوئی اور کئی زبانوں میں اس کے تراجم ہوئے، دیگر کتابوں کے بھی اردو، سندھی، عربی، پشتو، بنگلا، برمی، جرمن، فرنچ،

---

[1] ان دونوں بزرگوں سے حضرت والا نے اکتسابِ فیض حاصل نہیں کیا، یہ پہلے وفات پاچکے تھے۔ (از مرتب)

[2] حضرت والا ہردوئی رحمہ اللہ تعالیٰ سے خلافت مل جانے کے بعد حضرت پرتاب گڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خلافت عطا فرمائی تھی۔ (از مرتب)

[3] حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلفاء میں حضرت والا کا نام نہیں ہے، دیکھئے معرفتِ الٰہیہ: ۵۶،۵۷۔ (از مرتب)

[4] حضرت پرتابگڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ نہیں بلکہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ حضرت مولانا شاہ بدر علی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں۔ (از مرتب)

[5] حضرت والا نے ۱۹۶۰ء میں پاکستان ہجرت فرمائی تھی۔ (از مرتب)

[6] حضرت والا کے مطبوعہ مواعظ کی تعداد ۱۰۹ ہے، چھوٹی بڑی کل تصانیف کی تعداد تقریباً ۲۰۰ ہے۔ (از مرتب)

انگریزی، روسی اور دیگر کئی زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں، مولانا کی نگرانی میں الاختر ٹرسٹ قائم ہوا تاہم بعد ازاں امریکا نے جن چند اداروں پر پابندی عائد کی ان میں الاختر ٹرسٹ بھی شامل تھا۔ دنیا بھر میں مولانا کے مریدوں اور عقیدت مندوں کی بڑی تعداد موجود ہے جن میں جنوبی افریقہ کے معروف کرکٹر عبداللہ آملہ اور ہاشم آملہ بھی شامل ہیں۔ مولانا حکیم اختر پر 28/ مئی 2000ء[1] کو فالج کا حملہ ہوا جس کے بعد سے وہ علیل چلے آرہے تھے۔ علالت کے دوران ہی گزشتہ دن عصر اور مغرب کے درمیان اپنے خالق حقیقی سے جا ملے[2]۔ مولانا کی نماز جنازہ آج (پیر کو) صبح 9/ بجے جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر سندھ بلوچ سوسائٹی میں ادا کی جائے گی۔

(بشکریہ روزنامہ اسلام کراچی ۲۳/ رجب ۱۴۳۴ھ مطابق 3/ جون 2013ء، پیر)

.........☆.........

مولانا کی کتابوں کا 7 زبانوں میں ترجمہ ہوا

تحریر کردہ کتابوں اور ملفوظات کی تعداد 200 کے لگ بھگ، آڈیو کیسٹیں، سی ڈیز موجود

مثنوی مولانا روم کی بے مثال تشریح لکھی، "فیضانِ محبت" کے نام سے مجموعہ کلام بھی چھپا

کراچی (نمائندہ خصوصی) مولانا شاہ حکیم محمد اختر نہ صرف روحانی بزرگ تھے بلکہ بہترین مصنف اور اردو زبان کے قادر الکلام شاعروں میں بھی ان کا شمار ہوتا تھا۔ تصوف اور معرفت آپ کے پسندیدہ موضوعات تھے۔ آپ نے مثنوی مولانا روم کی "معارفِ مثنوی" کے نام سے معرکۃ الآراء شرح لکھی۔ ان کے اردو کلام کا مجموعہ "فیضانِ محبت" بھی موجود ہے۔ ان کی کتابوں کی چھپائی کا کام مسلسل جاری رہتا ہے اور ایک محتاط اندازے کے مطابق اس وقت آپ کی تحریر کردہ کتابوں اور ملفوظات کی تعداد 200 سے زائد ہے۔ آپ کے

---

[1] حضرت والا پر فالج کا حملہ ۳۱/ مئی ۲۰۰۰ء بروز بدھ ہوا تھا۔ (از مرتب)

[2] حضرت والا کا انتقال نمازِ مغرب کے بعد سات بج کر بائیس منٹ پر ہوا۔ (از مرتب)

بیانات آڈیو کیسٹوں، سی ڈیز پر بھی دستیاب ہیں جبکہ آپ کی کتابوں کا دنیا کی 7 زبانوں میں ترجمہ بھی ہوچکا ہے[1]۔ (بشکریہ روزنامہ اسلام کراچی ۲۳/رجب ۱۴۳۴ھ مطابق 3/جون 2013ء، پیر)

.........☆.........

کئی ممالک میں ہزاروں خلفاء و مریدین موجود ہیں

بھارت، بنگلا دیش، امریکا، برطانیہ، کینیڈا، جنوبی افریقہ ودیگر شامل ہیں

مولانا نے دین اسلام کی تبلیغ کے لیے خود بھی کئی ممالک کا دورہ کیا

کراچی (نمایندہ خصوصی) مولانا حکیم محمد اختر کے خلفاء اور مریدین ہزاروں کی تعداد میں ہیں جبکہ ان کا دائرہ کار پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ ان کے خلفاء اور مریدین بھارت، بنگلا دیش، امریکا، برطانیہ، کینیڈا، جنوبی افریقہ اور برما سمیت دنیا کے کئی ممالک میں موجود ہیں۔ مولانا حکیم محمد اختر نے دین اسلام کی تبلیغ کے سلسلے میں کئی ممالک کا دورہ کیا تاہم زندگی کے آخری ایام میں صحت کی خرابی کے سبب یہ سلسلہ موقوف ہوگیا تھا۔

(بشکریہ روزنامہ اسلام کراچی ۲۳/رجب ۱۴۳۴ھ مطابق 3/جون 2013ء، پیر)

.........☆.........

نمازِ جنازہ حسبِ وصیت صاحبزادہ حکیم محمد مظہر پڑھائیں گے

کراچی (اسٹاف رپورٹر) مولانا حکیم محمد اختر فالج کے مرض میں مبتلا تھے اور ان کا علاج گلشن اقبال خانقاہ امدادیہ اشرفیہ ہی میں ہوتا تھا جہاں وہ آخری وقت تک مقیم رہے۔ ان کی وصیت کے مطابق نماز جنازہ ان کے بیٹے حکیم محمد مظہر پڑھائیں گے۔ مولانا مرحوم کے لواحقین میں ایک بیٹا اور ایک بیٹی شامل ہیں، اہلیہ کا انتقال پہلے ہی ہوچکا ہے۔

(بشکریہ روزنامہ اسلام کراچی ۲۳/رجب ۱۴۳۴ھ مطابق 3/جون 2013ء، پیر)

.........☆.........

---

[1] حضرت والا کی کتابوں کے تقریباً ۳۳ زبانوں میں تراجم ہوچکے ہیں۔ (از مرتب)

ممتاز عالمِ دین مولانا حکیم اختر کراچی میں انتقال کر گئے

کراچی (سٹاف رپورٹر) ممتاز عالم دین مولانا حکیم اختر طویل علالت کے بعد اتوار کو کراچی میں انتقال کر گئے۔ ان کی عمر 87 برس تھی۔ ان کی نمازِ جنازہ آج صبح 9/بجے جامعہ اشرف المدارس سندھ بلوچ مسلم سوسائٹی گلستان جوہر میں ادا کی جائے گی۔ (بشکریہ روزنامہ ایکسپریس لاہور، 3/جون 2013ء، پیر)

.........☆.........

جید عالمِ دین حکیم محمد اختر انتقال کر گئے

13 برس سے علیل تھے۔ نمازِ جنازہ صبح 9 بجے اشرف المدارس میں ادا کی جائے گی۔ امت کا عظیم نقصان ہے۔ علماء

کراچی (اسٹاف رپورٹر) جید عالمِ دین اور عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر 13 سالہ طویل علالت کے بعد 90 سال کی عمر میں اتوار کو کراچی میں عصر و مغرب کے درمیان انتقال کر گئے[1]۔ ان کی نمازِ جنازہ آج بروز پیر صبح 9 بجے جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر سندھ بلوچ مسلم سوسائٹی میں ادا کی جائے گی، جو وصیت کے مطابق ان کے صاحبزادے حکیم محمد مظہر پڑھائیں گے۔ شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان، مفتی محمد رفیع عثمانی سمیت مختلف علماء اور مذہبی رہنماؤں نے تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے امت کا عظیم نقصان قرار دیا ہے۔ شیخ العرب والعجم مولانا شاہ حکیم محمد اختر 1923ء یا 1924ء[2] میں ہندوستان کے صوبہ یوپی کے شہر پرتاب گڑھ کے گاؤں اٹھیہہ کے محمد حسین نامی سرکاری ملازم کے گھر پیدا ہوئے۔ اکلوتے فرزند جب کہ 2 بہنیں تھیں۔ ابتدائی اور اعلیٰ عصری تعلیم طبیہ کالج علی گڑھ میں حاصل کی، اسی دوران حکمت بھی مکمل کی، شروع ہی سے بزرگوں کی صحبت کی وجہ سے دینی کاموں میں سرگرم رہے اور پھر جوانی میں عالم دین کا کورس مکمل کیا۔ مولانا حکیم اختر نے ابتدا میں مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی اور مولانا سیّد بدر علی شاہ سے فیض حاصل کیا[3]، اسی دوران مولانا شاہ محمد احمد

---

[1] حضرت والا کا انتقال نمازِ مغرب کے بعد سات بج کر بائیس منٹ پر ہوا۔ (از مرتب)

[2] حضرت والا کی سن پیدائش ۱۹۲۸ء ہے۔ (از مرتب)

[3] ان دونوں بزرگوں سے حضرت والا نے اکتسابِ فیض حاصل نہیں کیا، یہ پہلے وفات پا چکے تھے۔ (از مرتب)

پرتاب گڑھی سے خلافت حاصل کی[1]۔ بعد ازاں 17 برس مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری کی صحبت میں سرائے میر میں رہے، جہاں ان کے مدرسے میں درس نظامی کی تعلیم مکمل کرنے کے ساتھ خلافت بھی مل گئی[2]۔ بعد ازاں ہردوئی میں مولانا شاہ ابرار الحق سے فیض اور خلافت حاصل کی۔ جن 3 بزرگوں سے خلافت ملی، وہ تینوں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے خلفاء تھے[3]۔ حکیم محمد اختر تصوف کے چاروں سلسلوں چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ سے منسلک تھے۔ قیام پاکستان کے چند سال بعد 1954ء یا 1955ء[4] میں پاکستان آئے اور ناظم نمبر 4 میں تقریباً 2 دہائیوں تک دینی خدمات سر انجام دیتے رہے۔ بعد ازاں خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی میں منتقل ہوئے اور آخر تک وہیں قیام پذیر رہے۔ مولانا نے ایک بڑا دینی ادارہ جامعہ اشرف المدارس کے نام سے سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر میں قائم کیا، جس میں 5000 سے زائد طلبہ زیر تعلیم ہیں اور کراچی میں اس کی 10 سے زیادہ شاخیں ہیں۔ مواعظ حسنہ کے حوالے سے چھوٹی بڑی تصانیف کی تعداد 150 سے زائد ہے[5]، ان سے زیادہ کتابیں زیر تکمیل ہیں۔ مولانا کی مشہور کتاب معارف مثنوی ہے جو پوری دنیا میں شائع ہوئی اور کئی زبانوں میں اس کے تراجم ہوئے، دیگر کتابوں کے بھی اردو، سندھی، عربی، پشتو، بنگلہ، برما، جرمن، فرنچ، انگریزی، رشین اور دیگر کئی زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں۔ مولانا کی نگرانی میں الاختر ٹرسٹ قائم ہوا، تاہم بعد ازاں امریکہ نے جن چند اداروں پر پابندی عائد کی، ان میں الاختر ٹرسٹ بھی

---

[1] حضرت والا ہردوئی رحمہ اللہ تعالیٰ سے خلافت مل جانے کے بعد حضرت پرتاب گڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خلافت عطا فرمائی تھی۔ (از مرتب)

[2] حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلفاء میں حضرت والا کا نام نہیں ہے، دیکھئے معرفتِ الٰہیہ: ۵۶،۵۷۔ (از مرتب)

[3] حضرت پرتابگڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ نہیں بلکہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ حضرت مولانا شاہ بدر علی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں۔ (از مرتب)

[4] حضرت والا نے ۱۹۶۰ء میں پاکستان ہجرت فرمائی تھی۔ (از مرتب)

[5] حضرت والا کے مطبوعہ مواعظ کی تعداد ۱۰۹ ہے، چھوٹی بڑی کل تصانیف کی تعداد تقریباً ۲۰۰ ہے۔ (از مرتب)

شامل ہے۔ دنیا بھر میں مولانا کے مریدین اور عقیدت مندوں کی بڑی تعداد موجود ہے جن میں جنوبی افریقہ کے معروف کرکٹر عبد اللہ آملہ اور ہاشم آملہ بھی شامل ہیں۔ مولانا کا شمار ان چند جید علماء میں ہوتا ہے جن کو عالمی سطح پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید کی شہادت کے 10 روز بعد 28/ مئی 2000ء کو مولانا حکیم اختر پر فالج کا حملہ ہوا[1]۔ مولانا کے سوگواروں میں ایک بیٹا مولانا حکیم مظہر، ایک بیٹی، پوتے پوتیاں، نواسے نواسیوں کے علاوہ ہزاروں خلفاء، مریدین، شاگرد اور لاکھوں عقیدت مند ہیں۔ مختلف جید علماء شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان، مفتی محمد رفیع عثمانی، مفتی محمد تقی عثمانی، مفتی عبد الرحیم، مفتی محمد، مولانا فضل الرحمان، مولانا سمیع الحق، مولانا محمد احمد لدھیانوی، سید منور حسن، حافظ محمد سعید، مولانا فضل الرحمٰن خلیل، پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی، جامعہ اسلامیہ مخزن العلوم کے مہتمم مولانا ڈاکٹر قاسم محمود، مفتی محمد نعیم، مولانا سیف اللہ خالد، مفتی محی الدین، مفتی ابو ہریرہ محی الدین، ڈاکٹر خالد محمود سومرو، مولانا اورنگزیب فاروقی، قاری محمد عثمان، ڈاکٹر معراج الہدیٰ صدیقی، پاکستان تحریک اتحاد کے سربراہ جنرل (ر) حمید گل اور مرکزی رہنما اور دیگر نے اپنے تعزیتی پیغامات میں عارف باللہ مولانا حکیم محمد اختر کے انتقال کو امت کا عظیم نقصان قرار دیا ہے۔

(روزنامہ امت کراچی، 3/ جون 2013ء، پیر)



ممتاز عالم دین مولانا شاہ حکیم محمد اختر کراچی میں انتقال کر گئے

مرحوم کی عمر 90 برس تھی، فالج میں مبتلا تھے، اشرف المدارس کے بانی ہیں

150 سے زائد کتابیں لکھیں، نماز جنازہ آج گلستان جوہر میں ادا کی جائے گی

کراچی (اسٹاف رپورٹر) ممتاز عالم دین مولانا شاہ حکیم محمد اختر اتوار کو کراچی میں انتقال کر گئے، ان کی عمر 90 سال تھی اور وہ گزشتہ 13 سال سے فالج میں مبتلا تھے، ان کی

[1] حضرت والا پر فالج کا حملہ ۱۳/ مئی ۲۰۰۰ء بروز بدھ ہوا تھا۔ (از مرتب)

نماز جنازہ پیر کو (آج) صبح 9/بجے جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر سندھ بلوچ مسلم سوسائٹی میں ادا کی جائے گی، مختلف جید علماء نے تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے ان کی وفات کو امت کا عظیم نقصان قرار دیا ہے، مولانا شاہ حکیم محمد اختر 1924ء[1] میں ہندوستان کے صوبہ یوپی کے شہر پرتاب گڑھ میں پیدا ہوئے، وہ اپنے والدین کے اکلوتے فرزند تھے اور ان کی دو بہنیں بھی تھیں، حکیم محمد اختر نے ابتدائی اور اعلیٰ عصری تعلیم طبیہ کالج علی گڑھ میں حاصل کی۔ قیام پاکستان کے چند سال بعد پاکستان آئے اور ناظم آباد نمبر4 میں تقریباً دو دہائیوں تک دینی خدمات سر انجام دیتے رہے اور بعد ازاں خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی میں منتقل ہوئے اور آخری وقت تک وہیں قیام پذیر رہے۔ مولانا نے ایک بڑا دینی ادارہ جامعہ اشرف المدارس کے نام سے سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر میں قائم کیا جس میں 5000 سے زائد طلبہ زیر تعلیم ہیں اور کراچی میں اس کی 10 سے زیادہ شاخیں ہیں۔ مواعظِ حسنہ کے حوالے سے چھوٹی بڑی تصانیف کی تعداد 150 سے زائد ہیں[2] ان سے زیادہ کتابیں زیر تکمیل ہیں۔ مولانا کی مشہور کتاب معارف مثنوی ہے جو پوری دنیا میں شائع ہوئی اور کئی زبانوں میں اس کے تراجم ہوئے۔ دنیا بھر میں مولانا کے مریدین اور عقیدت مندوں کی بڑی تعداد موجود ہے جن میں جنوبی افریقہ کے معروف کرکٹر عبد اللہ آملہ اور ہاشم آملہ بھی شامل ہیں۔ مولانا کے سوگواروں میں ایک بیٹا مولانا حکیم مظہر، ایک بیٹی، پوتے پوتیاں، نواسے نواسیوں کے علاوہ ہزاروں خلفاء، مریدین، شاگرد اور لاکھوں عقیدت مند ہیں۔ مولانا کی نماز جنازہ پیر (آج) صبح 9/بجے جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر سندھ بلوچ سوسائٹی میں ادا کی جائے گی۔ دریں اثناء مختلف جید علماء شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان، مفتی محمد رفیع عثمانی، مفتی محمد تقی عثمانی، مفتی عبد الرحیم، مفتی محمد، مولانا فضل الرحمان، مولانا سمیع الحق، مولانا محمد احمد

---

[1] حضرت والا کی سن پیدائش ۱۹۲۸ء ہے۔ (از مرتب)

[2] حضرت والا کے مطبوعہ مواعظ کی تعداد ۱۰۹ ہے، چھوٹی بڑی کل تصانیف کی تعداد تقریباً ۲۰۰ ہے۔ (از مرتب)

لدھیانوی، سید منور حسن، حافظ محمد سعید، مولانا فضل الرحمٰن خلیل، پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی، مفتی محمد نعیم، مولانا سیف اللہ خالد، مفتی محی الدین، مفتی ابو ہریرہ محی الدین، ڈاکٹر خالد محمود سومرو، مولانا اورنگزیب فاروقی، قاری محمد عثمان، ڈاکٹر معراج الہدی صدیقی اور دیگر نے اپنے تعزیتی پیغامات میں مولانا حکیم محمد اختر کے انتقال کو امت کا عظیم نقصان قرار دیا ہے۔

(بشکریہ روزنامہ دُنیا، کراچی، 3/جون 2013ء، پیر)

.........☆.........

ممتاز عالمِ دین حکیم محمد اختر انتقال کر گئے

کراچی (اسٹاف رپورٹر) ممتاز عالم دین جامعہ اشرف المدارس کے بانی حکیم محمد اختر طویل علالت کے باعث اتوار کی شام کراچی میں انتقال کر گئے ان کی نماز جنازہ آج صبح 9بجے گلستان جوہر پہلوان گوٹھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی میں ادا کی جائے گی۔ مرحوم فالج کے عارضے میں کئی سالوں سے مبتلا تھے وہ سینکڑوں کتابوں کے مصنف تھے۔ جن میں سے کئی کتابیں تصوف پر لکھی گئی ہیں۔ وہ تصوف کے بادشاہ کہلاتے تھے ان کے مریدوں کی بڑی تعداد پاکستان کے علاوہ امریکا، بنگلہ دیش اور دیگر ملکوں میں موجود ہیں۔ ان کے صاحبزادے حکیم مظہر ہیں۔ مفتی منیب الرحمن نے ان کے انتقال پر گہرے دکھ کا اظہار کیا ہے۔

(بشکریہ روزنامہ پاکستان، لاہور، 3/جون 2013ء)

.........☆.........

مولانا حکیم اختر کی وفات عظیم سانحہ ہے، دینی وسیاسی رہنما

ان کی رحلت سے پیدا ہونے والا خلا کبھی پر نہیں ہوگا، امت عظیم رہبر سے محروم ہوگئی

مولانا سلیم اللہ، مولانا فضل الرحمن، مولانا سمیع الحق، مفتی تقی عثمانی، مولانا لدھیانوی، مفتی رفیع عثمانی ودیگر

کراچی/اسلام آباد/لاہور (اسٹاف رپورٹر+ نمایندگان) ولی کامل مولانا حکیم شاہ محمد اختر رحمہ اللہ تعالیٰ کی رحلت عالم اسلام کے لیے افسوسناک سانحہ ہے، مولانا کی رحلت سے

پیدا ہونے والا خلا صدیوں پُر نہیں ہو سکے گا، امت ایک مشفق مربی اور رہبر شریعت سے محروم ہوگئی۔ ان خیالا ت کا اظہار وفاق المدارس العربیہ کے ذمے داروں شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان، مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مولانا محمد حنیف جالندھری، جے یو آئی کے امیر مولانا فضل الرحمٰن، مولانا سمیع الحق، مولانا احمد لدھیانوی، سید منور حسن، مفتی تقی عثمانی، مفتی رفیع عثمانی، مفتی نعیم، پیر عبدالشکور نقشبندی، قاری عثمان، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں ودیگر نے تعزیتی بیانات میں کیا۔ انہوں نے کہا کہ پیر طریقت، ولی کامل مولانا حکیم شاہ محمد اختر رحمہ اللہ تعالیٰ کی رحلت عالم اسلام کے لیے عظیم سانحہ اور ناقابل تلافی نقصان ہے، مولانا کی رحلت سے پیدا ہونے والاخلا صدیوں پُر نہیں ہو سکے گا۔ مولانا کی رحلت سے امت ایک شفیق مربی اور ایک عظیم عالم دین سے محروم ہوگئی۔

(بشکریہ روزنامہ اسلام کراچی، ۲۳/رجب ۱۴۳۴ھ بمطابق 3/جون 2013ء، پیر)



مولانا حکیم محمد اختر کی اصلاحی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا، محمد الیاس

کراچی (پ ر) جے یو آئی کراچی کے رہنما محمد الیاس نے عارف باللہ مولانا حکیم محمد اختر کے انتقال پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مولانا حکیم محمد اختر کے انتقال سے پیدا ہو جانے والا خلا مدتوں پورا نہیں ہو سکے گا۔ انہوں نے کہا کہ مولانا حکیم محمد اختر کی اصلاحی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ انہوں نے مرحوم کے لیے دعائے مغفرت اور لواحقین کے لیے صبر جمیل کی دعا کی۔

(بشکریہ روزنامہ اسلام، ۲۳/رجب ۱۴۳۴ھ بمطابق 3/جون 2013ء، پیر)



مولانا حکیم محمد اختر کی وفات سے عالمِ اسلام سوگوار ہے۔ مجلسِ احرار

آپ کی زندگی عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معمور تھی۔ جعلی اور اصل تصوف میں فرق واضح کرنا آپ کا کارنامہ ہے

کراچی (پ ر) تحریک تحفظ ختمِ نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلسِ احرار اسلام کراچی کی امیر مفتی عطاء الرحمٰن قریشی، حضرت حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ کے مرید اور مجلسِ احرار کراچی کے ناظم نشریات شفیع الرحمٰن احرار، نائب امیر قاری علی شیر قادری احراری، جنرل سیکرٹری مولانا احتشام الحق احرار اور مولانا عبد الغفور مظفر گڑھی نے مجدّدِ تصوف، عارف باللہ، شیخ المشائخ، محی السنۃ، رہبر شریعت حضرت مولانا الشاہ حکیم محمد اختر رحمہ اللہ تعالیٰ کی رحلت پر گہرے رنج و غم اور ملال کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ عالمِ اسلام سوگوار ہے۔ دنیا بھر میں حضرت کے لاکھوں مرید ہیں۔ تبلیغ اسلام کے لیے آپ کے مشن کو جاری رکھنے کا عزم رکھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حکیم محمد اختر تصوف کے میدان کے شہسوار اور بادشاہ تھے۔ دریں اثناء امیر مجلس احرار پیر جی سیّد عطاء المہیمن بخاری، نائب امیر سیّد محمد فیصل بخاری نے ملتان سے تعزیت کرتے ہوئے کہا ہے کہ حکیم محمد اختر رحمہ اللہ تعالیٰ کے انتقال سے پیدا ہونے والا خلا پُر ہونا ممکن نہیں۔ تصوف اور خانقاہ کی عظمت کو دوبارہ بحال کرکے سنت پر عمل پیرا ہونے کا چلن عام کیا، جعلی اور اصل تصوف میں فرق کو واضح کیا، سنت اور بدعت کے اختلاط سے عوام کو آگاہ کیا۔ آپ کی زندگی عشقِ رسول ﷺ سے معمور تھی۔ (روزنامہ اُمت کراچی، 3/جون 2013ء، پیر)

☆

مولانا حکیم محمد اختر سپرد خاک، نماز جنازہ میں ایک لاکھ افراد کی شرکت

ہزاروں افراد نے سڑکوں پر نماز جنازہ میں شرکت کی، ٹریفک جام کے باعث ہزاروں لوگ شریک نہ ہو سکے

تدفین جامعہ اشرف المدارس کے احاطے میں کی گئی، نماز جنازہ میں ملک و بیرون سے علماء و معتقدین نے بھی شرکت کی

کراچی (اسٹاف رپورٹر) ممتاز روحانی شخصیت مولانا حکیم محمد اختر رحمہ اللہ کو پیر کی صبح جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ نماز جنازہ میں علمائے کرام اور ان کے معتقدین سمیت کئی لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی جبکہ مختلف جماعتوں کے قائدین نے مولانا کے انتقال کو امت کے لیے بڑا نقصان قرار دیا ہے۔ مولانا حکیم محمد اختر کے انتقال کی خبر ملتے ہی نہ صرف پاکستان بلکہ بیرونی دنیا سے ان کے عقیدت مندوں، شاگردوں، خلفاء اور چاہنے والوں کی بڑی تعداد نماز جنازہ میں

شرکت کے لیے کراچی پہنچی۔ مولانا کی نماز جنازہ ان کے قائم کردہ دینی ادارے جامعہ اشرف المدارس سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر میں ان کی وصیت کے مطابق ان کے فرزند مولانا حکیم محمد مظہر کی اقتداء میں ادا کی گئی۔ نماز جنازہ میں جید علماء وفاق المدارس کے سربراہ شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان، مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی، مولانا عبدالرزاق اسکندر، شیخ الحدیث مولانا زر ولی خان، مفتی محمد نعیم، مولانااسفندیار خان، مولاناعبدالرؤف سکھروی، مولاناعبدالواحد، مولانا زبیر اشرف عثمانی، مولانا امداداللہ، مولانا سعید عبدالرزاق اسکندر، مولانا شفیق بستوی، جمعیت علماء اسلام کے مرکزی رہنما مولانا عبدالغفور حیدری، قاری محمد عثمان، اہلسنت والجماعت کے مرکزی رہنما مولانا اورنگزیب فاروقی اور مختلف سیاسی و مذہبی قائدین سمیت حضرت کے عقیدت مندوں، شاگردوں، خلفاء اور عام شہریوں کی ایک لاکھ سے زائد تعداد نے شرکت کی۔ لوگوں کی نماز جنازہ میں شرکت کے لیے آمد نماز فجر کے بعد ہی شروع ہوگئی تھی۔ نماز جنازہ صبح 9/بجے ادا کی گئی۔ قبل ازیں صفورہ گوٹھ، موسمیات، ایئرپورٹ، پہلوان گوٹھ، رابعہ سٹی اور دیگر علاقوں کی طرف جانے والے راستوں میں شدید ٹریفک جام کے باعث ہزاروں افراد نماز جنازہ میں شرکت نہ کرسکے۔ سندھ بلوچ سوسائٹی کے علاوہ قرب وجوار کے علاقوں میں ہزاروں افراد نے سڑکوں پر ہی نماز جنازہ ادا کی۔ بعد ازاں ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں مولانا کو سندھ بلوچ سوسائٹی کے مقامی قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا[1]، اس موقع پر ہر آنکھ اشکبار تھی۔ انٹرنیشنل ختم نبوت مومنٹ کے امیر مرکزیہ مولانا عبدالحفیظ مکی، جنرل سیکرٹری ڈاکٹر احمد علی سراج، ڈاکٹر سعید عنایت اللہ، مولانا الیاس چنیوٹی، صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی، جماعت اسلامی سندھ کے امیر ڈاکٹر معراج الہدیٰ صدیقی اور نائب امیر اسد اللہ بھٹو، کراچی کے امیر محمد حسین محنتی، جمعیت علماء اسلام کے قاری محمد عثمان، مولانا عبدالکریم عابد، مولانا محمد غیاث، اسلم غوری، قاری شیر افضل، مفتی محمد اسلم نعیمی، مولانا انتظارالحق تھانوی، علامہ عبداللہ غازی، علامہ آغا حسن صلاح الدین، علامہ قاضی احمد نورانی صدیقی، علامہ ڈاکٹر عامر عبداللہ محمدی، علامہ غلام مصطفیٰ رحمانی، سید جمیل شاہ، حافظ ساجد،

---

[1] حضرت والا کی تدفین سندھ بلوچ سوسائٹی میں آپ کے وقف کردہ قطعۂ زمین (قبرستان) میں کی گئی ہے۔ (از مرتب)

عمران مستقیم اور دیگر نے مولانا حکیم محمد اختر کے انتقال پر دلی دکھ کا اظہار کیا ہے۔ اپنے تعزیتی پیغامات میں انہوں نے کہا کہ وہ عارف باللہ اور روحانی شخصیت تھے۔ ان کی دینی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ اتحاد امت کے لیے ان کی گراں قدر خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں۔ اس پُر فتن دور میں وہ انسانیت کے لیے سکون و فلاح کا نشان تھے۔ اجمیر پرائیڈ گلستان جوہر بلاک 12 سندھ بلوچ سوسائٹی کے مکینوں نے بھی حضرت کے انتقال پر دلی افسوس اور رنج و غم کرتے ہوئے ان کے صاحبزادے مولانا حکیم محمد مظہر سے دلی تعزیت کا اظہار کیا۔

(بشکریہ روزنامہ اسلام کراچی، ۲۴/رجب ۱۴۳۴ھ مطابق 4/جون 2013ء، منگل)

☆

مولانا حکیم شاہ محمد اختر کو سپرد خاک کر دیا گیا

13 سال سے علیل تھے، منور حسن، مولانا فضل الرحمٰن اور دیگر کا اظہار تعزیت

کراچی (اسٹاف رپورٹر) ممتاز عالم دین مولانا حکیم شاہ محمد اختر کو پیر کی صبح جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ مولانا شاہ محمد حکیم اختر اتوار کی شام کو گلشن اقبال میں واقع اپنی خانقاہ میں 13 سالہ طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے تھے۔ ان کے انتقال کی خبر ملتے ہی پاکستان اور بیرونی دنیا سے عقیدت مندوں، شاگردوں، خلفاء اور چاہنے والوں کی بڑی تعداد نماز جنازہ میں شرکت کے لیے کراچی پہنچی۔ مولانا کی نماز جنازہ ان کے قائم کردہ دینی ادارے جامعہ اشرف المدارس سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر میں ان کی وصیت کے مطابق ان کے فرزند مولانا حکیم محمد مظہر کی اقتدا میں ادا کی گئی۔ نماز جنازہ میں جید علماء مولانا سلیم اللہ خان، مفتی رفیع عثمانی، سینیٹر عبد الغفور حیدری، مولانا عبد الکریم عابد، مفتی ابو زر محی الدین، مولانا اورنگزیب فاروقی سمیت مختلف سیاسی و مذہبی قائدین سمیت ایک لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی۔ بعد ازاں ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں مولانا کو

جامعہ اشرف المدارس کے مقامی قبرستان میں سپرد خاک کردیا گیا[1] اس موقع پر ہر آنکھ اشکبار تھی اور شاگر، خلفاء، مریدین، عقیدت مند اور عام شہری بھی مولانا کی عقیدت میں اشکبار تھے۔ علاوہ ازیں جے یو آئی کے سربراہ مولانا فضل الرحمٰن، مولانا سمیع الحق، جماعت اسلامی کے امیر سید منور حسن، مفتی تقی عثمانی، مفتی رفیع عثمانی، مولانا عبد الرزاق اسکندر، مولانا سلیم اللہ خان، مفتی زر ولی خان، مولانا اسفندیارولی، مفتی ولی خان المظفر، مفتی ابو ہریرہ محی الدین، مفتی محی الدین، قاری محمد عثمانی، مفتی غیاث، مولانا عبدالکریم عابد، قاری شیر افضل، حاجی مسعود پاریکھ، ڈاکٹر معراج الہدیٰ صدیقی، مفتی عثمان یار خان، مولانا حماد اللہ، یحیٰی پولانی، پاسبان کے صدر الطاف شکور، اجمیر پرائیڈ گلستان جوہر کے مکینوں نے حکیم شاہ محمد اختر کے انتقال کو عظیم سانحہ اور ناقابل تلافی نقصان قرار دیا ہے اور دلی افسوس کا اظہار کرتے ہوئے مرحوم کی مغفرت کی دعا کی ہے۔ (بشکریہ روزنامہ جنگ کراچی، 4/جون 2013ء، منگل)



عالمِ دین حکیم اختر جامعہ اشرف المدارس میں سپرد خاک

بیٹے مولانا حکیم محمد مظہر نے نمازِ جنازہ پڑھائی، شاگرد، خلفا، مریدین، عقیدت مند اشکبار

مرحوم کی خدمات کو ہمیشہ یادرکھا جائے گا، رہنماؤں اور متحدہ بین المسلمین کی تعزیت

کراچی (سٹاف رپورٹر) ممتاز عالم دین مولانا حکیم شاہ محمد اختر کو پیر کی صبح جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر میں سپرد خاک کردیا گیا، نمازہ جناہ میں جید علماء سمیت بہت بڑی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی، مولانا شاہ محمد حکیم اختر اتوار کی شام کو گلشن اقبال میں واقع اپنی خانقاہ میں 13 سال طویل علالت کے بعد انتقال کرگئے تھے، مولانا کی نماز جنازہ ان کے قائم کردہ دینی ادارے جامعہ اشرف المدارس سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر میں ان کی وصیت کے مطابق ان کے فرزند مولانا حکیم محمد مظہر کی اقتداء میں ادا کی گئی، شرکاء کی آمد

[1] حضرت والا کی تدفین سندھ بلوچ سوسائٹی میں آپ کے وقف کردہ قطعہ زمین (قبرستان) میں کی گئی ہے۔ (از مرتب)

نماز فجر کے بعد ہی شروع ہوگئی تھی اور صبح 9/بجے نماز جنازہ ادا کی گئی، سندھ بلوچ سوسائٹی کے علاوہ قرب و جوار کے علاقوں میں ہزاروں افراد نے سڑکوں پر ہی نماز جنازہ ادا کی بعد ازاں ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں مولانا کو جامعہ اشرف المدارس کے مقامی قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا[1]، علاوہ ازیں مختلف مذہبی رہنماؤں اور متحدہ بین المسلمین فورم پاکستان نے مرحوم کے انتقال پر تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مولانا شاہ حکیم محمد اختر کی رحلت ملت اسلامیہ کا عظیم نقصان ہے، متحدہ علماء محاذ پاکستان کے بانی و سیکرٹری جنرل مولانا محمد امین انصاری، مفتی محمد اسلم نعیمی، مولانا انتظار الحق تھانوی، علامہ عبد اللہ غازی، علامہ آغا حسن صلاح الدین، علامہ قاضی احمد نورانی صدیقی، علامہ ڈاکٹر عبد اللہ محمدی، علامہ غلام مصطفیٰ رحمانی، سید جمیل شاہ، حافظ ساجد، عمران مستقیم و دیگر نے اشرف المدارس کے بانی و سربراہ ممتاز محقق و دانشور عارف باللہ شاہ حکیم محمد اختر کے انتقال پر تعزیت کا اظہار کیا، اہلسنت والجماعت کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات مولانا اورنگزیب فاروقی نے کہا ہے کہ حضرت شیخ کی جدائی سے عالم اسلام یتیم ہوگیا ہے، جماعت اسلامی سندھ کے امیر ڈاکٹر معراج الہدیٰ صدیقی اور نائب امیر اسد اللہ بھٹو نے ممتاز عالم دین عالم ربانی مولانا حکیم محمد اختر کے انتقال پر دلی دکھ کا اظہار کیا ہے، متحدہ بین المسلمین فورم پاکستان کے صدر مولانا تنویر الحق تھانوی، سینئر نائب صدر اور جنرل سیکرٹری نے مشترکہ اعلامیے جاری کیے جس میں حکیم محمد اختر کے انتقال پُرملال پر ان کے تمام چاہنے والوں، ان کے مریدین، تلامذہ اور تمام اہل خانہ کو اپنی قلبی تعزیت پیش کی ہے اور کہا ہے کہ حکیم صاحب اپنی ذات میں ایک انجمن تھے، مرحوم اپنے مسلک میں خصوصاً اور تمام مسلمانوں میں عموماً انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ (بشکریہ روزنامہ ایکسپریس کراچی، 4/جون 2013ء، منگل)

.........☆.........

---

[1] حضرت والا کی تدفین سندھ بلوچ سوسائٹی میں آپ کے وقف کردہ قطعۂ زمین (قبرستان) میں کی گئی ہے۔ (از مرتب)

حکیم اختر ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں سپرد خاک

نمازِ جنازہ حکیم مظہر نے پڑھائی۔ علماء۔ سیاسی مذہبی قائدین اور عقیدت مندوں کی شرکت

کراچی (اسٹاف رپورٹر) ممتاز عالمِ دین مولانا حکیم شاہ محمد اختر کو پیر کی صبح آہوں و سسکیوں اور ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ نمازِ جنازہ میں جید علماء سمیت ایک لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی۔ مولانا شاہ محمد حکیم اختر اتوار کی شام گلشن اقبال میں واقع اپنی خانقاہ میں 13 سالہ طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے تھے۔ ان کی انتقال کی خبر ملتے ہی نا صرف پاکستان بلکہ بیرونی دنیا سے عقیدت مندوں، شاگردوں اور خلفاء کی بڑی تعداد نمازِ جنازہ میں شرکت کے لیے کراچی پہنچی۔ نمازِ جنازہ جامعہ اشرف المدارس سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر میں ان کی وصیت کے مطابق ان کے فرزند مولانا حکیم محمد مظہر کی اقتداء میں ادا کی گئی، جس میں جید علماء، سیاسی و مذہبی قائدین سمیت ایک لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی۔ شرکاء کی آمد نمازِ فجر کے بعد ہی شروع ہوئی اور صبح 9/بجے نمازِ جنازہ ادا کی گئی، جبکہ صفورہ گوٹھ، محکمہ موسمیات، ایئرپورٹ، پہلوان گوٹھ، رابعہ سٹی اور دیگر علاقوں کی طرف جانے والے راستوں پر شدید ٹریفک جام کے باعث ہزاروں افراد نمازِ جنازہ میں شرکت نہ کر سکے۔ سوسائٹی کے علاوہ قرب وجوار کے علاقوں میں ہزاروں افراد نے سڑکوں پر ہی نمازِ جنازہ ادا کی۔ بعد ازاں ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں مولانا کو جامعہ اشرف المدارس کے مقامی قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا[1]۔ اس موقع پر ہر آنکھ اشکبار تھی۔

(روزنامہ اُمت کراچی، 4/جون 2013ء، منگل)

.........☆.........

ممتاز عالم دین حکیم اختر لاکھوں سوگواروں کی موجودگی میں سپرد خاک

ملکی و غیر ملکی عقیدت مندوں، شاگردوں، خلفاء اور مختلف شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والی شخصیات کی شرکت

[1] حضرت والا کی تدفین سندھ بلوچ سوسائٹی میں آپ کے وقف کردہ قطعۂ زمین (قبرستان) میں کی گئی ہے۔ (از مرتب)

کراچی (اسٹاف رپورٹر) ممتاز عالمِ دین مولانا حکیم شاہ محمد اختر کو پیر کی صبح جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ نماز جنازہ میں جید علماء سمیت ایک لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی۔ مولانا شاہ حکیم محمد اختر اتوار کی شام گلستان جوہر میں واقع اپنی خانقاہ میں 13 سالہ طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے تھے۔ ان کے انتقال کی خبر ملتے ہی نہ صرف پاکستان بلکہ بیرونی دنیا سے عقیدت مندوں، شاگردوں، خلفاء اور چاہنے والوں کی بڑی تعداد نماز جنازہ میں شرکت کیلئے کراچی پہنچی۔ مولانا کی نماز جنازہ ان کے قائم کردہ دینی ادارے جامعہ اشرف المدارس سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر میں ان کی وصیت کے مطابق ان کے فرزند مولانا حکیم محمد مظہر کی اقتداء میں ادا کی گئی۔ نماز جنازہ میں جید علماء، مختلف سیاسی و مذہبی قائدین سمیت ایک لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی۔ شرکاء کی آمد نمازِ فجر کے بعد ہی شروع ہوئی اور صبح 9/بجے نمازِ جنازہ ادا کی گئی جبکہ صفورہ گوٹھ، محکمہ موسمیات، ایئرپورٹ، پہلوان گوٹھ، رابعہ سٹی اور دیگر علاقوں کی طرف جانے والے راستوں میں شدید ٹریفک جام کے باعث ہزاروں افراد نمازِ جنازہ میں شرکت نہ کر سکے۔ سندھ بلوچ سوسائٹی کے علاوہ قرب و جوار کے علاقوں میں ہزاروں افراد نے سڑکوں پر ہی نمازِ جنازہ ادا کی۔ بعد ازاں ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں مولانا کو جامعہ اشرف المدارس کے مقامی قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا[1]۔ اس موقع پر ہر آنکھ اشکبار تھی اور شاگرد، خلفاء، مریدین، عقیدت مند اور عام شہری بھی مولانا کی عقیدت میں اشکبار تھے۔

(بشکریہ روزنامہ پاکستان لاہور، 4/جون 2013ء)



مولانا حکیم اختر رحمہ اللہ کا نام 500 با اثر مسلم رہنماؤں میں شامل تھا

اسٹریٹیجک اسٹڈیز آف اردن کے تحت 2012ء کے اختتام پر فہرست تیار کی گئی تھی

فہرست میں تبلیغی جماعت کے سربراہ حاجی عبدالوہاب اور مولانا طارق جمیل کے نام بھی نمایاں

[1] حضرت والا کی تدفین سندھ بلوچ سوسائٹی میں آپ کے وقف کردہ قطعہ زمین (قبرستان) میں کی گئی ہے۔ (از مرتب)

کراچی (اسٹاف رپورٹر) عارف باللہ مولانا شاہ حکیم محمد اختر کا نام دنیا کے 500 بااثر ترین مسلم رہنماؤں میں شامل تھا۔ رائل اسلامک اسٹریٹیجک اسٹڈیز آف اردن کے تحت 2012ء کے اختتام پر 500 بااثر ترین مسلم رہنماؤں کی فہرست بنائی گئی تھی ان میں مولانا حکیم محمد اختر کا نام بھی صوفی رہنما کے طورپر شامل تھا۔ فہرست میں تبلیغی جماعت کے امیر حاجی عبدالوہاب صاحب اور مولانا طارق جمیل صاحب کے نام بھی نمایاں ہیں۔

(بشکریہ روزنامہ اسلام، ۲۴؍رجب ۱۴۳۴ھ بمطابق 4؍جون 2013ء، منگل)

.........☆.........

مولانا حکیم اختر کی رحلت افسوسناک سانحہ ہے، پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی

امت ایک مشفق مربی اور رہبر شریعت سے محروم ہوگئی، مولانا فضل الرحمٰن خلیل

مولانا ظہور علوی، قاضی عبدالرشید، مولانا محمود الحسن بالاکوٹی اور مولانا عبدالعزیز کا اظہار تعزیت

اسلام آباد (نمایندہ خصوصی) انصارالامہ پاکستان کے سربراہ و دفاع پاکستان کونسل کے مرکزی رہنما مولانا فضل الرحمٰن خلیل، پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی، مولانا ظہور احمد علوی، قاضی عبدالرشید، مولانا محمود الحسن بالاکوٹی اور لال مسجد کے خطیب مولانا عبدالعزیز نے کہا ہے کہ ولی کامل مولانا حکیم محمد اختر رحمہ اللہ تعالیٰ کی رحلت عالم اسلام کے لیے افسوسناک سانحہ ہے، مولانا کی رحلت سے پیدا ہونے والا خلا صدیوں پُر نہیں ہوسکے گا، امت ایک مشفق مربی اور رہبر شریعت سے محروم ہوگئی۔ مولانا فضل الرحمٰن خلیل نے تعزیتی اجلاس سے خطاب کے دوران ولی کامل مولانا حکیم محمد اختر کے انتقال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ قوم عظیم روحانی رہنما سے محروم ہوگئی، ان کی موت سے پیدا ہونے والا خلا صدیوں پُر نہیں کیا جاسکے گا۔ دریں اثناء پیر عزیزالرحمٰن ہزاروی، مولانا ظہور احمد علوی، قاضی عبدالرشید، مولانا محمود الحسن بالاکوٹی اور خطیب لال مسجد مولانا عبدالعزیز نے اپنے تعزیتی بیان میں مولانا حکیم محمد اختر رحمہ اللہ تعالیٰ کی رحلت کو عظیم سانحہ قرار دیتے ہوئے کہا

کہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ سچے عاشق رسول تھے، انہوں نے اپنی زندگی اسلام کی تبلیغ کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ (بشکریہ روزنامہ اسلام کراچی ۲۴/رجب ۱۴۳۴ھ مطابق 4/جون 2013ء، منگل)

.........☆.........

مولانا حکیم اختر کی وفات قومی سانحہ ہے، علامہ اورنگزیب فاروقی

حضرت شیخ کی جدائی سے عالم اسلام یتیم ہوگیا، مرکزی سیکرٹری اطلاعات اہلسنّت والجماعت

کراچی (اسٹاف رپورٹر) حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ عالم اسلام کے بہت بڑے روحانی بزرگ تھے۔ حضرت شیخ کی جدائی سے عالم اسلام یتیم ہوگیا ہے۔ دنیا بھر کے جید علماء کرام، صوفیاء کرام اور مشائخ عظام کے علاوہ مذہبی طبقے کے لیے بہت بڑا سانحہ ہے۔ ان خیالات کا اظہار اہلسنّت و الجماعت کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات علامہ اورنگزیب فاروقی نے مرکز اہلسنّت سے جاری بیان میں کیا۔ انہوں نے کہاکہ حضرت حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں تھی، ان کے اصلاحی مواعظ و بیانات سے لاکھوں لوگ دین کی طرف راغب ہوئے اور آج حضرت شیخ کے مریدین کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ (بشکریہ روزنامہ اسلام کراچی ۲۴/رجب ۱۴۳۴ھ مطابق 4/جون 2013ء، منگل)

.........☆.........

حکیم اختر کا انتقال بڑا سانحہ ہے۔ علماء کرام

کراچی (پ ر) جمعیت علمائے اسلام (س) اور دفاع پاکستان کونسل کے سربراہ مولانا سمیع الحق، عالمی مجلس ختمِ نبوت کے مرکزی امیر مولانا عبدالمجید لدھیانوی، ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، خواجہ عزیز احمد، عزیز الرحمٰن، اللہ وسایا و دیگر علمائے کرام نے مولانا حکیم محمد اختر کے انتقال کو بڑا سانحہ قرار دیتے ہوئے اپنے تعزیتی بیان میں کہا ہے کہ اس قحط الرجال میں حکیم صاحب کا وجود انعام تھا۔ مرحوم کی شخصیت مرجع الخلائق تھی۔ (روزنامہ اُمت کراچی، 4/جون 2013ء، منگل)

.........☆.........

مولانا حکیم اختر کا انتقال اُمت کا عظیم نقصان ہے۔ مذہبی و سماجی رہنما

جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔ مفتی نعیم۔ اورنگزیب فاروقی۔ معراج الہدیٰ۔ تنویر الحق تھانوی

ایسی ہستیاں صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ اسعد تھانوی۔ حماد مدنی۔ امیر اشاعت التوحید۔ الطاف شکور

کراچی (اسٹاف رپورٹر) مذہبی و سماجی رہنماؤں اور اجمیر پرائیڈ کے مکینوں نے بانی جامعہ اشرف المدارس مولانا حکیم محمد اختر کے انتقال کو امتِ مسلمہ کا عظیم نقصان قرار دیتے ہوئے مرحوم کی مغفرت، عقیدت اور پسماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا کی ہے۔ مہتمم جامعہ بنوریہ مفتی محمد نعیم نے کہا کہ ان کی رحلت پوری امت کے لیے بڑا صدمہ ہے۔ اس پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔ اہلسنت و الجماعت کے مرکزی رہنما علامہ اورنگزیب فاروقی نے کہا کہ وہ عالمِ اسلام کے بڑے روحانی بزرگ تھے۔ امیر جماعت اسلامی سندھ معراج الہدیٰ صدیقی اور اسد اللہ بھٹو نے کہا کہ وہ ایک روحانی شخصیت تھے۔ ان کی دینی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ متحدہ بین المسلمین فورم کے صدر مولانا تنویر الحق تھانوی نے کہا کہ حکیم اختر کی کمی کو شدت سے محسوس کیا جائے گا۔ مجلس ائمہ مساجد کے سرپرست مولانا اسعد تھانوی، علامہ عبد اللہ اور جے یو آئی (س) کے صوبائی ناظم مفتی حماد اللہ مدنی نے کہا کہ ایسی ہستیاں صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ امیر اشاعت التوحید و السنۃ سندھ نے کہا کہ مرحوم علم و عمل کے پیکر تھے۔ اجمیر پرائیڈ گلستان جوہر بلاک 12 سندھ سوسائٹی کے مکینوں نے کہا کہ حکیم اختر کی کمی تا مدت پوری نہیں کی جاسکے گی۔ پاسبان پاکستان کے صدر الطاف شکور، عثمان معظم، رفیق خاصخیلی و دیگر نے کہا کہ مولانا مرحوم کی خدمات صدقہ جاریہ اور ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔

(روزنامہ اُمت کراچی، 4/جون 2013ء، منگل)



عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات پر تعزیت

از: حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہ

(ناظم وفاق المدارس العربیہ پاکستان و مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان)

۲۵؍رجب ۱۴۳۴ھ،5؍جون 2013ء بروز بدھ: عارف باللہ، ولی کامل حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ (جامعہ خیر المدارس کی مجلسِ شوریٰ کے رُکن اور جامعہ اشرف المدارس کراچی کے بانی) کی وفات پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ مولانا حکیم محمد مظہر صاحب اور جامعہ اشرف المدارس کے بزرگ اساتذہ کرام سے تعزیت کی۔ (بشکریہ ماہنامہ وفاق المدارس ملتان، شعبان ۱۴۳۴ھ و ماہنامہ الخیر ملتان، رمضان المبارک؍شوال المکرم ۱۴۳۴ھ، اگست 2013ء)

.........☆.........

حضرت مولانا حکیم محمد اختر کی وفات عظیم سانحہ ہے۔ وفاق المدارس

ولی کامل مولانا شاہ حکیم محمد اختر کی رحلت عالمِ اسلام کے لیے افسوس ناک سانحہ ہے، مولانا کی رحلت سے پیدا ہونے والا خلا صدیوں پُر نہیں ہو سکے گا، اُمت ایک شفیق مربی اور رہبر شریعت سے محروم ہو گئی۔ ان خیالات کا اظہار وفاق المدارس العربیہ کے ذمہ داروں شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان، مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر، مولانا محمد حنیف جالندھری اور دیگر مذہبی رہنماؤں نے تعزیتی بیانات میں کیا۔ انہوں نے کہا پیرِ طریقت ولی کامل مولانا حکیم محمد اختر صاحب کی رحلت عالمِ اسلام کے لیے عظیم سانحہ اور ناقابلِ تلافی نقصان ہے، مولانا کی رحلت سے پیدا ہونے والا خلا صدیوں پُر نہیں ہو سکے گا۔ مولانا کی رحلت سے اُمت ایک شفیق مربی اور ایک عظیم عالمِ دین سے محروم ہو گئی۔

(بشکریہ ماہنامہ وفاق المدارس ملتان، شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ)

.........☆.........

شیخ العرب والعجم کی رحلت امت کا عظیم نقصان ہے، علماء کرام

پوری امت مسلمہ حضرت حکیم اختر کے فیض سے مستفید ہوئی، ڈاکٹر مولانا اسعد تھانوی

علامہ عبد اللہ، مولانا یوسف کشمیری، اقبال یوسف، قاری زاہد چترالی کا مرحوم کو خراج عقیدت

کراچی (اسٹاف رپورٹر) مجلس ائمہ مساجد کے سرپرست اعلیٰ ڈاکٹر مولانا اسعد تھانوی، صدر مجلس علامہ عبد اللہ و دیگر ائمہ مساجد نے اپنے ایک تعزیتی بیان میں کہا ہے کہ

عارف باالله، شیخ العرب والعجم، حضرت شاہ حکیم محمد اختر رحمہ اللہ کا سانحہ ارتحال امت مسلمہ کا عظیم نقصان ہے، ملت اسلامیہ آپ کے فیض عام سے مستفید ہورہی تھی، ایسے ولی کامل صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ حضرت حکیم اختر رحمہ اللہ کو اپنی بارگاہ میں بلند درجات عطافرمائے، دریں اثناء جامعہ امام ابوحنیفہ مکہ مسجد کے مہتمم مولانا محمد یوسف کشمیری، آدم جی نگر ٹریڈرز کے صدر اقبال یوسف، نائب صدر علی اصغر، جمعیت علماء اسلام گلشن اقبال ٹاؤن یوسی 5 کے امیر قاری زاہد احمد چترالی، سیکرٹری جنرل قاری بشیر شاہوانی ودیگر رہنماؤں نے اپنے الگ الگ بیانات میں حضرت شاہ حکیم محمد اختر رحمہ اللہ کی وفات کو تصوف وطریقت کا عظیم نقصان قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ حضرت حکیم اختر کی رحلت سے پیدا ہونے والا خلامدتوں پُر نہیں ہوسکے گا، انہوں نے کہا کہ حضرت کے شاگرد اور منتسبین اطراف عالم میں پھیلے ہوئے ہیں اور اپنی اپنی جگہ اشاعت دین وسلوک میں مصروف ہیں، اللہ تعالیٰ حضرت کے متعلقین کو صبر جمیل عطافرمائے۔

(بشکریہ روزنامہ اسلام کراچی ۲۵؍رجب ۱۴۳۴ھ مطابق 5؍جون 2013ء، بدھ)



علماء رابطہ کونسل برطانیہ کا شاہ حکیم محمد اختر کو خراجِ تحسین

انٹرنیشنل ختمِ نبوت اکیڈمی لندن میں مولانا عبدالرحمٰن باوا کی زیرِ صدارت اجلاس اور رہنماؤں کی شرکت

مولانا کا انتقال پوری دنیا کے مسلمانوں کے لیے صدمہ ہے، مولانا سہیل باوا، مولانا امدالحسن قاری عبدالرشید

لندن (پ ر) انٹرنیشنل سیکرٹریٹ ختمِ نبوت اکیڈمی لندن میں مصلح الامت مولانا شاہ حکیم محمد اختر کے انتقال پر، مولانا عبدالرحمٰن باوا کی صدارت میں تعزیتی اجلاس ہوا، اجلاس میں شریک رہنماؤں نے برطانیہ بھر سے علماء کرام کے اظہار افسوس کے پیغامات بھی دیے، ختمِ نبوت فورم کے علامہ ڈاکٹر خالد محمود، علماء میں علماء رابطہ کونسل برطانیہ کے رہنماء مفتی عبدالوہاب، مولانا سہیل باوا، شیخ عبدالماجد، مفتی عبدالمنتقم، حاجی رفیق، مولانا عرباض، مولانا امدالحسن نعمانی، مفتی یوسف ڈنکا، شیخ

سلیمان غنی، مولانا عطاء اللہ خان، مولانا جمیل، مولانا نعیم، جمعیت علماء برطانیہ کے مرکزی قائدین قاری عبدالرشید، قاری تصور الحق، مولانا اسد میاں، مولانا جمال بادشاہ، مولانا اکرام الحق خیری، عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت کے حافظ نگین، طلحہ قریشی، مفتی محمود الحسن، مجلسِ احرارِ اسلام، انٹرنیشنل ختمِ نبوت موومنٹ، شبانِ ختمِ نبوت، ختمِ نبوت یورپ، ختمِ نبوت بلجیئم، سوادِاعظم اہلسنت کے رہنماء مفتی تقی کے علاوہ مولانا عیسیٰ منصوری، مولانا مسعود پٹیل و دیگر درجنوں علماء کرام اور معزز شخصیات نے مرحوم کو خراجِ تحسین پیش کیا اور ان کے لیے دعا کی گئی۔ بعد ازاں جلسہ میں شریک علماء نے خطاب کیے، علماء نے کہا کہ مولانا کا انتقال پاکستان ہی نہیں پوری دنیا کے مسلمانوں کے لیے عظیم صدمہ ہے، مسلمان اس صدی کی عظیم روحانی شخصیت سے محروم ہوگئے، علماء نے کہا کہ حضرت والا اس صدی کے مجدّدِ تصوف تھے، جمعیت علماء برطانیہ کے مرکزی قائد قاری عبدالرشید نے کہا کہ حضرت والا اپنے مریدین کو حسنِ فانی و عشقِ مجازی و بد نظری اور نفس کے خلاف جہاد کی تعلیم و تلقین کرتے رہے، علماء رابطہ کونسل برطانیہ کے مرکزی کنونیئر مولانا سہیل باوا نے کہا کہ بد نظری و عشقِ مجازی کا مہلک مرض اس دور میں جس شدت سے ظاہر ہوا ہے غالباً اتنی شدت سے پہلے کبھی نہ ہوا تھا، اللہ تعالیٰ نے حضرت والا سے اس کے علاج کا کام لیا، وہ بے مثل علاج اور کارِ تجدید ہے جو کہ صدی کے مجدد سے لیا جاتا کیونکہ غضِ بصر کا شعبہ نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ (روزنامہ اسلام کراچی، ۲۵/رجب ۱۴۳۴ھ بمطابق 5/جون 2013ء، بدھ)

.........☆.........

حکیم اختر کے انتقال پر جے یو آئی رہنماؤں کا اظہارِ تعزیت

کراچی (پ ر) جمعیت علمائے اسلام کے مرکزی رہنماؤں قاری شیر افضل اور حاجی محمد ادریس نے بانی جامعہ اشرف المدارس و معروف عالم مولانا حکیم محمد اختر کے انتقال پر اظہار تعزیت کرتے ہوئے مرحوم کی مغفرت اور پسماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا کی ہے۔

(روزنامہ اُمت کراچی، 5/جون 2013ء، بدھ)

.........☆.........

حضرت حکیم اختر کی خدمات ہمیشہ یادرکھی جائیں گی، مولانا اسفندیار خان

شریعت وطریقت کے پابند بزرگ کی وفات سے مسلک دیوبند عظیم رہنما سے محروم ہو گیا

مرحوم کی دینی خدمات تاقیامت یادرکھی جائیں گی، رہنما سوادِ اعظم اہلسنّت پاکستان

کراچی (اسٹاف رپورٹر) سواد اعظم اہلسنّت پاکستان کے رہنما و جامعہ دارالخیر کے رئیس شیخ الحدیث علامہ محمد اسفندیار خان اور جمعیت علماء اسلام (س) سندھ کے جنرل سیکرٹری مفتی محمد عثمان یار خان نے مولانا حکیم محمد اختر کے انتقال پر دلی افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وہ نہ صرف ایک عالم با عمل تھے بلکہ شریعت و طریقت دونوں میں انتہائی بلند مقام پر فائز تھے۔ ان کی وفات سے مسلک دیوبند ایک عظیم بزرگ ور ہنما سے محروم ہو گیا جس کا ازالہ ناممکن ہے۔ مرحوم کی دینی خدمات تا قیامت یاد رکھی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطاء فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے اور حکیم محمد مظہر سمیت تمام لواحقین، تلامذہ و متوسلین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ دریں اثناء جمعیت علماء اسلام کے مرکزی نائب امیر علامہ قاری عبد المنان انور نقشبندی، ڈویژنل جنرل سیکرٹری حافظ احمد علی، مفتی حماد اللہ مدنی، مولانا مشتاق عباسی و دیگر رہنماؤں نے عارف باللہ شاہ حکیم محمد اختر رحمہ اللہ تعالیٰ کی رحلت کو عالمِ اسلام کے لیے عظیم سانحہ قرار دیتے ہوئے ان کی دین کے لیے تحقیقی، تصنیفی، تحریری خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

(روزنامہ اسلام کراچی، ۲۶/رجب ۱۴۳۴ھ بمطابق 6/جون 2013ء، جمعرات)



مولانا حکیم اختر رحمہ اللہ ہمیشہ دین کی سربلندی کے لیے کوشاں رہے پیر عبد الشکور نقشبندی

کراچی (پ ر) جمعیت علماء اسلام (سینئر گروپ) کے جنرل سیکرٹری مولانا پیر عبد الشکور نقشبندی نے بہادر آباد خانقاہ نقشبندیہ میں مجلس ذکر سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ حضرت مولانا

حکیم اختر رحمہ اللہ نے لوگوں کو ہمیشہ دین کی طرف بلایا اور آخر عمر تک وہ دین کی سر بلندی کے لیے کوشاں رہے۔ انہوں نے کہا کہ علماء دیوبند کا فیض تا قیامت جاری رہے گا۔

(بشکریہ روزنامہ اسلام کراچی، ۲۶/ رجب ۱۴۳۴ھ بمطابق 6/ جون 2013ء جمعرات)

.........☆.........

حضرت حکیم اختر امت کے روحانی معالج تھے، مولانا فداء الرحمٰن درخواستی

دنیا بھر میں آپ کے روحانی فیض یافتہ افراد کا لاکھوں کی تعداد میں ایک وسیع حلقہ موجود ہے

امیر پاکستان شریعت کونسل کا جامعہ انوار القرآن میں منعقدہ تعزیتی اجلاس سے خطاب

کراچی (پ ر) پاکستان شریعت کونسل کے امیر مولانا فداء الرحمٰن درخواستی نے جامعہ انوار القرآن میں منعقدہ تعزیتی اجلاس سے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمہ اللہ تعالیٰ دورِ حاضر کے معاشرے کے لیے آبِ حیات تھے، آپ نے امتِ مسلمہ کی روحانی بیماریوں کا علاج دورِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق ہر میدان میں سر انجام دیا، آپ پیکرِ سنت علم بردار شریعت و طریقت تھے، دنیا بھر میں آپ کے روحانی فیض یافتہ افراد کا ایک وسیع حلقہ ہے جو لاکھوں کی تعداد میں ہے اور آپ سے وابستہ طبقہ عام طور پر علماء کرام کا ہے جو آپ کی بے مثال کرامت ہے۔ مجلس کے شرکاء میں جامعہ کے اساتذہ اور طلبہ کے علاوہ ایک جمِ غفیر نے شرکت کی۔ مولانا رشید احمد درخواستی نے مدینہ منورہ سے حضرت کی رحلت پر غم اور افسوس کا اظہار کیا۔ مجلس کے اختتام پر رقّت آمیز دعا ہوئی۔ (روزنامہ اسلام کراچی، ۲۸/ رجب ۱۴۳۴ھ بمطابق 8/ جون 2013ء)

.........☆.........

شیخ المشائخ حضرت مولانا حکیم محمد اختر طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے، عمر 90 برس تھی، انا للہ و انا الیہ راجعون

مولانا شاہ حکیم محمد اختر 1923ء یا 1924ء میں ہندوستان کے صوبہ یو پی کے شہر پرتاب گڑھ کے گاؤں اٹھیہہ میں محمد حسین نامی سرکاری ملازم کے گھر پیدا ہوئے، آپ والدین کے اکلوتے فرزند تھے

نوجوانی حضرت مولانا عبد الغنی پھولپوری رحمہ اللہ کی خدمت میں گزاری اور خلافت حضرت شاہ ابرابر الحق ہردوئی رحمہ اللہ سے حاصل کی، عمر بھر خدمت دین میں مصروف رہے

مولانا نے ایک بڑا دینی ادارہ جامعہ اشرف المدارس کے نام سے کراچی میں قائم کیا جس میں 5000 سے زائد طلبہ زیر تعلیم ہیں اور کراچی میں اس کی 10 سے زائد شاخیں ہیں

کراچی (القلم نیوز) ممتاز شیخ المشائخ، عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر 13 سالہ طویل علالت کے بعد 90 سال کی عمر میں کراچی میں عصر و مغرب کے درمیان انتقال کرگئے[1]، ان کی نمازِ جنازہ جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر سندھ بلوچ مسلم سوسائٹی میں ادا کی گئی، مولانا شاہ حکیم محمد اختر 1923ء یا 1924ء[2] میں ہندوستان کے صوبہ یو پی کے شہر پرتاب گڑھ کے ایک گاؤں اٹھیہہ میں محمد حسین نامی سرکاری ملازم کے گھر پیدا ہوئے، آپ والدین کے اکلوتے فرزند تھے، ابتدائی اور اعلیٰ عصری تعلیم طبیہ کالج علی گڑھ سے حاصل کی، حکمت کی تعلیم بھی مکمل کی، شروع ہی سے بزرگوں کی صحبت کی وجہ سے دینی کاموں میں سرگرم رہے اور پھر جوانی میں عالم دین کا کورس مکمل کیا۔

نوجوانی حضرت مولانا عبد الغنی پھولپوری رحمہ اللہ کی خدمت میں گزاری اور خلافت حضرت شاہ ابرار الحق ہردوئی رحمہ اللہ سے حاصل کی، عمر بھر خدمتِ دین میں مصروف رہے، 17 برس مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری کی صحبت میں سرائے میر میں رہے جہاں ان کے مدرسہ میں جوانی میں درس نظامی کی تکمیل کی اور خلافت بھی حاصل کی[3]۔ بعد ازاں ہردوئی میں مولانا شاہ ابرار الحق سے اکتسابِ فیض کیا اور خلافت حاصل کی۔ جن تین بزرگوں سے خلافت ملی وہ تینوں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ

---

[1] حضرت والا کا انتقال نمازِ مغرب کے بعد سات بج کر بائیس منٹ پر ہوا۔ (از مرتب)

[2] حضرت والا کی سن پیدائش ۱۹۲۸ء ہے۔ (از مرتب)

[3] حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلفاء میں حضرت والا کا نام نہیں ہے، دیکھئے معرفتِ الٰہیہ ۵۶،۵۷۔ (از مرتب)

کے خلفاء تھے[1]۔ تصوف کے چاروں سلسلوں چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ سے منسلک تھے۔ قیام پاکستان کے چند سال بعد 1954ء یا 1955ء[2] میں پاکستان آئے اور ناظم نمبر 4 میں تقریباً دو دہائیوں تک دینی خدمات سر انجام دیتے رہے۔ بعد ازاں خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی میں منتقل ہوئے اور آخری وقت تک وہیں قیام پذیر رہے۔ مولانا نے ایک بڑا دینی ادارہ جامعہ اشرف المدارس کے نام سے سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر میں قائم کیا جس میں 5000 سے زائد طلبہ زیر تعلیم ہیں اور کراچی میں اس کی 10 سے زیادہ شاخیں ہیں۔ ان کی مواعظ حسنہ پر مشتمل چھوٹی بڑی تصانیف کی تعداد 150 سے زائد ہے[3]۔ مولانا حکیم اختر پر 28/ مئی 2000ء[4] کو فالج کا حملہ ہوا جس کے بعد سے وہ علیل چلے آرہے تھے علالت کے دوران ہی عصر اور مغرب کے درمیان اپنے خالق حقیقی سے جاملے[5]۔

(بشکریہ ہفت روزہ القلم پشاور، ۲۷/ رجب تا ۳/ شعبان ۱۴۳۴ھ بمطابق 7 تا 13/ جون 2013ء)

ہم سلسلۂ اشرفیہ امدادیہ کے نامور بزرگ شیخ المشائخ عارف باللہ حضرت حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ کے انتقال پُر ملال پر اُن کے تمام پسماندگان، متوسلین، محبین اور متعلقین سے تعزیت کرتے ہوئے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کی کامل مغفرت فرمائیں، ان کے درجات کو بلند فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ منجانب: امیر المجاہدین حضرت مولانا محمد مسعود ازہر صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ وادارہ القلم۔ (ایضاً)



[1] حضرت پرتابگڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ نہیں بلکہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ حضرت مولانا شاہ بدر علی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں۔ (از مرتب)

[2] حضرت والا نے ۱۹۶۰ء میں پاکستان ہجرت فرمائی تھی۔ (از مرتب)

[3] حضرت والا کے مطبوعہ مواعظ کی تعداد ۱۰۹ ہے، چھوٹی بڑی کل تصانیف کی تعداد تقریباً ۲۰۰ ہے۔ (از مرتب)

[4] حضرت والا پر فالج کا حملہ ۳۱/ مئی ۲۰۰۰ء بروز بدھ ہوا تھا۔ (از مرتب)

[5] حضرت والا کا انتقال نمازِ مغرب کے بعد سات بج کر بائیس منٹ پر ہوا۔ (از مرتب)

موتُ العالِم موتُ العالَم

عالم ربانی عارف باللہ مولانا حکیم محمد اختر بھی رخصت ہو گئے

مولانا سلیم اللہ خان، مفتی رفیع عثمانی، مولانا عبد الجبار، مولانا عبد اللہ شاہ مظہر، قاری منصور احمد، بھائی فاروق احمد، مفتی منصور احمد سمیت مختلف علماء اور مذہبی رہنماؤں نے تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے امت کا عظیم نقصان قرار دیا ہے

نماز جنازہ وصیت کے مطابق حضرت کے صاحبزادے حکیم محمد مظہر نے پڑھائی، ایک لاکھ سے زائد افراد کی شرکت، تدفین جامعہ اشرف المدارس کے احاطہ میں کی گئی

کراچی (غلبہ نیوز) جید عالمِ دین اور عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر 13 سالہ طویل علالت کے بعد 90 سال کی عمر میں اتوار کو کراچی میں عصر و مغرب کے درمیان انتقال کر گئے[1]۔ نمازِ جنازہ پیر کی صبح 9 بجے جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر سندھ بلوچ مسلم سوسائٹی میں ادا کی گئی، جو وصیت کے مطابق ان کے صاحبزادے حکیم محمد مظہر نے پڑھائی۔ شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان، مفتی محمد رفیع عثمانی سمیت مختلف علماء اور مذہبی رہنماؤں نے تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے امت کا عظیم نقصان قرار دیا ہے، شیخ العرب والعجم مولانا شاہ حکیم محمد اختر 1923ء یا 1924ء[2] میں ہندوستان کے صوبہ یوپی کے شہر پرتاب گڑھ کے گاؤں اٹھیہہ کے محمد حسین نامی سرکاری ملازم کے گھر پیدا ہوئے۔ اکلوتے فرزند جب کہ 2 بہنیں تھیں۔ ابتدائی اور اعلیٰ عصری تعلیم طبیہ کالج علی گڑھ میں حاصل کی، اسی دوران حکمت بھی مکمل کی، شروع ہی سے بزرگوں کی صحبت کی وجہ سے دینی کاموں میں سرگرم رہے اور پھر جوانی میں عالم دین کا کورس مکمل کیا۔ مولانا حکیم اختر نے ابتدا میں مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سیّد بدر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے فیض حاصل کیا[3]، اسی دوران مولانا شاہ

---

[1] حضرت والا کا انتقال نمازِ مغرب کے بعد سات بج کر بائیس منٹ پر ہوا۔ (از مرتب)

[2] حضرت والا کی سن پیدائش ۱۹۲۸ء ہے۔ (از مرتب)

[3] ان دونوں بزرگوں سے حضرت والا نے اکتسابِ فیض حاصل نہیں کیا، یہ پہلے وفات پا چکے تھے۔ (از مرتب)

محمد احمد پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت حاصل کی[1]۔ بعد ازاں 17 برس مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں سرائے میر میں رہے، جہاں ان کے مدرسے میں درس نظامی کی تعلیم مکمل کرنے کے ساتھ خلافت بھی مل گئی[2]۔ بعد ازاں مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ سے فیض اور خلافت حاصل کی۔ جن 3 بزرگوں سے خلافت ملی، وہ تینوں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء تھے[3]۔ حکیم محمد اختر تصوف کے چاروں سلسلوں چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ سے منسلک تھے۔ قیام پاکستان کے چند سال بعد 1954ء یا 1955ء[4] میں پاکستان آئے اور ناظم نمبر 4 میں تقریباً 2 دہائیوں تک دینی خدمات سر انجام دیتے رہے۔ بعد ازاں خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی میں منتقل ہوئے اور آخر تک وہیں قیام پذیر رہے۔ مولانا نے ایک بڑا دینی ادارہ جامعہ اشرف المدارس کے نام سے سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر میں قائم کیا، جس میں 5000 سے زائد طلبہ زیر تعلیم ہیں اور کراچی میں اس کی 10 سے زیادہ شاخیں ہیں۔ مواعظ حسنہ کے حوالے سے چھوٹی بڑی تصانیف کی تعداد 150 سے زائد ہے[5]، ان سے زیادہ کتابیں زیر تکمیل ہیں۔ مولانا کی مشہور کتاب معارف مثنوی ہے جو پوری دنیا میں شائع ہوئی اور کئی زبانوں میں اس کے تراجم ہوئے، دیگر کتابوں کے بھی اردو، سندھی، عربی، پشتو، بنگلہ، برما، جرمن، فرنچ، انگریزی، رشین اور دیگر کئی زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں۔ مولانا کی نگرانی میں الاختر ٹرسٹ قائم ہوا، تاہم بعد ازاں امریکہ نے

---

[1] حضرت والا ہردوئی رحمہ اللہ تعالیٰ سے خلافت مل جانے کے بعد حضرت پرتاب گڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خلافت عطا فرمائی تھی۔ (از مرتب)

[2] حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلفاء میں حضرت والا کا نام نہیں ہے، دیکھئے معرفتِ الٰہیہ: ۵۶،۵۷۔ (از مرتب)

[3] حضرت پرتابگڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ نہیں بلکہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ حضرت مولانا شاہ بدر علی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں۔ (از مرتب)

[4] حضرت والا نے ۱۹۶۰ء میں پاکستان ہجرت فرمائی تھی۔ (از مرتب)

[5] حضرت والا کے مطبوعہ مواعظ کی تعداد ۱۰۹ ہے، چھوٹی بڑی کل تصانیف کی تعداد تقریباً ۲۰۰ ہے۔ (از مرتب)

جن چند اداروں پر پابندی عائد کی، ان میں الاختر ٹرسٹ بھی شامل ہے۔ دنیا بھر میں مولانا کے مریدین اور عقیدت مندوں کی بڑی تعداد موجود ہے جن میں جنوبی افریقہ کے معروف کرکٹر عبد اللہ آملہ اور ہاشم آملہ بھی شامل ہیں۔ مولانا کے سوگواروں میں ایک بیٹا مولانا حکیم محمد مظہر، ایک بیٹی، پوتے، پوتیاں، نواسے، نواسیوں کے علاوہ ہزاروں خلفاء، مریدین، شاگرد اور لاکھوں عقیدت مند ہیں۔

(ہفت روزہ غلبہ لاہور، 7 تا 13/ جون 2013ء)

.........☆.........

حصہ دوم........اداریئے (تعزیتی و تأثراتی)

حضرت والا رحمۃ اللہ کی رحلت

حضرت مولانا محمد ارشاد اعظم صاحب مدظلہٗ
خلیفہ مجاز حضرت والا قدس سرہ وناظم تعلیمات جامعہ اشرف المدارس کراچی

پیر کی شب بعد از مغرب بتاریخ ۲۳/رجب المرجب ۱۴۳۴ھ، ہمارے حضرت والا شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب ۱۳/برس کی ایک طویل علالت کے بعد دارِ فناء سے دارِ بقاء کی طرف رحلت فرما گئے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ اللھم لا تحرمنا اجرہ و لا تفتنا بعدہ، اعلیٰ اللّٰہ درجاتہ فی جنۃ الفردوس۔ ان العین تدمع و القلب یحزن و لا نقول الا ما یرضی ربنا و انا بفراقك ایھا الشیخ! لمحزونون۔

اس عظیم سانحے کی خبر پوری دنیا میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی، جس نے بھی سنا حزن و غم کی تصویر بن کر رہ گیا، نزدیک و دور کے علاقوں سے لوگ جامع مسجد اشرف اور خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی میں پہنچنا شروع ہو گئے، جامع مسجد اشرف میں حضرت والا کا وصیت نامہ پڑھ کر سنایا گیا، لوگوں کو صبر و تحمل کی تلقین اور حضرت والا کے ایصالِ ثواب کے لیے گزارش کی گئی۔

حضرت والا کے غسل وغیرہ کے حوالے سے تیاریاں شروع ہو چکی تھیں، بعض مجبوریوں کی بناء پر نمازِ جنازہ اور تدفین فوری طور پر ممکن نہ تھی اس لیے اگلے دن صبح 9/بجے سندھ بلوچ کو آپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی گلستان جوہر کراچی میں جنازے کی ادائیگی کا اعلان کیا گیا۔

غسل اور کفن سے فراغت کے بعد حضرات مفتیان کرام کے مشورے سے ہزاروں کی تعداد میں موجود مشتاقانِ دید کو حضرت والا کی زیارت کی اجازت دے دی گئی۔

اگلے دن وقت مقرر پر حضرت والا کی وصیت کے مطابق حضرت والا کے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب مد ظلہم العالی نے نمازِ جنازہ پڑھائی، جنازے میں اکابر علماء ومشائخ سمیت لوگوں کی ایک بڑی تعداد شریک ہوئی۔ حضرت والا کی تدفین سندھ بلوچ سوسائٹی کے اندر حضرت والا کے وقف کردہ قبرستان میں عمل میں لائی گئی۔

بعد ازاں تعزیت کے لیے اندرون وبیرون ملک سے کثیر تعداد میں لوگوں نے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال میں پہنچ کر حضرت مہتمم صاحب مد ظلہم سے ملاقات کی، بہت سے اکابر بھی تشریف لائے، اور اس حوالے سے بعض حضرات کے بیانات بھی ہوئے۔

حضرت والا کے حوالے سے ”الابرار“ کی اشاعتِ خاص میں ان شاء اللہ تعالیٰ کوشش کی جائے گی کہ اکابر کے تعزیتی بیانات بھی اس میں شامل ہوں۔

(بشکریہ ماہنامہ الابرار کراچی، رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ مطابق اگست 2013ء)



حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب کی رحلت

حضرت مولانا ابن الحسن عباسی صاحب مد ظلہٗ
مدیر ماہنامہ وفاق المدارس ملتان ومعروف مصنف

۲۲/رجب ۱۴۳۴ھ، 2/جون 2013ء بروز اتوار ممتاز عالمِ دین عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب ۱۳سال علیل رہنے کے بعد ۹۰سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

آپ 1923 یا 1924ء[1] میں ہندوستان کے صوبہ یوپی کے شہر پرتاب گڑھ کے گاؤں اٹھیہہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محمد حسین ایک سرکاری ملازم تھے۔ ابتدائی اور اعلیٰ عصری تعلیم طبیہ کالج علی گڑھ سے حاصل کی، حکمت کی تعلیم مکمل کی۔ ابتداء ہی سے طبیعت دین کی طرف مائل تھی، جس کی بناء پر بزرگوں کی صحبت میں آنا جانا تھا، آپ نے ابتداءً جن بزرگوں سے استفادہ کیا ان میں مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ اور مولانا سیّد بدر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے حضرات شامل ہیں[2]۔ اسی دوران مولانا شاہ محمد احمد پرتاب گڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کی اور خلافت حاصل کی[3]۔ اس کے بعد ۱۷ سال مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی صحبت میں رہے اور وہاں ان کے مدرسہ میں درسِ نظامی کی تکمیل کی اور حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کو خلافت عطا فرمائی[4]۔ حضرت پھولپوری کی وفات کے بعد مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی رحمہ اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کیا اور حضرت کی جانب سے خلافت کا اہل قرار پائے۔

قیامِ پاکستان کے سات آٹھ سال[5] بعد ہندوستان سے پاکستان تشریف لائے اور ناظم آباد نمبر 4 میں تقریباً دو دہائیوں تک دینی خدمات سرانجام دیتے رہے، اس کے بعد گلشنِ اقبال منتقل ہوئے اور خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے نام سے خانقاہ قائم کی اور تادمِ مرگ اسی جگہ قیام پذیر رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے اشرف المدارس کے نام سے ایک دینی ادارے کی بنیاد رکھی، جس کا شمار ملک کی ممتاز دینی درسگاہوں میں ہوتا ہے۔

---

[1] حضرت والا کی سن پیدائش ۱۹۲۸ء ہے۔ (از مرتب)

[2] ان دونوں بزرگوں سے حضرت والا نے اکتسابِ فیض حاصل نہیں کیا، یہ پہلے وفات پا چکے تھے۔ (از مرتب)

[3] حضرت والا ہردوئی رحمہ اللہ تعالیٰ سے خلافت مل جانے کے بعد حضرت پرتاب گڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خلافت عطا فرمائی تھی۔ (از مرتب)

[4] حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلفاء میں حضرت والا کا نام نہیں ہے، دیکھئے معرفتِ الٰہیہ: ۵۷، ۵۶۔ (مرتب)

[5] حضرت والا نے ۱۹۶۰ء میں پاکستان ہجرت فرمائی تھی۔ (از مرتب)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دردِ دل کی دولت سے مالا مال کیا تھا جسے آپ اپنے مواعظ کے ذریعہ دوسروں تک منتقل کرتے رہتے تھے، آپ کے یہ مواعظ کافی بڑی تعداد میں شائع ہو چکے ہیں ان شائع شدہ مواعظ کی تعداد 150 کے لگ بھگ ہو گی[1]۔ "معارفِ مثنوی" کے نام سے مثنوی مولانا روم کی شرح لکھی، جسے خوب پذیرائی حاصل ہوئی اور کئی زبانوں میں اس کے ترجمہ ہوئے، مثنوی کے علاوہ آپ کی دیگر مواعظ اور تالیفات کے تراجم بھی دیگر زبانوں میں ہوئے ہیں، جن میں سندھی، عربی، پشتو، بنگلا، برمی، جرمن، فرنچ اور انگریزی زبانیں نمایاں ہیں۔

آپ پر 28/مئی 2000ء[2] کو فالج کا اٹیک ہوا، جس کے بعد سے مسلسل صاحبِ فراش تھے، آخر کار آپ کا وقتِ اجل آ پہنچا اور ۲۲/رجب ۱۴۳۴ھ کے غروبِ آفتاب کے ساتھ ہی آپ کی زندگی کا چمکتا دمکتا آفتاب بھی غروب ہو گیا اور عمر بھر کی بیقراری کو قرار آ گیا۔ رحمہ اللّٰہ رحمۃً واسعہ

آپ کی وفات پر اظہارِ تعزیت کرتے ہوئے وفاق المدارس کے صدر شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان، مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر، ناظمِ اعلیٰ وفاق المدارس مولانا محمد حنیف جالندھری نے کہا کہ آپ اس صدی کے عظیم انسان تھے، آپ کی وفات سے امتِ مسلمہ ایک مصلح اور مربی سے محروم ہو گئی۔ (بشکریہ ماہنامہ وفاق المدارس ملتان، شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ)



حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر نور اللہ مرقدہ کی وفات

ماہنامہ الفاروق کراچی

2/جون بمطابق ۲۲/رجب ۱۴۳۴ھ بروز پیر کو حضرت مولانا حکیم اختر رحمۃ اللہ علیہ دار فناء کی بے ثباتیوں کو چھوڑ کر دار البقاء سدھار گئے۔ **رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔**

---

[1] حضرت والا کے مطبوعہ مواعظ کی تعداد ۱۰۹ ہے، چھوٹی بڑی کل تصانیف کی تعداد تقریباً ۲۰۰ ہے۔ (از مرتب)

[2] حضرت والا پر فالج کا حملہ ۳۱/مئی ۲۰۰۰ء بروز بدھ ہوا تھا۔ (از مرتب)

آپ ۱۹۲۴ء[1] میں یوپی (انڈیا) کے شہر پڑتاب گڑھ کے گاؤں اٹھیہہ میں پیدا ہوئے، طب کی اعلیٰ تعلیم طبیہ کالج علی گڑھ سے حاصل کی۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی اور جناب سیّد بدر علی شاہ جیسے عظیم اکابر کی صحبت میں بچپن اور جوانی گزری[2]۔

جب کہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد پڑتاب گڑھی، حضرت مولانا عبدالغنی پھولپوری[3] اور حضرت اقدس شاہ ابرارالحق رحمہم اللہ (خلفاء حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ)[4] سے خلافت حاصل کی 1955ء[5] میں پاکستان تشریف لائے اور ناظم آباد نمبر 4 میں دینی خدمات انجام دیں بعد ازیں خانقاہ اشرفیہ گلشن اقبال کی بنیاد رکھی اور وہاں سے اللہ پاک نے ایک دنیا کے دلوں کو ذکر الٰہی سے منور رکھا۔ جامعہ اشرف المدارس (گلستان جوہر) سمیت کئی مساجد و مدارس اور خانقاہیں یادگار چھوڑیں۔ 150 سے زائد چھوٹی بڑی تصانیف مواعظ اور خطبات کی سی ڈیز اور کیسٹیں آپ کا جاری کیا گیا "فیوض کا آبِ رواں" ہیں[6] الاختر ٹرسٹ کی لازوال خدمات ان شاء اللہ ہمیشہ حضرت کے احسانات کی یاد دلاتی رہیں گی آپ کے پسماندگان میں ایک بیٹا حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب اور ایک صاحبزادی ہیں۔

تعزیت: اگلے روز 4/جون بروز منگل حضرت شیخ الحدیث زید مجدہ جامعہ اشرف المدارس تشریف لے گئے۔ جہاں آپ نے صاحبزادہ مولانا حکیم محمد مظہر صاحب سے ملاقات اور تعزیت فرمائی

---

[1] حضرت والا کی سن پیدائش ۱۹۲۸ء ہے۔ (از مرتب)

[2] ان دونوں بزرگوں سے حضرت والا نے اکتسابِ فیض حاصل نہیں کیا، یہ پہلے وفات پا چکے تھے۔ (از مرتب)

[3] حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلفاء میں حضرت والا کا نام نہیں ہے، دیکھئے معرفتِ الٰہیہ: ۵۷،۵٦۔ (مرتب)

[4] حضرت پرتابگڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ نہیں بلکہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ حضرت مولانا شاہ بدر علی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں۔ (از مرتب)

[5] حضرت والا نے ۱۹٦۰ء میں پاکستان ہجرت فرمائی تھی۔ (از مرتب)

[6] حضرت والا کے مطبوعہ مواعظ کی تعداد ۱۰۹ ہے، چھوٹی بڑی کل تصانیف کی تعداد تقریباً ۲۰۰ ہے۔ (از مرتب)

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب ناظم تعلیمات جامعہ فاروقیہ کراچی مفتی حماد خالد صاحب اور مفتی عبدالرحیم صاحب رفیق شعبہ تصنیف بھی حضرت کے ہمراہ تھے۔

(بشکریہ ماہنامہ الفاروق کراچی، رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ)

.........☆.........

حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمہ اللہ تعالیٰ کی رحلت

جناب مولانا حافظ راشد الحق سمیع حقانی صاحب

مدیر ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے جن اہل علم وفضل نے اس خطے کو ایمان ویقین کے نور سے جگمگایا تھا اب وہ رفتہ رفتہ اس دارِ فانی سے دارِ باقی کی طرف کوچ کر رہے ہیں۔ جہاں تک علم کے حروف ونقوش کتابی معلومات وتحقیقات کا تعلق ہے ان کے شناوروں کی زیادہ کمی نہیں۔ لیکن اسلام کا وہ ٹھیٹھ مزاج ومذاق، تقویٰ وطہارت، سادگی وقنایت اور تواضع وللّٰہیت کا وہ البیلا انداز جو کتابوں میں نہیں صرف اولیاء کی صحبت ومجلس سے حاصل ہوتا ہے، اب مسلسل سمٹ رہا ہے۔ اُن میں ایک بڑا نام شیخ المشائخ، پیر طریقت، عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب کا تھا، جو گزشتہ دنوں انتقال فرماگئے۔ مولانا مرحوم ہندوستان کے صوبہ اترپردیش[1] میں پیدا ہوئے، مقامی سطح پر دینی وعصری علوم سے فراغت کے بعد ولی کامل حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی صحبت میں سترہ سال تک رہے۔ آپ تصوف کے چاروں سلسلوں چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ سے منسلک تھے۔ کئی اہم کبار علماء ومشائخ سے کسبِ فیض کیا۔ جن میں مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی، مولانا سید بدر علی شاہ[2]، مولانا شاہ

---

[1] حضرت والا صوبہ ''یو۔پی'' میں پیدا ہوئے۔(از مرتب)

[2] ان دونوں بزرگوں (حضرت گنج مرادآبادی اور حضرت بدر علی شاہ رحمہم اللہ تعالیٰ) سے حضرت والا نے اکتسابِ فیض حاصل نہیں کیا، یہ پہلے وفات پاچکے تھے۔(از مرتب)

محمد احمد پرتاب گڑھی اور حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ کے نام نامی قابل ذکر ہیں۔ کراچی میں ایک عظیم الشان مدرسہ و خانقاہ اشرف المدارس کے نام سے قائم کیا۔ جن سے ہزاروں طلباء اور متوسلین استفادہ کررہے ہیں۔ اس کے علاوہ غریب و نادار عوام کی مدد خصوصاً قدرتی و آسمانی آفات سے تباہ شدہ عوام کی خدمت کے لیے ایک عظیم رفاہی ادارہ "الاختر ٹرسٹ" کے نام سے قائم کیا۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نہ صرف روحانی بزرگ و صوفی تھے بلکہ بہترین مصنف اور اُردو زبان کے قادر الکلام شاعر تھے۔ تصوف و معرفت آپ کا پسندیدہ موضوع رہا۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے مثنوی مولانا روم کی "معارفِ مثنوی" کے نام سے معرکۃ الآراء شرح لکھی۔ جو پوری دنیا میں شائع ہوئی اور کئی زبانوں میں اُس کے تراجم ہوئے۔ آپ کے اُردو کلام کا مجموعہ "فیضان محبت" کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق آپ کی تصنیفات و تالیفات اور شائع شدہ ملفوظت کی تعداد دو سو (۲۰۰) سے زائد ہے۔ آپ کے خلفاء و مریدین کا سلسلہ بھارت، بنگلہ دیش، امریکہ، کینیڈا، جنوبی افریقہ، برما سمیت دنیا کے کئی ممالک میں پھیلا ہوا ہے۔ ادارہ جامعہ اشرف المدارس، خانقاہ امدادیہ شرفیہ کے منتظمین و متعلقین کے ساتھ اس غم میں برابر کا شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور حضرت نے جو گلشن علم و عرفان قائم کیا ہے اس کو مزید ترقی نصیب فرمائے۔

(بشکریہ اداریہ ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک، رجب ۱۴۳۴ھ، مئی 2013ء)



آہ! ہدایت کے یہ روشن چراغ

حضرت مولانا محمد یوسف مدنی صاحب مدظلہٗ

فرزند و خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد یحییٰ مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ (خلیفہ مجاز حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعالیٰ) و حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مجدّدی مدظلہٗ العالی و حضرت حاجی نثار احمد خان فتحی صاحب مدظلہٗ العالی و شیخ الحدیث و ناظم تعلیمات جامعہ معہد الخلیل الاسلامی کراچی و مدیر منتظم ماہنامہ سلوک واحسان کراچی

قحط الرجال کے اس دور میں صاحبِ نسبت اولیاء اللہ کا ایک ایک کر کے اُٹھتے چلے جانا مصیبتِ عظمیٰ سے کم نہیں۔ پہلے حضرت مولانا قاری رفیق الخلیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ، پھر حضرت مفتی عبدالمجید دین پوری شہید رحمہ اللہ تعالیٰ، اس کے بعد حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور اب عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی رحلت فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

کراچی شہر کے عین وسط میں ایک مختصر سے رقبہ کے اندر سے ان چار عظیم شخصیات کا یکے بعد دیگرے اُٹھ جانا ہمارے لیے مقامِ فکر اور ایسا خلاء ہے جو شاید کبھی پُر نہ ہو سکے۔ حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی علم و معرفت کا درس دیتے گزر گئی۔ ان کا منفرد اندازِ تربیت عوام و خواص سب ہی کیلئے بیحد مفید و موثر تھا۔ حضرت والا سے بلا مبالغہ ہزاروں نہیں لاکھوں لوگ فیضیاب ہوئے۔ حضرت کی تالیفات و مجموعہ ملفوظات کی تعداد دو سو کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے۔ ان کی تعلیمات کا خلاصہ یہ تھا کہ زندگی کے کسی لمحہ میں بھی اپنے خالق اور محسن و مربی کو ناراض نہ کیا جائے۔ عشقِ مجازی کی تباہ کاریوں اور اس کے طریقۂ علاج پر حضرت والا کو غیر معمولی دسترس حاصل تھی اور اس حوالے سے وہ دورِ حاضر کے بزرگانِ دین میں انفرادی شان کے حامل تھے۔ آہ! ہدایت کے یہ روشن چراغ اپنے پیچھے دنیا اندھیری چھوڑ گئے۔ ایسے موقع پر ایک تو استغفار کی کثرت ضروری ہے کہ ان حضراتِ اکابرین کی جو قدر اور ان سے جو استفادہ ہونا چاہیے تھا اس میں کوتاہی ہوتی رہی اور دوسرے دعاؤں کا خوب اہتمام کیا جائے کہ اللہ والوں کا وجود بہت سے فتن و مصائب کیلئے سدِّ سکندری ہوتا ہے ان کے جانے سے یہ

خطرات ایک مرتبہ پھر منڈلانے لگتے ہیں اور ظاہر ہے کہ دعا کے سوا اور کون سی چیز ہے جو آفات و مصائب کو ٹال سکے، اس لیے بڑی الحاح وزاری کے ساتھ اللہ جل شانہ سے اس کے فضل و کرم اور عفوو رحم کو مانگا جائے۔ (بشکریہ ماہنامہ سلوک و احسان، شعبان/رمضان ۱۴۳۴ھ)



حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت

حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی صاحب مدظلہٗ

خلیفہ مجاز شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد جاوید حسین شاہ صاحب مدظلہٗ العالی و مرکزی مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت

حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر رحمہ اللہ تعالیٰ طویل علالت کے بعد گذشتہ روز انتقال فرماگئے۔ انھوں نے حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ[1]، مولانا عبدالغنی پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت شاہ ابرار الحق رحمہ اللہ تعالیٰ (خلفاءِ کرام حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ) سے روحانی تربیت لی اور علم و عمل اور اخلاص کی دولت سے مالا مال ہوئے اور نصف صدی تک پاکستان میں تصوف و روحانیت کے آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ وہ مثنوی مولانا روم کے مستند شارح سمجھے جاتے تھے۔ان کی باتیں ”از دل خیزد بر دل ریزد“ کا مصداق تھیں۔ ان کے مواعظ علوم و معارف کا گنجینہ، راہ سلوک میں پیش آنے والے پیچ و خم کے لیے مشعل راہ، سالکین طریقت کی باطنی تربیت، پریشانیوں کے لیے نسخہ کیمیا ہوتے۔ انھوں نے اپنے پیچھے ہزاروں مریدین و مسترشدین، دسیوں خلفاء چھوڑے جو ان کے لیے صدقہ جاریہ سے کم نہیں۔ ان کے فرزند ارجمند اور جانشین حضرت حکیم محمد مظہر دامت برکاتہم ان کے جامعہ کے مہتمم اور خانقاہ کے سجادہ نشین ہیں۔ اللہ

[1] حضرت پرتابگڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ نہیں بلکہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ حضرت مولانا شاہ بدر علی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں۔ (از مرتب)

تعالیٰ حضرت حکیم صاحب کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائیں اور ان کے خدام اور جانشین کو ان کی خانقاہ اور جامعہ کی حفاظت، نگرانی، تعلیم وتربیت جاری و ساری رکھنے کی توفیق دیں۔ آمین یاالہ العالمین۔ (بشکریہ اداریہ ماہنامہ لولاک ملتان، رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ، جولائی 2013ء)

.........☆.........

وفیات

ماہنامہ انوارِ مدینہ لاہور

۳؍جون[1] کو جامعہ اشرف المدارس کراچی کے بانی و مہتمم حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ خلیفہ مجاز حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ طویل علالت کے بعد کراچی میں انتقال فرماگئے اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے نیز آپ کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ملک میں آپ کے تلامذہ اور مریدین کی بڑی تعداد آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہے۔ اس عظیم حادثہ پر اہلِ ادارہ اُن کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور تعزیتِ مسنونہ پیش کرتے ہیں۔

۶؍جون کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہٗ (مہتمم جامعہ مدنیہ جدید لاہور) نے بھائی رضوان صاحب کے ہمراہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی خانقاہ میں جاکر اُن کے صاحبزادے مولانا حکیم محمد مظہر صاحب سے تعزیت کی۔

(بشکریہ ماہنامہ انوارِ مدینہ لاہور، جولائی 2013ء)

.........☆.........

[1] جون کی دو تاریخ تھی جس دن حضرت والا کی وفات ہوئی۔ (از مرتب)

علم و معرفت کے آفتاب و ماہتاب کا غروب

اداریہ روزنامہ اسلام کراچی

ممتاز عالم دین، پیر طریقت، ولی کامل، عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر 13 سالہ طویل علالت کے بعد 90 سال کی عمر میں اتوار کی شام کراچی میں انتقال فرما گئے۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔ مولانا حکیم اختر پر 28 مئی 2000ء[1] کو فالج کا حملہ ہوا جس کے بعد سے وہ علیل چلے آرہے تھے۔ علالت کے دوران ہی پیر کے روز عصر اور مغرب کے درمیان اپنے خالق حقیقی سے جا ملے[2]۔ ان کی نماز جنازہ پیر کو صبح 9 بجے جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر سندھ بلوچ مسلم سوسائٹی میں ادا کی گئی جس میں لاکھوں افراد شریک ہوئے۔ مولانا حکیم شاہ محمد اختر رحمہ اللہ تعالیٰ کی رحلت عالم اسلام کے لیے عظیم سانحہ اور ناقابل تلافی نقصان ہے۔ مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ کی رحلت سے امت ایک شفیق مربی اور ایک عظیم عالم دین سے محروم ہوگئی۔ مولانا کا شمار عالم اسلام کی چند ممتاز اور نمایاں دینی و روحانی شخصیات میں ہوتا تھا جن سے بلا مبالغہ لاکھوں انسانوں نے بلاواسطہ اور بالواسطہ فیض حاصل کیا اور ہزاروں لوگوں کی زندگیوں کے شب و روز بدلے۔ مولانا حکیم محمد اختر کے خلفاء اور مریدین ہزاروں کی تعداد میں ہیں جبکہ ان کا دائرہ کار پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ ان کے خلفاء اور مریدین پاکستان بھر کے علاوہ بھارت، بنگلا دیش، امریکا، برطانیہ، کینیڈا، جنوبی افریقہ اور برما سمیت دنیا کے کئی ممالک میں موجود ہیں۔

مولانا شاہ حکیم محمد اختر نہ صرف روحانی بزرگ تھے بلکہ بہترین مصنف اور اردو زبان کے قادر الکلام شاعروں میں بھی ان کا شمار ہوتا تھا۔ تصوف اور معرفت آپ کے پسندیدہ موضوعات تھے۔ آپ کے اردو کلام کا مجموعہ ”فیضان محبت“ بھی محبت الٰہیہ اور عشق رسالت کا شاہکار ہے۔ مولانا کا شمار مثنوی مولانا روم کے مستند شارحین میں ہوتا تھا۔ آپ نے ”معارف مثنوی“ کے نام سے مثنوی مولانا روم

[1] حضرت والا پر فالج کا حملہ ۳۱؍ مئی ۲۰۰۰ء بروز بدھ ہوا تھا۔ (از مرتب)

[2] حضرت والا کا انتقال نمازِ مغرب کے بعد سات بج کر بائیس منٹ پر ہوا۔ (از مرتب)

رحمہ اللہ تعالیٰ کی شرح لکھی جو پوری دنیا میں شائع ہوئی اور کئی زبانوں میں اس کے تراجم ہوئے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق اس وقت آپ کی تحریر کردہ کتابوں اور ملفوظات کی تعداد 200 سے زائد ہے۔ مولانا نے ساری زندگی انسانیت کو اللہ کی محبت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کی اطاعت کا درس دیا اور اپنے اکابر اور بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے شریعت و طریقت کا خوب صورت امتزاج قائم کرکے دکھایا۔

مولانا شاہ حکیم محمد اختر 1923ء یا 1924ء[1] میں ہندوستان کے صوبہ یوپی کے شہر پرتاب گڑھ کے گاؤں اٹھیہہ میں محمد حسین نامی سرکاری ملازم کے گھر میں پیدا ہوئے۔ آپ والدین کے اکلوتے فرزند تھے۔ ابتدائی اور اعلیٰ عصری تعلیم طبیہ کالج علی گڑھ سے حاصل کی۔ حکمت کی تعلیم بھی مکمل کی۔ شروع سے ہی بزرگوں کی صحبت کی وجہ سے دینی کاموں میں سرگرم رہے۔ مولانا حکیم اختر نے ابتداء میں جید علماء اور بزرگوں مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی اور مولانا سیّد بدر علی شاہ سے فیض حاصل کیا[2]، اسی دوران مولانا شاہ محمد احمد پرتاب گڑھی سے خلافت حاصل کی[3]۔ بعد ازاں 17 برس مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری کی صحبت میں سرائے میر میں رہے جہاں ان کے مدرسہ میں درس نظامی کی تعلیم مکمل کی اور خلافت بھی حاصل کی[4]۔ بعد ازاں ہردوئی میں مولانا شاہ ابرار الحق سے اکتساب فیض کیا اور خلافت حاصل کی۔ جن تین بزرگوں سے خلافت ملی وہ تینوں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے خلفاء تھے[5]۔ تصوف کے چاروں سلسلوں چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ سے منسلک تھے۔ قیام

---

[1] حضرت والا کی سن پیدائش ۱۹۲۸ء ہے۔ (از مرتب)

[2] ان دونوں بزرگوں سے حضرت والا نے اکتسابِ فیض حاصل نہیں کیا، یہ پہلے وفات پا چکے تھے۔ (از مرتب)

[3] حضرت والا ہردوئی رحمہ اللہ تعالیٰ سے خلافت مل جانے کے بعد حضرت پرتاب گڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خلافت عطا فرمائی تھی۔ (از مرتب)

[4] حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلفاء میں حضرت والا کا نام نہیں ہے، دیکھئے معرفتِ الٰہیہ: ۵۶،۵۷۔ (مرتب)

[5] حضرت پرتابگڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ نہیں بلکہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ حضرت مولانا شاہ بدر علی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں۔ (از مرتب)

پاکستان کے چند سال بعد 1954ء یا 1955ء[1] میں پاکستان آئے اور ناظم آباد نمبر 4 میں تقریباً دو دہائیوں تک دینی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ بعد ازاں خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی میں منتقل ہوئے اور آخری وقت تک وہیں قیام پذیر رہے۔ مولانا نے ایک بڑا دینی ادارہ جامعہ اشرف المدارس کے نام سے قائم کیا جس میں ہزاروں طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ مولانا حکیم محمد اختر کے ادارے کی رفاہی خدمات بھی محتاج بیان نہیں ہیں۔

مولانا حکیم محمد اختر رحمہ اللہ تعالیٰ کی رحلت در حقیقت علم و معرفت کے ایک آفتاب و ماہتاب کا غروب ہے جس کے بعد پھیلنے والی اندھیریوں کی شدت کو اہل دل و اہل نظر ہی محسوس کر سکتے ہیں۔ آج کی اس مادی دنیا میں انسانیت کو روحانیت کی حقیقی آسودگی فراہم کرنے والے لوگ کم یاب ہوتے جارہے ہیں۔ خانقاہیں اجڑتی جارہی ہیں اور خیر کا منبع کہلانے والی شخصیات ایک ایک کرکے رخصت ہوتی جارہی ہیں۔ ان پُر آشوب حالات میں ضرورت اس بات کی ہے کہ اکابر و مشائخ اور بزرگان دین کی جلائی ہوئی علم و معرفت کی شمعیں روشن رکھنے کی کوششیں کی جائیں اور ان کی تعلیمات کو عملی طور پر زندہ رکھا جائے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ولی کامل حضرت مولانا حکیم اختر صاحب کی کامل مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے، ان کے جملہ پس ماندگان و متعلقین و منتسبین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور پوری امت کو ان حضرت والا اور دیگر تمام اکابر امت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔

(بشکریہ اداریہ روزنامہ اسلام کراچی، ۲۴ر رجب ۱۴۳۴ھ بمطابق 4/جون 2013ء)



[1] حضرت والا نے ۱۹۶۰ء میں پاکستان ہجرت فرمائی تھی۔ (از مرتب)

موت العالِم موت العالَم

اداریہ ہفت روزہ ضربِ مؤمن کراچی

ممتاز عالم دین عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر 13 سالہ طویل علالت کے بعد 90 سال کی عمر میں اتوار کو کراچی میں عصر و مغرب کے درمیان انتقال کر گئے[1]۔ ان کی نمازِ جنازہ پیر کو صبح نو بجے جامعہ اشرف المدارس میں ادا کی گئی۔ مولانا شاہ حکیم محمد اختر 1923ء یا 1924ء[2] میں ہندوستان کے صوبہ یوپی کے شہر پرتاب گڑھ کے گاؤں اٹھیہہ میں محمد حسین نامی سرکاری ملازم کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ والدین کے اکلوتے فرزند تھے۔ آپ کی دو بہنیں تھیں۔ ابتدائی اور عصری تعلیم طبیہ کالج علی گڑھ سے حاصل کی۔ حکمت کی تعلیم بھی مکمل کی۔ شروع سے ہی بزرگوں کی صحبت کی وجہ سے دینی کاموں میں سرگرم رہے اور پھر جوانی میں عالم دین کا کورس مکمل کیا۔ مولانا حکیم محمد اختر نے ابتدا میں جید علماء اور بزرگوں مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی اور مولانا سید بدر علی شاہ سے فیض حاصل کیا[3]۔ اسی دوران مولانا شاہ محمد احمد پرتاب گڑھی سے خلافت حاصل کی[4]۔

بعد ازاں 17 برس مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری کی صحبت میں سرائے میر میں رہے، جہاں ان کے مدرسے میں جوانی میں درس نظامی کی تعلیم مکمل کی اور خلافت بھی حاصل کی[5]۔ بعد ازاں ہردوئی میں مولانا شاہ ابرار الحق سے اکتساب فیض کیا اور خلافت حاصل کی۔ مولانا نے ایک بڑا دینی ادارہ جامعہ

---

[1] حضرت والا کا انتقال نمازِ مغرب کے بعد سات بج کر بائیس منٹ پر ہوا۔ (از مرتب)

[2] حضرت والا کی سن پیدائش ۱۹۲۸ء ہے۔ (از مرتب)

[3] ان دونوں بزرگوں سے حضرت والا نے اکتسابِ فیض حاصل نہیں کیا، یہ پہلے وفات پا چکے تھے۔ (از مرتب)

[4] حضرت والا ہردوئی رحمہ اللہ تعالیٰ سے خلافت مل جانے کے بعد حضرت پرتاب گڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خلافت عطا فرمائی تھی۔ (از مرتب)

[5] حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلفاء میں حضرت والا کا نام نہیں ہے، دیکھئے معرفتِ الٰہیہ: ۵۶،۵۷۔ (مرتب)

اشرف المدارس کے نام سے سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر میں قائم کیا، جس میں 5000 سے زائد طلبہ زیر تعلیم ہیں اور کراچی میں اس کی 10 سے زیادہ شاخیں ہیں۔ دنیا بھر میں مولانا کے مریدوں اور عقیدت مندوں کی بڑی تعداد موجود ہے جن میں جنوبی افریقہ کے معروف کرکٹر عبد اللہ آملہ اور ہاشم آملہ بھی شامل ہیں۔ مولانا حکیم اختر پر 28/ مئی 2000ء[1] کو فالج کا حملہ ہوا جس کے بعد سے وہ علیل چلے آرہے تھے۔ علالت کے دوران ہی گزشتہ دن عصر اور مغرب کے درمیان اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔

عربی کی کہاوت ہے کہ عالم کی موت در حقیقت عالَم (کائنات) کی موت ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے بھی قیامت کے قریب علم اُٹھ جانے اور جہالت کے رواج پاجانے کی وجہ یہی بتائی کہ ایک ایک کرکے بڑے علماء ومشائخ اُٹھتے جائیں گے جس سے علم بتانے والے کم رہ جائیں گے تو صرف جہال ہوں گے جو خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ آج کل کچھ ایسی ہی صورتِ حال ہے۔ ایک ایک کرکے مشاہیر دنیا سے گزرتے جارہے ہیں۔ دوسری طرف شرعی رہنمائی کی جرات کرنے والے نام نہاد اسکالرز برساتی مینڈکوں کی طرح جگہ جگہ سے برآمد ہورہے ہیں۔ مولانا حکیم محمد اختر صاحب نہ صرف یہ کہ مذہبی علوم پر دسترس رکھتے تھے، بلکہ انہوں نے علی گڑھ سے عصری تعلیم، خصوصاً حکمت کی تعلیم بھی حاصل کررکھی تھی۔

آپ کی دو تعلیموں کی مہارت، ادبی ذوق، گفتگو میں روانی اور شخصیت میں محبوبیت ایسی صلاحیتیں تھیں کہ ہر کوئی آپ کا گرویدہ ہوجاتا۔ تقریباً ہر طبقے کے لوگ بلکہ ہر ملک کے لوگ آپ کے مریدین میں شامل ہیں۔ آپ کے خلفاء کا سلسلہ بھی کافی طویل ہے اور ان کی خدمات کا دائرہ کار ملک کے طول وعرض بلکہ بیرون ملک بھی بہت نمایاں ہے۔ تقریر میں حضرت والا کا منفرد دلنشین اسلوب دل ودماغ کو معطر کردیتا تھا۔ چنانچہ ان کی مجالس میں آنے والا عام طور پر تعلق رکھے بغیر نہیں رہتا تھا۔ آپ کی مجالس کا اثر ضرور محسوس کیا جاتا تھا۔ بڑے بڑے بیوروکریٹ، افسران، آئی ٹی اور دیگر جدید شعبوں

[1] حضرت والا نے ۱۹۶۰ء میں پاکستان ہجرت فرمائی تھی۔ (از مرتب)

سے وابستہ نوجوان اور اساتذہ آپ کی مجالس میں باادب بیٹھے نظر آتے تھے۔ پھر آپ کی قبولیت کی ایک اور علامت 7 زبانوں میں آپ کی کتابوں کے تراجم ہونا ہے[1]۔ اس سے ان کتابوں کی افادیت کا بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مختلف زبانوں سے اہلِ علم ازخود اس جانب متوجہ ہوئے اور انہوں نے تراجم کرنے کی سعادت حاصل کی۔ آپ حضرت پھول پھوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے خادم خاص تھے۔ پھر آپ ان کے سوتیلے فرزند بھی بنے اور خلافت سے بھی سرفراز ہوئے[2]۔ آپ کی شخصیت میں حضرت پھول پھوری رحمہ اللہ تعالیٰ کا تصلب (رسوخ) بہت نمایاں تھا۔ اسی طرح آپ حضرت شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے بھی خلیفہ تھے۔

حضرت شاہ ابرار الحق صاحب سنتوں پر انتہائی مستعدی اور باریک بینی سے عمل کرنے اور کروانے میں ممتاز تھے۔ چنانچہ یہی رنگ حضرت والا کی مجالس میں بھی نظر آیا۔ آپ کی کئی کتابیں سنت اور رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس کے بیانات پر مبنی ہیں۔ بلکہ یہ موضوع تو آپ کی ہر تحریر کا لازمی عنصر رہاہے۔ حضرت کے مریدین بھی حضرت سے والہانہ محبت رکھتے ہیں۔ چنانچہ کسی ضابطے کی پابندی کے بغیر بھی، آپ کے مریدین آپ کے جیسالباس، ٹوپی اور وضع قطع رکھنے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ 2000ء سے حضرت صاحب فراش تھے، لیکن مریدین کے ذوق وشوق میں کچھ کمی نہ آئی تھی۔ آپ کی صحت کے لیے دُعاؤں پر مبنی ای میل (E-Mail)، SMS (موبائل پیغامات)، ٹوئٹس (Twites)، پوسٹس (Posts) سے سوشل میڈیا بھرا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ یہ ساری محبتیں یقیناً حضرت والا ہی نے ان لوگوں میں تقسیم کی تھیں جو آج شیخ کو واپس مل رہی ہیں۔

حضرت والا کا حضرت مفتی رشید صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ بڑا قریبی تعلق رہا۔ چنانچہ دونوں حضرات کے کاموں میں بھی بہت سی جگہ یکسانیت نظر آتی ہے۔ دونوں حضرات نے صحافت میں ایک ہفت روزہ نکالا۔ دونوں نے رفاہی کاموں کے لیے ٹرسٹ قائم کیے۔ دونوں حضرات نے پاکستان

---

[1] حضرت والا کی کتابوں کے تقریباً ۳۳ زبانوں میں تراجم ہوچکے ہیں۔ (از مرتب)

[2] حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلفاء میں حضرت والا کا نام نہیں ہے، دیکھئے معرفتِ الٰہیہ: ۵۷،۵۶۔ (مرتب)

کے ساتھ ساتھ جنگ زدہ افغانستان میں رفاہی خدمات کا جال بچھا کر مشنری این.جی اوز کے عزائم کو روکنے کی بھرپور کوشش کی۔ دونوں کی جرات مندانہ خدمات پر امریکا کی جانب سے پابندیاں عائد کی گئیں۔ ناظم آباد نمبر 4 میں تعلیمی شعبے میں دونوں نے ابتدا کی بنیاد رکھی جو آج جامعۃ الرشید اور اشرف المدارس کے نام سے مشہور ہیں۔ دونوں اداروں میں تعلیمی مزاج، معیار اور طلبہ کی تربیت کے حوالے سے کئی قدروں میں اشتراک پایا جاتا ہے۔ حضرت والا کی جانب سے ضربِ مؤمن کی خدمات کی ہمیشہ حوصلہ افزائی ہوتی رہیں۔ اپنے تمام شعبہ جات کی موجودگی کے باوجود وسعت ظرفی اور للّٰہیت کی وجہ سے دوسرے اداروں سے بھی ایسے ہی والہانہ لگاؤ تھا جیسا کہ اپنے اداروں سے تھا۔

آپ کی باغ و بہار شخصیت کا ایک دلربا پہلو آپ کا ادبی ذوق تھا۔ آپ خود بھی اشعار کہتے تھے۔ آپ کی مجلس میں بہت کثرت سے اشعار پڑھے جاتے تھے۔ آپ کے خلفاء میں سے نامور اصلاحی شاعر بھی ہیں جن کی شاعری سلوک اور اصلاح نفس کے لیے بہت اکسیر ثابت ہوئی ہے۔ جو لوگ نازک مزاج ہوتے ہیں یا مجاہدے کی ہمت نہیں رکھتے ان کو بھی آپ کی مجالس سے خاطر خواہ فائدہ محسوس ہوتا تھا، آپ کے طریق میں مایوسی کسی کے لیے نہیں تھی۔ آپ کی مثنوی کی تشریح ذوق رکھنے والوں کے لیے بیش قیمت ہدیہ ہے۔ آپ کی تشریحات محبت الٰہی میں ڈوبی ہوئی اور عشق حقیقی پیدا کرنے والی ہیں۔ عشق مجازی اور بد نظری آپ کے خصوصی موضوعات رہے، آپ کے حلقۂ اثر میں عشق مجازی سے نجات پانے والوں کی ایک بڑی تعداد پائی جاتی ہے۔

آپ کے افادات اس قدر زیادہ ہیں کہ انہیں شمار کرنا ایک تحریر میں ممکن ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تمام اکابر علماء آپ کے رحلت فرمانے سے ہونے والے خلا کو محسوس کررہے ہیں۔ چنانچہ تعزیتی بیانات میں مولانا سلیم اللہ خان صاحب، مفتی تقی عثمانی، مفتی رفیع عثمانی، ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مفتی محمد صاحب وغیرہ نے یہ قدر مشترک کے طور پر فرمایا کہ آپ کے جانے سے پیدا ہونے والا خلا بہت دیر میں پورا ہوسکے گا۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کی منشا اور حکمت ہی ہر چیز پر غالب ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی

شان کے مطابق بڑھا چڑھا کر عوض دیں اور لواحقین اور متعلقین کو صبر جمیل اور اپنے شیخ کی پاکیزہ تعلیمات پر چلنے کی توفیق دے، آمین۔

(بشکریہ اداریہ ہفت روزہ ضربِ مؤمن کراچی ۲۷/رجب تا۳/شعبان ۱۴۳۴ھ بمطابق 7 تا 13 جون 2013ء)

.........☆.........

کیسے چپ چاپ چلے جاتے ہیں جانے والے

اداریہ ہفت روزہ خواتین کا اسلام کراچی

دو جون مغرب کا وقت تھا، جب موبائل پر پیغام آمد کی بیپ ہوئی۔ دیکھا تو کسی انجانے نمبر سے پیغام آیا تھا۔ پیغام کھولا تو پہلی سطر پڑھتے ہی بے اختیار اک آہ نکل گئی۔ لکھا تھا، ”عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم اختر صاحب انتقال فرما گئے“۔ پیغام چونکہ انجانے نمبر سے تھا، اس لیے فوراً اِدھر اُدھر کچھ دوستوں سے رابطہ کیا تو اس دلخراش خبر کی تصدیق ہو گئی۔ تصور میں حضرت کا نورانی اور بچوں کی سی معصومیت لیا چہرہ آ گیا۔ ہم نے 2004ء میں پہلی مرتبہ حضرت کی زیارت گلشن اقبال میں واقع حضرت کی خانقاہ میں اپنے ایک دوست کے وسیلے سے کی۔ اس وقت بھی حکیم صاحب رحمہ اللہ بات نہ فرما سکتے تھے، دراصل آپ پچھلے تیرہ سال سے سخت علیل تھے۔ آپ پر 2000ء میں فالج کا حملہ ہوا تھا۔

آپ متبحر عالم بھی تھے اور عارف باللہ بھی، داعی الی اللہ بھی تھے اور کامل فن شیخ طریقت بھی۔ آپ کی شخصیت میں بہت سی صفات محمودہ جمع ہو گئی تھیں لیکن ان سب میں غالب صفت جو تمام صفات محمودہ کی گویا بنیاد ہے، وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے شدید محبت تھی۔ اسی محبت کا لازمی نتیجہ تھا کہ حدیث پاک کے مصداق پھر آپ کی محبوبیت کے زمزمے بھی چہار عالم میں گونجے۔ نہ صرف برصغیر بلکہ افریقہ، یورپ، امریکا اور کینیڈا کے ہزاروں لوگوں کے دل بھی آپ کی محبت سے معمور تھے۔ حضرت حکیم اختر صاحب کی دکانِ معرفت سے ہر آنے والے کو دردِ دل کی سوغات بٹتی تھی۔ جو آپ کے دامن سے وابستہ ہو جاتا، اس کی زندگی بدل جاتی۔ جو نگاہیں سرکش ہوتیں، آپ کے

مواعظ کی برکت سے جھکنا سیکھ لیتیں، کان غیبت اور لہو و لعب سے بچنے لگتے، شرعی پردے کا اہتمام شروع ہو جاتا۔ غرض آپ کے بیانات کی برکت سے خاندان کے خاندان بدل گئے۔

حضرت حکیم صاحب اتحادِ اُمت کے زبردست داعی تھے۔ تعصب سے جو آج پاکستان میں خونریزی کی سب سے بڑی وجہ ہے، آپ کو سخت بغض تھا۔ تعصب چاہے جس رنگ میں ہو، اس نے لسانیت کا لبادہ اوڑھ رکھا ہو یا قومیت کے نعرے میں چھپا ہو، اس کی بنیاد علاقائیت ہو یا رنگ و نسل، آپ کے نزدیک اُمتِ مسلمہ کو پارہ پارہ کرنے کی سب سے بڑی وجہ تھا۔ آپ کے نزدیک وطن، قوم، نسل اور زبان و تہذیب کی ہر نسبت سے زیادہ اسلام کی نسبت و حمیت اہم تھی۔ آپ نے اپنے درد بھرے مواعظ کے ذریعے اسی تعصب جاہلیہ کی بیخ کنی کی اور مسلمانوں کو اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے نام پر جمع ہونے کی دعوت دی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے مریدین میں دنیا بھر کے مختلف زبان بولنے والے، ہر رنگ و نسل کے لوگ شامل تھے۔

حضرت کی رحلت سے امت ایک شفیق مربی اور عظیم عالم دین و مصلح سے محروم ہو گئی۔ ان کا شمار عالم اسلام کی ان چند ممتاز اور نمایاں دینی و روحانی شخصیات میں ہوتا تھا، جن سے بلا مبالغہ لاکھوں انسانوں نے بلا واسطہ یا بالواسطہ فیض حاصل کیا۔ اس فتنے کے دور میں جب اولیاء اللہ کا وجود بہت غنیمت ہے، حضرت کی وفات یقیناً امت کا ایک بہت بڑا اور ناقابل تلافی نقصان ہے۔ خصوصاً شہر کراچی کے باسیوں کے سر سے ایک سائباں تھا جو اُٹھ گیا۔

ادارہ روزنامہ اسلام، ہفت روزہ ضرب مؤمن اور جامعۃ الرشید سے حضرت حکیم صاحب کا مشفقانہ سرپرستانہ تعلق رہا۔ ان اداروں میں کئی سرکردہ شخصیات حضرت کی تربیت یافتہ اور مجازِ بیعت ہیں۔ ایک خاص بات یہ ہے کہ خواتین اسلام کا دفتر اسی مکان میں ہے جہاں حضرت حکیم صاحب اور ان کے شیخ حضرت پھولپوری رحمہ اللہ ایک طویل مدت تک قیام پذیر رہے، یہاں کے در و دیوار سے اب تک ان ہستیوں کے انفاس کی مہک آتی ہے۔

آج 6 جون ہے، حضرت کو رخصت ہوئے تین دن ہوئے، لیکن اب تک یقین نہیں آرہا کہ گلشن ویران ہو گیا اور حضرت یوں چپ چاپ چلے گئے۔

کیسی بے فیض سے رہ جاتی ہے دل کی بستی .... کیسے چپ چاپ چلے جاتے ہیں جانے والے

(بشکریہ ہفت روزہ خواتین کا اسلام کراچی، شمارہ نمبر 536)

.........☆.........

موتُ العالِم موتُ العالَم

ادار یہ ماہنامہ تجلیاتِ حبیب چکوال

ممتاز عالم دین، پیر طریقت،، ولی کامل، عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر 13 سالہ طویل علالت کے بعد 90 سال کی عمر میں 2/جون 2013ء کی شام کراچی میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

آپ پر 28/مئی 2000ء [1] کو فالج کا حملہ ہوا جس کے بعد سے علیل چلے آرہے تھے۔ علالت کے دوران ہی پیر کی شب نماز مغرب کے بعد اپنے خالقِ حقیقی سے جاملے۔ آپ کی نمازِ جنازہ پیر کو صبح 9/بجے آپ کے قائم کردہ جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر سندھ بلوچ مسلم سوسائٹی میں ادا کی گئی جس میں لاکھوں افراد شریک ہوئے۔

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر کی رحلت عالمِ اسلام کے لیے عظیم سانحہ اور ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ مولانا رحمہ اللہ کی رحلت سے امت ایک شفیق مربی اور ایک عظیم عالمِ دین سے محروم ہو گئی۔ آپ کا شمار عالمِ اسلام کی چند ممتاز اور نمایاں دینی و روحانی شخصیات میں ہوتا تھا جن سے بلامبالغہ لاکھوں انسانوں نے بلاواسطہ اور بالواسطہ فیض حاصل کیا اور ہزاروں لوگوں کی زندگیوں کے

[1] حضرت والا پر فالج کا حملہ ۳۱/مئی ۲۰۰۰ء بروز بدھ ہوا تھا۔ (از مرتب)

شب وروز بدلے۔ آپ کے خلفاء و مریدین ہزاروں کی تعداد میں ہیں جبکہ ان کا دائرہ کار پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ آپ کے خلفاء اور مریدین پاکستان بھر کے علاوہ بھارت، بنگلہ دیش، امریکہ، برطانیہ، کینیڈا، جنوبی افریقہ اور برما سمیت دنیا کے کئی ممالک میں موجود ہیں۔

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر نہ صرف روحانی بزرگ تھے بلکہ بہترین مصنف اور اردو زبان کے قادرالکلام شاعروں میں بھی ان کا شمار ہوتا تھا۔ تصوف اور معرفت آپ کے پسندیدہ موضوعات تھے۔ آپ کے اردو کلام کا مجموعہ ''فیضانِ محبت'' بھی محبتِ الٰہیہ اور عشقِ رسالت کا شاہکار ہے۔ آپ کا شمار مثنوی مولانا روم رحمہ اللہ کے مستند شارحین میں ہوتا تھا۔ آپ نے ''معارفِ مثنوی'' کے نام سے مثنوی مولانا روم رحمہ اللہ کی شرح لکھی جو پوری دنیا میں شائع ہوئی اور کئی زبانوں میں اس کے تراجم ہوئے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق اس وقت آپ کی تحریر کردہ کتابوں اور ملفوظات کی تعداد 200 سے زائد ہے۔ آپ نے ساری زندگی انسانیت کو اللہ کی محبت اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا درس دیا اور اپنے اکابر کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے شریعت و طریقت کا خوب صورت امتزاج قائم کر کے دکھایا۔

حضرت اقدس عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر رحمہ اللہ صرف معجز بیان مقرر ہی نہیں تھے بلکہ سینے میں ایک درد بھرا دل رکھنے والے عارف باللہ (یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے) بھی تھے اور ''عارف باللہ'' کا لقب حضرت والا کو جامعہ بنوری ٹاؤن کے سابق مہتمم حضرت مولانا حبیب اللہ مختار صاحب رحمہ اللہ نے دیا تھا جب حضرت والا کے مضمون کے ساتھ انہوں نے ''عارف باللہ'' کا اضافہ (ماہنامہ) ''بینات'' میں کروایا تھا۔

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر 1923ء یا 1924ء[1] میں ہندوستان کے صوبہ یوپی کے شہر پرتاب گڑھ کے گاؤں اٹھیہہ میں محمد حسین نامی سرکاری ملازم کے گھر میں پیدا ہوائے۔ آپ والدین کے اکلوتے فرزند تھے۔ ابتدائی اور اعلیٰ عصری تعلیم طبیہ کالج علی گڑھ سے حاصل کی۔ حکمت کی تعلیم

---

[1] حضرت والا کی سن پیدائش ۱۹۲۸ء ہے۔ (از مرتب)

بھی مکمل کی۔ شروع سے ہی بزرگوں کی صحبت کی وجہ سے دینی کاموں میں سرگرم رہے۔ آپ نے ابتدا میں جید علماء اور بزرگوں مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی اور مولانا سیّد بدر علی شاہ سے فیض حاصل کیا[1]، اسی دوران مولانا شاہ محمد احمد پرتاب گڑھی سے خلافت حاصل کی[2]۔ بعد ازاں 17 برس مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری کی صحبت میں سرائے میر میں رہے، جہاں ان کے مدرسہ میں درس نظامی کی تعلیم مکمل کی اور خلافت بھی حاصل کی[3]۔ بعد ازاں ہردوئی میں محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق رحمہ اللہ سے اکتساب فیض کیا اور خلافت حاصل کی۔ آپ کو جن تین بزرگوں سے خلافت ملی وہ تینوں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کے خلفاء تھے[4]۔ آپ تصوف کے چاروں سلسلوں چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ سے منسلک تھے۔ قیام پاکستان کے چند سال بعد 1954ء یا 1955ء[5] میں پاکستان آئے اور ناظم نمبر 4 میں تقریباً 2 دہائیوں تک دینی خدمات سر انجام دیتے رہے۔ بعد ازاں خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی میں منتقل ہوئے اور آخری وقت تک وہیں قیام پذیر رہے۔ آپ نے ایک بڑا دینی ادارہ جامعہ اشرف المدارس کے نام سے قائم کیا، جس میں ہزاروں طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ آپ کے ادارے کی رفاہی خدمات بھی محتاجِ بیان نہیں ہیں۔

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر کی رحلت در حقیقت علم و معرفت کے ایک آفتاب و ماہتاب کا غروب ہے جس کے بعد پھیلنے والے اندھیروں کی شدت کو اہلِ دل و اہلِ نظر ہی

---

[1] ان دونوں بزرگوں سے حضرت والا نے اکتسابِ فیض حاصل نہیں کیا، یہ پہلے وفات پا چکے تھے۔ (از مرتب)

[2] حضرت والا ہردوئی رحمہ اللہ تعالیٰ سے خلافت مل جانے کے بعد حضرت پرتاب گڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خلافت عطا فرمائی تھی۔ (از مرتب)

[3] حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلفاء میں حضرت والا کا نام نہیں ہے، دیکھئے معرفتِ الٰہیہ: ۵۶،۵۷۔ (مرتب)

[4] حضرت پرتابگڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ نہیں بلکہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ حضرت مولانا شاہ بدر علی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں۔ (از مرتب)

[5] حضرت والا نے ۱۹۶۰ء میں پاکستان ہجرت فرمائی تھی۔ (از مرتب)

محسوس کر سکتے ہیں۔ آج کی اس مادی دنیا میں انسانیت کو روحانیت کی حقیقی آسودگی فراہم کرنے والے لوگ کمیاب ہوتے جارہے ہیں، خانقاہیں اجڑتی جارہی ہیں اور خیر کا منبع کہلانے والی شخصیات ایک ایک کر کے رخصت ہوتی جارہی ہیں۔ ان پُر آشوب حالات میں ضرورت اس بات کی ہے کہ اکابر و مشائخ اور بزرگان دین کی جلائی ہوئی علم و معرفت کی شمعیں روشن رکھنے کی کوشش کی جائیں اور ان کی تعلیمات کو عملی طور پر زندہ رکھا جائے۔

حضرت حکیم صاحب کے سانحہ ارتحال پر دنیا بھر میں آپ کے متعلقین اور وابستگان غمزدہ ہو گئے۔ جانشین مرشد عالم حضرت اقدس مولانا صاحبزادہ پیر عبد الرحیم نقشبندی دامت برکاتہم نے اظہارِ تعزیت کرتے ہوئے آپ کی ہمہ جہت دینی و روحانی خدمات پر خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ولیٔ کامل حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب کی کامل مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے، ان کے جملہ پس ماندگان و متعلقین و منتسبین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور پوری امت کو ان حضرت والا تمام اکابر امت کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔

(بشکریہ اداریہ ماہنامہ تجلیاتِ حبیب چکوال، جولائی 2013ء)



منظوم کلام بعد وفات

حضرت والا قدس اللہ سرہٗ العزیز کی وفات پر
حضرت والا کی یاد میں پیش کیے گئے کلام واشعار کا مجموعہ

”تبریزِ وقت رُومیٔ دوراں چلا گیا“

جناب محمد امجد صاحب، بہاولنگر

گلشن کو کر کے باغباں ویراں چلا گیا
وہ پھول جو تھا نازِ گلستاں چلا گیا
وہ کاروانِ اہلِ طریقت کا رہنما
تبریزِ وقت رومیٔ دوراں چلا گیا
وہ اہلِ دِل کی بزم کی رونق چلی گئی
دریائے علم پیکرِ عرفاں چلا گیا
چھائی جہاں میں ظلمتِ شب چار سمت اور
آغازِ شب ہی اخترِ تاباں چلا گیا
قطبِ زماں عارف باللہ مردِ حق
جس پر فدا تھے سب کے دل و جاں چلا گیا
لاکھوں چراغ عشقِ خدا کے جلا دیئے
دُنیا میں ہر سُو کر کے چراغاں چلا گیا
رُحلت سے اس کی سارا جہاں ہو گیا یتیم
اہلِ جہاں کر کے پریشاں چلا گیا
امراضِ قلب و نفس کا حاذقِ طبیب
اُمت کے دردِ رُوح درماں چلا گیا

میخوار ڈھونڈتے ہیں کہ ساقی گیا کہاں
تسکینِ شوق و مستی کا ساماں چلا گیا
پھر شاعری کو شاہِ سخن کی تلاش ہے
دیوانہ ایک لکھ کے جو دیواں چلا گیا
ناراض ہو کے عالمِ فانی سے آخرش
امجدؔ وہ آج جانبِ جاناں چلا گیا

.........☆.........

”گلشنِ شاداب رُخصت ہو گیا“

حضرت شاہین اقبال اثرؔ صاحب جونپوری مدظلہٗ (کراچی)
خلیفہ مجاز سلطان العارفین شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدّدِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر قدس سرہ و معروف شاعر

گلشنِ حق کا گلِ شاداب رخصت ہو گیا
علم اور تقویٰ کا زریں باب رخصت ہو گیا
تھا جو مثلِ ماہیٔ بے آب رخصت ہو گیا
دردِ فرقت سے جو تھا بے تاب رخصت ہو گیا
چار جانب تیرگی ہی تیرگی چھائی ہے اب
آفتابِ منبر و مہراب رخصت ہو گیا
اولیاء اللہ تو موجود ہیں اب بھی مگر
آبروئے محفلِ اقطاب رخصت ہو گیا
جو ضعیفی میں بھی تھا رشکِ جوانانِ چمن

کر کے سونی محفلِ احباب رخصت ہو گیا

وہ حکیم عصر بھی تھا اور طبیبِ دہر بھی

خوش نظر خوش فکر خوش القاب رخصت ہو گیا

سر زمینِ آس پر اب یاس کی بکھری ہے اوس

آسمانِ عشق کا مہتاب رخصت ہو گیا

سالکینِ راہِ حق کی زندگی سے یک بیک

معصیت کا کر کے سدِ باب رخصت ہو گیا

کس سے سیکھیں سالکیں اب نفس سے کشتی کے گُر

راہِ حق کا رستم و سہراب رخصت ہو گیا

جس کی گہرائی سے خود غواص بھی عاجز رہے

کر کے اُس دریا کو وہ پایاب رخصت ہو گیا

معترف تھا جس کی تابانی کے سب اہلِ نظر

دہر سے وہ گوہرِ نایاب رخصت ہو گیا

اب تیمم خاک سے کرنا پڑے گا اے اثرؔ

آب رخصت ہو گیا ہاں آب رخصت ہو گیا

.........☆.........

”ترجمانِ عشقِ الٰہی“

بیاد عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر رحمہ اللہ

جناب مولانا لطیف الرحمن لطفؔ صاحب

پیرِ کامل، شیخِ دوراں آج رخصت ہو گیا
ترجمانِ عشقِ یزداں آج رخصت ہو گیا

ہو گیا روپوش حکمت کا درخشاں آفتاب
معرفت کا ماہِ تاباں آج رخصت ہو گیا

جس نے کتنوں کا نکالا معصیت کی دھوپ سے
کیا کہوں وہ ظلِ رنداں آج رخصت ہو گیا

مشن سیلابِ معاصی روکنا جس کا رہا
سدِّ آہن پیشِ عصیاں آج رخصت ہو گیا

جس کو دیکھنے سے خدا کی یاد آتی تھی ہمیں
ہائے وہ نورانی انساں آج رخصت ہو گیا

جامِ عشقِ حق پلایا کتنے بادہ خواروں کو
دے کے ان کو رَبّ کا عرفاں آج رخصت وہ گیا

ہے فلک ماتم کناں تو حزن میں ڈوبی زمیں
اولیاء کا کیوں کہ سلطاں آج رخصت وہ گیا

دھوکے میں تم حسنِ فانی کے کبھی آؤ نہ لطفؔ......... تھا سدا یہ جس کا فرماں، آج رخصت ہو گیا

.........☆.........

"داستانِ اختر"

حضرت شاہین اقبال اثرؔ صاحب جونپوری مدظلہ (کراچی)
خلیفہ مجاز سلطان العارفین شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدّدِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر قدس سرہ و معروف شاعر

کلامِ خوشتر بہ قلب مضطر بنامِ آہ و فغانِ اختر
ہے اس میں شامل پیامِ اختر، ہے اس کی زینت بیانِ اختر

جہانِ راہِ سلوک میں دل نشین ہو گا نشانِ اختر
فغانِ اختر ہے در حقیقت جریدہ ترجمانِ اختر

ہے سالکین رہِ طریقت میں یوں نمایاں وہ جانِ اختر
کہ چاند جیسے کہ چودھویں کا ہو ضو فشاں درمیانِ اختر

وہ راز الفت کے کھولتی ہے کہ ساری محفل یہ بولتی ہے
کہ رس سماعت میں گھولتی ہے فغانِ اختر زبانِ اختر

جوانی کیا زندگانی ساری ہمیشہ پیرانِ حق پہ واری
جبھی تو جانِ جہاں ہے پیارے وہ روحِ مرشد وہ جانِ اختر

کہیں تو کیف و سکون بھی ہے کہیں پہ دریائے خون بھی ہے
ذرا کلیجے پہ ہاتھ رکھ کے سنو اثرؔ داستانِ اختر

حصولِ تقویٰ ہوا ہے کھیل اب لگی ولایت کی ہول سیل اب
نہ خالی لوٹے گا کوئی گاہک کھلی ہے جب تک دُکانِ اختر

اِدھر اُدھر کے یہاں وہاں کے کہاں کہاں کے ہیں لوگ شامل
جہاں سے خلدِ بریں کی جانب رواں ہے یوں کاروانِ اختر

حضور مرشد میں دست بستہ ہیں پیشِ خدمت حروفِ خستہ
بھلا اثرؔ کا قلم شکستہ کہاں ہے شایانِ شانِ اختر



”بے نور لگ رہا ہے ستارہ ترے بغیر“

حضرت شاہین اقبال اثرؔ صاحب جونپوری مدظلہ (کراچی)
خلیفہ مجاز سلطان العارفین شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدّدِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر قدس سرہ ومعروف شاعر

منظر نہیں ہے کوئی بھی پیارا ترے بغیر
آنکھوں کو چبھ رہا ہے نظارہ ترے بغیر

روحانیت پہ ایسا زوال آگیا کہ اب
کرتا ہے میرا نفس اشارہ ترے بغیر

ساقی تری نگاہ کا صدقہ تھا کیفِ جام
مستی ترے بغیر نہ نعرہ ترے بغیر

جب دل ہی بجھ گیا ہو تو آنکھوں کا کیا قصور
بے نور لگ رہا ہے ستارہ ترے بغیر

جس سمت دیکھو بغض و عداوت کا زہر ہے
جائے کہاں یہ عشق کا مارا ترے بغیر

کیا روگ لگ گیا ہے تجھے پوچھتے ہیں لوگ
وہ حال ہو گیا ہے ہمارا ترے بغیر

تو ساتھ تھا تو خار بھی صحرا کے تھے قبول

گلشن میں گل نہیں ہے گوارا ترے بغیر

☆

”اب کس کے لیے لکھوں“

حضرت خالد اقبال تائبؔ صاحب مدظلہٗ (کراچی)
خلیفہ مجاز سلطان العارفین شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدّدِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر قدس سرہ و معروف شاعر

وہ جانِ غزل بچھڑا، اب کس کے لیے لکھوں
اے قلبِ حزیں! بتلا، اب کس کے لیے لکھوں

اشعار فقط کہنا مقصود نہ تھا میرا
پہلے تو وہ سنتا تھا، اب کس کے لیے لکھوں

موضوعِ محبت تھا، عنوان کی زینت تھا
وہ حسن کا شہزادہ، اب کس کے لیے لکھوں

کچھ لکھنے لکھانے کی کیا خاک تمنا ہو
وہ جانِ تمنا تھا، اب کس کے لیے لکھوں

جب اس کے بنا میری دنیا میں اندھیرا ہے
ہو لاکھ مصرِ دنیا، اب کس کے لیے لکھوں

وہ جس کی محبت کے اشعار کے بدلے میں
لوگوں سے ملا طعنہ، اب کس کے لیے لکھوں

جب مجھ سے وہ فرماتے ”تائبؔ کچھ اڑا غزلیں“
دل جھومتا تھا گاتا تھا، اب کس کے لیے لکھوں

اللہ کی خاطر جب مرشد سے محبت تھی

بے وجہ ہے یہ لکھنا اب کس کے لیے لکھوں



”وہ مسکراتا چلا گیا ہے“

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں چند اشعار

جناب ریحان طائرؔ صاحب

جو عہد رَبّ سے کیا تھا اس نے، وہ عہد اپنا نبھا گیا ہے

ہم اس کی فرقت میں رو رہے ہیں، وہ مسکراتا چلا گیا ہے

اے میکشو! میکدہ وہی ہے، سبو وہی ہے نشہ وہی ہے

مگر کہاں وہ مئے محبت، جو وہ نظر سے پلا گیا ہے

بتا گیا ہے کہ جو حسینوں سے دل بچالے نظر ہٹالے

جو زخم حسرت ہزار کھالے، وہ دل میں مولا کو پا گیا ہے

کہاں تلک نفس سے لڑو گے، چلو گے تنہا توِ گر پڑو گے

ان ہی کے دامن کو تھام رکھنا جنہیں وہ چلنا سکھا گیا ہے

جہاں خزاں کا گزر نہیں ہے، کوئی شجر بے ثمر نہیں ہے

جسے اجڑنے کا ڈر نہیں ہے، وہ باغ ایسا لگا گیا ہے

رہا جو محروم دیدِ اختر، تو میرے مرشد[1] سے آملے وہ

[1] حضرت شیخ فیروز عبد اللہ میمن صاحب مد ظلہٗ (خلیفہ مجاز حضرت والا قدس سرہٗ)۔

وہ اپنی صحبت سے میرے مرشد کو اپنا جیسا بنا گیا ہے

چراغِ اختر کی روشنی تو کبھی بھی مدھم نہ ہو گی طائرؔ

وہ خود بظاہر تو بجھ گیا ہے، ہزار شمعیں جلا گیا ہے

.........☆.........

”پیامِ وصل“

حضرت کامل چائلی صاحب الٰہ آبادی مدظلہ (انڈیا)

خادمِ خاص حضرت مولانا شاہ محمد احمد پرتا بگڈھی رحمہ اللہ تعالیٰ

سیّدی و مرشدی حضرت والا نور اللہ مرقدہ کی تعزیت کے لیے حضرت چائلی صاحب انڈیا سے تشریف لائے، خانقاہ میں حضرت والا کی یاد میں کافی اشعار ہوئے اور مجلس میں بھی سنائے، جس میں سے چند منتخب اشعار پیشِ خدمت ہیں۔ (از مرتب)

عرش سے پیغام آیا وصل کا اختر کے نام

چل دیے فی الفور اختر کر کے دُنیا کو سلام

آنِ واحد میں خبر ہر سمت گونجی دل خراش

برق اُسی دِل پر گری غم سے ہوا دِل پاش پاش

شیخِ دوراں قطبِ عالم چھوڑ کر فانی جہاں

چل دیا دُنیا سے لے کر وہ حیاتِ جاوداں

آسمانِ عشق کا اختر نظر سے چھپ گیا

اک جمالِ خاص کا مظہر نظر سے چھپ گیا

اپنی آنکھوں سے پلا تا روز و شب جانِ طہور

ایک پل میں معرفت کا بھر دیا کرتا تھا نور
اپنی نظروں سے رذائل دُور وہ کرتا رہا
قلبِ زنگ آلود کو وہ پُر نور وہ کرتا رہا
منبعِ رُشد وہدایت اُس کی ہے یہ خانقاہ
مطلعِ نورِ نبوت اُس کی ہے یہ خانقاہ
کھولتا تھا جس گھڑی محفل میں وہ اپنا دہن
ہونے لگتی انجمن میں بارشِ دُرِّ عدن
جتنے بھی تھے طالبِ حق، حق سے واصل کر دیا
اِک نگاہِ لطف سے ناقص کو کامل کر دیا
مونس و ہمدرد و غم کا وہ شفیق و مہرباں
ہائے ایسا چاہنے والا اب پائیں گے کہاں
نو برس وہ لیٹے لیٹے سب مراتب طے کیے
بعد اُس کے جانبِ عرشِ بریں وہ چل دیے
زندگی بے کیف ہو کر رہ گئی تیرے بغیر
ہو گئی سب دل و غم میں ہر خوشی تیرے بغیر
جائیں تو جائیں کہاں اب تیرا گھر ہم چھوڑ کر
کیسے جائیں ہائے تیرے در سے منہ موڑ کر

.........☆.........

”بیاد حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ“

جناب محمد ذیشان نصرؔ صاحب (سرگودھا)

قمر کو جس پہ ناز تھا وہ آسماں نہیں رہا
جو رشکِ آفتاب تھا وہ ضو فشاں نہیں رہا
چمن میں کیوں ہے خامشی ؟ اُداس کیوں ہے ہر کلی ؟
تھیں جس کے دم سے رونقیں وہ باغباں نہیں رہا
قدم قدم پہ شفقتیں ، نفس نفس عنایتیں
ملیں جہاں سے الفتیں ، وہ آستاں نہیں رہا
وہ جس کے دم سے ہر طرف بہار ہی بہار تھی
وہ پاسباں بچھڑ گیا ، وہ رازداں نہیں رہا
غضب ہوا کہ وہ جواں، عزیمتوں کا کارواں
صداقتوں کا پاسباں ، اب اس جہاں نہیں رہا
کرم کا تھا جو سائباں ، وہ مہرباں ، وہ قدر داں
جو سب کا تھا عزیزِ جاں ، انیسِ جاں نہیں رہا
فضا میں کیوں ہے سوگ سا ؟ زباں کو کیوں ہے چپ لگی؟
جو انجمن تھا ذات میں وہ پاسباں نہیں رہا
متاعِ جاں تو لٹ گئی ، یہ زندگی اجڑ گئی
کہ جس کے دم سے تھا جہاں ، وہ مہرباں نہیں رہا
کہاں گئی وہ نغمگی ؟ کہاں ہے گم وہ چاشنی ؟

نصرؔیہ تجھ کو کیا ہوا ؟ کہ خوش بیاں نہیں رہا

.........☆.........

"بلند رہے گا نامِ مرشد اہلِ دل کی داستاں میں"

محمد ارمغان ارمانؔ (خاکپائے اخترؔ و مظہرؔ)

بلند رہے گا نامِ مرشد اہلِ دِل کی داستاں میں

مسند نشیں تھا وہ قطبِ زماں بستیٔ عاشقاں میں

سارے عالم میں پھر کے دردِ محبتِ الٰہی سنا کے

رَچا گیا بسا گیا عشق و محبت قلب و جاں میں

نہیں پایا کوئی مزہ کہیں ایسا ہم نے جہاں میں

آہ! جو لذت ملی شیخِ دوراں کی آہ و فغاں میں

سکھا گیا چلنا نقشِ قدم نبی پر عاشقِ جانِ پیغمبر

وہ مجددِ زمانہ بجھا گیا سب چراغِ بدعت جہاں میں

گامزن ہوئے شاہراہِ اولیاء پر صد ہزار ہا بندگانِ خدا

تھی یہ تاثیر نگاہِ مرشد میں اور دردِ دل بیاں میں

آہ! کہاں پائیں اب وہ عارفِ ربانی و تھانویٔ ثانی

تھا جس کا وجودِ مسعود موجبِ برکت زماں میں

شہِ عبد الغنی، شہِ احمد، شہِ ابرار کا وہ منظورِ نظر

رُومیٔ ثانی، یادگارِ اسلاف چلا گیا باغِ رضواں میں

ہوا نہیں جدا اے میرے محبوب! کاروانِ اختر سے

کہ شامل ہے ارماںؔ اب مظہر کے کارواں میں

.........☆.........

"قصرِ عالی شان۔۔۔"

جناب حاصل تمنائی صاحب

سو گیا زیرِ زمیں وہ عزم و ہمت کا جبل

حوصلوں کا قصرِ عالی شان رخصت ہو گیا

اپنے لاکھوں سوگواروں کو کو سسکتا چھوڑ کر

وہ جو تھا لاکھوں میں اک انسان رخصت ہو گیا

.........☆.........

"لالہ زار۔۔۔"

جناب حاصل تمنائی صاحب

تھا جس کے دم سے عالمِ اسلام لالہ زار

زد میں خزاں کے آگئی گلشن کی وہ بہار

آسودۂ زمین ہوئے آسمانِ عشق

ہر قلب سوگوار ہے ہر آنکھ اشکبار

.........☆.........

تواریخ وفات

عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر خلیفہ مجاز حضرت مولانا ابرار الحق صاحب قدس سرہما

حضرت مولانا ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی صاحب مدظلہ‘

فرزند حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ و مدیر ماہنامہ الامداد لاہور

حضرت حکیم صاحب قدس سرہ کی تواریخ وفات کو اس تناظر میں پڑھا جائے تو لطف دوبالا ہو جائے گا سب سے پہلی تاریخ میں حکیم صاحب کے منصب کو بیان کیا ہے دوسری میں جنت میں ان کے مقام کو اور تیسری میں ان کی علمی خدمت کو۔ چوتھی تاریخ میں بشارت ہے کہ پیدائش بھی قابلِ سلامتی تھی موت بھی اور بعث بعد الموت بھی۔ پانچویں تاریخ میں تسلی ہے کہ ان کی موت پر خوف و غم نہ کرو کیونکہ چھٹی تاریخ میں بشارت ہے کہ اللہ بخشنے والے ہیں۔ ساتویں تاریخ میں خبر ہے کہ وہ جنت میں انبیاء و صدیقین کے ساتھ ہوں گے۔ آٹھویں تاریخ میں خوشخبری ہے کہ وہ جنت بہترین ٹھکانہ ہے اور نویں تاریخ میں بشارت ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے لیے اللہ نے بڑے درجے رکھے ہیں۔ دسویں تاریخ میں بتایا گیا ہے کہ وہ ایسے پاکیزہ مقام پر ہیں جہاں کوئی ناپسندیدہ بات نہیں سنتے۔ گیارہویں تاریخ بتاتی ہے کہ اس مقام پر پاکیزہ رزق ہے اس میں سے کھائیں اور اللہ کا شکر کریں۔ بارہویں تاریخ بتاتی ہے کہ ان نعمتوں کو ذکر کرتے رہنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ حضرت حکیم صاحب کی مغفرت فرمائے ان کے درجات کو بلند فرمائے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور متعلقین کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور احقر کی اس سعی کو قبول فرما کر ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین۔

(۱) پیر کامل		حکیم محمد اختر		قدس سرہ		
۳۱۳	+	۱۳۷۱	+	۳۲۹	=	۲۰۱۳ء

(۲)واللہ آج اب حکیم در فردوس بریں است

۷۹ + ۱۳۵۵ = ۱۴۳۴ھ سنہ

(۳)ولی بزرگ حکیم صاحب بانی اشرف المدارس

۴۵۴ + ۹۸۰ = ۱۴۳۴ھ سنہ

(۴)فقال جل امرہ سلام علیه یوم ولد و یوم یموت و یوم یبعث حیا

۴۹۰ + ۱۵۲۳ = ۲۰۱۳ء سنہ

(۵)فقال جل قوله لا تخافوا و لا تحزنوا

۳۸۵ + ۱۶۲۸ = ۲۰۱۳ء سنہ

(۶)انما قول جل قوله والله غفور رحیم

۳۹۷ + ۱۶۱۶ = ۲۰۱۳ء سنہ

(۷)اب آج کہاں ہے فاولئك مع الذین انعم الله علیهم من النبیین و الصدیقین

۴۷ + ۱۹۶۶ = ۲۰۱۳ء سنہ

(۸)لقال الله جل امرہ حسنت مستقر او مقاما

۳۸۵ + ۱۶۲۸ = ۲۰۱۳ء سنہ

(۹)لقال الله جل امرہ فاولئک لهم الدرجات العلی

۴۴۰ + ۹۹۴ = ۱۴۳۴ھ سنہ

(۱۰)و لقد قال جل علمه لا یسمعون فیها لغوا الا سلاما

۴۴۹ + ۱۵۶۴ = ۲۰۱۳ء سنہ

(۱۱)قد قال اللہ جل مجدہ کلوا من طیبات ما رزقنا کم واشکرو اللہ

۳۸۶ + ۱۶۲۷ = ۲۰۱۳ء

(۱۲)لقال اللہ جل علمہ واما بنعمۃ ربک فحدث

۴۰۵ + ۱۰۲۹ = ۱۴۳۴ھ

خلیل احمد تھانوی

خادم ادارہ اشرف التحقیق

جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ لاہور

۱۰ رجون ۲۰۱۳ء

☆

افادات وتعلیمات

شیخ العرب والعجم سلطان العارفین عارف باللہ مجدّدِ زمانہ جنیدِ وقت قطب الارشاد حکیم العصر سیّدی ومرشدی مجی ومحبوبی حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ کے مواعظ، ملفوظات اور تالیفات وغیرہ سے انتخاب

ملفوظاتِ مجدّدِ زمانہ

محمد ارمغان ارمانؔ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم ، اَمَّا بَعۡدُ!

سیّدی و مرشدی محبی و محبوبی حضرت والا نور اللہ مرقدہ کے چند منتخب ملفوظات جو احقر نے مواعظ، ملفوظات اور مکتوبات سے لیے ہیں، ہر ہر ملفوظ دردِ محبت میں ڈوبا ہوا، سالکینِ طریقت کے لیے مثلِ آبِ حیات، علوم و معارف کا خزینہ اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا گنجینہ ہے۔ حضرت کے یہ ملفوظات وارداتِ غیبیہ اور الہام من اللہ ہیں، خود حضرت والا کا شعر ہے ؎

میرے پینے کو دوستو سن لو
آسمانوں سے مے اترتی ہے

آہ! سیّدی و مرشدی حضرت والا کا ایک اور شعر یاد آگیا ؎

اس طرح دردِ دل بھی تھا میرے بیاں کے ساتھ
جیسے کہ میرا دل بھی تھا میری زباں کے ساتھ

اللہ کے نام کی عظمت اور اشکِ محبت کی قیمت:

ارشاد فرمایا: میرا ذوق یہ ہے کہ جس نے ایک بار بھی اخلاص سے اللہ کا نام لے لیا اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں نہیں ڈالیں گے۔ ان کا نام بہت بڑا نام ہے جس کے منہ سے ایک بار بھی محبت سے ان کا نام نکل گیا اللہ کی رحمت غیر محدود سے بعید ہے کہ اس کو جہنم میں ڈال دے اور جس کا ایک آنسو اللہ کے لیے نکل گیا وہ کبھی مردُود نہیں ہو سکتا، اس کا سوءِ خاتمہ نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ آنسو

محفوظ ہو جاتا ہے اگر کبھی نفس سے مغلوب ہو کر وہ اللہ سے بھاگ بھی جائے تو اللہ کے علم میں وہ آنسو محفوظ ہوتا ہے۔ اس کو بہانہ بنا کر اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کو تلاش کر لیتی ہے کہ یہ کبھی ہمارے لیے رویا تھا، اس کو ہم کیسے ضائع کر دیں۔

یہ ملفوظ بیان فرما کر حضرت والا نے نہایت درد اور رِقّت آمیز آواز میں فرمایا کہ یہ معمولی باتیں نہیں ہیں، میرے بزرگوں کی جوتیوں کا صدقہ ہے جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ یہ علوم عطا فرماتے ہیں۔ (فیوضِ ربانی:۲)

اہل اللہ کی محبت سے زیارت دلیلِ ولایت:

ارشاد فرمایا: جو گنہگار اللہ والوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے یہ دلیل ہے اس کے اندر اللہ کی محبت کا کوئی ذرّہ ہے، کسی وقت یہ پوشیدہ مادّہ رنگ لائے گا اور یہ اللہ والا ہو جائے گا اس لیے جو اللہ والوں کے پاس بیٹھے چاہے اس کے ڈاڑھی ہو یا نہ ہو اس کو حقیر نہ سمجھو، اس کا بیٹھنا دلیل ہے کہ اس کے دل کے اندر کوئی ذرّہ محبت ہے جو اس کو اہل اللہ کا ہم نشین بنائے ہوئے ہے۔ (سفر نامہ رنگون وڈھاکہ:۱۷۰)

اور فرمایا: اللہ کی محبت حاصل کرنے کے لیے تین چیزیں ضروری ہیں:

(۱) اہتمامِ ذکر اللہ

(۲) صحبتِ اہل اللہ

(۳) تفکر فی خلق اللہ۔ (وعظ تعلق مع اللہ:۶۰)

جوانی کو اللہ پر کیسے فدا کریں؟

ارشاد فرمایا: دل میں جو خواہش پیدا ہو اور اللہ اس خواہش سے راضی نہ ہو تو اس خواہش کو توڑ دو اور اللہ کے حکم کو نہ توڑو۔ اور اس کی مشق کسی اللہ والے کی صحبت اور اس سے اصلاحی تعلق سے نصیب ہوتی ہے۔ (الطافِ ربانی:۱۹)

حضرت والا کا دُعائیہ شعر ہے۔

خداوندا مجھے توفیق دے دے

فدا کر دوں میں تجھ پر اپنی جاں کو

اللہ کا راستہ آسان اور مزے دار ہو جاتا ہے:

ارشاد فرمایا: شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اختر میاں سنو! اللہ کا راستہ ویسے تو مشکل ہے کہ نفس کا مقابلہ کرنا گناہوں سے بچنا آسان نہیں لیکن اللہ والوں کا ہاتھ اگر ہاتھ میں آ جائے تو اللہ کا راستہ نہ یہ کہ آسان ہو جاتا ہے بلکہ مزید ار بھی ہو جاتا ہے آہ! ایک شاعر کا شعر یاد آ گیا کہ

مجھے سہل ہو گئیں منزلیں کہ ہوا کے رخ بھی بدل گئے

ترا ہاتھ ہاتھ میں آ گیا تو چراغ راہ کے جل گئے

(معارفِ ربانی: ۳۹۳، ۳۹۲)

دُنیا میں اللہ سے مصافحہ کا طریقہ:

ارشاد فرمایا: اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ سے مصافحہ کر لیں تو کسی سچے اللہ والے سے بیعت ہو جاؤ کیونکہ دنیا میں اللہ سے مصافحہ کا کوئی راستہ نہیں لیکن جو بیعت ہوتا ہے وہ اپنے شیخ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتا ہے اور شیخ کا ہاتھ اگلے شیخ کے ہاتھ پر ہے یہاں تک کہ یہ ہاتھ واسطہ در واسطہ حضور ﷺ کے دستِ مبارک تک پہنچتا ہے اور حضور ﷺ کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ **يد الله فوق ايديهم** نبی کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے تو جس کو اللہ سے مصافحہ کرنا ہو، زمین والے کو آسمان والے سے مصافحہ کرنا ہو تو وہ کسی راکٹ سے اللہ تک نہیں جا سکتا لیکن اگر کسی اللہ والے کا مرید ہو گیا تو اس کا ہاتھ واسطہ در واسطہ حضور ﷺ کے دستِ مبارک تک پہنچ گیا اور آپ کے دستِ مبارک کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے نبی کے ہاتھ کو نبی کا ہاتھ مت سمجھو یہ **يد الله** ہے۔ سچے اللہ والوں سے بیعت کا یہ راستہ اتنا پیارا ہے کہ دنیا میں اس کی کوئی مثال نہیں۔ اللہ سے مصافحہ کا کوئی اور راستہ مجھے دلائل سے بتا دو۔ میں تو دلیل پیش کر رہا ہوں۔ (الطافِ ربانی: ۴۲، ۴۱)

اصلاحِ نفس سے مراد:

ارشاد فرمایا: بیعت کا مقصد نفس کی اصلاح ہے لیکن اصلاح بیعت پر موقوف نہیں، بغیر بیعت کے بھی اصلاح ہو سکتی ہے۔ اصلاح فرض ہے اور بیعت سنت ہے البتہ بیعت برکت کی چیز ضرور ہے۔ اصلاح کے لیے اصلاحی مکاتبت کی جاتی ہے اور اصلاح کا حاصل یہ ہے کہ اخلاق رذیلہ جاتے رہیں اخلاق حمیدہ پیدا ہو جائیں اللہ سے غفلت جاتی رہے اور اللہ کی طرف توجہ پیدا ہو جائے یعنی ہر سانس یہ خیال رہے کہ کوئی بات اور عمل اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نہ ہو، جس روحانی مرض میں ابتلا ہو اس کا علاج معلوم کر کے عمل کریں۔ (تربیتِ عاشقانِ خدا، ج ۲، ص ۳۱۸)

اصلی مرید کون ہے؟ اور مرید کے معنی:

آیتِ مبارکہ ''یریدون وجهه'' کی عاشقانہ شرح بیان فرماتے ہوئے **ارشاد فرمایا کہ:**
اصلی مرید وہ ہے جو ہر وقت (حالاً و استقبالاً) اللہ تعالیٰ کی ذات کو اپنے قلب میں مراد بنائے اور اللہ کی خوشنودی کو ڈھونڈتا پھرتا ہو۔ (افضالِ ربانی: ۵۳)

اور ارشاد فرمایا: مرید بابِ افعال سے ہے جس کی دو خاصیت ہیں یعنی سلبِ ماخذ اور عطائے ماخذ۔ پس مرید کے دو مفہوم ہوئے: نمبر ایک مسلوب الارادہ یعنی لَا یُرِیْدُ غَیْرَ اللّٰہِ پس مرید وہ ہے جو غیر اللہ کا ارادہ نہیں کرتا، مرضیاتِ الٰہیہ کے خلاف تمام ارادوں کو خاک میں ملا دیتا ہے اور دوسرا مفہوم ہے یُرِیْدُ اللّٰہَ یعنی وہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کا ارادہ کرتا ہے اللہ ہی اس کا مقصود اور مطلوب ہے پس یہ لفظ نفی و اثبات دونوں کا جامع ہے اس میں لا الٰہ بھی ہے اور الا اللہ بھی ہے۔ **معلوم ہوا کہ اصلی مرید وہ ہے جو کلمہ کے دونوں جز کا حامل ہو کہ اس کا دل غیر اللہ سے نفور اور الا اللہ سے معمور ہو۔**
(خزائنِ شریعت و طریقت: ۱۳۴)

سچے مُرشد کی پہچان:

ارشاد فرمایا: جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت جتنی زیادہ ہوتی ہے اس کو اپنے مرشد سے اتنی ہی محبت ہوتی ہے بشرطیکہ مرشد متبعِ سنت ہو، اور شاہراہِ اولیاء پر ہو۔ میں اس کو خوب بار بار کہتا ہوں کہ بزرگانِ دین اور علماء سے بھی پوچھ لو کہ میرا مرشد شاہراہِ اولیاء پر ہے یا نہیں؟ جس کو دوسرے

علماء بھی مانتے ہوں۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ کسی کے ایک کروڑ جاہل مرید ہوں، کوئی سبزی بیچ رہا ہے، کوئی گوشت کاٹ رہا ہے مگر کوئی عالم اس سے مرید نہ ہوتا ہو تو سمجھ لو دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔ پس حکیم الامت مجددِ زمانہ کا جو تھرمامیٹر ہے اس سے جو ہٹے گا گمراہ ہو جائے گا۔

(وعظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اشد محبت کی بنیاد:۱۱،۱۰)

بزرگی کا معیار:

ارشاد فرمایا: عام لوگ تو یہ دیکھتے ہیں کتنی رکعات نفل پڑھتے ہیں، جو زیادہ نفل پڑھتا ہے، زیادہ تہجد پڑھتا ہے اس کو زیادہ بزرگ سمجھتے ہیں حالانکہ بزرگی کا معیار تہجد و نوافل نہیں تقویٰ ہے۔ بعض لوگ رات بھر تہجد پڑھتے ہیں لیکن دن میں کسی کرسچین لڑکی کو نہیں چھوڑتے، دن بھر ہر ایک کی ٹانگ کو دیکھتے ہیں یعنی عبادت کر کے رات بھر عرشِ اعظم پر ٹنگا ہوا ہے اور دن بھر کافر لڑکیوں کی ٹانگوں میں ٹنگا ہوا ہے، سب کو دیکھتا ہے یہ کون سی ولایت ہے؟ اس لیے تقویٰ سے ایمان کا وزن بڑھ جاتا ہے، اگر کسی کی ولایت دیکھنا ہے تو یہ نہ دیکھو کہ کتنی تہجد اور نوافل پڑھتا ہے بلکہ یہ دیکھو کہ کتنی احتیاط سے رہتا ہے، حسینوں سے بچتا ہے یا نہیں، نگاہوں کی حفاظت کرتا ہے یا نہیں؟ جو جتنا بڑا متقی ہے اتنا بڑا ولی اللہ ہے۔ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایسے عارف کی دو رکعت غیر عارف کی لاکھ رکعات سے افضل ہے، دس بیس رکعات پڑھ کر کسی اللہ والے کو حقیر نہ سمجھنا کہ ہم نے بیس پڑھی ہے۔ تمہیں کیا معلوم کہ اس کا ایک سجدہ تمہاری ساری زندگی کی عبادت سے افضل ہے۔

(معارفِ ربانی:۱۵،۱۰۴)

اصلی پیری و مُریدی کیا ہے؟

ارشاد فرمایا: اصلی پیری مریدی یہ ہے کہ مرید بھی اللہ والا بننے کے لیے جان کی بازی لگا رہا ہو، اور پیر خود بھی بالغ منزل ہو اور اللہ پر جان دے رہا ہو اور اپنے مریدوں کو بھی اللہ تک پہنچانے کے لیے اپنی جان گھلا رہا ہو، اکیلے نہ بھاگا جا رہا ہو۔ وہ راہبر جو اکیلے بھاگا جا رہا ہو اور اپنے رفیقوں کو نظر انداز کر رہا ہے وہ راہبر نہیں ہے۔ راہبر وہ ہے جو راہرو کا بھی خیال کرے۔ خود بھی اللہ کے راستہ پر چلے اور اپنے

ساتھیوں کو بھی چلانے کے لیے بے چین ہو اور درد بھرے دل اور اشکبار آنکھوں سے اللہ کے حضور میں دعائیں بھی کرتا ہو۔ (عطاءِ ربانی:۵۱،۵۰)

حاصلِ سلوک و تصوف:

ارشاد فرمایا: سلوک و تصوف کا حاصل یہ ہے کہ اخلاقِ رذیلہ جاتے رہیں، اخلاقِ حمیدہ پیدا ہو جائیں، غفلت من اللہ جاتی رہے، توجہ الی اللہ پیدا ہو جائے۔۔۔ اس زمانے میں سلطان الاذکار سب سے بڑا ذکر، اللہ کی نافرمانی سے بچنا ہے خصوصاً بد نگاہی سے۔ اسی کے لیے اصلاحی مکاتبت کی جاتی ہے اللہ کی دوستی گناہوں سے بچنے پر موقوف ہے۔ اللہ کے راستہ میں کامیابی ہی کامیابی ہے ناکامی نہیں ہے۔ دنیا میں جس نے اللہ کو چاہا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ضرور ملے ہیں۔ ایک مثال بھی ایسی نہیں کہ کسی نے اللہ کو چاہا ہو اور اللہ تعالیٰ اس کو نہ ملے ہوں۔ (تربیتِ عاشقانِ خدا:۱/۳۸۱)

ولی اللہ بننے کے پانچ نسخے:

حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ میری پوری زندگی کا نچوڑ ہے کہ پانچ کام کرلو ولی اللہ بن جاؤ گے۔ اور فرمایا کہ میں نے علماء کے لیے ان پانچ کاموں کا وزن بھی باب مفاعلہ پر رکھا ہے (وہ پانچ کام یہ ہیں):

(۱) اہل اللہ کی مصاحبت،

(۲) ذکر اللہ پر مداومت،

(۳) گناہوں سے محافظت،

(۴) اسبابِ گناہ سے مباعدت،

(۵) طریقِ سنّت پر مواظبت۔

اور فرمایا: ان پانچ باتوں پر جو سو فیصد عمل کرلے گا ان شاء اللہ یقین سے کہتا ہوں کہ بغیر ولی اللہ بنے ہوئے اس کا انتقال نہیں ہو سکتا۔ (مستفید از حضرت والا قدس سرہ)

ولی اللہ بنانے والے چار اعمال:

ارشاد فرمایا: چار اعمال ایسے ہیں کہ جو اُن پر عمل کرے گا مرنے سے پہلے اِن شاء اللہ تعالیٰ ولی اللہ بن کر دُنیا سے جائے گا اور اُن کی برکت سے اِن شاء اللہ تعالیٰ دین کے تمام احکام پر عمل کی توفیق ہو جائے گی کیونکہ یہ احکام لوگوں کو مشکل معلوم ہوتے ہیں بوجہ نفس پر گراں ہونے کے۔ جو طالبِ علم پرچہ کے مشکل سوال حل کرلیتا ہے اُس کو آسان سوال حل کرنا مشکل نہیں ہوتا۔ پس نفس پر جبر کر کے اللہ کو خوش کرنے کے لیے جو مندرجہ ذیل اعمال کرے گا اُس کو پورے دین پر عمل کرنا آسان ہو جائے گا اور وہ ولی اللہ بن جائے گا (وہ چار اعمال یہ ہیں)۔

(۱) ایک مُٹھی ڈاڑھی رکھنا۔

(۲) ٹخنے کھلے رکھنا یعنی پاجامہ شلوار وغیرہ سے ٹخنوں کو نہ ڈھانپنا۔

مندرجہ بالا دو اعمال تو مردوں کے لیے ہیں۔ ان کے بجائے عورتیں مندرجہ ذیل دو اعمال کا اہتمام کریں تو ان شاء اللہ تعالیٰ ولیہ بن جائیں گی۔

(۱) شرعی پردہ۔

(۲) شوہر کے حقوق کا خیال رکھنا۔

(۳) نگاہوں کی حفاظت کرنا۔

(۴) قلب کی حفاظت کرنا۔

ان چار اعمال کے متعلق فرمایا کہ میرا پچھتر سال کا تجربہ ہے کہ پورے دین پر چلنا آسان ہو جائے گا اور ان شاء اللہ تعالیٰ ولی اللہ بن کر دُنیا سے جائے گا۔

اور فرمایا کہ مذکورہ بالا چار حرام کاموں سے بچنے کے لیے مندرجہ ذیل چار وظائف ہیں جن کے پڑھنے سے روح میں طاقت آئے گی اور جب روح طاقت ور ہو جائے گی تو گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا (وہ چار وظائف یہ ہیں)۔

(۱) ایک تسبیح یعنی (۱۰۰) بار لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھیں۔

(۲) ایک تسبیح یعنی (۱۰۰) بار اَللّٰہ اَللّٰہ پڑھیں۔

(۳) ایک تسبیح یعنی (۱۰۰) بار استغفار پڑھیں۔

(۴) درُود شریف کی ایک تسبیح یعنی (۱۰۰) بار۔ (مستفید از: ولی اللہ بنانے والے چار اعمال)

مکمل تفصیل کے لیے مذکورہ بالا رسالہ ضرور پڑھیے۔ اللہ تعالیٰ توفیقِ عمل بخشے، آمین۔

تقویٰ کا مفہوم:

ارشاد فرمایا: تقویٰ کا مفہوم یہ ہے کہ جن باتوں سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں ان باتوں کے تقاضوں کے باوجود ان پر عمل نہ کر کے بندہ غم اٹھالے اور زخم حسرت کھالے اسی کا نام تقویٰ ہے اور اسی سے اللہ ملتا ہے۔ اس پر میرے دو شعر سنئے۔

زخم حسرت ہزار کھائے ہیں
تب کہیں جا کے ان کو پائے ہیں
ان حسینوں سے دل بچانے میں
میں نے غم بھی بڑے اٹھائے ہیں

(فیوضِ ربانی:۸۵)

اور فرمایا: مردہ اگر کہے کہ میں نے سب گناہ چھوڑ دیئے تو کیا وہ متقی ہو جائے گا؟ کیونکہ اس نے گناہ چھوڑے نہیں ہیں، گناہ اس سے مجبوراً چھوٹ گئے ہیں اور متقی وہ ہوتا ہے جو اپنے اختیار سے گناہوں کو چھوڑتا ہے، تقویٰ نام ہے:

كَفُّ النَّفْسِ عَنِ الْهَوٰى۔

(فتح الباری، کتاب الرقاق، باب من جاھد نفسه فی طاعة الله)

یعنی گناہوں کے تقاضوں کے باوجود گناہ نہ کرنا، اس کا نام تقویٰ ہے۔ (ارشاداتِ دردِ دل:۲۸)

ہجرت کی فرضیت سے صحبت کی اہمیت پر عجیب استدلال:

ارشاد فرمایا: اگر گھر کی اہمیت صحبت سے زیادہ ہوتی تو ہجرت کا حکم نازل نہ ہوتا اور ہجرت کا حکم صرف حضور ﷺ کے لیے نہیں بلکہ تمام صحابہ کو حکم ہو گیا کہ اے اصحاب رسول جہاں میرا نبی جا رہا ہے تم لوگ بھی ساتھ جاؤ۔ تم میرے شہر بلد امین کو چھوڑ دو، میرے گھر کو چھوڑ دو، کعبۃ اللہ میں ایک لاکھ کے ثواب کو چھوڑ دو، آبِ زمزم کو چھوڑ دو، میرے نبی کے ساتھ جاؤ۔ اللہ تمہیں بیت اللہ سے نہیں ملے گا صحبتِ رسول اللہ سے ملے گا۔ مکہ میں تمہیں بیت اللہ ملے گا، میرے نبی سے تمہیں اللہ ملے گا۔ اسی لیے مکہ شریف فتح ہونے کے بعد بھی اجازت نہیں ملی کہ میرے نبی کو چھوڑ کر تم اپنے وطن واپس آ جاؤ۔

اس سے اللہ والوں کی قیمت اور صحبت کی اہمیت کا اندازہ کیجئے۔ اسی لیے کہتا ہوں کہ آج بھی اللہ اللہ والوں سے ملتا ہے۔ جو شخص ساری زندگی عبادت و ریاضت کرے لیکن اگر اللہ والوں سے تعلق قائم نہیں کرے گا تو اللہ کو پا نہیں سکتا۔ ثواب مل جانا اور بات ہے لیکن اللہ تعالیٰ سے وہ تعلق خاص اور محبت و معرفت اور نسبت مع اللہ جو اولیاء اللہ کو نصیب ہوتی ہے اہل اللہ سے مستغنی رہنے والا ہرگز نہیں پا سکتا۔ (عطاءِ ربانی:۴،۳)

تقویٰ کی آگ اور قلوبِ صادقین:

ارشاد فرمایا: کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ الایۃ پر ایک مثال حق تعالیٰ شانہ نے حضرتِ اقدس (ہردوئی رحمہ اللہ تعالیٰ) کی برکت سے عطا فرمائی جس کے بیان سے اہلِ علم کو وجد آیا وہ یہ ہے کہ کتابوں میں اگر آگ لکھی ہو اور آگ کے خواص پر بہت ضخیم کتابیں بھی ہوں اور کوئی عمر بھر اس کو پڑھتا رہے تو کیا آگ کی حرارت سے استفادہ کر سکتا ہے تا آنکہ خارج میں آگ کے پاس جا کر حرارت نہ حاصل کرے۔ بس تمام دینی انعامات صدق و یقین، خشیت و تقویٰ، محبتِ شدید مع اللہ کی آگ کتابوں کے نقوش سے حاصل نہیں ہو سکتی، خارج میں جن کے سینے اس آگ کے حامل ہیں ان کی صحبت میں رہ کر ان نعمتوں کا استفادہ کرنا ہو گا جیسا کہ حضرت عارف رومی فرماتے ہیں۔

مہرِ پاکاں درمیانِ جاں نشاں

دل مدہ اِلّا بمہر دل خوشاں

حدیثِ پاک میں ہے:

اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الاداب، باب الحب فی اللّٰہ و من اللّٰہ)

یعنی ہر شخص اپنے گہرے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ پس کسی اہل اللہ کو اپنا خلیل بنانا پڑے گا ورنہ تعلقِ ضعیف سے استفادہ بھی ضعیف ہوگا۔ (خزائنِ شریعت وطریقت: ۴۴، ۴۳)

شیخ کے چار حق ہیں:

ارشاد فرمایا: حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ کے چار حق ہیں۔ جب تک ان کو ادا نہ کرو گے فیض یاب نہ ہو سکو گے اور نفع کامل نہیں ہوگا جن کو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر میں بیان کر دیا۔

شیخ کے ہیں چار حق رکھ ان کو یاد

اطلاع و اتباع و اعتقاد و انقیاد

یہ چار حق جس نے ادا کر لیے ان شاء اللہ کامل ہو جائے گا یعنی شیخ سے اطلاعِ حالات بذریعہ مکاتبت (خط وکتابت) اور اگر موقع ملے تو کبھی کبھی اس کی خدمت میں حاضری۔ (وعظ تعلق مع اللہ: ۵۲)

اور فرمایا: حضرت حکیم الامت تھانوی نے لکھا ہے کہ تمام بزرگان دین کی عظمت دل میں ہو لیکن اپنا شیخ ایسا ہے جیسے اپنی ماں کہ بچہ اسی کا دودھ پیتا ہے۔ ہر ایک ماں کی گود میں نہیں جاتا۔ اپنے شیخ کے علاوہ کسی کے پاس بغرض استفادہ نہ جاوے یک در گیر و محکم گیر۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ عورت فاحشہ ہے جو اپنے شوہر کے علاوہ دوسرے پر نظر کرتی ہے۔ شیخ کے علاوہ استفادہ کے لیے دوسرے پر نظر کرنا باطنی بے حیائی اور شیخ سے قلت تعلق کی دلیل ہے۔ (تربیتِ عاشقانِ خدا: ۱/ ۳۹۵)

شیخ کے دو حق، محبت و عظمت:

ارشاد فرمایا: شیخ کے دو حق ہیں، ایک محبت اور دوسرا عظمت۔ حقِ محبت کام آتا ہے جب مربی اور طالب کی رائے میں توافق ہوتا ہے۔ بوجہ محبت کے عمل آسان اور لذیذ ہو جاتا ہے اور حقِ عظمت کا مراقبہ کام آتا ہے جب مربی اور مرید کی رائے میں اختلاف ہوتا ہے۔ اس وقت بوجہ شیخ کی عظمت و اکرام کے اپنی رائے کو فنا کرتا ہے اور مربی کی رائے پر عمل کرتا ہے۔ (خزائنِ شریعت وطریقت:۱۰۶)

شیخ کی عظمت دل میں کیسے پیدا ہوتی ہے؟

ارشاد فرمایا: اس کے محبین میں رہیں، اس کے حالات اس کے کسی پرانے رفیق سے معلوم کریں اور اس کے تعلق مع اللہ کو دیکھیں کہ سنت و شریعت پر کتنا عامل ہے اور اللہ کی تلاش میں کیسا بے چین ہے۔ بزرگی کا معیار اتباعِ سنت و شریعت ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ شیخ کی محبت و عظمت عطا فرمائے۔ (تربیتِ عاشقانِ خدا:۱/۸۶)

محبت بالحق اور محبت للحق میں کوئی فرق نہیں:

ارشاد فرمایا: جو محبت للحق ہوتی ہے وہ محبت بالحق ہوتی ہے یعنی جو محبت اللہ کے لیے ہوتی ہے وہ اللہ ہی کی محبت میں شامل ہے اس لیے شیخ کی محبت اللہ کی محبت سے الگ نہیں ہے۔ جو شخص شیخ کی محبت کو اور اللہ کی محبت کو الگ الگ سمجھتا ہے وہ مشرک فی التصوف ہے۔

دو مگو و دو مخواں و دو مداں

خواجہ را در خواجہ خود محو داں

شیخ کو اپنے اللہ کی محبت میں فانی سمجھو، الگ مت سمجھو۔ جب شکر دودھ میں محلول ہو گئی، گھل گئی اور فنا ہو گئی یعنی فنا فی اللبن ہو گئی اب اس کو دودھ سے الگ مت سمجھو، ہر گھونٹ میں اب اس کی شکر کو بھی پاؤ گے۔ بندہ جب اللہ میں فانی ہو گیا تو سمجھ لو کہ اس کو دیکھنا گویا اللہ کو دیکھنا ہے۔

(افضالِ ربانی:۲۳،۲۲)

نفع کامل شیخ سے قوی تعلق پر موقوف ہے:

ارشاد فرمایا: اگر شیخ کا فیض لینا ہے تو جتنا قوی تعلق ہو گا اتنا ہی فیض ہو تا ہے چاہے بیٹا ہی کیوں نہ ہو، اگر اس کا باپ صاحبِ نسبت اور ولی اللہ ہے اور صاحبِ دردِ دل ہے اس کو بھی فیض منتقل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کو قوی تعلق اپنے باپ سے نہ ہو گا۔ یہاں وراثت نہیں چلتی ہے۔ یہ دردِ دل وہ چیز ہے جو وراثت میں نہیں ملتی، کتنے ولی اللہ کے گھر میں شیطان اور کتنے شیطان کے گھر میں ولی اللہ پیدا ہوئے۔ اور پھر حضرت والا نے یہ اشعار پڑھے۔

زادۂ آزر خلیل اللہ ہو
اور کنعاں نوح کا گمراہو
اہلیہ لوط نبی ہو کافرہ
زوجۂ فرعون ہووے طاہرہ

(وعظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اشد محبت کی بنیاد: ۲۱، ۲۰)

اور فرمایا: اسی لیے کہتا ہوں کہ شارٹ کٹ راستے سے اگر ولی اللہ بننا ہے تو اپنے مرشد سے محبت کو شدید کرو اور اللہ تعالیٰ کی محبت بھی اشد کرو اور اشد محبت کے لیے خانقاہوں میں جانا پڑتا ہے اللہ والوں کی جوتیاں اُٹھانی پڑتی ہیں۔ (ایضاً: ۲۴)

عورتوں کی اصلاح کا طریقہ:

ارشاد فرمایا: ہماری خانقاہ کا یہ اُصول ہے کہ عورتوں سے پردہ سے بھی ملاقات نہیں کرتے۔ اصلاح کے لیے محرم سے دستخط کرا کے مکاتبت کی اجازت ہے۔ عورتوں کے لیے اہل اللہ کی صحبت یہی ہے کہ پردہ سے ان کا وعظ سنیں جو صحابیات کا طریقہ تھا اور یہ میسر نہ ہو تو ان کی کتب کا مطالعہ کریں اور گناہوں سے بچیں شیخ نے جو ذکر بتایا ہو اس کی پابندی کریں مثلاً عورتوں کو سبحان اللہ کی تین تسبیح مشائخ بتاتے ہیں سنت کی اتباع کریں اسی سے ان شاء اللہ کی ولایت نصیب ہو جائے گی کوئی کمی نہ ہو گی بعض عورتیں مردوں سے بھی آگے نکل جاتی ہیں۔ (تربیتِ عاشقانِ خدا: ۲/۴۷۶)

سکینہ کیا ہے؟

ارشاد فرمایا: علامہ آلوسی نے **هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ ۔۔۔ الخ** کی تفسیر میں فرمایا کہ سکینہ کیا ہے؟ **هُوَ نُوْرٌ یَّسْتَقِرُّ فِی الْقَلْبِ** سکینہ ایک نور ہے جو دل میں ٹھہر جاتا ہے **وَ یَتَخَلَّصُ عَنِ الطَّیْشِ** جس کے بعد وہ شخص طیش سے نجات پا جاتا ہے اور طیش کہتے ہیں کہ جب کتّا پاگل ہو جاتا ہے تو ایک سمت کو نہیں چلتا، اِدھر اُدھر دائیں بائیں چلتا ہے **لَا یَقْصُدُ فِی الْمَشْیِ سِمْتًا وَّاحِدًا** جو علامت بے سکونی کی ہے، حاملِ سکینہ بے سکونی سے نجات پا جاتا ہے اور دوسری علامت سکینہ کی یہ ہے **وَ یَثْبُتُ بِهِ التَّوَجُّهُ اِلَی الْحَقِّ** جس کے دل کو سکینہ عطا ہوتا ہے وہ ہر وقت حق تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتا ہے، اسی کو نسبت کہتے ہیں۔ مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

شکر ہے دردِ دل مستقل ہو گیا
اب تو شاید مرا دل بھی دل ہو گیا

(معارفِ ربانی:۲۴۸،۲۴۹)

اور سکینہ پر حضرت والا کے بھی اشعار ہیں، فرماتے ہیں۔

سکونِ دِل اُترتا ہے فلک سے اہلِ تقویٰ پر
بدوں حکمِ خدا سائنس داں پھر کیسے پا جاتا
اگر پٹرول کے مانند ہوتا یہ سکونِ دل
زمیں میں کر کے بورنگ اس کو ہر کافر بھی پا جاتا

نسبت کی تعریف:

ارشاد فرمایا: ایک خاص چیز جو اللہ والوں کو ملتی ہے اس کا نام نسبت ہے۔ نسبت کے معنی ہیں کہ بندہ کو اللہ تعالیٰ سے تعلق ہو اور اللہ تعالیٰ کو بندہ سے تعلق ہو۔ یک طرفہ تعلق کا نام نسبت نہیں ہے جیسے کہ مولانا رومی فرماتے ہیں۔

خانۂ داماد پر از شور و شر
خانۂ دختر نہ بودے زد خبر

داماد کے گھر میں ڈھول بج رہا ہے کہ بادشاہ کی لڑکی سے میری شادی ہو رہی ہے اور لڑکی والے کو خبر بھی نہیں۔ کسی نے پوچھا کہ یہ تمہارے گھر میں جو شور و شر ہو رہا ہے تو کیا بادشاہ راضی ہو گیا ہے۔ اس نے کہا کہ دیکھو شادی جب ہوتی ہے کہ لڑکے والے اور لڑکی والے دونوں راضی ہو جائیں لہٰذا میں تو راضی ہوں میرا آدھا کام تو ہو گیا اسی پر ڈھول بجا رہا ہوں۔ اسی طرح بعضے لوگ اپنے کو ولی اللہ سمجھتے ہیں لیکن اولیاء کے رجسٹر میں ان کا نام بھی نہیں ہوتا۔

قوم یدعون وصال لیلیٰ

و لیلیٰ لا تقر بھم بذاك

ایک قوم ہے جو دعویٰ کرتی ہے کہ لیلیٰ کے یہاں بہت بڑے عاشقوں میں ہمارا شمار ہے اور لیلیٰ کے رجسٹر میں ان کا نام بھی نہیں ہے۔

تو نسبت یک طرفہ محبت کا نام نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے محبت ہو یہ **یحبھم** ہے و **یحبونہ** اور بندوں کو اللہ سے محبت ہو۔ دونوں طرف سے محبت ہو اس کا نام نسبت ہے۔ اور نسبت عطا ہوتے ہی بندہ ولی اللہ ہو جاتا ہے۔ (فیوضِ ربانی: ۷۱، ۷۰)

حیاتِ ایمانی کی علامت:

ارشاد فرمایا: جب حیض رک جاتا ہے تو یہ دلیل ہوتی ہے کہ حمل ٹھہر گیا اور اب انسانی حیات ملنے والی ہے اسی طرح جس کو گناہوں سے نجات مل جائے، جس سے گناہ صادر ہونا بند ہو جائیں تو یہ علامت ہے کہ اس کو ایمانی حیات ملنے والی ہے، نسبت عطا ہونے والی ہے۔ مولانا رومی نے خواہشات نفسانیہ کو مردوں کا حیض فرمایا ہے ؏

اتقوا ان الھویٰ حیض الرجال

(عطاء ربانی: ۳۴)

نسبت کی علامات اور اس کی چند مثالیں:

ارشاد فرمایا: حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق ہے کہ خدا جس کو نسبت عطا کرتا ہے اس کو خود احساس ہو جاتا ہے کہ آج میں صاحبِ نسبت ہو گیا جیسے جب کوئی بالغ ہو جاتا ہے تو اس کو پتہ چل جاتا ہے۔ رگ رگ میں ایک نئی جان آجاتی ہے۔

اور دوسری مثال یہ ہے کہ جس ہرن میں مشک پیدا ہو جاتا ہے اس کو پتہ چل جاتا ہے کہ میرے نافہ میں مشک پیدا ہو گیا ہے۔ پھر وہ سوتا نہیں ہے کھڑے کھڑے اونگھ لیتا ہے اور چوکنا رہتا ہے کہ کہیں کوئی میرا مشک نہ چھین لے۔ اسی طرح جس کو نسبت مع اللہ عطا ہو جاتی ہے وہ ہر وقت اپنے قلب و نظر کو بچاتا ہے، ہر وقت چوکنا رہتا ہے کہ کہیں کوئی حسین نہ آجائے جو میرے ایمان کو چھین لے۔

نہ کوئی راہ پا جائے نہ کوئی غیر آجائے
حریمِ دل کا احمد اپنے ہر دم پاسباں رہنا

جس کو اپنے قلب کی پاسبانی کی توفیق نہ ہو سمجھ لو کہ ابھی اس کے دل کو نسبت کا مشک عطا نہیں ہوا۔ میرے ایک دوست نے کہا کہ جس مکان میں دولت ہوتی ہے اس میں مضبوط تالہ لگاتے ہیں۔ جس کے دل میں نسبت مع اللہ کی دولت ہوتی ہے وہ آنکھوں کا تالہ مضبوط لگاتا ہے یعنی نظر کی حفاظت کرتا ہے اور جو نظر کی حفاظت نہیں کرتا یہ دلیل ہے کہ اس کا دل ویران ہے، اس میں نسبت کا خزانہ نہیں۔ (فیوضِ ربانی: ۷۲،۷۱)

اور فرمایا: نسبت کا ایک وزن ہوتا ہے کیونکہ جس شاخ پہ میوہ آتا ہے وہ شاخ جھک جاتی ہے، نسبت شیخ کی ہو یا نسبت مع اللہ کی ہو۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ جسے نسبت حاصل ہو جاتی ہے اس کی پہلی علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ مخلوق سے محبت کرنا شروع کر دیتا ہے، اکرام کرنے لگتا ہے، مخلوق کی خطائیں معاف کرنے لگتا ہے، اس کے دل میں عظمتِ الٰہیہ پیدا ہو جاتی ہے۔

(سفر نامہ رنگون وڈھاکہ: ۱۹۱،۱۹۰)

کیفیت عطاء نسبت اور اس کی مثال:

ارشاد فرمایا: حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ نسبت اچانک عطا ہوتی ہے بتدریج عطا نہیں ہوتی جیسے جب کوئی بالغ ہوتا ہے تو یہ نہیں کہتا کہ آج میں ایک آنہ بالغ ہو گیا کل دو آنہ ہوا، پرسوں چار آنہ بالغ ہوا۔ ایک سیکنڈ میں بالغ ہوتا ہے ایسے ہی نسبت خاصہ آن واحد میں عطا ہوتی ہے البتہ جس طرح بچہ غذا کھاتا رہتا ہے جس سے رفتہ رفتہ جسم میں طاقت آتی ہے اور بالغ ہونے میں وقت لگتا ہے لیکن جب بلوغ ہوتا ہے تو اچانک ہوتا ہے اسی طرح جو وقت لگتا ہے وہ ذکر میں لگتا ہے رفتہ رفتہ روح میں ذکر کے انوار سے طاقت آتی رہتی ہے۔ پھر اپنے وقت پر نسبت مع اللہ اچانک عطا ہو جاتی ہے۔

اس کی ایک مثال اور بھی ہے کہ جیسے کوئی دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے۔ رک جاتا ہے پھر کھٹکھٹانے لگتا ہے آخر گھر والے کو رحم آ جاتا ہے اور اچانک دروازہ کھول کر سامنے آ جاتا ہے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ پہلے تھوڑا سا سر نکالے پھر ناک، پھر کان نکالے، پھر ہاتھ نکالے۔ اسی طرح نسبت بھی اچانک عطا ہوتی ہے تدریجاً نہیں۔ اسی کو مولانا رومی فرماتے ہیں۔

گفت پیغمبر کہ چوں کوبی درے
عاقبت بینی ازاں در ہم سرے

پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم کسی دروازہ کو برابر کھٹکھٹاتے رہو گے تو ایک دن ضرور دروازہ کھلے گا اور دروازہ سے کوئی سر ضرور نمودار ہو گا۔ جو لوگ اللہ اللہ کر رہے ہیں وہ گویا اللہ کے دروازہ کو کھٹکھٹا رہے ہیں۔ ملا علی قاری (رحمہ اللہ تعالیٰ) لکھتے ہیں کہ **الذاکر کالواقف علی الباب** جس کو ذکر کی توفیق ہو گئی گویا وہ اللہ کے دروازہ تک پہنچ گیا۔ بس ایک دن اللہ کا رحم آ جائے گا کہ میرا بندہ کتنے دن سے میرا دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے۔ خواجہ صاحب (رحمہ اللہ تعالیٰ) فرماتے ہیں۔

کھولیں وہ یا نہ کھولیں در اس پہ ہو کیوں تِری نظر
تُو تو بس اپنا کام کر یعنی صدا لگائے جا

ہمارا کام اللہ اللہ کرنا ہے، اپنا دروازہ کھول کر اپنا نورِ نسبت داخل کرنا یہ ان کا کام ہے۔
(فیوضِ ربانی: ۷۳،۷۲)

نسبت مع اللہ کی حفاظت:

ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ جس کو نسبت مع اللہ کی دولت عطا فرماتے ہیں تو وہ صاحبِ نسبت خود بھی اپنی نسبت کی حفاظت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس پر نظر رکھتے ہیں کہ میرا یہ صاحبِ نسبت بندہ کسی گناہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔ کسی ٹیڈی پر اس کا نفس ریڈی نہ ہو جائے اور اس کا نورِ تقویٰ نہ چھن جائے۔ اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتا ہے۔ (الطافِ ربانی:۱۶)

کیفیتِ احسانی اور صحبتِ اہل اللہ:

ارشاد فرمایا: صحبتِ شیخ کو نعمتِ عظمیٰ سمجھو اور اپنی تمام نفلی عبادات و اذکار سے زیادہ شیخ کی صحبت کے ایک لمحہ کو غنیمت سمجھو۔ اگر صحبت ضروری نہ ہوتی اور علم کافی ہوتا تو قرآن پاک پڑھ کر ہم سب صحابی ہو جاتے۔ تلاوت قرآن پاک سے صحابی نہیں ہوتا، نگاہِ نبوت سے صحابی ہوتا ہے۔ نگاہِ نبوت سے صحابہ کو وہ کیفیت احسانی حاصل ہوئی تھی کہ ان کا ایک مد جو صدقہ کرنا ہمارے احد پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کرنے سے افضل ہے۔ یہ سرور عالم ﷺ کا ارشاد ہے۔ اور اب حضور ﷺ جیسا حامل کیفیت احسانیہ قیامت تک نہیں آئے گا لہٰذا اب کوئی شخص صحابی نہیں ہو سکتا۔......... اور کیفیتِ احسانی کیا ہے؟ ان تعبد اللّٰہ کانك تراہ قلب کو ہر وقت یہ کیفیت راسخہ حاصل ہو جائے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ جس کو یہ کیفیت راسخہ حاصل ہو گئی اس کا ایمان بھی حسین ہو جاتا ہے، اس کا اسلام بھی حسین ہو جاتا ہے۔......... لہٰذا شیخ کے پاس اضافۂ علم کی نیت سے نہ جاؤ، اس نیت سے جاؤ کہ اس کے قلب کی کیفیت احسانی، اللہ تعالیٰ کا تعلق، قرب و حضوری، ہمت تقویٰ و ایمان و یقین کا اعلیٰ مقام ہمارے قلب میں منتقل ہو جائے۔ نفع لازم کی فکر کرو، نفع متعدی کی نیت بھی نہ کرو کہ یہ بھی غیر اللہ ہے۔ (افضالِ ربانی:۱۳۰)

انتقالِ نسبت کی ایک عجیب مثال:

ارشاد فرمایا: اس انتقالِ نسبت کی کیا صورت ہوتی ہے؟ اس کو مولانا رومی بیان فرماتے ہیں۔

کہ ز دل تا دل یقیں روزن بود

نے جدا و دور چوں دو تن بود

دلوں سے دلوں میں خفیہ راستے ہیں جیسے جسم الگ الگ ہیں لیکن دل الگ الگ نہیں ہوتے۔ قلوب میں آپس میں روابط ہوتے ہیں جو ضوابط سے بالاتر ہوتے ہیں۔ دلیل کیا ہے؟ فرماتے ہیں۔

متصل نبود سفال دو چراغ

نور شاں ممزوج باشد در مساغ

دو چراغ آپس میں ملے ہوئے نہیں ہوتے، ایک بلب وہاں جل رہا ہے ایک بلب یہاں جل رہا ہے۔ دس چراغ جل رہے ہیں ان کے جسم تو الگ الگ ہیں لیکن ان کی روشنی فضا میں مخلوط ہوتی ہے، ملی ہوئی ہوتی ہے۔ اس لیے جہاں دس ولی اللہ بیٹھے ہوئے ہوں وہاں نور بڑھ جائے گا ؎

بست مصباح از یکے روشن تر است

کہیں ایک چراغ جل رہا ہو اور کہیں بیس چراغ جل رہے ہوں تو بیس چراغوں کی روشنی زیادہ ہو گی۔ لہٰذا صالحین اور نیک بندوں کے اجتماع کو معمولی نہ سمجھیں۔ ان کی مجلس میں ایمان و یقین کی روشنی بڑھ جائے گی۔ کمزور کمزور بلب اگر قریب قریب جل رہے ہوں تو روشنی بڑھ جاتی ہے یا نہیں؟ جب صالحین کی صحبت نفع سے خالی نہیں تو اولیاء کاملین کی مجلس کیسے بے فیض ہو سکتی ہے لیکن اس میں ارادہ اور اخلاص کو بہت دخل ہے۔ (افضالِ ربانی:۳۹)

حضرت والا فرماتے ہیں۔

ملا کرتی ہے نسبت اہلِ نسبت ہی سے اے اخترؔ

زبان سے ان کی ملتا ہے بیانِ دُر فشاں مجھ کو

اصلاح سے محرومی کی وجہ:

ارشاد فرمایا: جو اہل اللہ کے ساتھ رہے اور اس کی اصلاح نہ ہو یہ دلیل ہے کہ وہ اپنی خواہشاتِ نفسانیہ کو نہیں چھوڑتا اور چھپ چھپ کے گناہ کرتا ہے۔ (ارشاداتِ دردِ دل:۱۳۹)

توجہ کا مسئلہ:

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مجھ پر توجہ فرمایئے، میں آپ کی توجہ کا محتاج ہوں۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ توجہ کرنا سنت سے ثابت نہیں ہے دعا کرنا سنت ہے۔ حضور ﷺ نے کعبہ کے سامنے دعا فرمائی کہ یا اللہ! دو عمر میں سے ایک کو ہدایت نصیب فرما، عمر بن الخطاب یا عمر بن ہشام یعنی ابو جہل۔ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں دعا قبول ہوئی۔ اگر توجہ سنت ہوتی تو آپ دونوں پر توجہ ڈال دیتے۔ میں نے اپنے شیخِ اوّل حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو خط میں درخواست کی کہ حضرت مجھ پر توجہ کیجئے۔ حضرت نے تحریر فرمایا توجہ مجھ جیسا ضعیف کیا کرے گا، دعا کرتا ہوں جو موافق سنت کے ہے۔ (خزائنِ شریعت وطریقت:۴۱۹)

شیخ کے انتقال پر غم کی مدت:

ارشاد فرمایا: بزرگوں سے میں نے سنا ہے کہ جب شوہر مر جائے تو بیوی کی عدت چار مہینہ دس دن ہے لیکن مرید کی عدت صرف تین دن ہیں۔ تین دن شیخ کا غم مناؤ اور چوتھے دن شیخِ زندہ تلاش کرو خواہ کتنا ہی طبعی غم ہو کیونکہ شیخِ اوّل سے محبت بے پناہ ہوتی ہے لیکن طبیعت پر جبر کر کے دوسرے شیخ سے تعلق قائم کرو ورنہ اصلاح نہیں ہو گی اور ترقی رک جائے گی۔ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ شیخ کے انتقال کے بعد جنہوں نے دوسرا شیخ نہیں کیا وہ مصلح تو کیا صالح بھی نہ رہے۔ ڈاکٹر کا انتقال ہو جائے تو دوسرا ڈاکٹر تلاش کرتے ہو، یہ نہیں کرتے کہ مردہ ڈاکٹر کی قبر پر بیٹھ جائیں اور قبر کے اندر سے مردہ نسخہ لکھواتا رہے اور مریض اچھا ہو جائے۔۔۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ مناسبت دیکھ لو، اگر تردد ہے تو استخارہ کر لو لیکن مناسبت ہے تو پھر استخارہ کی ضروت نہیں،۔۔۔ برکت کے لیے کوئی کرلے تو اور بات ہے۔ (معارفِ ربانی:۱۷۶،۱۷۷)

کیا خوب حضرت والا نے اس شعر میں فرمایا ہے۔

بدون صحبتِ مرشد تجھے کیسے شفا ہو گی
نہیں جب شیخِ اوّل جستجو کر شیخِ ثانی کر

ذکر اللہ اور جذبِ الٰہیہ:

ارشاد فرمایا: بزرگانِ دین جو ذکر بتاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ذکر کی برکت سے اللہ کا راستہ آسان ہو جاتا ہے، گناہ سے بچنا آسان ہو جاتا ہے کیونکہ ہر حسن میں جذب ہے، غیر اللہ میں اللہ تعالیٰ نے جاذبیت رکھی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی قوت جذب تمام ماسوا اللہ کی قوت جذب سے اعلیٰ ہے۔ سارے عالم کی صفت جذب مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت جذب خالقیت کے ساتھ ہے پس اللہ تعالیٰ کا جذب سب سے قوی ہے لہٰذا مشائخ جو ذکر اللہ کی تعلیم دیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کے صدقہ میں جہاں ان کو اللہ تعالیٰ کی ذات کا قرب حاصل ہو وہاں صفات الٰہیہ کی بھی تجلی ان پر ہو اور اللہ تعالیٰ کی شان جذب کا ظہور ہو جس کے سامنے ساری دنیا کے مقناطیس اور ساری دنیا کے حسینوں کی کشش فیل ہو جائے گی۔ اللہ کے ذکر سے وہ آہستہ آہستہ اللہ کی طرف کھنچتا چلا جائے گا۔ میرے شیخِ اوّل حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک جملہ ہے کہ ذکر ذاکر کو مذکور تک پہنچا دیتا ہے۔

(افضالِ ربانی:۲۰)

اور فرمایا: کسی کو پہلے جذب عطا ہوتا ہے بعد میں اس کا سلوک طے ہوتا ہے وہ ''مجذوب سالک'' ہے اور کوئی پہلے سے سلوک طے کرتا ہے بعد میں اللہ تعالیٰ اس کو جذب فرماتے ہیں وہ ''سالک مجذوب'' ہے۔ (وعظ تجلیاتِ جذب، حصہ چہارم)

چہرہ ترجمانِ دل ہوتا ہے:

ارشاد فرمایا: چہرہ ترجمان دل ہوتا ہے۔ اگر دل میں اللہ اپنی تجلیات خاصہ سے متجلی ہے تو چہرہ اللہ کا ترجمان ہو گا اس کے چہرہ کو دیکھ کر اللہ کی یاد آئے گی جیسا کہ حدیث شریف میں ہے ''اذا رأو ذکر اللّٰہ'' اللہ والے وہ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ یاد آتا ہے۔

اسی طرح اگر کسی شخص کے دل میں غیر اللہ ہے تو چہرہ ترجمان غیر اللہ ہو گا، دل میں اگر کفر ہے تو چہرہ ترجمان کفر ہو گا، دل میں اگر نفاق ہے تو چہرہ ترجمان نفاق ہو گا، دل میں اگر اللہ کی محبت کا درد ہے تو چہرہ ترجمان دردِ دل ہو گا اور اگر دل تجلیات الٰہیہ کا حامل ہے تو چہرہ ترجمان تجلیات الٰہیہ ہو گا۔ جو

دل میں ہو گا چہرہ وہی بتائے گا۔ اسی لیے سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کو جو آپ کی مجلس میں بد نظری کر کے آیا تھا دیکھ کر فرمایا **ما بال اقوام یترشح من اعینھم الزنا** کیا حال ہے ایسے لوگوں کا جن کی آنکھوں سے زنا ٹپکتا ہے۔

اس لیے کلمہ کی بنیاد ہی میں اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم دیا کہ تم لا الٰہ سے غیر اللہ کو دل سے نکال دو پھر الا اللہ سے تمہارا دل اللہ تعالیٰ کی تجلیات خاصہ سے متجلی ہو گا تو پھر سارے عالم میں تمہارا چہرہ اللہ تعالیٰ کا ترجمان ہو گا اور ہر مومن سارے عالم میں ایمان پھیلا دے گا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کے چہرہ کو دیکھ کر لوگ ایمان لاتے تھے۔ کلمہ کا یہ ترجمہ اللہ تعالیٰ نے پہلی بار عطا فرمایا۔ یہ میرے بزرگوں کی دعاؤں کا صدقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے عجیب عجیب نادر موتی دے رہا ہے۔ (عطاءِ ربانی: ۴۹،۴۸)

غیرِ حق جب جائے ہے تب دل میں حق آجائے ہے:

ارشاد فرمایا: کلمہ کی بنیاد میں پہلے لا الٰہ ہے الا اللہ کا لطف موقوف ہے لا الٰہ پر۔ الا اللہ کے لطف کے تو سب حریص ہیں لیکن لا الٰہ میں، غیر اللہ سے فرار میں، گناہوں سے بچنے کا غم اٹھانے میں، غمِ تقویٰ میں ایسی عظیم لذت ملتی ہے جو دل ہی محسوس کرتا ہے۔ جس کا لا الٰہ مکمل ہو گیا پھر اس کو الا اللہ کا اصل مزہ ملتا ہے اور سارا عالم الا اللہ سے بھرا ہوا نظر آتا ہے۔ قلب کے آسمان سے لا الٰہ کے بادل ہٹا دیجیے پھر سارے عالم میں الا اللہ کا سورج چمکتا ہوا نظر آئے گا۔ (افضالِ ربانی: ۱۱،۱۰)

لا الٰہ مقدم ہے کلمۂ توحید میں
غیرِ حق جب جائے ہے تب دل میں حق آجائے ہے
سارے عالم میں یہی اخترؔ کی ہے آہ و فغاں
چند دن خونِ تمنا سے خدا مل جائے ہے

پاسِ انفاس:

ارشاد فرمایا: پہلے بزرگوں نے جو ذکر پاسِ انفاس جاری کیا تھا کہ ہر سانس میں لا الٰہ الا اللہ نکلتا تھا وہ زمانہ قوت کا تھا اب اس زمانہ میں یہ پاس انفاس جائز نہیں۔ اب اگر کوئی ایسا کرے گا تو دماغ میں

خشکی ہو کر پاگل ہو جائے گا۔ پاسِ انفاس کی حقیقت کیا ہے؟ ہر سانس میں یہ خیال رہے کہ میری کوئی سانس اللہ پاک کی نافرمانی میں مصروف نہ ہو۔ یہ ہے اصلی پاسِ انفاس۔.........

ساری دنیا کی خانقاہوں میں جا کر پوچھئے کہ پاسِ انفاس کیا ہے؟ وہ یہی کہیں گے کہ ہر سانس میں ذکر شامل ہو، سانس جب اندر جائے اور جب باہر آئے تو ذکر کے ساتھ ہو مگر تھانہ بھون کی خانقاہ کا اعلان ہے کہ اس زمانہ میں صحت اب ایسی نہیں ہے کہ کوئی اس کو کر سکے، دماغ میں خشکی بڑھ جائے گی، کچھ دن کے بعد نیند کم ہو جائے گی پھر غصہ آنے لگے گا، پھر بیوی بچوں سے لڑائی شروع ہو جائے گی، گاہکوں سے بھی لڑنے لگے گا۔ غیر شعوری طور پر یہ غیر معتدل ہو جائے گا اور اس کو معلوم بھی نہیں ہو گا کہ میں کہاں جا رہا ہوں اور غیر معتدل انسان صاحبِ نسبت نہیں ہو سکتا لہٰذا ہر شیخ کو تھوڑا سا طبیب بھی ہونا چاہیے کہ مرید کی صحت کا محافظ ہو سکے۔

حکیم الامت مجددِّ زمانہ حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں ذکر پاسِ انفاس مت کرو۔ سوال ہوتا ہے کہ پھر ہمارا ذکر کیسے ہو کہ ہر سانس اللہ کی یاد میں گزرے تو حکیم الامت کا ارشاد ہے کہ ہر سانس میں خیال رکھو کہ ہمارا کوئی سانس اللہ کی نافرمانی میں نہ گزرے۔ جس نے یہ کر لیا اس کو پاسِ انفاس حاصل ہو گیا۔ پاسِ انفاس کا ترجمہ دیکھ لیجئے پاس کے معنی ہیں پاسبانی حفاظت اور نگرانی اور نفاس جمع ہے نفس کی۔ جس کی ہر سانس پر نگرانی ہو کنٹرول ہو کہ میری کوئی سانس اللہ کی نافرمانی میں نہ گزرے یہ شخص حقیقی پاسِ انفاس کرنے والا ہے۔ یہ کتنا باوفا ہے کہ اپنی زندگی کی ہر نفس کو ہر سانس کو خالقِ انفاس پر فدا کرتا ہے اور اس خالقِ انفاس کو ناراض نہیں کرتا۔ سانس ہی پر بقاء حیات ہے۔ تو جو شخص اپنی بنیادِ حیات کو، اساس حیات کو اور بقاء حیات کو خالقِ حیات پر فدا کر رہا ہے اور ایک سانس کو اللہ کو ناراض نہیں کرتا اس سے بڑھ کر کون اپنے انفاس کا پاس کرنے والا ہو سکتا ہے۔ یہ شخص صدیق ہے، باوفا ہے، مبتلائے اخلاص و محبت ہے۔ اور جو شخص اللہ سے بے وفا ہے اور حسینوں سے باوفا ہے اور ان کے حسن سے حرام لذت لے رہا ہے اور ہر سانس میں ذکر بھی جاری ہے بتایئے یہ پاسِ انفاس کرنے والا ہے؟ یہ تو پاس نفس کر رہا ہے۔ آج کل جاہل صوفیوں میں یہی پاسِ انفاس چل رہا ہے کہ زبان پر تو ہر

سانس لا الٰہ ہے مگر آنکھیں الٰہ کو دیکھ رہی ہیں، دل میں انھیں کا تصور ہے یہ کوئی پاسِ انفاس ہے۔ حقیقی پاسِ انفاس وہ کر رہا ہے جس کی زبان خاموش ہے لیکن ایک لمحہ کو غیر اللہ میں مشغول نہیں ہوتا۔ کسی حسین کو نہیں دیکھتا، دل میں بھی اس کے صرف اللہ ہے۔ (افضالِ ربانی:۴۶۔۵۰)

حضرت والا فرماتے ہیں۔

حاصلِ زندگی ہے یہ اختر
ہر نفس یاد اُن کی ہو جاں میں

بنیادِ ولایت تقویٰ ہے:

ارشاد فرمایا: اس زمانہ میں جبکہ قویٰ میں اضمحلال اور ضعف ہے اب وظائف اور ذکر کی تعداد میں اعتدال ضروری ہے ورنہ صحتِ جسمانی کے متاثر ہونے کے علاوہ رضاءِ حق بھی حاصل نہ ہوگی کیونکہ جب ایک باپ کی رحمت کو یہ گوارا نہیں کہ اس کا بیٹا اتنی محنت کرے کہ بیمار پڑ جائے تو حق تعالیٰ ارحم الراحمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے احقر کے قلب پر یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح فرمادی ہے کہ ولایت اور ولایت کے تمام مقامات حتیٰ کہ ولایتِ صدیقیت کا مدار اذکار پر نہیں تقویٰ پر ہے ورنہ اِنْ اَوْلِیَآءُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ کی آیت نازل نہ ہوتی۔ اِلَّا الْعَابِدُوْنَ نہیں فرمایا اِلَّا الْمُتَهَجِّدُوْنَ نہیں فرمایا، اِلَّا الْمُتَنَفِّلُوْنَ نہیں فرمایا حتیٰ کہ اِلَّا الذَّاکِرُوْنَ بھی نہیں فرمایا۔ معلوم ہوا کہ بنیادِ ولایت تقویٰ ہے البتہ ذکر واذکار اس کے حصول میں معین ہیں۔ لہٰذا ذکر اتنا کافی ہے جو بقدر تحمل ہوتا کہ دل میں اتنا نور آجائے کہ صدورِ خطا کی ظلمت کا فوراً احساس ہو اور بندہ اس کی تلافی کرلے کیونکہ ذاکر کو ظلمت کا احساس ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ ذکر معین ہے مقصود کا اور مقصود کیا ہے؟ کہ زندگی کی ہر سانس اللہ پر فدا ہو اور ایک سانس بھی اللہ کی ناراضگی میں نہ گزرے یہی کمالِ تقویٰ ہے اور جس کو یہ بات حاصل ہوگئی وہ ولایتِ صدیقیت کی آخری سرحد تک پہنچ گیا جہاں ولایت ختم ہے اور جس کے بعد ولایت کا کوئی درجہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو محض اپنے کرم سے یہ مقام نصیب فرمائے، آمین۔

(تربیتِ عاشقانِ خدا، ج ۲، ص ۴۱۰،۴۰۹)

سلوک کا انتہائی آسان راستہ:

ارشاد فرمایا: میں لمبے لمبے وظیفے نہیں بتاتا کہ دریاؤں میں جا کر بارہ بجے رات کو وظیفہ پڑھو۔ ذکر و نوافل بھی زیادہ نہیں بتاتا، زیادہ محنت و مجاہدہ بھی نہیں بتاتا۔ بس یہی کہتا ہوں کہ اگر اولیاء صدیقین کی آخری سرحد تک پہنچنا ہے تو ایک ہی کام کر لو کہ کام نہ کرو یعنی گناہ کے کام نہ کرو۔ نظر کو آرام سے رکھو، حرام جگہ نہ دیکھو۔ کیوں کام لیتے ہو آرام سے رہو۔ جہاں دیکھو کہ احتمال ہے وہاں بھی آنکھ بند کر کے اپنے اللہ کو یاد کرنا شروع کر دو بس اللہ اللہ کی رَٹ لگاؤ مولیٰ کو یاد کرو گے تو لیلیٰ خود ہی یاد نہیں آئے گی کیونکہ مولیٰ پاک ہے اور لیلیٰ ہزاروں عیب رکھتی ہے، ہو اکھولتی ہے یا نہیں؟ لیٹرین میں ہگتی ہے یا نہیں؟ اس کے پسینہ نکلتا ہے یا نہیں؟ چالیس دن نہ نہائے تو منہ میں بدبو آئے گی یا نہیں؟ تو پھر پاک ذات کو چھوڑ کر ان ناپاک اور مرنے والی لاشوں پر کیوں مرتے ہو؟ (الطافِ ربانی:۴۴)

صدیق کی ایک نئی تعریف:

ارشاد فرمایا: اولیائے صدیقین کی ایک تعریف اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو عطا فرمائی کہ صدیق وہ ہے جو ایک سانس بھی اللہ کو ناراض نہ کرے اور ہر سانس اپنے پالنے والے پر فدا کر دے۔ یعنی جس کی بندگی کی ہر سانس کو غیر شریفانہ اعمال سے سے تحفظ نصیب ہو جائے۔ یہ محبت کا کتنا اونچا مقام ہے کہ اپنے انفاسِ حیات، اپنی زندگی کی ہر سانس کو اللہ پر فدا کر رہا ہے اور ایک سانس بھی اپنے مالک کو ناراض نہیں کرتا اور اگر کبھی خطا ہو جائے تو رو رو کر اپنے آنسوؤں سے سجدہ گاہ کو تر کر دیتا ہے، وہ صدیق ہے۔ (فیوضِ ربانی:۳۹)

حاصلِ سلوک و تصوف، بندہ ایک لمحہ اللہ کو ناراض نہ کرے:

ارشاد فرمایا: اپنے احباب سے دردِ دل سے کہتا ہوں کہ ایک لمحہ اللہ کو ناراض کر کے اگر ساری دنیا کی خوشیاں ملتی ہوں تو اللہ تعالیٰ کی ناخوشی کو گوارا نہ کیجئے۔ یہ بات جس کو حاصل ہو گئی وہ اولیاء صدیقین کی آخری سرحد پر پہنچ گیا اور اس کو وہ استقامت حاصل وہ گئی جو اس آیت: **ان الذین قالوا**

ربنا اللّٰہ ثم استقاموا، جن لوگوں نے اقرار کیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم بھی رہے) میں مذکور ہے۔(افضالِ ربانی:۱۹) اس مضمون کی مناسبت سے حضرت والا کا ایک شعر ہے۔

نہیں ناخوش کریں گے ربّ کو اے دِل تیرے کہنے سے
اگر یہ جان جاتی ہے خوشی سے جان دے دیں گے

اور فرمایا کہ: اِسی لیے میں کہتا ہوں کہ کام نہ کیجئے اور ولی اللہ بن جایئے۔ وہ کیسے ؟ گناہ کے کام نہ کیجئے آرام سے رہیے اور ولی اللہ بن جایئے۔ صرف فرض واجب اور سنتِ مؤکدہ ادا کیجئے، گناہ نہ کرنے سے غم تو ہو گا لیکن یہ غم اُٹھا لیجئے اور ولایت صدیقین کی منتہا کو پہنچ جایئے بتایئے اس سے زیادہ آسان راستہ اور کیا ہو گا۔(ایضاً:۲۰)

حضرت والا کا شعر ہے۔

دوستو سن لو یہ اخترؔ کی صدا
زندگی کر دو فدا مالک کے نام

ذکر کا ناغہ رُوح کا فاقہ :

ارشاد فرمایا: اللہ کا ذکر روح کی غذا ہے۔ ذکر کا ناغہ روح کا فاقہ ہے جتنا پیٹ کے فاقے سے ڈرتے ہو اس سے زیادہ روح کے فاقہ سے ڈرو کیونکہ پیٹ کی روٹی سے جسم کی حیات ہے اور روح کی حیات اللہ کا نام ہے۔ اگر روح نہ رہے تو کوئی روٹی کھا سکتا ہے؟ لہٰذا ذکر میں ناغہ کر کے روح کو فاقہ نہ دو۔(الطافِ ربانی:۱۷) حضرت والا کا یہ شعر اس ملفوظ کی ترجمانی کرتا ہے۔

جو ان کی یاد میں گزرا ہے اخترؔ
وہی لمحہ بہارِ زندگی ہے

اللہ کے نام کو محبت سے دیکھا کرو:

ارشاد فرمایا: اللہ کا نام غور سے دیکھو اور دل میں جذب کر لو۔ میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ بہت خوبصورت لکھا ہوا دیکھ کر فرمایا کہ اس کو محبت سے دیکھا

کرو اور فرمایا کہ ایک کافر اپنے بت کو محبت سے دیکھا کرتا تھا۔ جب مر گیا تو اس کے دل کا پوسٹ مارٹم ہوا تو دل کے اندر اس بت کی تصویر تھی۔ جب بت کو محبت سے دیکھنے سے اس کی تصویر کافر کے دل میں اتر سکتی ہے تو جب ہم اپنے اللہ کا نام محبت سے دیکھتے رہیں گے تو یہ نامِ مبارک دل پر کیوں نقش نہ ہو جائے گا۔ لہٰذا اللہ کا نام سونے کے پانی یا چاندی کے پانی سے خوب عمدہ لکھا ہوا اپنے کمروں میں لگالو اور محبت سے دیکھا کرو۔ کیا عجب ہے کہ اللہ کی رحمت سے ان کا نام دل میں اتر جائے اور قبر میں جب منکر نکیر آئیں تو کہیں کہ بھئی اس کے دل میں تو اللہ لکھا ہوا ہے۔ اس سے کیا سوال جواب کریں۔

(خزائنِ شریعت وطریقت:۳۹۹)

اللہ کا نام سن کر بھی دل کو مزہ آنا چاہیے:

مغرب کے بعد کچھ لوگ خانقاہ (سینٹ پیئرری یونین) میں ذکر کر رہے تھے اور حضرت والا اپنے کمرہ میں تھے جو خانقاہ سے متصل ہے۔ احقر راقم الحروف (حضرت میر صاحب) حضرت والا کے کمرہ میں داخل ہوا تو فرمایا کہ اللہ کی محبت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ ان کا نام سن کر دل کو مزہ آئے، روح پر سُکر کی کیفیت طاری ہو جائے۔

نام لیتے ہی نشہ سا چھا گیا
ذکر میں تاثیرِ دورِ جام ہے

اور اگر کسی کو اللہ کا نام سن کر اثر نہیں ہوتا اور مزہ نہیں آتا تو اس کی محبت ابھی کامل نہیں ہے۔ جب کوئی درد سے اللہ کا نام لیتا ہے تو الحمدللہ میرا دل تڑپ جاتا ہے اور مولانا داؤد صاحب سے فرمایا کہ خانقاہ میں ذکر ضرور کرایا کرو۔ اگر خانقاہ میں ذکر نہیں ہوگا تو وہاں علومِ خانقاہ تو ہوں گے روحِ خانقاہ نہیں ہوگی۔ حاشیہ حموی میں امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے:

اَجْمَعَ الْعُلَمَآءُ سَلَفًا وَّ خَلَفًا عَلٰی اِستِحبَابِ ذِکْرِ الْجَمَاعَةِ فِی الْمَسَاجِدِ وَ غَیْرِهَا اِلَّا اَنْ یُّشَوِّشَ جَهْرُهُمْ عَلٰی نَآئِمٍ اَوْ مُصَلٍّ اَوْ قَارِئٍ

(فتاویٰ شامیة، ج:۲،ص:۳۷۷، مطبوعة بیروت)

ترجمہ: متقدمین اور متاخرین (یعنی پہلے اور بعد کے) تمام علماء کا مساجد وغیرہ میں اجتماعی ذکر کے مستحب ہونے پر اتفاق ہے بشرطیکہ ان کے جہر کی وجہ سے کسی بھی سونے والے یا نماز پڑھنے والے یا تلاوت کرنے والے کو تشویش یعنی پریشانی لاحق نہ ہو۔ (معارفِ ربانی:۱۴۶)

انتشارِ اَفکار کے باوجود ذکر کے نفع کی مثال:

ارشاد فرمایا: ایک عالم استاذ بخاری شریف وکتب عالیہ نے سوال کیا کہ مدرسہ کے اہتمام، کثرتِ کار اور انتشارِ افکار کی حالت میں ذکر سے کوئی فائدہ محسوس نہیں ہوتا، دل مطلق حاضر نہیں ہوتا۔ احقر (حضرت والا) نے عرض کیا کہ حج کے زمانہ میں مکہ شریف کے تاجر کثرتِ کاراور انتشارِ افکار کے باوجود جو کچھ غذائے جسمانی کھاتے ہیں کیا وہ خون نہیں بناتی اور کیا ان کے اجسام کے تحفظ و بقاء کا ذریعہ نہیں ہوتی؟ اسی طرح ذکر اللہ کا اہتمام بہر حال مفید ہے خواہ افکار میں کتنا ہی انتشار اور دل کتنا غیر حاضر ہو، منہ سے نکلنے کے بعد اللہ کا نام نور ہی بناتا ہے۔ دو عالم تھے دونوں کو وجد آگیا اور تقریباً کئی ماہ ہو گئے، اختر کے پاس آتے رہتے ہیں اور اس مثال کا فائدہ یہ بیان کیا کہ آج تک معمول میں ناغہ نہیں ہوا۔

(خزائن شریعت وطریقت:۴۰)

ذکر اللہ کے باوجود اطمینان حاصل نہ ہونے کی وجہ:

ارشاد فرمایا: بعض لوگ ذکر کرنے کے باوجود اطمینان سے محروم ہیں جبکہ وعدہ ہے أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ یعنی صرف اللہ کی یاد ہی میں دل اطمینان پاتے ہیں۔ تو ذکر کے باوجود اطمینان سے محرومی کی کیا وجہ ہے؟ وجہ یہ ہے کہ ذکر کی دو قسمیں ہیں: (۱) ذکرِ مثبت اور (۲) ذکرِ منفی۔ ذکرِ مثبت تو نماز، روزہ، ذکر اللہ، تلاوت ونوافل، صدقہ وخیرات وغیرہ ہے اور ذکرِ منفی گناہوں سے بچنا اور گناہوں سے بچنے کا غم اٹھانا ہے۔ ذخر کرنے کے باوجود جو لوگ اطمینان سے محروم ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو ذکرِ مثبت تو کرتے ہیں لیکن ذکرِ منفی نہیں کرتے یعنی گناہوں سے نہیں بچتے لہٰذا جب ذکرِ مثبت کے ساتھ ذکرِ منفی بھی ہو گا یعنی جب اذکار ونوافل وتلاوت وغیرہ کے ساتھ گناہوں سے بھی بچنے لگیں گے تب اطمینانِ کامل نصیب ہو گا۔ (خزائنِ شریعت وطریقت:۴۱۹،۴۱۸)

ان کی یادوں کے صدقے میں اخترؔ
پُر سکوں زندگی ہے جہاں میں

زبان پر کباب دِل پر عذاب:

ارشاد فرمایا: مزہ اور چیز ہے اور دل کا سکون اور چیز ہے۔ ایک آدمی مزہ اڑا رہا ہے لیکن ضروری نہیں کہ اس کے قلب میں سکون بھی ہو۔ منہ میں کباب قلب پر عذاب۔ جس نے اللہ کو ناراض کر رکھا ہے اس کے منہ میں کباب ہے، مزہ آرہا ہے لیکن اللہ کے عذاب و قہر کی بارش سے دل پر عذاب ہو رہا ہے۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ منہ میں سوکھی روٹی ہو لیکن دل میں چین و سکون ہو کہ مولیٰ راضی ہو۔ گناہوں سے سکون نہیں مل سکتا۔

بتوں کے عشق سے دنیا میں ہر عاشق ہوا پاگل
گناہوں سے سکوں پاتا تو کیوں پاگل کہا جاتا

کوئی مخلوق سے چھپ کر اللہ کو یاد کرے، اس کی آہ و فغاں کو کسی نے سنا نہیں لیکن جب مخلوق میں نکلے گا تو اس کی آنکھوں سے اور اس کے چہرے سے پتہ چل جائے گا کہ یہ اللہ کے سامنے رویا ہے اور اس کے دل میں نور ہے اور کوئی چھپ کر گناہ کرے۔ کسی نے دیکھا نہیں لیکن اس کی آنکھوں سے اور اس کے چہرہ کی بے رونقی سے اس کے دل کی بے چینی کی ترجمانی ہو جائے گی۔ گناہ گاروں کے چہرہ پر رونق نہیں ہوتی اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اس کے چہرے پر نور ہوتا ہے، اس کی آنکھوں میں بھی نور ہوتا ہے۔ (افضالِ ربانی: ۴۵، ۴۴)

سنو پیغامِ اخترؔ گوش دل سے
فدا ہو تم خدا کے قلب و جاں سے

قبولیتِ توبہ کی علامت:

ارشاد فرمایا: انسان معصوم نہیں ہے، خطا ہو سکتی ہے لیکن جب خطا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے اتنا روؤ کہ وہ خطا سب عطا ہو جائے۔ ایک صاحب نے کہا کہ خطا پر کتنا روئیں، کتنی توبہ کریں،

قبولیت توبہ کی آخر کوئی علامت بھی ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں ہے۔ جب آنسو بہاؤ گے اور دل سے توبہ کرو گے تو دل میں ٹھنڈک آ جائے گی، یہی علامت قبولیت توبہ ہے کیونکہ گناہ سے دل میں آگ لگتی ہے اور جب رحمت کا نزول ہو گیا تو آگ بجھ جائے گی بلکہ بغیر حروف کے دل میں آواز آنے لگے گی کہ اب زیادہ مت روؤ۔ مولانا محمد احمد صاحب (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے اسی کے بارے میں فرمایا تھا۔

اب کہیں پہنچے نہ تجھ سے ان کو غم
اے مرے اشک ندامت اب تو تھم

(فیوضِ ربانی: ۳۳، ۳۲)

عمر بھر مجاہدہ کرنا پڑے گا:

ارشاد فرمایا: بُرے خیالات کا آنا جذبات کا بھڑکنا گزشتہ معاصی کا خیال آنا یا گناہوں کا شدید تقاضہ پیدا ہونا بُرا نہیں اس پر عمل کرنا بُرا ہے۔ ان خیالات سے نہ گھبرائیں خوب سمجھ لیں کہ جس سے ایک بار بھی گناہ ہو گیا اور وہ توبہ کر کے قطب اور ابدال بھی ہو جائے تب بھی اس کو خیالات اور وسوسے آئیں گے لیکن یہ کوئی مضر نہیں مجاہدہ کرے سمجھ لے کہ یہ تڑپنا ہی اُن کو پسند ہے اور یہی اُن کے پیار کا ذریعہ ہے۔ میرا شعر ہے۔

تمام عمر تڑپنا موجِ مضطر کو
کہ اس کا رقص پسند آگیا سمندر کو

بس ان خیالات میں مشغول نہ ہوں نہ اُن کو بھگانے کی کوشش کریں کسی مباح کام میں لگ جائیں۔ خوب سمجھ لیں کہ خیالات کا آنا گناہ نہیں لانا گناہ ہے گناہوں کا تقاضا پیدا ہونا گناہ نہیں اس تقاضے پر عمل کرنا گناہ ہے۔ جیسے روزہ میں کھانے پینے کا تقاضا پیدا ہوتا ہے لیکن لاکھ تقاضا ہو کھاتا پیتا نہیں تو روزہ نہیں ٹوٹتا ایسے ہی گناہوں کا لاکھ تقاضا ہو بس گناہ نہ کرو تو تقویٰ بھی نہیں ٹوٹتا۔ آپ متقی کے متقی ہیں جب تک تقاضائے گناہ پر عمل نہیں کرتے۔ (تربیتِ عاشقانِ خدا: ۱/۱۰۴، ۱۰۳)

شیطان اور نفس کا فرق:

ارشاد فرمایا: نفس اور شیطان یہ ہمارے دو دشمن ہیں اور دونوں کی دشمنی منصوص ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ اور حضور ﷺ کا ارشاد ہے اِنَّ اَعْدَاءَ عَدُوِّكَ فِیْ جَنْبَیْكَ لیکن دونوں میں کیا فرق ہے؟ شیطان وہ دشمن ہے جو شقی ازلی اور مردود دائمی ہے، یہ کبھی ولی نہیں ہو سکتا اور شیطان خارجی دشمن ہے نفس داخلی دشمن ہے۔ شیطان خارج سے دل میں گناہ کا وسوسہ ڈال کر چلا جاتا ہے پھر داخلی دشمن بار بار گناہ کا تقاضہ کرتا ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے شیطانی وسوسہ اور نفسانی وسوسہ میں یہی فرق بتایا ہے کہ اگر ایک بار گناہ کا وسوسہ آئے تو یہ شیطان کی طرف سے ہے اور اگر بار بار گناہ کا تقاضا ہو تو سمجھ لو کہ یہ نفس ہے اور دوسرا فرق یہ ہے کہ چونکہ شیطان مردود ازلی ہے اس کی دشمنی بھی دائمی ہے اور نفس کی دشمنی عارضی ہے اگر اس کی تہذیب و تزکیہ و اصلاح کر لی جائے تو یہ ولی بھی ہو جاتا ہے۔ پھر یہ امارہ سے لوامہ اور لوامہ سے مطمئنہ اور پھر راضیہ اور مرضیہ ہو جاتا ہے کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ وَ قَالَ تَعَالٰی وَ لَا اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃِ وَ قَالَ تَعَالٰی یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً نفس میں حصولِ ولایت کی صلاحیت ہے اور شیطان اس صلاحیت سے محروم ہے، یہ کبھی ولی نہیں ہو سکتا۔

یہ فرق زندگی میں پہلی بار بیان کیا اس سے پہلے کبھی دل میں یہ بات نہیں آئی۔ یہ میرے بزرگوں کی کرامت ہے جن کی اختر نے غلامی کی ہے کہ ہر وقت نئے نئے علوم عطا ہو رہے ہیں۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب فرماتے ہیں۔

جو آ سکتا نہیں وہم و گماں میں
اسے کیا پا سکیں لفظ و معانی
کسی نے اپنے بے پایاں کرم سے
مجھے خود کر دیا روح المعانی

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے مجھے مفسر نہیں بلکہ سراپا تفسیر بنا دیا۔ اس شعر کی یہ تشریح بھی عجیب ہے جو اگر اللہ کا کرم نہ ہو تو ذہن میں نہیں آسکتی۔ (افضالِ ربانی:۵۷۔۵۹) حضرت والا کا شعر ہے

عجب درد سے کس نے تفسیر کی ہے
کہ قرآں ہوا آج ہی جیسے نازل
عطائے خالقِ دونوں جہاں ہے
اثر پاتے ہو جو میرے بیاں میں

نفس پر غالب آنے کا طریقہ:

ارشاد فرمایا: میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ طاقت الگ چیز ہے اور فن الگ چیز ہے۔ ایک شخص تین من کا نہایت طاقتور ہے لیکن داؤں پیچ نہیں جانتا تو کشتی میں اس کو کم طاقت والا وہ شخص گرادے گا جو داؤں پیچ جانتا ہے۔ چنانچہ حضرت نے فرمایا کہ میرے استاد جن سے میں نے دس سال لاٹھی چلانا سیکھی اتنے ماہر تھے کہ ان پر ایک دشمن نے تلوار سے حملہ کیا اور یہ قلم سے کچھ لکھ رہے تھے کہ انہوں نے فوراً بجلی کی طرح پینترا بدلا اور قلم اس کی گردن میں ایسا مارا کہ وہ مر گیا۔ تلوار والے کو قلم والے نے مار دیا۔ اسی کو فن کہتے ہیں اور یہ سیکھنا پڑتا ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ اسی طرح نفس کو دبانے کا فن اللہ والوں سے سیکھا جاتا ہے ورنہ لاکھ طاقت آزمائی کروگے نفس تمہیں دبائے رہے گا۔ اللہ والے گُر سکھاتے ہیں کہ نفس دشمن کو کس طرح زیر کیا جاتا ہے۔ اہل اللہ سے جو یہ فن نہیں سیکھتا نفس اس کو ہمیشہ پٹکتا رہتا ہے، اور وہ نفس پر کبھی غالب نہیں آسکتا۔ (افضالِ ربانی:۷۱)

منکر سے بچنے کی ترغیب اور اس کی مثال:

ارشاد فرمایا: گناہ کو اللہ تعالیٰ نے ”منکر“ فرمایا ہے۔ منکر کے معنی ہیں اجنبی غیر معروف جس سے جان پہچان نہ ہو اور ہر نیک عمل کو ”معروف“ فرمایا یعنی نیکیاں تمہاری جان پہچان کی ہیں۔ جان

پہچان والے سے وحشت اور گھبراہٹ نہیں ہوتی اور اجنبی سے وحشت ہوتی ہے چنانچہ جب آدمی پہلی بار گناہ کرتا ہے تو پسینہ آجاتا ہے اور سخت وحشت ہوتی ہے اور نیک اعمال کیونکہ معروف ہیں کوئی اجنبی چیز نہیں، ان سے تمہاری جان پہچان ہے، لہٰذا نیک عمل کرنے سے کبھی وحشت نہیں ہوتی بلکہ اطمینان و خوشی حاصل ہوتی ہے اس لیے جن سے جان پہچان ہے ان کو اختیار کرو اور منکر، اجنبی اور غیر معروف چیزوں کے پاس کیوں جاتے ہو۔ دیکھئے دنیوی دولت مند جس کی جیب میں مال ہو اس کے پاس اگر کوئی اجنبی شخص آجائے تو گھبراتا ہے کہ کہیں یہ میری جیب نہ کاٹ لے تو جب دنیوی دولت مند اجنبی کو پاس نہیں آنے دیتا تو تعجب ہے کہ جن کے پاس ایمان کی دولت ہے وہ کیسے منکر کو پاس آنے دیتے ہیں لہٰذا ہوشیار ہو جاؤ، منکر سے دور رہو ورنہ ایمان کی دولت چھن جانے کا خطرہ ہے۔ (افضالِ ربانی:۵۹)

گناہ سے بچنے کا بہترین علاج:

ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہماری اصلاح کے لیے دو ایسی آیتیں نازل فرمائیں کہ اگر ان کا استحضار رہے تو آدمی کو گناہ کرنے کی ہمت نہ ہوگی، اس استحضار سے اللہ تعالیٰ کی ایسی عظمت و ہیبت پیدا ہو جائے گی کہ گناہ کی طاقت تو رہے گی مگر اس طاقت کو استعمال کرنے کی طاقت نہ رہے گی۔ پہلی آیت ہے **وھو معکم این ما کنتم** جہاں کہیں بھی تم ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ دنیا میں کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں اللہ تمہارے ساتھ نہ ہو۔ اب ایک اشکال یہ ہو سکتا ہے کہ ساتھ تو ہے لیکن ساتھ رہنے سے دیکھنا تو لازم نہیں آتا جیسے کوئی نابینا آپ کے ساتھ ہو مگر دیکھ نہیں رہا ہے کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں اس وہم باطل کی اصلاح فرمادی **الم یعلم بان اللّٰہ یریٰ** کیا انسان نہیں جانتا کہ اللہ ہر وقت اس کو دیکھ رہا ہے، جو دوسروں کو آنکھیں عطا کرتا ہے وہ بھلا خود نابینا ہوگا۔

جو کرتا ہے تو چھپ کے اہلِ جہاں سے
کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے

یہ میرا شعر ہے کہ جو لوگ چھپ کے گناہ کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم کو کوئی دیکھتا نہیں ہے وہ جان لیں کہ خدا ان کو دیکھ رہا ہے۔

چنانچہ ہمارے سید الطائفہ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر صوفی بلکہ ہر مومن کو چاہیے کہ تھوڑی دیر خواہ دو منٹ یا ایک منٹ یہ مراقبہ کرے کہ اللہ ہم کو دیکھ رہا ہے یہ چند منٹ کا مراقبہ چوبیس گھنٹے کام دے گا جیسے گھڑی میں چابی تو آپ آدھے منٹ میں لگا دیتے ہیں مگر وہ چلتی ہے چوبیس گھنٹہ۔ لہٰذا روزانہ چند منٹ آنکھ بند کر کے آپ اتنا سوچ لیں کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے تو یہ خیال چوبیس گھنٹے قائم رہے گا اور جب روزانہ کی مشق سے دل میں جم جائے گا تو پھر گناہ کرنے کی جرات نہ ہو گی۔ نافرمانی اور گناہ چھوڑنے کا یہ بہترین علاج ہے جو خود اللہ تعالیٰ کا بتایا ہوا ہے۔

اس کو سمجھانے کے لیے میں ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ جنگل میں اچانک ایک خونخوار شیر سامنے آکر کھڑا ہو جائے اور اسی جنگل میں دنیا میں حسن میں اوّل نمبر آنے والی لڑکی موجود ہو اور وہ آپ کو دعوت بھی دے رہی ہو کہ ایک نظر مجھے دیکھ لیجئے۔ اس وقت کیا کسی کی ہمت ہو گی کہ اس کو دیکھ لے۔ گناہ کی طاقت تو ہو گی لیکن اس طاقت کو استعمال کرنے کی طاقت نہ ہو گی۔ شیر اللہ تعالیٰ کی ایک ادنیٰ مخلوق ہے جب اس کی ہیبت کا یہ حال ہے تو جس کے دل میں یہ خیال جم جائے کہ خالقِ شیر مجھے دیکھ رہا ہے وہ کیسے گناہ کر سکتا ہے۔ (انعاماتِ ربانی:۶۸،۶۷)

حصولِ قربِ الٰہی کا راستہ:

ارشاد فرمایا: میرا پچھتر سال کا تجربہ ہے کہ جتنا اس عمل سے مجھے قرب حاصل ہوا ہے اتنا کسی عمل سے قرب حاصل نہیں ہوا، کسی عمل سے اتنا قرب نہیں ہوا جتنا نظر بچانے سے اللہ تعالیٰ کا قرب ملا ہے، اب راز کی بات بتا دی، یہ بات بتانی نہیں چاہیے مگر بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ کا قرب جتنا اس سے ملتا ہے اتنا کسی عمل سے نہیں ملتا۔ (ارشاداتِ دردِ دل:۱۲۴)

بد نظری سے بچنا بد فعلی سے بچنا ہے:

ارشاد فرمایا: بد نظری پہلا اسٹیج ہے اس کے بعد ہی گناہ کی دوسری منزلیں شروع ہوتی ہیں، جو بد نظری سے بچ گیا وہ بد فعلی کے گناہ سے بچ جائے گا۔ حفاظتِ نظر کا حکم دے کر اللہ تعالیٰ نے بندوں پر احسان فرمایا ہے تاکہ میرے بندے گناہ کے مرتکب ہو کر رسوانہ ہوں۔ (افضالِ ربانی:9)

بد نظری۔ کبھی شفقت اور کبھی غضب کے رنگ میں:

ارشاد فرمایا: نفس حسینوں سے نظر ملاتا ہے کبھی شانِ رحمت سے اور کبھی شانِ غضب سے مثلاً کوئی لڑکی مسکین ہے بے چاری یتیم ہو گئی اور رو رہی ہے تو جناب بھی رونے لگے مگر روتے ہوئے اشکبار آنکھوں سے اسے دیکھ بھی رہے ہیں۔ بصورت رحمت یہ بد نظری کا لعنتی کام کر رہا ہے۔ اسی طرح کبھی غصہ اور غضب کی حالت میں بد نظری کرتا ہے مثلاً ہوائی جہاز میں ایئر ہوسٹس سے جوس مانگا اور اس نے لانے میں دیر کر دی یا کھانا اچھا نہیں ہے تو اسے ڈانٹ رہا ہے، غصہ سے آنکھیں بھی سرخ ہیں مگر اسے دیکھے بھی جا رہا ہے ؎

وہ دیکھتا نہیں تھا مگر دیکھ رہا ہے

غصہ کر رہا ہے لیکن بد نظری سے نفس اندر اندر مزہ لے رہا ہے۔ لہٰذا نفس سے ہوشیار رہیے اس کی چالوں میں نہ آیئے۔ غصہ ہو یا رحمت ہو کسی حال میں مت دیکھو۔ نفس کی چال سے وہی بچ سکتا ہے جس پر اللہ کی رحمت کا سایہ ہو۔ (افضالِ ربانی:۴۵)

صوفیاء کو ہلکے حسن سے احتیاط کا مشورہ:

ارشاد فرمایا: جب تیز ٹھنڈک ہوتی ہے تو آدمی ہوشیار ہو جاتا ہے کہ گرم کپڑے پہن لو ورنہ ٹھنڈک لگ جائے گی لیکن جب ہلکی ٹھنڈک ہو تو زیادہ احتیاط کرو کیونکہ ہلکی ٹھنڈک آہستہ آہستہ ہڈی میں اتر جائے گی اور آپ کو نزلہ وزکام بخار میں مبتلا کر دے گی۔ شیخ بو علی سینا حیات قانون میں لکھتے ہیں کہ ہلکے بخار سے زیادہ ڈرو کیونکہ ہلکے بخار کو آپ سمجھیں گے کہ معمولی ہے اس لیے اس سے بچنے کی توفیق نہیں ہو گی لیکن یہ معمولی حرارت آہستہ آہستہ ہڈی میں پیوست ہو کر تپ دق میں مبتلا کر کے قبر میں پہنچا دے گی۔ یہ جسمانی بیماری پیش کر کے میں آپ کو ایک روحانی بیماری سے آگاہ کر رہا ہوں کہ جس

کے حسن میں ہلکا سا نمک ہو، شدید حسن نہ ہو معمولی سا حسن ہو ایسے حسینوں سے زیادہ احتیاط کرو کیونکہ جب حسن زیادہ ہوگا تو آپ خود گھبرائیں گے کہ بھائی اس سے احتیاط کرنا چاہیے اور اس کو دیکھ کر آپ میرا یہ شعر بزبانِ حال پڑھ کر اس سے دور جائیں گے کہ؎

اس کی قامت ہے یا قیامت ہے
اس کو دیکھے گا جس کی شامت ہے

اور جہاں ہلکا حسن ہوتا ہے وہاں صوفی سے بے احتیاطی کا اندیشہ ہے کہ ارے کوئی بات نہیں معمولی سا حسن ہے لیکن یہ معمولی سا حسن لے ڈوبتا ہے ہلکے بخار کی طرح یہ ہڈی میں اتر جاتا ہے۔ ہلکے حسن کی وجہ سے اس کے فرسٹ فلور یعنی چہرہ اور ناک نقشہ سے احتیاط نہیں کرتا لہٰذا آہستہ آہستہ ہلکے حسن کی گرمی نفس کو گرم کر دیتی ہے یہاں تک کہ صوفی صاحب کو نفس و شیطان فرسٹ فلور سے Pull کر کے ناف کے نیچے گراؤنڈ فلور میں Push کر کے ذلیل و رسوا کر دیتے ہیں اور وہ صوفی حیران رہ جاتا ہے کہ میں تو اللہ کی طلب میں نکلا تھا یہ کہاں ذلت و رسوائی کے گڑھے میں اللہ تعالیٰ سے دوری کے عذاب میں مبتلا ہو گیا۔ لہٰذا سالکین کو ہلکے حسن سے بہت زیادہ احتیاط کرنا چاہیے۔ جس میں ایک ذرّہ کشش محسوس ہو اس سے فوراً قلباً اور قالباً دور ہو جانا چاہیے ورنہ خیریت نہیں۔(افضالِ ربانی:۱۶،۱۵)

مدرسین کو حفاظتِ نظر کا ایک مفید مشورہ:

ارشاد فرمایا: چاٹگام میں ایک محدث صاحب نے مجھ سے کہا کہ میں تو بخاری شریف اور مسلم شریف پڑھاتا ہوں لیکن کبھی شرح جامی بھی پڑھانی پڑتی ہے اس میں اکثر امارد ہوتے ہیں اور بعض بہت حسین ہوتے ہیں۔ ان سے کس طرح نظر بچاؤں؟ اس کے لیے مجھے کوئی نسخہ بتائیے۔ میں نے ان کو مشورہ دیا کہ جو لڑکے حسین ہوں ان کو داہنے بائیں بٹھایئے اور جو غیر حسین ہوں ان کو سامنے بٹھایئے تو یہ متن ہو جائیں گے اور متن ہمیشہ جلی ہوتا ہے اور وہ حاشیہ بن جائیں گے اور حاشیہ عموماً باریک ہوتا ہے اور حاشیہ جب باریک ہوگا تو نفس کو ادراکِ حسن میں دقّت ہوگی، اچٹی پچھٹی نظر پڑے گی، غائرانہ نظر

نہیں ہو گی، طائرانہ نظر ہو گی اور ساری توجہ آپ سامنے رکھیں، دائیں بائیں توجہ نہ کریں۔ مولانا اس مشورہ سے بہت خوش ہوئے اور کہا کہ آپ نے میری مشکل حل کر دی۔ (فیوضِ ربانی:۲۹)

عورتوں کے معائنہ کے لیے لیڈی ڈاکٹر رکھی جائے:

ارشاد فرمایا: بمبئی میں میرے ایک دوست دانتوں کے ڈاکٹر مجھے اپنے مطب میں میرے دانت بنانے کے لیے لے گئے، نوجوان تھے، میں نے دیکھا کہ کرسچین لڑکی کا گال پکڑ اس کا دانت دیکھ رہے ہیں۔ میں نے بعد میں ان سے کہا کہ آپ کے باطن کا توستیاناس ہو جائے گا۔ تبلیغ میں جو آپ چلّے لگاتے ہیں سارے چلّوں کا نور ضائع ہو جائے گا ایک ہی معائنہ میں۔ کہنے لگے کہ پھر میں کیا کروں۔ میرے پاس تو لڑکیاں بھی آتی ہیں اور مرد بھی آتے ہیں۔ میں نے کہا کہ عورتوں کے لیے آپ کوئی لیڈی ڈاکٹر ملازم رکھ لیں جو صرف عورتوں کو دیکھے اور آپ صرف مردوں کو دیکھیں۔ اب اس میں آمدنی اگر کم ہوتی ہے تو ہونے دیجئے، اللہ کے لیے کچھ تکلیف برداشت کرو۔ صحابہ نے تو پیٹ پر پتھر باندھے تھے ہمیں انڈے مکھن میں ذرا کمی کرنا گوارا نہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور آج تک وہ شکریہ ادا کرتے ہیں کہ واقعی اگر میں ایسا نہ کرتا تو میری ڈاڑھی کا بچنا، میرا دین پر قائم رہنا محال تھا اور یہ بھی کہا کہ میری آمدنی میں کوئی کمی نہیں ہوئی بلکہ اور اضافہ ہو گیا۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ پر کوئی مر کر تو دیکھے۔ بھلا جو ان پر مرے گا اس کو وہ برباد ہونے دیں گے ؟ (معارفِ ربانی:۷،۳۶)

لذتِ قربِ حق نقد ہے اُدھار نہیں:

ارشاد فرمایا: لوگ کہتے ہیں کہ جنت تو ادھار ہے یہ صوفی لوگ ہمیں حسینوں نمکینوں کی نقد لذت چھڑواتے ہیں جنت کے ادھار کے وعدے پر۔ لیکن دوستو! جنت تو ادھار ہے لیکن مولیٰ ادھار نہیں ہے **وھو معکم اینما کنتم** الخ تم جہاں کہیں بھی ہو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ جنت ادھار ہے میں تو نقد ہوں ہر وقت تمہارے ساتھ ہوں۔ تم حسینوں سے نظریں بچالو، بس یہی حجاب ہے یہ حجاب اٹھادو تو مجھے اپنے پاس پاؤ گے اور جنت سے زیادہ مزہ دنیا ہی میں پالو گے کیونکہ میں خالقِ جنت ہوں جس کے پاس خالقِ جنت ہو وہ جنت سے زیادہ نہیں پائے گا؟ دیدارِ الٰہی کی لذت جنت میں مستزاد ہے وہ

صرف جنت ہی میں ملے گی لیکن میرے قرب کی لذت جنت کی جملہ لذات سے زیادہ دنیا ہی میں پالو گے۔(افضالِ ربانی:۳۶،۳۵)

بد نظری کے چودہ نقصانات:

اس عنوان سے حضرت والا قدس سرہ نے ایک پورا رسالہ تحریر فرمایا ہے جس کو ضرور پڑھیں، طوالت کے خوف سے یہاں صرف خلاصہ الفاظِ مرشد میں نقل کرتا ہوں۔ **ارشاد فرمایا کہ:**

(۱)بد نظری نصِّ قطعی سے حرام ہے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ (۲)جو شخص بد نظری کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی امانتِ بصریہ میں خیانت کرتا ہے اور خیانت کرنے والا اللہ کا دوست نہیں ہوتا۔ (۳)بد نظری کرنے والا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت کا مورد ہو جاتا ہے، لعنت کے معنیٰ ہیں کہ اللہ کی رحمت سے دوری۔ (۴)بد نظری تو انتہائی حماقت کا گناہ ہے نہ ملنا نہ ملانا مفت میں اپنے دل کو تڑپانا۔ (۵)حسینوں کے دیکھنے کے غمِ حسنِ معلوم پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور لعنت برستی ہے جس سے دل مضطر اور بے چین ہو کر ایک لمحہ کو سکون نہیں پائے گا اور زندگی تلخ ہو جائے گی۔ (۶)بد نظری کرنے والے کا قلب اور قالب دونوں کشمکش میں مبتلا ہو کر کمزور ہو جاتے ہیں۔ (۷)طبّی نقصان۔۔۔ غدود مثانہ مُتَورِّم ہو جاتے ہیں جس سے بار بار پیشاب آتا ہے۔ (۸)سرعتِ انزال کی بیماری ہو جاتی ہے۔ (۹)بد نظری سے ناشکری پیدا ہوتی ہے۔ (۱۰)بد نظری سے بینائی کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔ (۱۱)دل کا ستیاناس ہو جاتا ہے اور بہت سوں کا خاتمہ بھی بد نظری کی نحوست سے خراب ہو گیا۔ (۱۲)بد نظری سے انجائنا (دل کا مرض) ہو جاتا ہے۔ (۱۳)بد نظری کرنے کے بعد شرم گاہ کا محفوظ رہنا محال ہے۔ (۱۴)بد نظری کی نحوست ہے کہ پھر حلال و حرام کا ہوش نہیں رہتا۔ لہٰذا یا تو کسی لڑکی سے منہ کالا کرے گا یا کسی لڑکے سے بد فعلی کر کے ذلیل ہو گا اور اگر کچھ نہ ملا تو ہاتھ سے منی خارج کرے گا (اور یہ تینوں کام حرام ہیں)۔

علاج عشقِ مجازی:

ارشاد فرمایا: جو لوگ عشقِ مجازی میں مبتلا ہیں اور اس جال سے نکلنا چاہ رہے ہیں لیکن نکل نہیں پا رہے وہ اگر یہ چھ کام کر لیں ان شاء اللہ تعالیٰ نجات پا جائیں گے:

(۱) اللہ تعالیٰ نے جو ہمت عطا فرمائی ہے اس سے کام لیں۔ (۲) اللہ تعالیٰ سے عطائے ہمت کی دعا کریں۔ (۳) خاصانِ خدا سے بالخصوص اپنے دینی مربی یا دینی مشیر سے عطائے ہمت کی دعا کرائیں۔ (۴) ذکر اللہ کا اہتمام کریں۔ (۵) اسبابِ معصیت یعنی حسین صورتوں سے قلباً و قالباً دُوری اختیار کریں اور (۶) کسی اللہ والے کی صحبت میں آنا جانا رکھیں اور ان سے اصلاحی تعلق قائم کریں۔

(بد نظری و عشقِ مجازی کی تباہ کاریاں اور اس کا علاج: ۱۵، تفصیلی علاج رسالہ ہذا میں دیکھئے)

مقصدِ حیات اللہ پر فدا ہونا ہے:

ارشاد فرمایا: میری زندگی کا مقصد یہی ہے کہ لیلاؤں سے جان چھڑانا اور مولیٰ سے آشنا کرنا، قلب و جاں کو اللہ تعالیٰ سے ایسا چپکا دینا کہ کوئی عالم ایک ذرّہ اور ایک اعشاریہ اللہ تعالیٰ سے الگ نہ کر سکے نہ بادشاہ کا عالم، نہ وزارت کا عالم، نہ حسینوں کا عالم، نہ کباب و بریانی کا عالم۔ کوئی عالم ہمیں اللہ سے بال برابر بھی الگ نہ کر سکے۔ اس طرح ہم اللہ سے چپک جائیں ان پر فدا ہو جائیں جیسے چھوٹا بچہ ایک تندرست ماں سے چپٹا رہتا ہے جب چاہتا ہے دودھ پیتا رہتا ہے۔ جس کے قلب و جان اللہ سے چپٹے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ خالقِ دو جہاں ہیں تو ایسا شخص ہر وقت دونوں عالم کا مزہ چوسے گا۔ اس لیے اولیاء اللہ سلاطین کو خاطر میں نہیں لاتے کہ جو بادشاہوں کو بادشاہت کی بھیک دیتا ہے وہ ان کے دل میں ہے لیلاؤں کو حسن دینے والا ان کے قلب میں ہے اس لیے مولیٰ کو پانے والا سارے عالم کے بادشاہوں سے اور سارے عالم کی لیلاؤں سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ (افضالِ ربانی: ۲۹)

اور فرمایا: سارے عالم میں میری یہی صدا ہے کہ ہم لوگ اس زمانہ میں صرف نظر کی حفاظت کر لیں تو حلاوتِ ایمانی ملے گی اور یہ حلاوت ہمیں اولیاء صدیقین کی منتہاء تک پہنچا دے گی۔ اس کی نسبت مع اللہ میں وہ خوشبو آئے گی کہ جدھر سے گزر جائے گا لوگ کہیں گے کہ کوئی اللہ والا جا رہا ہے آپ بتائیے کوئی گرم گرم کباب چھپا کر لیے جا رہا ہو تو لوگوں کو اس کی خوشبو سے پتہ چل جاتا ہے یا نہیں کہ کوئی کباب لیے جا رہا ہے۔ جس کا دل ہر وقت غم اٹھائے گا اور حسرت زدہ ہو گا اللہ تعالیٰ اس کے قلب

کو اپنی محبت کا جلا بھنا کباب کر دے گا۔ اس کے پاس اللہ کی خوشبو محسوس ہو گی۔ (افضالِ ربانی:۳۳،۳۲)

حضرت والا نے کیا خوب فرمایا ہے۔

ہے روحِ بندگی بس ان کی مرضی پر فدا ہونا
یہی مقصودِ ہستی ہے یہی منشائے عالم ہے
بہت تحفے ملے دنیا میں لیکن کیا کہوں اے دل
یہ تحفہ دردِ دل کا حاصلِ نعمائے عالم ہے

چند ہدایات برائے احباب تبلیغی جماعت:

سیّدی و مرشدی حضرت والا نے اپنے ایک تبلیغی دوست کو اصلاح کے لیے مکتوب تحریر فرمایا جس میں انہیں چند ہدایات فرمائی، جس میں اصلاح کے متعلق **ارشاد فرمایا:**

(۱) اصلاح عام امت کے لیے یہ ایک بہترین طریقہ ہے بشرطیکہ حدود شرعیہ سے عملاً اور اعتقاداً تجاوز نہ ہو، مگر پھر بھی اصلاح تام بدون کسی مصلح کے تعلق کے عادتاً ممکن نہیں جیسا کہ مشاہدہ ہے اور جیسا کہ خود بانی تبلیغی جماعت نے بھی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خصوصی طور پر اپنی اصلاح باطن کے لیے انتخاب فرمایا تھا اور حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کو مصلح بنایا تھا۔

(۲) قرآنِ پاک میں اپنے نفس کے بعد اپنے اہل وو عیال کی اصلاح کا اور انہیں دوزخ سے بچانے کا حکم منصوص ہے لہٰذا گھر والوں کا اوّلین حق ہے کہ ان کی اصلاح کی فکر کی جائے۔ لہٰذا پہلے اپنے گھر والوں کو اس دعوۃ سے مستفید کیا جائے بعدہ دور دراز کی بستیوں پر توجہ ہونا چاہیے۔ ورنہ دیکھنے میں آتا ہے کہ بہت سے لوگ دور دراز کے سفر کرتے ہیں اور جاپان و امریکہ تک دینی دعوت کو لے کر جاتے ہیں ان کے گھروں کا حال دگرگوں ہے۔ بچوں کو دیکھئے تو انگریزی بال ہیں انگریزوں کی وضع قطع ہے جوان بیٹیاں ہیں اور پردہ کی تاکید و اہتمام نہیں۔ خود تو ماشاء اللہ دیندار ہیں لیکن گھر والوں میں دین کا پتا

نہیں حالانکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم سب راعی یعنی نگراں ہو اور سب سے اپنے اپنے زیر نگرانوں کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

(۳) بدون کسی مصلح کی صحبت میں اپنے نفس کو مٹائے بغیر جب علماء کی اصلاح نہ ہو سکی تو عوام کی کیا ہوگی۔ اس پر دلائل حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں میں مطالعہ فرما لیے جاویں۔

(تربیتِ عاشقانِ خدا، ج ۲، ص ۷۳)

تبلیغی جماعت کے قیام کا مقصد:

ایک طالب نے لکھا کہ مجھے تعجب ہے کہ تبلیغ میں چلّہ لگانے سے بھی میری اصلاح نہیں ہوئی اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کے جواب میں حضرت والا نے **ارشاد فرمایا:**

دین کے مختلف شعبے ہیں ایک شعبہ تبلیغ کا ہے ایک شعبہ درس و تدریس کا ہے ایک شعبہ تزکیۂ نفس کا ہے وغیرہ۔ اب اگر کوئی چاہے کہ تدریس کرکے تبلیغ کے فوائد حاصل کر لے یا تبلیغ کرکے تزکیۂ نفس کر لے یا خانقاہوں سے علوم اصطلاحی حاصل کر لے تو نہیں ہو سکتا۔ اگر تدریس کرنا چاہے تو علم حاصل کرنا پڑے گا مدرسوں سے، تبلیغ کا کام کرنا ہے تو تبلیغ کے شعبہ میں جانا پڑے گا لہٰذا تبلیغ کے چلّوں سے نفس کا تزکیہ نہیں ہوگا اس کے لیے کسی شیخ سے اصلاحی تعلق قائم کریں، اس کو اپنے حالات کی اطلاع کریں اس کی تجویزات کی اتباع کریں اور ایک معتد بہ مدت اس کی صحبت میں رہیں تو گناہوں کی عادت چھوٹ جائے گی۔ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں ہے کہ میں نے یہ جماعت اس لیے قائم کی ہے کہ لوگ اللہ والوں سے جڑ جائیں اور دین میں کامل ہو جائیں۔

(تربیتِ عاشقانِ خدا، ج ۲، ص ۲۶۳)

دعوۃ الی اللہ میں اثر عملِ صالح سے آتا ہے:

ارشاد فرمایا: خواص کی تربیت عوام کی تربیت سے افضل ہے کیونکہ خواص کے ذریعہ سے دین عوام میں پہنچ جاتا ہے اگر علماء اللہ والے بن جائیں، صاحبِ نسبت درد بھرا دل ان کے سینہ میں ہو تو بتاؤ کیا عالم ہوگا۔ اس عالم سے پورا عالم روشن ہو جائے گا ورنہ جو روحانی امراض کے ساتھ دعوت دے گا تو

اس کی دعوۃ الی اللہ میں اثر نہ ہو گا اسی لیے دعوۃ الی اللہ کے ساتھ عملِ صالح کی آیت نازل ہوئی **و من احسن قولاً ممن دعا الی اللّٰہ و عمل صالحا**۔ معلوم ہوا کہ جو دعوۃ الی اللہ کرے وہ نیک عمل بھی کرے گناہوں سے بچے اور عملِ صالح کی توفیق اہل اللہ کی صحبت سے ہوتی ہے۔(الطافِ ربانی:۴۳)

خلوت مع اللہ کی اہمیت:

ارشاد فرمایا: تنہائی کی عبادت بھی ضروری ہے۔ سرور عالم ﷺ کو پہلے خلوت محبوب کی گئی اور غارِ حرا میں آفتابِ نبوت طلوع ہوا جس پر میرا شعر ہے کہ؎

خلوت غارِ حرا سے ہے طلوعِ خورشید
کیا سمجھتے ہو تم اے دوستو ویرانوں کو

غارِ حرا میں خلوت اور سناٹا تھا لیکن نبوت کا آفتاب وہیں طلوع ہوا مگر آفتاب نبوت ملنے کے بعد پھر کارِ نبوت میں آپ ﷺ مصروف ہو گئے۔ پھر آپ کا غارِ حرا میں جانا تو ثابت نہیں ہے لیکن راتوں میں اللہ کے ساتھ خلوت میں رہے۔ پس جس جن لوگوں کو خلوتوں کے بعد اللہ تعالیٰ دینی خدمت کا منصب عطا فرما دے ان کے لیے بھی ضروری ہے کہ کچھ وقت خلوتوں میں وہ اللہ کو یاد کریں کیونکہ خلوت مع الخالق جلوت مع الخلق کے فیضان کا ذریعہ بنتی ہے۔ جس کی خلوت میں تلقی انوار نہ ہو گی وہ جلوت میں فیضان انوار نہیں کر سکتا۔ خلوت میں اللہ سے لے اور جلوت میں دے۔ حضرت شاہ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خلوت میں اللہ سے اتنا لو کہ تمہارے دل کا مٹکا انوار سے بھر کر چھلکنے لگے تو مخلوق کو چھلکتا ہوا مال دو، اپنا مٹکا خالی نہ کرو۔ یہ بات حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے سنائی۔ بعض لوگ رات دن مخلوق کے ساتھ تبلیغ میں مصروف رہتے ہیں لیکن اللہ کو خلوت میں یاد نہیں کرتے۔ ان کی تبلیغ میں برکت نہیں ہوتی۔ لہٰذا ہر شیخ کے لیے خلوت بھی بہت ضروری ہے اور حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر ماں اچھی غذا نہیں کھائے گی تو اس کے بچے کمزور رہیں گے۔ جو شیخ تنہائی میں اپنے اللہ کو خوب یاد نہیں کرتا اس کے مریدین کی نسبت کمزور رہے گی۔ جتنا زیادہ شیخ متقی ہو گا اتنا ہی فیضان اس کے مریدوں پر ہو گا۔(فیوضِ ربانی:۴۱)

خلافت کی تمنّا کرنا شہوتِ نفس کی ایک قسم ہے:

ایک طالبِ اصلاح نے اپنے بعض دوستوں کو خلافت ملنے پر دل میں جلن اور احساسِ کمتری محسوس کی، حضرت والا کو اپنی اس حالت سے آگاہ کر کے رہنمائی چاہی، حضرت والا نے جواب میں **ارشاد فرمایا:**

خلافت کی تمنّا کرنا شہوت نفس کی ایک قسم ہے، اللہ والوں نے بے نام و نشان رہنا پسند کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ دارِ آخرت ان کے لیے ہے جو دنیا میں بڑائی اور نام و نمود نہیں چاہتے۔ جب نفس خلافت کی تمنا کرے تو سوچ لو کہ میں اس کا اہل نہیں جس کو شیخ نے خلافت دی ہے ان کو سمجھو کہ وہ اس کے اہل تھے[1] اور احساس کمتری کی اس لیے ضرورت نہیں کہ خلافت مقاصد میں سے نہیں ہے۔ اللہ کا پیار خلافت پر نہیں تقویٰ پر ہے جو جتنا زیادہ متقی ہو گا اتنا ہی اللہ کا پیارا ہو گا لہٰذا تقویٰ کا اہتمام کریں جس کو اللہ مل گیا اس کے سامنے خلافت کیا چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو تقویٰ کی دولت علی وجہ الکمال نصیب فرمائے۔ (تربیتِ عاشقانِ خدا: ۲/ ۱۸۳)

اور فرمایا: خلیفہ پر بھی فرض ہے کہ غیر خلیفہ کو حقیر نہ سمجھے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ کا مخلص ہو۔ قیامت کے دن کتنے غیر خلیفہ، خلفاء سے افضل ہو سکتے ہیں اپنے اعمال و تقویٰ کے عالی مقام کی برکت سے۔ (وعظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اشد محبت کی بنیاد: ۲۷)

تکبر سے بچنے کا نسخہ:

ارشاد فرمایا: جنوبی افریقہ کے ایک صاحب جو بہت بڑے عالم ہیں اور میرے خلیفہ بھی ہیں انہوں نے فون پر مجھ سے کہا کہ مجھے تکبر کا اندیشہ ہے کیونکہ بڑے بڑے لوگ مجھ سے مرید ہو رہے

---

[1] اس کی ایک وجہ یہ ارشاد فرمائی کہ: بعض لوگ شیخ کے پاس آئے اور دس دن میں خلیفہ ہو گئے۔ پہلے ہی سے جلے بُھنے تھے، خشک لکڑی جلدی جل جاتی ہے اور گیلی لکڑی شوں شاں کرتی رہتی ہے، جلتی نہیں، بعضے لوگ خشک لکڑی ہوتے ہیں اور بعض گیلی لکڑی ہوتے ہیں ان کو جلاتے رہو لیکن جل کے نہیں دیتے۔ اس لیے شیخ پر اعتراض مت کرو کہ سب کو خلافت دیتا ہے اور ہم کو نہیں دیتا۔ (وعظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اشد محبت کی بنیاد: ۲۶)

ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ جب کبھی کوئی نعمت ملے تو اللہ کا شکر ادا کیا کرو، اللہ کا شکر ادا کرنے سے تکبر قریب نہیں آسکتا کیونکہ تکبر سببِ بُعد ہے اور تشکر سببِ قرب ہے اور سببِ بُعد اور سببِ قرب میں تضاد ہے اور اجتماع ضدین محال ہے، یہ میرا ٹیلی فونک خطاب ہے۔(ارشاداتِ دردِ دل:۲۹۶)

اور فرمایا: تکبر سے بچنے کے لیے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص چاہے کہ تکبر سے محفوظ رہے وہ روزانہ دو جملے اللہ تعالیٰ سے عرض کردے کہ "یااللہ! میں تمام مسلمانوں سے کمتر ہوں فی الحال اور تمام جانوروں سے اور کافروں سے کمتر ہوں فی المآل" یعنی معلوم نہیں میرا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے یا نہیں، بس یہ دو جملے یاد رکھیے۔ تکبر سے نجات کا دادا پیر نے نسخہ بتا دیا ہے، اس سے ان شاء اللہ تکبر پاس نہیں آئے گا۔(ارشاداتِ دردِ دل:۲۹۹)

تکبر کے علاج پر حضرت والا کے عارفانہ اشعار بھی ہیں۔

المار ی اسرار کے تالے کو ذرا کھول
ظاہر ہوا جاتا ہے تِرے ڈھول کا سب پول
اے نطفۂ ناپاک تُو آنکھیں تو ذرا کھول
زیبا نہیں دیتا ہے تکبر کا تجھے بول

فناء الفناء کے معنی:

ارشاد فرمایا: نفس کو اتنا مٹاؤ کہ مٹنے کا بھی احساس نہ ہو، تصوف کی اصطلاح میں اس کا نام فناء الفناء ہے یعنی اپنے کو ایسا مٹاؤ کہ یہ احساس بھی نہ رہے کہ ہم نے اپنے کو بہت مٹایا ہے، اگر یہ احساس باقی ہے تو ابھی نفس زندہ ہے، اگر احساسِ فنائیت ہے تو ابھی نفس نہیں مٹا اور یہ بھی تکبر میں داخل ہے اور بڑائی ابھی نہیں نکلی، لہٰذا نفس کو ایسا مٹانا کہ مٹنے کا احساس بھی نہ رہے۔ اس کی ایک ایسی عجیب مثال اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو عطا فرمائی کہ آپ لوگ بھی کہہ اٹھیں گے ؏

پسلی پھڑک گئی نظرِ انتخاب کی

جب آدمی گہری نیند سو رہا ہوتا ہے تو اسے سونے کا احساس نہیں رہتا، اگر سونے کا احساس ہے تو اس کا مطلب ہے کہ نیند اچھی نہیں ہے، ناقص ہے، اگر اس کو احساس ہے کہ میں سو رہا ہوں تو سویا ہوا کہاں ہے، وہ تو جاگ رہا ہے۔ نیند اس کا نام ہے کہ آدمی سو جائے اور سونا اس کا نام ہے کہ سونے کا احساس بھی نہ ہو۔ اسی طرح مٹنا وہ پسندیدہ ہے کہ مٹنے کا بھی احساس نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اتنا مٹا دے جتنا مٹنے سے وہ خوش ہو جائیں۔ (خزائنِ شریعت وطریقت: ۳۱۵،۳۱۴)

فصل اور فراق اشتداد محبت کا ذریعہ ہے:

حضرت والا کے ایک مجاز ڈیرہ غازی خان سے تشریف لائے۔ حضرت والا نے ان کو مدینہ منورہ کی ایک خاص تصویر جو خاص کیمرہ سے کھینچی گئی ہے اور حضرت والا کے کمرہ میں دیوار پر آویزاں ہے اور بلب سے روشن ہو جاتی ہے ان کو دکھائی اور فرمایا کہ یہ آسمان اور یہ سرخیاں سب مدینہ منورہ کی ہیں پھر اپنا یہ مصرع فرمایا کہ ؏

کراچی میں ہے آسمان مدینہ

ان بزرگ نے مدینہ منورہ کی تصویر دیکھ کر رقت آمیز آواز میں نہایت درد سے خواجہ صاحب کا یہ شعر پڑھا ؎

مدینہ جاؤں پھر آؤں مدینہ پھر جاؤں
تمام عمر اسی میں تمام ہو جائے

حضرت والا نے فرمایا کہ کسی نے خواجہ صاحب سے کہا کہ جاؤں آؤں اور پھر جاؤں کے بجائے وہیں کیوں نہ رہ جاؤں۔ فرمایا کہ نہیں جاؤں آؤں میں جو مزہ ہے وہ رہ جاؤں میں نہیں رہے گا۔ عشق ٹھنڈا پڑ جائے گا۔ محبوب سے ہر وقت ملاقات میں عشق ٹھنڈا پڑ جاتا ہے اور آنے جانے میں تڑپ باقی رہتی ہے کہ آہ وقت ختم ہونے والا ہے اور جدائی میں پھر محبوب کی ملاقات کے لیے تڑپتا ہے اسی لیے رکوع سے فوراً سجدہ کا حکم نہیں دیا بلکہ رکوع کے بعد قیام سے کچھ فصل کر دیا تاکہ محبت اور تیز ہو جائے اور تڑپ کر سجدہ کرو۔ اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیان بھی تھوڑا سا فصل کر دیا۔ وصل کی

قدر فصل سے ہوتی ہے۔ فصل اور فراق محبت کو تیز کر دیتا ہے۔ حالت قبض جو سالکین کو پیش آتی ہے کہ عبادت میں مزہ نہیں آتا دل بجھا بجھا سا رہتا ہے اللہ تعالیٰ سے دوری معلوم ہوتی ہے جس سے سالک تڑپ جاتا ہے اس کا بھی یہی راز ہے کہ اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی محبت کو اور تیز کر دیتے ہیں۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ حالت قبض سے گھبرانا نہیں چاہیے اس سے بہت ترقی ہوتی ہے، بندہ کا عجب و کبر ٹوٹ جاتا ہے اور دل شکستہ ہو جاتا ہے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں اور اللہ تعالیٰ کو یہی پسند ہے کہ بندہ اپنے کو کچھ نہ سمجھے۔ اس کے بعد جب دوبارہ حالت بسط عطا ہوتی ہے تو قرب و حضوری کا کچھ اور ہی لطف ہوتا ہے۔ یہ فصل برائے وصل ہوتا ہے معلوم ہوا کہ لذت قرب و وصل کے لیے فصل ضروری ہے۔

(افضالِ ربانی:۸۵،۸۴)

سب کا مقصد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے:

ارشاد فرمایا: اصل مقصود سلاسلِ اربعہ (چشتیہ، نقشبندیہ، قادریہ، سہروردیہ) نہیں، مقصود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اگر ائیر پورٹ جانے کے چار راستے ہیں تو بتائیے! اصل مقصود راستے ہیں یا ائیر پورٹ پہنچنا ہے؟ ظاہر بات ہے کہ مقصود ائیر پورٹ پہنچنا ہے اسی طرح ہر اللہ والے کی عزت کرو چاہے وہ کسی بھی سلسلے کا ہو چونکہ مقصود سب کا اللہ کی ذات ہے، کسی طریق میں ذکر بلند آواز سے ہے تو کسی میں آہستہ ہے لیکن اتباعِ سنت سب میں مشترک ہے لہٰذا اس میں تفریق کرنے والے نادان ہیں، میرا شعر ہے

نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

اور سنت پر عمل کرنے کے لیے ہی بزرگوں نے ہمیں ذکر بتایا ہے، کسی نے جہری بتایا ہے کسی نے سرّی، جیسا پیر بتائے ویسا ہی کرو لیکن مقصد اتباعِ سنت ہو، اگر کوئی شخص روزانہ حضور ﷺ کی زیارت کرتا ہے لیکن سنت پر عمل نہیں کرتا بلکہ خلافِ سنت عمل کرتا ہے تو وہ شخص حضور ﷺ کا مبغوض ہے اور اگر کسی شخص نے خواب میں حضور ﷺ کو کبھی نہیں دیکھا مگر اس کا عمل سنت کے

مطابق ہے تو وہ حضور ﷺ کا محبوب ہے، یہ کمالاتِ اشرفیہ میں لکھا ہے جس کا دل چاہے دیکھ سکتا ہے۔ ابو جہل تو حضور ﷺ کو بیداری کی حالت میں دیکھتا تھا لیکن کیا فائدہ ہوا؟ اس کو عمل نہ کرنے کی وجہ سے کچھ نہ ملا لہٰذا اتباعِ سنت سب سے بڑی نعمت ہے، حضور ﷺ کی زیارت کو اللہ سے مانگو لیکن اگر نصیب نہ ہو تو دل چھوٹا نہ کرو اتباعِ سنت کرتے رہو، بس وہ حضور ﷺ کے نزدیک محبوب ہے۔
(معارفِ ربانی:۳۱۸،۳۱۷)

سلسلوں میں تفریق کی ممانعت:

ارشاد فرمایا: حضرت شاہ محمد احمد صاحب سلسلہ نقشبندیہ کے بہت بڑے اولیاء اللہ میں سے تھے، ہمارے شیخ نے بھی ان کو اپنا بڑا بنایا، میں نے خود ان کی صحبت اختیار کی، بیعت ہوا اور ان سے خلافت بھی ملی ہے۔ اس لیے اعلان کرتا ہوں کہ چشتیہ، نقشبندیہ اور اس قسم کے الفاظ میں تفریق نہیں ہونی چاہیے۔......... کسی چشتی کو یہ حق نہیں کہ نقشبندی کی تنقیص کرے یا نقشبندی چشتی کو حقیر سمجھے کہ چاروں سلسلے برحق ہیں، چاروں سلسلوں کا راستہ معتبر ہے لہٰذا چاروں کا احترام واجب ہے، جس کی جس سے مناسبت ہو اس کو اختیار کر لو لیکن اس میں آپس میں تقابل اور تفاضل مت کرو اس سے پھر معاملہ فرقہ بندی اور پارٹی بندی کا ہو جاتا ہے اور رفیق کے بجائے فریق ہو جاتا ہے۔......... ایک سلسلہ والے دوسرے سلسلے والوں سے ملتے رہیں۔ سلسلہ کو ایسا معبود نہ بناؤ کہ کوئی کسی کے پاس نہ جائے، روک تھام نہ کرو، طریقۂ تعلیم اپنا رکھو لیکن اللہ کے راستے پر جو چل رہے ہیں، وہ ہمارا ہی قافلہ ہے، اللہ والوں کا قافلہ ہے۔ اسی لیے ہمارے اکابر آپس میں شیر و شکر تھے۔ (معارفِ ربانی:۳۸۵،۳۸۴)

اہل اللہ کا ادب:

ارشاد فرمایا: حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے اللہ اللہ کرنے والوں کا ہمیشہ ادب کیا ہے کبھی ان کی شان میں بے ادبی نہیں کی خواہ وہ کسی مسلک کے ہوں جبکہ میں کیڑے نکالنا خوب جانتا ہوں، لیکن جو بھی اللہ اللہ کرتا ہے ان کے بارے میں میں زبان خاموش کھتا ہوں۔ اللہ اللہ

کرنے والوں سے میں ڈرتا ہوں کہ ان کا نام بہت بڑا نام ہے۔ اپنا نام لینے والوں پر نہ جانے وہ کب فضل فرمادیں اور ان کی خطاؤں کو معاف فرمادیں اور ہدایت کا فیصلہ فرمادیں۔(ارشاداتِ دردِ دل:۱۳۸)

عصبیت جہنم میں لے جانے والی ہے:

ارشاد فرمایا: اپنے قلب کا جائزہ لیتے رہو کہ عصبیت کا کوئی ذرّہ دل میں تو نہیں ہے۔ اگر عصبیت کا ایک ذرّہ بھی دل میں ہوا تو سوءِ خاتمہ کا اندیشہ ہے۔ایک غزوہ میں ایک شخص بہت بہادری سے لڑ رہا تھا۔ ایک صحابی نے اس کی تعریف کی تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ جہنمی ہے۔ وہ صحابی اس کے پیچھے لگ گئے۔ آخر میں دیکھا کہ وہ زخمی ہو گیا اور زخموں کی تاب نہ لا کر اپنی تلوار سے اس نے خودکشی کر لی۔ صحابی نے آکر یہ واقعہ حضور ﷺ سے عرض کیا اور پوچھا کہ یارسول اللہ! یہ کیا ماجرا ہے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص اسلام کے لیے نہیں عصبیت کے لیے لڑ رہا تھا کہ میرے قبیلہ کا نام ہو گا۔ پس خوب سمجھ لو کہ عصبیت جہنم میں لے جانے والی ہے، زبان اور رنگ کو حقیر سمجھنا جہنم میں جانے کا سامان کرنا ہے۔

اس مضمون کو پھیلاؤ، اس کا بہت فائدہ ہو گا، آج کل اس کی ہر جگہ اشاعت کی ضرورت ہے۔ ہر مسلمان اس مضمون کو آگے پھیلائے۔ کسی زبان کو حقیر نہ سمجھو، زبان اور رنگ کی وجہ سے کسی کو حقیر سمجھنا دلیل ہے کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کی نشانی کا انکار کر رہا ہے۔۔۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے رنگ اور زبانوں کے اختلاف کو اپنی نشانی قرار دیا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے محبت کرو۔ محبوب کی نشانی سے محبت کی جاتی ہے۔ اس کو نفرت، نزاع اور جھگڑے کا ذریعہ نہیں بنایا جاتا۔

(خزائنِ شریعت وطریقت:۴۴۱)

اس حوالے سے ”قومیت و صوبائیت اور زبان و رنگ کے تعصب کی اصلاح“ کے نام سے حضرت والا کا ایک چھوٹا سا کتابچہ بھی ہے جو لاکھوں کی تعداد میں تقسیم ہو چکا ہے الحمد للہ تعالیٰ۔

تدفین کے بعد اہم نصائح:

۱۹۹۳ء ری یونین کا واقعہ ہے کہ حضرت والا کے احبابِ خصوصی میں سے ایک صاحب کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ ان کی تدفین کے موقع پر حضرت والا قبرستان تشریف لے گئے اور تدفین کے بعد دعا فرمائی۔ .... دعا مانگنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ دفن کے بعد دعا مانگنا سنت ہے البتہ نمازِ جنازہ کے بعد بعض جگہ لوگ دعا مانگتے ہیں یہ بدعت ہے۔ نمازِ جنازہ کے بعد دعا نہیں مانگنا چاہیے کیونکہ نمازِ جنازہ تو خود دعا ہے۔ ایصالِ ثواب کے لیے قل ھو اللہ شریف پڑھے، سورہ یٰسین پڑھے شریعت میں کسی سورۃ کی قید نہیں ہے جو چاہو پڑھ کے ساری زندگی بخشتے رہو لیکن مردے کو مالی ثواب زیادہ پہنچتا ہے، یہ مسئلہ حضرت حکیم الامت نے کمالاتِ اشرفیہ میں لکھا ہے کہ مردے کے لیے زبانی عبادت سے زیادہ مالی عبادت افضل ہے لہٰذا آپ کو افضل طریقہ بتا رہا ہوں کہ زبان اور مال دونوں سے ثواب پہنچاؤ، کچھ مال مرحومہ کے نام سے دین کے کسی کام میں لگا دو۔

الحمد للہ! تکفین و تدفین سب سنت کے مطابق ہوئی، جس کام کو علماء کرام نے منع کیا ہے اور صحابہ کے زمانہ میں جو کام نہیں ہوا وہ الحمد للہ آج یہاں نہیں ہوا، آپ لوگ ہمیشہ اس کا خیال رکھیے اور علماء کرام سے پوچھئے کہ غم میں اور خوشی میں صحابہ نے کیا کیا تھا اور کیا نہیں کیا، ان سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق کون ہو سکتا ہے، وہ شاگردِ اوّل ہیں۔ بس ان کے نقشِ قدم پر چلئے۔

(معارفِ ربانی:۴۲۶،۴۲۵)

غم کا عقلی و طبعی علاج:

ایک صاحب کے والد کے انتقال پر تعزیت کے دوران ارشاد فرمایا کہ انا للّٰہ غم کا عقلی علاج ہے کہ جو چیزیں ہمیں دی گئی ہیں ان کے ہم مالک نہیں ہیں، امین ہیں، بطورِ امانت کے وہ چیزیں ہمیں دی گئی ہیں لہٰذا مالک اگر اپنی چیز واپس لے لے تو اس کا حق ہے۔ امین کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اعتراض کرے کہ یہ چیز کیوں مجھ سے واپس لی جا رہی ہے۔ پس انا للّٰہ ہمارے غم کا عقلی علاج ہے اور وانا الیہ راجعون طبعی غم کا علاج ہے کہ آج جو ہم سے جدا ہوئے ہیں ہمیشہ کے لیے جدا نہیں ہوئے،

عارضی جدائی ہے۔ ایک دن ہمیں بھی اللہ ہی کے پاس جانا ہے۔ وہاں ملاقات ہوگی اور پھر کبھی جدائی نہیں ہوگی۔ (افضالِ ربانی:۹۷)

تقدیر نام ہے علمِ الٰہی کا:

ارشاد فرمایا: میرے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تقدیر نام ہے علمِ الٰہی کا نہ کہ امرِ الٰہی کا۔ بندے جو عمل کرنے والے تھے اللہ تعالیٰ کو اس کا علم تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے اعتبار سے لکھ دیا کہ فلاں بندہ فلاں فلاں عمل کرے گا۔ لہٰذا لکھے جانے کی وجہ سے بندہ عمل نہیں کر رہا ہے بلکہ جو کچھ وہ کرنے والا تھا وہ لکھ دیا گیا ہے۔ یعنی جن اعمال کا بندوں سے صدور ہورہا ہے ان میں بندوں کو اللہ نے مجبور نہیں کیا کہ تم یہ اعمال کرو بلکہ جو عمل وہ کرنے والے تھے وہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے اعتبار سے تقدیر میں لکھ دیے ہیں۔ اس کی مثال میرے موجود شیخ حضرت شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے عجیب دی ہے کہ جیسے ریلوے کا ٹائم ٹیبل ہوتا ہے جس میں تحریر ہوتا ہے کہ ریل فلاں وقت فلاں اسٹیشن پر پہنچے گی تو ریل کا اسٹیشن پر پہنچنا ٹائم ٹیبل کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ ریل کے پہنچنے کا وقت اپنے علم کے اعتبار سے ٹائم ٹیبل میں لکھ دیا گیا ہے لیکن ہمارا علم چونکہ ناقص ہے لہٰذا اس میں کبھی تخلف بھی ہو جاتا ہے کہ ریل کبھی وقت پر نہیں پہنچتی لیکن اللہ تعالیٰ کا علم کامل ہے۔ ان کو علم ہے کہ فلاں وقت پر فلاں بندہ یہ عمل کرے گا اس میں تخلف نہیں ہوتا۔ پس معلوم ہوا کہ تقدیر میں جو لکھا ہے اس کی وجہ سے بندے اعمال نہیں کر رہے ہیں بلکہ جو اعمال وہ کرنے والے تھے وہ تقدیر میں لکھ دیے گئے ہیں۔ اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ تقدیر نام ہے علمِ الٰہی کا نہ کہ امرِ الٰہی کا۔ (فُغانِ رُومی:۴۶،۴۵)

وضو کے دوران منقول دعا:

ایک صاحب کے دریافت کرنے پر ارشاد فرمایا کہ وضو کے دوران ایک ہی دعا مسنون ہے، امام نسائی نے اپنی کتاب عمل الیوم و اللیلۃ میں یہ دعا نقل کی ہے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَ وَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَ بَارِكْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ

(عمل الیوم و اللیلة، ص:۴۲، رقم الحدیث:۸۰)

جو حضور ﷺ وضو کے دوران پڑھا کرتے تھے اور بعض کتابوں میں جو دعائیں لکھی ہوئی ہیں کہ داہنا ہاتھ دھوتے وقت یہ دعا پڑھے، بایاں ہاتھ دھوتے وقت یہ دعا پڑھے اور چہرہ دھوتے وقت یہ پڑھے تو یہ علماء کی بنائی ہوئی دعائیں ہیں، سنت سے ثابت نہیں، میرے مرشد حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ جو ان دعاؤں کو پڑھتا ہے تو مسنون دعا رہ جاتی ہے لہٰذا ان کی بجائے مسنون دعا ہی پڑھنا چاہیے۔ ایک سنت میں جو نور ہے وہ دنیا بھر کے صالحین کے وظائف میں نہیں ہو سکتا۔ (معارفِ ربانی:۳۰)

اتباعِ سنّت کی تشریح:

ارشاد فرمایا: اتباعِ سنت سے مراد سنن موکدہ ہیں جو شرطِ محبوبیت ہے اس کا ترک عدم محبوبیت کو مستلزم ہے۔ باقی سنن عادیہ پر جس قدر عمل ہو گا محبوبیت میں اسی قدر اضافہ ہو گا بشرطیکہ نافرمانی سے اجتناب ہے ورنہ سنن عادیہ کے باوجود گناہوں میں ابتلاء کے ساتھ محبوبیت کا خواب دیکھنا احمقوں کی جنت میں رہنا ہے کیونکہ سب سے بڑی سنت تقویٰ ہے لہٰذا اس سنت کا خاص اہتمام سنن عادیہ پر مواظبت سے کہیں زیادہ مطلوب ہے۔ اور تقویٰ کے اہتمام سے سنن عادیہ کی خود توفیق ہو گی۔

(تربیتِ عاشقانِ خدا:۳۷۵/۱)

تقویٰ محافظ نورِ سنّت ہے:

ارشاد فرمایا: سنت کے اتباع سے نور پیدا ہوتا ہے اور تقویٰ اس نور کا محافظ ہے لہٰذا جو تقویٰ کا اہتمام نہیں کرتا انوارِ سنت کو ضائع کرتا ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے ٹینکی پانی سے بھر لی لیکن ٹونٹیاں کھلی چھوڑ دیں تو سب پانی ضائع ہو جائے گا اسی طرح سنت کے اتباع سے قلب انوار سے بھر گیا لیکن اگر آنکھوں کی ٹونٹی کھلی چھوڑ دی، بد نظری کر لی، زبان کی ٹونٹی کھلی چھوڑ دی یعنی غیبت کر لی، جھوٹ بول دیا وغیرہ، کانوں کی ٹونٹی کھلی چھوڑ دی یعنی گانا سن لیا وغیرہ اس نے اتباعِ سنت کے انوار کو ضائع کر دیا۔ اس لیے انوارِ سنت کی حفاظت کے لیے گناہوں سے بچنا ضروری ہے۔ (افضالِ ربانی:۸۶،۸۷)

نورِ تقویٰ کی حفاظت بھی کیجئے:

ارشاد فرمایا: جتنا اللہ کی یاد کے انوار کا خزانہ حاصل کرنا ضروری ہے اتنا ہی ان انوار کا تحفظ بھی سالک پر فرض ہے اور یہ فرض تب ادا ہو گا جب حسن کے ڈاکوؤں سے نظر کو بچاؤ گے۔ آپ میں سے اکثر تو تاجر اور بزنس مین لوگ ہیں۔ بتایئے جتنا مال کمانا ضروری ہے اتنا ہی مال بچانا ضروری ہے یا نہیں؟ ان عورتوں کو دیکھنا ایسا ہے جیسے کوئی مالدار ڈاکو سے کہے کہ میرا سب مال لے جاؤ۔ بد نظری کرنے والا گویا حسینوں سے کہہ رہا ہے کہ میرا تقویٰ کا نور تم لوگ لے لو، اس نے مرنے والوں پر اس حی و قیوم کی عظمت اور تعلق و محبت کی دولت کو گویا ضائع کر دیا۔ لہٰذا نیک اعمال سے دل میں جو نور آ رہا ہے اس کو نظر بچا کر، گناہوں سے بچ کر محفوظ رکھنا ضروری ہے اور اگر شیطان کہے کہ دیکھنے میں بہت مزہ آتا ہے تو اس وقت میرا شعر پڑھ دینا۔

ہم ایسی لذتوں کو قابلِ لعنت سمجھتے ہیں
کہ جن سے رب مرا اے دوستو ناراض ہوتا ہے

(الطافِ ربانی: ۱۴، ۱۳)

دُنیا کس چیز کا نام ہے؟

ارشاد فرمایا: وہ چیز جو ہمیں اللہ سے جوڑ دے اور اللہ تک پہنچا دے وہ دنیا نہیں ہے۔ وہ روٹی دنیا نہیں ہے جس کو کھا کر ہم عبادت کریں اور روٹی سے پیدا شدہ طاقت کو اللہ پر فدا کریں، وہ گھر جس میں اللہ کا ذکر کیا جائے وہ دنیا نہیں ہے، وہ دولت جو اللہ پر فدا ہو، مسجد کی تعمیر، مدرسہ کی تعمیر، علماء کی خدمت میں صرف ہو وہ دنیا نہیں ہے۔ دنیا وہی ہے جو ہم کو اللہ سے غافل کر دے۔ مولانا فرماتے ہیں ؏

چیست دنیا؟ از خدا غافل بدن

دُنیا اللہ سے غافل ہو جانے کا نام ہے۔ (افضالِ ربانی: ٦٧) حضرت خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔

جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

ترقی کا صحیح مفہوم:

ارشاد فرمایا: ترقی کی دو قسمیں ہیں: ظاہری ترقی، حقیقی ترقی۔ اللہ سے غافل ہو کر جس ذریعہ اور جس طریقہ سے بھی ترقی کی جائے وہ ظاہری ترقی ہو گی۔ حقیقی اور اصل ترقی وہ ہے جو اللہ سے تعلق قائم کرتے ہوئے کی جائے۔........ اسے ایک مثال سے سمجھئے۔

ایک شخص مغزیات کا استعمال کرے بادام اور میوے خوب کھائے یقیناً اس سے اس کا جسم فربہ ہو گا، وہ صحت مند اور تندرست ہو گا، لیکن ایک شخص وہ ہے جس کا جسم مقویات کے استعمال سے نہیں بلکہ ضرب شدید یا کسی بیماری سے ورم کر جائے۔ اب دیکھئے دونوں جگہ جسم کی ترقی ہے، مگر پہلی ترقی حقیقی ہے اور دوسری ترقی ہائے ہائے والی ترقی ہے۔

اسلام پہلی ترقی کی دعوت دیتا ہے، جس میں اطمینان ہے، قرار اور دلجمعی ہے، دوسری ترقی سے اس کا کوئی سروکار نہیں۔ یہ تو ہمیشہ انسان کو مضطرب اور بے چین رکھتی ہے۔ ننانوے کے پھیر سے اس کا قدم نکلتا نہیں اور سیر کبھی ہوتا نہیں، یہ ترقی انسان کو ہواؤ ہوس اور حرص و لالچ کا غلام بنائے رکھتی ہے۔ قناعت اور صبر و سکون سے اس کا دامن خالی ہے۔

اس ترقی کے لیے یورپ اور امریکہ کی مثال آپ کے سامنے رکھ سکتے ہیں آپ کو چاہیے کہ کہ ترقی کے صحیح مفہوم سے واقف ہوں۔ اور اسی ترقی کے دل و جان سے شیدا ہوں اور ظاہری ترقی کی طمع میں نہ آئیں کہ یہ ترقی باعث پریشانی اور بے سکونی ہوتی ہے۔

(مذاکراتِ دکن بحوالہ روح کی بیماریاں: ۳۰۳،۳۰۲)

ٹیلی ویژن پر دینی پروگرام کا حکم:

ارشاد فرمایا: ٹیلی ویژن پر جو دین کی تبلیغ اور تلاورت وغیرہ ہوتی ہے ہمارے اکابر کی تحقیق یہی ہے کہ اس سے بچنا چاہیے۔ جس چمچے سے کوئی عورت اپنے بچے کا پاخانہ صاف کر رہی ہو اسی چمچے سے اگر آپ کو حلوہ پیش کرے تو آپ کھائیں گے؟ معلوم ہوا جو چیز غلاظت میں استعمال ہو اس کو نظافت کے آلہ کے طور پر استعمال نہیں کرتے۔ تو جس ٹی وی پر ابھی ناچ گانا ہو رہا ہے، عورتوں کا ناچ دکھایا جا رہا ہے

اس کے فوراً بعد قرآن شریف کی تلاوت شروع ہوگئی یہ دین کے ساتھ مذاق ہے، توہین ہے۔ اب اگر کوئی اس کے خلاف کوئی نظریہ رکھتا ہے تو ہمارا مقصود بحث اور جرح نہیں ہے ہمیں اپنے بزرگوں کی تحقیق بتانی ہے۔ جیسے ایک گلاس میں پانی ہے، دس ڈاکٹر کہتے ہیں کہ یہ پانی بالکل ٹھیک ہے لیکن ایک ڈاکٹر کا اختلاف ہے، وہ کہتا ہے کہ مجھے شبہ ہے کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے تو آپ اس وقت کیا کریں گے؟ احتیاط پر عمل کریں گے اور وہ پانی نہیں پئیں گے تو دین میں کیوں احتیاط نہیں کرتے۔ کون ایسا حاجی اور محسن ہے جو ٹیلیویژن پر بیٹھا ہوا ہے اور دین کی تقریر سن رہا ہے اور تسبیح بھی ہاتھ میں ہے اور سامنے محسن صاحبہ پاندان لیے مع خاندان بیٹھی ہوئی ہیں، اس کے بعد ٹی وی پر جب سامنے کوئی مرد آجاتا ہے تو کیا محسن صاحبہ اُٹھ کر بھاگتی ہیں یا کوئی عورت آگئی تو حاجی صاحب ٹی وی چھوڑ کر بھاگتے ہیں؟ میرے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب فرماتے ہیں کہ ٹیلیویژن سانپوں کا پٹارہ ہے، اس کا زہر کتے کا سا ہے جو آہستہ آہستہ اثر کرتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ ہردوئی کے اندر ایک لڑکے نے ٹیلیویژن میں ڈاکہ دیکھا۔ اس نے ڈاکوؤں سے مل کر خود اپنے گھر میں ڈاکہ ڈلوا دیا اور ڈاکو اس کو بھی اٹھا کر لے گئے، لڑکا بھی گیا اور ٹیلیویژن بھی گیا۔ آہ! ہزاروں خرابیاں اس سے پیدا ہوتی ہیں، نافرمانی پیدا ہوتی ہے، بے حیائی پیدا ہوتی ہے اور کیسے نہ ہوگی جبکہ آج کل ٹیلیویژن میں ایسی ننگی فلمیں دکھائی جاتی ہیں کہ شرم وحیا کا جنازہ نکل جاتا ہے۔ ایک سید لڑکا بہت ہی نیک پانچوں وقت کا نمازی لیکن غلطی سے اس نے ایک ننگی فلم دیکھ لی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چھ مہینے تک نماز نہیں پڑھی اس نے آکر مجھ سے کہا کہ مجھے بیماری ہوگئی ہے، میرے کپڑے ہر وقت ناپاک رہتے ہیں، سجدہ کرتا ہوں تو وہی ننگی عورت سامنے ہوتی ہے۔ پھر اس کو لا الٰہ الا اللّٰہ کی ضربیں بتائیں کہ نہا دھو کر خوشبو لگا کر اللہ کا نام لو اور کچھ مراقبہ بتا دیا اور چھ مہینے تک اس کے لیے دعا کی تب جا کے ٹھیک ہوا اور پھر ماشاء اللہ صحت مند بھی ہوگیا ورنہ معلوم ہوتا تھا کہ مر جائے گا۔ یہ حسین جان لیوا ہیں خالی ایمان ہی نہیں لیتے یہ جان بھی لیتے ہیں، آخرت تو تباہ ہوتی ہی ہے دنیا کی عارضی زندگی بھی تباہ ہوجاتی ہے۔ میرا ایک شعر ہے؎

حسینوں سے جسے پالا پڑا ہے

اسے بس سنکھیا کھانا پڑا ہے

آپ کہیں گے کہ زہر کیوں کھانا پڑتا ہے؟ اس لیے کہ اگر وہ معشوق مل گیا تو روزانہ حرام کاری سے نامرد ہو جائے گا تو پھر حکیم کے پاس جا کر روئے گا تو حکیم اسے کشتۂ سنکھیا کھلائے گا اور اگر معشوق نہیں ملا تو اس کی جدائی کے غم میں سنکھیا کھا کر مر جائے گا۔ تو دونوں صورتوں میں سنکھیا کھانا پڑا وصل میں بھی فصل میں بھی۔ اس تشریح کے بعد میرے شعر کی قدر کیجئے۔

حسینوں سے جسے پالا پڑا ہے
اسے بس سنکھیا کھانا پڑا ہے

لہٰذا دوستوں ہمارے اکابر نے یہاں تک کہا ہے کہ ٹیلیویژن سے اگر تلاوت بھی ہو رہی ہے تو اس کو مت سنو اور مت دیکھو کیونکہ یہ ایک مجرمانہ آلہ ہے اس کے بعد گانا بجانا شروع ہو جائے گا آپ خود سوچیں کہ جس چمچے سے بچے کا پاخانہ صاف کیا گیا ہو اسی چمچے کو دھو کر آپ کو حلوہ پیش کیا جائے تو ایسا کرنے والے کو آپ دوست سمجھیں گے یا دشمن؟ بس دوستو میں اپنے بزرگوں کی بات پیش کر رہا ہوں اگر عقل میں سلامتی ہو گی تو ان شاء اللہ آپ کا دل قبول بھی کر لے گا کیونکہ یہ ایک کھلی بات ہے۔

(معارفِ ربانی: ۴۰۱،۳۹۹)

ٹی وی پر حضرت والا کے اشعار ملاحظہ فرمایئے۔

دیکھ کر ٹی وی کو اب ہیں لوگ ٹی بی کا شکار
جرمِ ڈاکہ جرمِ چوری جرمِ عشق زُلفِ یار
دوستو! ٹی وی کو ویٹو کر کے دیکھو پھر بہار
دل میں اپنے چین و رحت کی فضائے ساز گار

اسلام میں چار شادیوں کا حکم:

ارشاد فرمایا: چار شادی کی اجازت ہے، حکم نہیں ہے اور یہ اجازت مطلق نہیں اس شرط سے مقید ہے کہ شوہر انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

اجمعین کے کمالِ ایمان اور تقویٰ کے ساتھ یہ شرط نازل ہوئی اور آج کل تو ایمان کا کیا حال ہے۔ اس لیے اس زمانے میں ایک ہی پر صبر ضروری ہے ورنہ دو شادی کر کے اگر دونوں میں برابری نہ کی تو سخت گناہگار ہو گا۔ پھر اس زمانے میں صحت اور قوت بھی کمزور ہے۔ اُس زمانے میں خون نکلوانا پڑتا تھا اور اب کون چڑھوانا پڑتا ہے۔ اور موجودہ زمانے میں جس نے بھی دو شادی کی دل کا چین و سکون غائب ہوا۔ لیلیٰ کی تعداد بڑھا کر مولیٰ کی یاد کے قابل نہ رہے۔ نظر کی حفاظت نہ کرنے کا یہ وبال ہے کہ ایک لیلیٰ پر صبر نہیں۔ (تربیتِ عاشقانِ خدا: ۱/ ۵۲)

دوسری شادی مت کرو، آخرت کی تیاری کرو:

ایک صاحب نے عرض کیا فلاں صاحب (جو حضرت والا سے بیعت ہیں اور مجلس میں موجود تھے) کا دوسری شادی کا خیال ہے۔ گھر میں اُن کی بیوی بھی موجود تھیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اندر کہلوا دو کہ دوسری شادی کرنے کو میں نے منع کر دیا ہے۔ دوسری شادی مت کرو، آخرت کی تیاری کرو۔ دوسری شادی اگرچہ شرعاً جائز ہے مگر بشرطِ عدل اور انصاف جس کا قرآن پاک نے اعلان کیا اور ایک بات میری سمجھ میں آئی کہ اس زمانے میں طاقتیں کمزور ہو چکی ہیں، پہلی ہی شادی میں دواخانوں کے سامنے لائن لگائے ہوئے حکیم صاحب کی خوشامد کر رہے ہیں کہ حکیم صاحب معجون دے دیجئے۔ تو جب پہلی ہی شادی میں معجون کی ضرورت ہے تو دوسری شادی کا کیا سوال ہے۔ دوسری شادی کرنا آخرت کو تباہ کرنا ہے کیونکہ اس زمانے میں تقویٰ ایسا نہیں کہ عدل کر سکو گے اس لیے پھر کہتا ہوں دوسری شادی مت کرو اگرچہ شرعاً جائز ہے مگر بشرطِ شئی جائز ہے اور وہ شئی کیا ہے؟ انصاف جو مشکل ہے اِس زمانے میں۔ (پردیس میں تذکرۂ وطن: ۱۸)

زندگی تلخ ہو جائے گی:

اور ارشاد فرمایا کہ: دوسری شادی سے بیوی بچوں کے جدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اور صرف اندیشہ ہی نہیں اس زمانے میں یہ جدائی یقینی ہے، زندگی تلخ ہو جائے گی، ہمارے سامنے بہت سے واقعات ہیں کہ جن بیویوں نے خوشی سے اجازت بھی دی شادی کے بعد اپنی اولاد کے ساتھ شوہر کے

خلاف محاذ قائم کر دیا۔ اگر دل میں کوئی عورت سمائی ہوئی نہیں ہے ہونا نہ ہونا برابر ہے تو دوسری بیوی کی چاہت کا اتنا سخت تقاضا کیوں؟ جبکہ قضائے شہوت کا محل (بیوی) موجود ہے، نفس سے ہوشیار رہیں، اس کے کید بہت باریک ہوتے ہیں۔ (تربیتِ عاشقانِ خدا بحوالہ خزائنِ معرفت و محبت: ۳۸۸)

شوہروں اور بیویوں کو نصیحت:

ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لیے سفارش نازل فرمائی کہ ان کے ساتھ بھلائی کرو اور حدیث میں بھی تعلیم ہے کہ ان پر احسان کرو۔ ان کے ٹیڑھے پن پر صبر اور ان کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کیونکہ وہ ضعیف العقل ہیں۔۔۔ ایسے ہی کتنے واقعات ہیں کہ جن کے نفلی اعمال زیادہ نہیں تھے مگر بیوی کی بد اخلاقیوں پر صبر کرنے سے اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کا بہت بڑا درجہ ہوا، اس لیے کہتا ہوں کہ بیوی کی کڑوی باتوں پر صبر کرو، سوچو کہ اگر اپنی بیٹی ایسی ہوتی تو ہم کیا چاہتے؟ یہی چاہتے کہ داماد بہت اچھا سلوک کرے، معاف کر دیا کرے، اگر ایسا داماد مل جائے تو آپ کہیں گے کہ میرا داماد فرشتہ ہے، اگر میرے پاس جائیداد ہوتی تو میں سب اس کے نام لکھ دیتا، میری بیٹی تو مزاج کی کڑوی ہے، مگر میرا داماد فرشتہ ہے، فرشتہ! برداشت کرتا ہے اُف نہیں کرتا، اللہ کی بندی سمجھ کر۔

(ارشاداتِ دردِ دل: ۱۹۴۔۱۹۶)

اور فرمایا کہ جتنے لوگوں نے اپنی بیویوں کو ستایا اور رُلایا اور ٹھنڈی آہ کھنچوائی، میں نے ان کو دیکھا کہ کسی کو فالج گرا کسی کو کینسر ہوا۔ آنکھوں سے دیکھا ہوا حال بتا رہا ہوں، چشم دید۔۔۔ اور جس نے اللہ کی ان بندیوں پر رحم کیا وہ اتنا جلد ولی بنا ہے جس کی حد نہیں۔ (ذکر اللہ اور اطمینانِ قلب: ۱۴)

اور فرمایا: لیکن ساتھ ساتھ بیبیاں بھی سن لیں کہ اپنے شوہروں کی اتنی عزت و ادب کرو کہ اگر ان سے زیادتی بھی ہو جائے تو ان کی بڑائی اور عظمت کے خیال سے اللہ کو راضی کرنے کے لیے ان کو معاف کر دو۔ ان کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھو۔ حدیث میں آتا ہے کہ شوہر اگر ناراض ہو جائے تو عورت کا کوئی عمل قبول نہیں چاہے ساری رات تسبیح کھٹکھٹاتی رہے۔ بیویوں کو یہ بھی سوچنا چاہیے کہ اللہ نے شوہروں کا درجہ اتنا بلند کیا ہے اگر سجدہ کسی کو جائز ہوتا تو شوہروں کو جائز ہوتا۔ لیکن جائز نہیں ہے۔

اس لیے اس کا حکم نہیں دیا گیا۔ سجدہ کے لائق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس لیے اللہ کے علاوہ کسی کو سجدہ جائز نہیں۔ لیکن ہمیشہ یاد رکھو اور ماں باپ پر بھی فرض ہے کہ اپنی بیٹیوں کو سمجھاتے رہیں کہ شوہر کی طرف سے اگر کچھ کڑواہٹ بھی آجائے تو برداشت کرو اس کے ہاتھوں سے تمہیں نعمتیں بھی تو مل رہی ہیں۔ خون پسینہ کر کے کما کر لاتا ہے اور تم چولہے کے پاس چپاتی پکا دیتی ہو۔

(خوشگوار ازدواجی زندگی:۱۸،۱۹)

دلیلِ توحید:

ارشاد فرمایا: مسلمانوں کا آپس میں محبت سے رہنا اس میں دلیل توحید ہے۔ جن بچوں کا باپ ایک ہوتا ہے ان میں آپس میں محبت ہوتی ہے اور سوتیلوں میں لڑائی جھگڑا اور فساد رہتا ہے۔ مسلمانوں کا اللہ ایک ہے اس لیے ان میں آپس میں محبت ہونا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دلیل ہے۔

(انعاماتِ ربانی:۱۲۷)

ہنسی کے وقت کا مراقبہ:

ارشاد فرمایا: ہنسنے میں بھی خیال رکھیں کہ اللہ ہم کو دیکھ رہا ہے اور خوش ہو رہا ہے جیسے بچے ہنستے ہیں تو باپ کو اچھا معلوم ہوتا ہے اور بچے غمگین ہو جائیں تو باپ کو بھی غم ہوتا ہے اس لیے ہنسنے میں یہ نیت کرو کہ ہم لوگ ہنس رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ خوش ہو رہے ہیں اور جو شخص ہنسی مذاق میں اللہ کو بھول گیا وہ لطفِ حیات سے محروم ہو گیا، ایک لمحہ کے لیے جو خالقِ حیات سے بے خبر ہے اس کی اتنی دیر کی حیات لطف سے خالی ہے کیونکہ جب خالقِ لطف سے بے خبر ہو گیا تو لطف کہاں سے آئے گا۔

(معارفِ ربانی:۲۰۹)

نذر عباداتِ مقصودہ میں ہوتی ہے:

دورانِ گفتگو ایک صاحب کے تبلیغی چلّہ پر جانے کا ذکر آ گیا۔ ایک تبلیغی دوست نے کہا کہ چونکہ انہوں نے لکھوا دیا تھا لہٰذا اب ان کا جانا ضروری ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ حیدرآباد سندھ میں میرے ایک دوست حافظ عبد الرحیم صاحب نے بتایا کہ میں نے نذر مانی تھی کہ ایک چلّہ لگاؤں گا لیکن

بعض وجوہات سے نہ جاسکتا تو انہوں نے کہا کہ میں مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ میں نے تبلیغ کے چلّہ کی نذر مانی تھی لیکن نہ جاسکا تو اب اس کا کیا کفارہ ہے؟ کیا میں خود چلّہ لگاؤں یا اپنی طرف سے کسی کو بھیج دوں؟ حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو جواب میں لکھا کہ نذر عباداتِ مقصودہ میں ہوتی ہے اور چلّہ پر جانا عباداتِ مقصودہ میں نہیں ہے لہٰذا نذر واقع ہی نہیں ہوئی، نہ آپ کا چلّہ پر جانا ضروری ہے اور نہ اپنی طرف سے کسی کو بھیجنا ضروری ہے۔ میں نے حافظ صاحب سے کہا کہ یہ فتویٰ تو بہت ضروری ہے کہ اکثر لوگ اس وجہ سے پریشان رہتے ہیں کہ ہم نے نام لکھوادیا تھا لیکن جا نہیں سکے لہٰذا اس فتویٰ کی ایک کاپی میں نے لے لی جس پر باقاعدہ حضرت مفتیٔ اعظم پاکستان کے دستخط اور دارالعلوم کی مہر ہے۔ مولانا داؤد سے فرمایا کہ کراچی سے آپ بھی اس کی ایک نقل منگوا کر یہاں رکھیں۔

اسی طرح ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ میں نے ایک نذر مانی تھی کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں آپ کو دس ہزار روپیہ دوں گا چنانچہ میرا کام ہو گیا اب میں آپ کو دس ہزار روپیہ دینا چاہتا ہوں، اب میں بہت پریشان ہوا کیونکہ نذر کا روپیہ غنی نہیں لے سکتا یہ غریبوں کا حق ہے چنانچہ میں نے ایک بڑے مفتی صاحب سے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے ہنس کر فرمایا کہ پیر کو ہدیہ دینا عباداتِ مقصودہ میں سے نہیں ہے، یہ نذر ہی نہیں ہوئی، لہٰذا روپیہ لے لو۔ واقعی علماء کا دم بہت غنیمت ہے، اگر مفتی صاحب سے نہ پوچھتا وت بلاوجہ دس ہزار کا نقصان ہو جاتا، اگر یہ علماء نہ ہوتے تو دین کی حفاظت مشکل ہو جاتی اور لوگ گمراہی میں پڑ کر ہلاک ہو جاتے۔ (معارفِ ربانی:۲۱۶،۲۱۵)

جاہل صوفیاء کی گمراہی کا سبب:

ارشاد فرمایا: جو صوفی علماء سے متنفر، متوحش اور کنارہ کش ہو گا وہ گمراہ اور زندیق ہو جائے گا۔ قاعدہ مسلمہ ہے کہ جو قانون دان سے نہ ملے گا وہ جہل کے سبب لاقانونیت میں مبتلا ہو جائے گا۔ علماء آخرت کے قانون داں ہیں۔ ان سے دور رہنے والا صوفی بوجہ جہل قانونِ خداوندی کی خلافِ ورزیوں میں مبتلا ہو جائے گا۔ (خزائنِ شریعت وطریقت:۵۶)

عشق کی لوڈ شیڈنگ:

ارشاد فرمایا: کراچی میں ایک کالج کے پرنسپل نے کہا کہ شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال نے کہا ہے کہ مجھ کو عقل اہلِ فرنگ یعنی اہلِ مغرب سے ملی ہے اور عشق مجھے صوفیاء سے ملا ہے۔ میں نے کہا کہ ان کو عشق تو ملا لیکن عشق کامل نہ ملا، ناقص ملا ورنہ چہرہ پر ڈاڑھی ضرور آ جاتی۔ عشق کی بجلی تو آئی لیکن لوڈ شیڈنگ تھی جس کی وجہ سے گالوں کے ایئر کنڈیشن نہیں چل سکے۔ پرنسپل صاحب کو یہ بات بہت پسند آئی اور کہا یہ بہت عمدہ مضمون ہے کیونکہ اس میں ان کی اہانت بھی نہیں ہے، ان کے عشق کو بھی آپ نے تسلیم کرلیا اور یہ بھی بتا دیا کہ بجلی کمزور تھی ورنہ شریعت کی اتباع کامل نصیب ہو جاتی۔

اس لیے اہلِ علم کو اپنے معلوم کو معمول بنانے کے لیے اہلِ عمل کی یعنی اللہ والوں کی صحبت ضروری ہے ورنہ معلومات رہیں گی معمولات نہ رہیں گے اور اگر معمولات ہوں گے تو ان میں اخلاص نہ ہو گا۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اخلاص صرف اہل اللہ کی صحبت سے ملتا ہے۔

(فیوضِ ربانی: ۶۰، ۵۹)

اس سے متعلق حضرت والا کے اشعار ہیں۔

علم کا پندار اہلِ علم کو
رکھتا ہے محرومِ حق سے دوستو
علم کا حاصل ہے بس عشقِ خدا
آہ سب دھوکا ہے بس اسکے سوا

بندوں کو اللہ تعالیٰ کا پیغامِ دوستی:

ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ **اتقوا اللّٰہ** فرما کر بندوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے، پیغامِ دوستی میں پہل فرمائی ہے اور فرمایا کہ **ان اولیاء ہ الا المتقون** صرف متقی بندے میرے اولیاء ہیں لہٰذا دلالت التزامی سے **اتقوا اللّٰہ** کے معنی ہوئے کہ اے ایمان والو! میرے دوست بن جاؤ۔ بندوں کو یہ پیغامِ دوستی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے ورنہ بندے اتنے بڑے مولیٰ کو دوست بنانے کا سوچ بھی نہیں

سکتے تھے اور یہ بھی ان کی محبت و رحمت و کرم ہے کہ نطفۂ ناپاک سے پیدا کر کے فرمارہے ہیں کہ یہ ہمارے دوست ہیں ورنہ ؏

چہ نسبت خاک را باعالم پاک

آیت مبارکہ میں لفظ صادقین نازل فرمانے کا راز:

اور فرمایا: اتقوا اللّٰہ کے بعد **کونوا مع المتقین** کیوں نازل نہیں ہے **کونوا مع الصادقین** کیوں نازل ہے جب کہ تمام مفسرین لکھتے ہیں کہ یہاں صادقین سے مراد متقین ہے اور دوسری آیت نے اس کی تفسیر کردی **اولٓئك الذین صدقوا و اولٓئك هم المتقون** معلوم ہوا کہ صادقین اور متقین دونوں ایک ہی ہیں مگر صادقین یہاں کیوں نازل فرمایا اس کا راز اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو عطا فرمایا کہ جس شیخ سے مرید ہونا چاہو پہلے دیکھ لو کہ وہ تقویٰ میں سچا بھی ہے یا نہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ لباس متقین میں ہو اور صادق فی التقویٰ نہ ہو اور میرے بندے کہیں جعلی اور چکر باز پیروں کے چکر میں نہ آجائیں اس لیے صادقین نازل فرمایا مگر مراد متقین ہے۔(افضالِ ربانی:۳۰ ۷، ۷۲)

توفیقِ ادب:

ارشاد فرمایا: نفس سے ہوشیار رہو، یہ بے ادبی کرا کے بدنصیب بنا سکتا ہے۔ باادب بانصیب۔ مولانا رومی کا یہ شعر بھی پڑھا کیجئے

اے خدا جوئیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب

اے اللہ ہم آپ سے ادب کی توفیق مانگتے ہیں کہ اپنے بزرگوں سے کوئی بات بے ادبی کی نہ ہو جائے کیونکہ بے ادب فضل رب سے محروم ہوتا ہے۔

اللہ کے راستے کا ادب اللہ کا ادب ہے کیونکہ شیخ اللہ ہی کے راستے کا تو رہبر ہے شیخ کا ادب کرنا اور اس کے ناز اٹھانا اللہ کا ناز اٹھانا ہے جو محبت اللہ کے لیے کرتا ہے وہ اللہ ہی کی محبت ہے، جو محبت اللہ

والی ہوتی ہے، للہ ہوتی ہے وہ باللہ ہوتی ہے تو اللہ اپنے مقبول اور پیاروں کی محبت کو اپنی محبت کے کھاتے میں لکھتے ہیں۔ (الطافِ ربانی:۴۱،۴۰)

اور فرمایا: سوءِ ادبی کی ظلمت کبائر (کبیرہ گناہوں) کی ظلمت سے زیادہ سنگین اور اشد ہوتی ہے اور اپنے ماں باپ، اکابر اور استاد و شیخ کا بے ادب ہمیشہ پریشانیوں کی وادیوں میں مبتلا رہتا ہے لہٰذا اپنے بڑوں کے ساتھ ہمیشہ بادب رہے اور حق تعالیٰ سے ادب کی توفیق مانگتا رہے۔

(خزائنِ شریعت وطریقت:۹۸)

کیفیات واحوال کا ادب:

ارشاد فرمایا کہ کیفیات واحوال اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوتے ہیں لہٰذا اگر کسی صوفی پر کوئی حال آ جائے کہ کھڑا ہو جائے تو سب کھڑے ہو جاؤ، اگر رونے لگے تو سب رونے لگو ورنہ اس کی روح نکل جائے گی، اس سے موت واقع ہو سکتی ہے کہ ہم کو رونا آیا اور یہ کمبخت ہنس رہا ہے۔ (معارفِ ربانی:۴۲۸)

دربار کا ادب:

حضرت والا نے ایک مسجد میں بیان فرمایا، اس کے بعد عشاء کی اذان ہو گئی اور جب جماعت کھڑی ہوئی تو تکبیر کے وقت بعض حضرات نے ہاتھ باندھ رکھے تھے تو حضرت والا نے یہ مسئلہ بتایا کہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا یہ دربار کا ادب ہے اور دربار میں تکبیرِ تحریمہ کے بعد داخل ہوتا ہے لہٰذا پہلے سے ہاتھ باند کر کھڑا نہ ہونا چاہیے بلکہ ہاتھ چھوڑ کر سیدھا کھڑا ہونا چاہیے جب امام تکبیرِ تحریمہ کہے تو اب تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھے۔ (معارفِ ربانی:۲۲)

صاحب زادہ نہیں خادم زادہ کہو:

حضرت والا کے ایک خادم نے اپنے بیٹے کا تعارف کرایا کہ حضرت یہ میرا صاحبزادہ ہے۔ فرمایا کہ خود صاحبزادہ نہ کہیے ورنہ آپ نے اپنی زبان سے خود کو صاحب تسلیم کر لیا۔ اس لیے بزرگوں نے فرمایا کہ خادم زادہ کہو کہ میں خادم ہوں یہ خادم کا بیٹا ہے۔ (فیوضِ ربانی:۲۹)

اللہ کی نعمتوں کے ادب کی تعلیم:

حضرت والا نے کوئی کتاب طلب فرمائی تو کسی نے کہا کہ حضرت یہ کتاب میرے کمرے میں پڑی ہے۔ ارشاد فرمایا کہ دینی کتابوں کے لیے یہ نہ کہو کہ وہاں پڑی ہے اسی طرح پیسہ کے لیے بھی نہ کہو کہ پیسہ پڑا ہے۔ جو نعمت ہو یا مبارک چیز ہو اس کے لیے ''پڑا رہنا'' نہ کہو۔ یوں کہو کہ ''وہاں رکھی ہے''۔ ایک صاحب نے پاکستان میں اشکال کیا کہ صاحب اپنی زبان ہے، اگر یوں کہہ دیا کہ چیز پڑی ہوئی ہے تو اس میں کیا حرج ہے؟ میں نے کہا کہ اچھا اگر آپ کسی کے ہاں مہمان ہوں اور میزبان کہہ دے کہ آج کل میرے یہاں پڑے ہوئے ہیں تو وہ فوراً چونک گئے اور معافی مانگی اور کہا کہ آپ نے بالکل صحیح کہا۔ اب میں سمجھ گیا۔ (پردیس میں تذکرۂ وطن:۲۱۶)

کھانے کے آداب:

۱۹۹۳ء میں حضرت والا ری یونین سینٹ پیئر میں اپنے دعوتِ سفر کے سلسلہ میں قیام پذیر تھے، ایک دن حضرت والا کی گفتگو کے بعد دستر خوان بچھا دیا گیا اور جب کھانا شروع ہوا تو ایک صاحب جو حضرت والا کے متعلقین میں سے ہیں وہ حضرت والا کے قریب ہی بیٹھے تھے اور کھانے میں منہ سے چَپ چَپ کی آواز آ رہی تھی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ کھاتے وقت منہ سے آواز نہیں آنی چاہیے اس سے طبیعت مالش کرنے لگتی ہے۔

ہمارے بزرگوں نے ہمیں کھانے کا طریقہ بھی سکھایا، اگر وہ نہ سکھاتے تو ہم آپ کو کیسے سکھاتے؟ یہ اُنہی کا سکھایا ہوا ہے کہ کھانے میں منہ سے آواز نہ آئے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ منہ بند کر کے لقمہ چباؤ اور پلیٹ میں چاولوں پر دال سالن ڈال کر ایک ساتھ نہ ملاؤ جیسے گائے بھینس کو سانی کی جاتی ہے بلکہ تھوڑا تھوڑا سالن اور چاول اپنے سامنے سے ملاتے رہو اور کھاتے رہو ویسے بھی حکم ہے کُلْ مِمَّا يَلِيْكَ اپنے سامنے سے کھاؤ اور کھانے میں سڑپ سڑپ کی آواز بھی نہ ہو۔

پھولپور میں ایک مولوی صاحب آئے، حضرت کے مہمان ہوئے، دوپہر کو دستر خوان پر انہوں نے روٹی کا نوالہ اس طرح بنایا جیسے خول ہوتا ہے، ہندوستان میں اس کو چونگا کہتے ہیں اور اس کے

اندر دال بھر بھر کے کھانے لگے۔ بعد میں حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تنہائی میں فرمایا کہ اب ان کو کھانا الگ بھجوانا، میں ان کے ساتھ نہیں کھا سکتا کیونکہ ساتھ کھانے کے آداب سے یہ شخص واقف نہیں۔ (معارفِ ربانی:۲۱۵،۲۱۴)

اور فرمایا: کھانا جلدی جلدی کھاؤ، اس طرح کھاؤ جس طرح کئی دن کے بھوکے ہو، نوابوں کی طرح استغناء کے ساتھ مت کھاؤ، اسی لیے ٹیک لگا کر کھانا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں استغنائی شان ہے، اس لیے حدیث کی روایت پڑھو کہ ایسا تیز کھاؤ کہ معلوم ہو کہ کئی وقت سے بھوک اہے لیکن اتنا تیز بھی مت کھاؤ کہ بغیر چبائے نگل جاؤ اور پیٹ میں درد شروع ہو جائے۔ (معارفِ ربانی:۲۴۴،۲۴۳)

اور فرمایا: حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نے فرمایا کہ دستر خوان پر رزق کے جو ذرّات ہیں ان کو ایسی جگہ مت پھینکو جہاں پیر پڑے، یہ پیاری چیز ہے، اس کو کیاری میں ڈال دو۔۔۔ان کو غلط جگہ مت پھینکو جس سے بے ادبی ہوتی ہو۔۔۔ دستر خوان اسی لیے ہے تاکہ کوئی ذرّہ اس کا باہر نہ جائے۔ (معارفِ ربانی:۲۴۳،۲۴۲، ملخص)

گرم کھانا کھانے کا مسئلہ:

میں ۱۹۹۲ء میں بمبئی گیا تھا تو ایک عالم فاضل دیوبند کے ساتھ ناشتہ پر دعوت ہوئی، دعوت کرنے والے مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے داماد تھے جو عالم بھی ہیں۔ انہوں نے گرم گرم پوریاں اور گرم گرم کباب دستر خوان پر رکھے تو ہمارے مزے آگئے۔ آپ سوچئے گرم پوری بھی ہو اور گرم کباب بھی ہو تو مزہ آئے گا یا نہیں؟ تو ایک مولانا صاحب نے کہا کہ بھئی گرم گرم کھانا سنت کے خلاف ہے۔ مجھے یاد آیا کہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم بھی گرم گرم چپاتی منگواتے ہیں، جب دستر خوان بچھ جاتا ہے تو گرم گرم چپاتی پک کے آتی ہے، میں نے سوچا کہ میرے شیخ اور کتنے بڑے بزرگ ہیں اور جو گرم گرم پلاؤ بریانی کھاتے ہیں۔ کباب کوئی فریج میں رکھ کے کھاتا ہے؟ یا گرم گرم کھاتے ہو؟ اور پلاؤ بریانی فریج میں رکھ کے کھاتے ہو یا گرم کر کے؟ تو میں نے کہا کہ بھئی! آپ نے جو یہ روایت بیان فرمائی یہ کس کتاب میں ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ مشکوٰۃ شریف میں۔ کسی نے

مشکوٰۃ شریف لا کر پیش کر دی، واقعی اس میں لکھا تھا کہ گرم کھانا مت کھاؤ، اس میں برکت نہیں ہے۔ میں نے کہا بھئی! حدیث کو خود سے سمجھنا ٹھیک نہیں ہے، ملا علی قاری محدثِ عظیم نے جو شرح کی ہے اُسے دیکھنا چاہیے، کیونکہ اس میں صاحبِ مشکوٰۃ کی ساری روایتیں ہیں، محدثین وشارحین جو ہوتے ہیں وہ سب حدیثوں کو جمع کر کے پھر اس پر اپنا فیصلہ لکھتے ہیں۔

خیر میں نے مشکوٰۃ شریف کی شرح مرقاۃ منگوائی کہ دیکھیں اس میں اس حدیث کی کیا شرح لکھی ہے کیونکہ اعتراض کرنے والا عالم اور فاضلِ دیوبند تھا اور اس نے ہمارے گرم گرم کباب اور گرم گرم پوریوں پر حملہ کیا تھا اور پھر میرے شیخ تک اس بات کا سلسلہ پہنچتا تھا تو میں نے جب شرح کو دیکھا تو مسئلہ حل ہو گیا کہ گرم کھانا بالکل جائز ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحابہ گرم کھانے کو ڈھک کر رکھ دیتے تھے:

حَتّٰى يَذْهَبَ مِنْهُ غِلْيَانُ الْبُخَارَةِ وَ كَثْرَةُ الْحَرَارَةِ

تاکہ کھانے سے بھاپ کا جوش کم ہو جائے اور کثرتِ حرارت میں اعتدال پیدا ہو جائے تاکہ منہ نہ جل جائے، یہ نہیں کہ بالکل ٹھنڈا کر کے کھاؤ، اگر مقصود ٹھنڈا کرنا ہوتا تو ڈھکن اُتار کر رکھتے، اگر مقصود کھانے کی گرمی کو بالکل ختم کرنا ہوتا تو ڈھک کر کیوں رکھتے؟ صحابہ کھانے کو ڈھک کر انتظار کرتے تھے یہاں تک کہ کھانے سے پلاؤ بریانی کباب کچھ بھی ہو اس سے حرارت کی تیزی کم ہو جائے، اگر بہت جلتا ہوا کھاؤ گے تو منہ میں چھالے پڑ جائیں گے اور پیٹ میں زخم ہو جائے گا تو جب میں نے ملا علی قاری کی یہ روایت اُن فاضلِ دیوبند کے سامنے پیش کی تو وہ مجھ سے بہت خوش ہوئے، کیونکہ مخلص تھے معترض نہیں تھے اور پھر انھوں نے میرا کوئی وعظ نہیں چھوڑا، ہر وعظ میں شریک ہوئے۔

بمبئی میں قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ صوفی عبد الرحمٰن صاحب کے لڑکے مولانا ابرار الحق صاحب سے بیعت ہیں، وہ یہ واقعہ سن کر پھڑک گئے کہ اگر حضرت یہ نہ بتاتے تو میں اپنے شیخ کے بارے میں سوچتا کہ یہ گرم کیوں کھاتے ہیں، لیکن آج تو آپ نے ہمارے بزرگوں سے

اعتراضات رفع کر دیے۔ یہ ہے علم کی برکت، کتنے اکابر ہیں جو گرم کھانا کھاتے ہیں بلکہ سارے ہی اکابر گرم کھانا کھاتے ہیں، ٹھنڈا کر کے کوئی نہیں کھاتا۔ (معارفِ ربانی:۲۴۵،۲۴۴)

عصرِ حاضر میں تقلیلِ طعام، منام، کلام اور اختلاط مع الانام کا حکم:

ارشاد فرمایا: اس زمانے میں اہل اللہ کا مشورہ ہے کہ کھانے میں اور نیند میں کمی نہ کرو اتنا کھاؤ کہ دو ایک لقمہ کی بھوک چھوڑ دو اور کم از کم چھ گھنٹے سوؤ۔ بے ضرورت زیادہ لوگوں سے میل جول نہ رکھو اور کم بولو۔ بولنے سے پہلے سوچو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اگر گناہ کی بات ہے تو بالکل خاموش رہیں۔ مباح بات تھوڑی سی کر کے خاموش ہو جاؤ۔ لیکن بہت زیادہ خاموش بھی نہ رہیں۔ صحت کے لیے خوش طبعی میں مضائقہ نہیں۔ (تربیتِ عاشقانِ خدا:۱/۳۹۶)

عشق ہے نام نامرادی کا:

ارشاد فرمایا: عشق کی تکمیل نامرادی ہی سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کی ابتداء کا سبق نامرادی ہی سے دیا کہ اگر مجھے اپنا مراد بنانا چاہتے ہو تو گندی آرزوؤں سے نامراد ہو جاؤ۔ میں اچھے کاموں سے تمہیں نامراد نہیں کر رہا ہوں بلکہ خراب کاموں سے نامراد کر کے تمہیں اچھے کاموں کے لیے بامراد بنانا چاہتا ہوں لہٰذا کلمہ کی بنیاد ہی لا الٰہ سے شروع ہو رہی ہے کہ دیکھو باطل خداؤں سے تعلق مت رکھنا، بُری خواہشات کو خدا نہ بنانا تب الا اللہ پاؤ گے۔ میرا شعر ہے؎

کون کہتا ہے بامرادی کا

عشق ہے نام نامرادی کا

(عطاءِ ربانی:۴۱)

شیخ کا مقام:

ارشاد فرمایا: میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ نے شیخ کو عجیب مقام دیا ہے۔ اگر وہ ذکر اور تلاوت ملتوی کرا کے کسی مرید سے یہ کہہ دے کہ تمہارا کام خانقاہ میں صرف

جھاڑو لگانا اور لیٹرین صاف کرنا اور مہمان جو اللہ کے لیے خانقاہ میں ہیں ان کی خدمت کرنا ہے تو وہ اسی راہ سے اللہ تک پہنچ جائے گا، شیخ نے جو طریق اس کے لیے مقرر کیا ہے اسی سے وہ اللہ تک پہنچ جائے گا۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک محدث اور مفتی ایک اللہ والے سے بیعت ہوئے تو شیخ نے کہا کہ اب نہ فتویٰ دینا، نہ بیان کرنا اور نہ حدیث پڑھانا تو اس وقت کے بعض مفتیوں نے فتوی دے دیا کہ یہ پیر کافر ہے حالانکہ وہ پیر بہت بڑے شیخ تھے اور چونکہ ان کے مقام سے یہ مفتی صاحب جو مرید ہوئے تھے واقف تھے لہٰذا انھوں نے شیخ کی بات پر عمل کیا اور سال بھر تک نہ بیان کیا، نہ حدیث کا درس دیا اور نہ فتویٰ دیا بس ذکر و فکر کرتے رہے، شیخ نے جو معمول بتایا تھا وہ کرتے رہے۔ ایک سال کے بعد جب شیخ نے دیکھا کہ اصلاح ہو گئی اور دل نسبت مع اللہ کے نور سے بھر گیا تو فرمایا کہ اب منبر پر جاؤ اور بیان کرو، سال بھر کے بعد جب بیان کیا تو ایک ایک لفظ سے لوگ صاحبِ نسبت ہو رہے تھے، ان الفاظ کا اثر بڑھ گیا تھا کیونکہ نفس مٹ گیا تھا، ایک سال تک نفس کو مٹانا پڑا حبِّ جاہ سے اور حبِّ باہ سے یہاں تک کہ حبِّ آہ میں مشغول ہو گئے۔ (معارفِ ربانی:۴۳۵، ۴۳۴)

اکرامِ شیخ علی الدوام کا طریقہ:

ارشاد فرمایا: جو شخص ہر وقت شیخ کے ساتھ رہے اس کو ہر وقت اکرامِ شیخ (یعنی شیخ کا ادب و اکرام) لازم ہے اور ہر وقت اکرامِ شیخ کے لیے اس پر ہر وقت حضورِ حق کا ہونا لازم ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا استحضار ہر وقت اس پر غالب رہے (کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں)۔ دوامِ حضور مع الحق جس کو نصیب ہو وہ اکرامِ شیخ علی الدوام کر سکتا ہے لہٰذا جو لوگ رات دن شیخ کے ساتھ رہیں ان پر لازم ہے کہ دوامِ حضور مع الحق کا مقام حاصل کریں، کسی وقت بھی خدا سے غافل نہ رہیں۔ (معارفِ ربانی:۲۰۹)

حضرت والا فرماتے ہیں ؎

جس نے اٹھایا شیخ کے نازِ طریق کو

راہِ فنا سے رہبر راہِ خدا ہوئے

رمضان المبارک اور صحبتِ صالحین:

ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے رمضان شریف کے روزوں کی حکمت قرآنِ پاک میں **لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ** فرمائی ہے جس کی تفسیر روح المعانی میں یہ ہے **اَیْ لِكَیْ تَصِلُوْا بِذَالِكَ اِلٰى مَرْتَبَةِ التَّقْوٰى** تاکہ ان کے ذریعہ تم مرتبۂ تقویٰ تک پہنچ جاؤ۔ اور دوسری آیت **كُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ** میں صادقین کی صحبت کو بھی تقویٰ کا ذریعہ بتایا گیا۔ معلوم ہوا کہ رمضان المبارک تقویٰ کا سببِ زمانی اور صحبتِ صادقین سببِ مکانی ہے۔ پس رمضان میں کاملین کی صحبت سے تقویٰ پیدا کرنے کے دونوں اسباب زمان و مکان کے جمع ہو جاتے ہیں جس سے تقویٰ کا راستہ جلد طے ہو جاتا ہے۔ مشائخ کے یہاں رمضان میں سالکین کے جمع ہونے کی اصل یہ معلوم ہوتی ہے۔ (خزائنِ شریعت وطریقت: ۱۳۵)

حضرت والا حق تعالیٰ شانہ سے دُعا گو ہیں۔

یارب مجھے زمان اور ایسا مکان دے
جس میں تِری ہی یاد ہو ایسی ہر آن دے

بزرگانِ دین کو اہلِ دِل کہنے کی وجہ:

ارشاد فرمایا: ایک دن مجھے خیال آیا دل تو ہر انسان کے سینہ میں ہے، اس لیے ہر شخص "اہلِ دل" ہے پھر اللہ والے کو خصوصیت کے ساتھ "اہلِ دل" کیوں کہتے ہیں۔ غور کرنے پر معلوم ہوا کہ انھیں "اہلِ دل" اس لیے کہنا مناسب ہے کہ یہ اپنا دل اللہ کو دے چکے ہوتے ہیں، ہر وقت ان کا دل اللہ کے پاس ہی ہوتا ہے، جب دل' دل دینے والے کو کسی نے دے دیا تو اسے "اہلِ دل" ہی کہنا چاہیے۔

اہلِ دل آنکس کہ حق رادل دہد
دل دہد اوراکہ دل رامید ہد

(مذاکراتِ دکن بحوالہ روح کی بیماریاں: ۲۹۵، ۲۹۴)

اور فرمایا: میرا شعر جس کو حضرت مولانا یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے بہت زیادہ پسند فرمایا تھا اور بہت زیادہ تعریف کی تھی یہ ہے۔

اہلِ دل آنکس کہ حق رادل دہد

دل دہد او را کہ دل را مید ہد

اہلِ دل وہ ہے جو خدائے تعالیٰ پر دل کو فدا کر دے اور دل اسی ذات حق سبحانہ و تعالیٰ کو دے دے جس نے ماں کے پیٹ میں دل بنایا ہے۔ یہ کیا کہ دل تو اللہ نے بنایا اور فدا کرتے ہو مٹی کے کھلونوں پر۔ اور دل کو خدا پر فدا کرنے کا طریقہ کیا ہے یہ میرے دوسرے شعر میں ہے؎

ہمنشینی اہل دل اہل نظر

می رساند تا خدائے بحر و بر

جو اللہ والوں کی ہمنشینی اختیار کرتا ہے، اللہ والوں کے پاس بیٹھتا ہے ایک دن یہ اللہ کو پا جاتا ہے۔ جو اہل اللہ کا عاشق نہیں وہ اللہ کا بھی عاشق نہیں اور جو اپنے مرشد کا عاشق ہے وہ دراصل اللہ کا عاشق ہے کیونکہ اللہ ہی کے لیے تو اس سے محبت کر رہا ہے۔ (الطافِ ربانی: ۶۴، ۶۳)

اور اہلِ دِل پر حضرت والا کا اُردو شعر بھی ہے؎

خالق دل پہ دوستو جس نے فدا کیا ہے دل

کہتے ہیں اس کو اہلِ دل سارے جہاں کے اہلِ دل

چند مختصر ملفوظات

ارشاد فرمایا: میرے شیخ اوّل شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کباب ملتا ہے کباب والوں سے، مٹھائی ملتی ہے مٹھائی والوں سے، کپڑا ملتا ہے کپڑے والوں سے، تو اللہ ملتا ہے اللہ والوں سے۔ (وعظ راہِ مغفرت: ۲۲)

ارشاد فرمایا: ولایت کثرتِ وظائف پر نہیں تقویٰ پر موقوف ہے۔

(تربیتِ عاشقانِ خدا: ۲/ ۲۷۰)

ارشاد فرمایا: عبادت اللہ تعالیٰ کی محبت کا حق ہے اور گناہ سے بچنا اللہ تعالیٰ کی عظمت کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دونوں حق ادا کر لیجئے اور ولی اللہ بن جائیے۔ (افضالِ ربانی: ۴۴)

ارشاد فرمایا: اصلی ذکر گناہوں سے بچنا ہے خواہ زبان ذاکر نہ ہو، جو گناہوں سے بچتا ہے وہ چوبیس گھنٹے ذاکر ہے اور اگر زبان ذکر سے تر ہے لیکن گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے تو ایسا شخص ذاکر نہیں ہے لہٰذا گناہوں سے بچنے میں جان کی بازی لگا دیں۔ (تربیتِ عاشقانِ خدا: ۲/۳۸۸)

اور فرمایا: بجز ہمت کے گناہ سے بچنے کا اور کوئی علاج نہیں ہمت سے بڑے بڑے گناہ کی عادت چھوٹ جاتی ہے۔ (ایضاً: ۲/۳۸۲)

اور فرمایا: ماضی کو استغفار کر کے بھول جاؤ حال کو درست رکھو اور مستقبل کو اللہ پر چھوڑ دو۔ (ایضاً: ۲/۳۰۹)

ارشاد فرمایا: گناہگار کو حقیر سمجھنا حرام ہے، لیکن اس کے فعل سے بغض رکھنا واجب ہے۔ (ایضاً: ۲/۲۹۸)

ارشاد فرمایا: ذکر کا ناغہ نہ کریں خواہ کم کر دیں ناغہ سے بے برکتی ہو جاتی ہے البتہ ذکر کا ناغہ اتنا مضر نہیں جتنا ارتکابِ معصیت بس گناہوں سے بچنے کا خاص اہتمام کریں جان کی بازی لگا دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی دوستی گناہوں سے بچنے پر موقوف ہے۔ (ایضاً: ۲/۴۰۲)

ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ایک لمحہ ایک سیکنڈ بھی نہ کریں اور خطا ہو جائے تو فوراً توبہ کر لیا کریں۔ (ایضاً: ۲/۴۸۱)

اور فرمایا: گناہ چھوڑنے کا عزم کر کے توبہ کرنے سے توبہ قبول ہوتی ہے گناہ بھی کرتے رہو اور استغفار بھی کرتے رہے ایسی استغفار و توبہ قبول نہیں۔ (ایضاً: ۲/۴۵۹)

ارشاد فرمایا: گناہ نہ کرنے کی بے چینی گناہ کرنے کے سکون سے بہتر ہے، کیونکہ دونوں میں کوئی نسبت نہیں، یہ بے چینی اللہ کی رضا اور قرب کا ذریعہ ہے اور وہ سکون اللہ کے غضب اور دوری کا سبب ہے۔ (ایضاً: ۱/۵۲۸)

ارشاد فرمایا: گناہ سے بچنے کا علاج سوائے ہمت کے کچھ اور نہیں۔۔۔ تقاضائے گناہ کا علاج گناہ کرنا نہیں ہے بلکہ گناہ ترک کرنا ہے جو تقاضے کو دبانے سے نصیب ہوتا ہے۔ گناہ کرتے رہو گے تو تقاضے

اور بڑھتے رہیں گے۔ جس طرح کھاری پانی سے پیاس اور بڑھتی ہے اسی طرح گناہ کرنے سے گناہ کے تقاضے اور تیز ہو جائیں گے۔ (ایضاً: ۱/ ۳۸۵)

اور فرمایا: تقاضوں کی مثال کھاد کی سی ہے، کھاد جتنا سڑا ہوا ہوتا ہے پھول اتنا ہی خوشبو دار پیدا ہوتا ہے۔ گندے تقاضوں کو دبانے سے تقویٰ کا پھول بھی اتنا ہی خوشبو دار ملتا ہے۔ (ایضاً: ۱/ ۴۹۳)

اور فرمایا: تقاضائے گناہ کو مضمحل کرنے کا مختصر علاج یہ ہے: (۱) تقاضے کے وقت گناہ نہ کرنے کے لیے استعمالِ ہمت، (۲) اسبابِ گناہ سے مباعدت، (۳) ذکر اللہ پر مداومت، (۴) اہل اللہ کی مصاحبت۔ (معارفِ ربانی: ۱۲۹)

ارشاد فرمایا: وساوس کی مثال بجلی کی تار کی سی ہے کہ اگر چھوؤ گے تو بھی کرنٹ مارے گا اور ہٹاؤ گے تو بھی کرنٹ مارے گا۔ بس علاج یہ ہے کہ ان کی طرف التفات ہی نہ کرو۔

(تربیتِ عاشقانِ خدا: ۲/ ۲۸۴)

اور فرمایا: وسوسہ کی مثال کتے کی سی ہے وہ بھونکتا رہے آپ اپنا راستہ چلتے رہیں تو آپ کا کوئی نقصان نہیں لیکن اگر اس سے الجھو گے یا اس کو چپ کرنے کی کوشش کرو گے تو اور بھونکے گا۔ وسوسہ کا علاج عدم التفات یعنی نہ اس میں مشغول ہوں نہ اس کو بھگانے کی کوشش کریں کسی مباح کام میں لگ جائیں۔ (ایضاً: ۲/ ۳۵۵)

ارشاد فرمایا: محبتِ شیخ تمام مقاماتِ سلوک کی مفتاح ہے۔ (ایضاً: ۲/ ۳۷۲)

اور فرمایا: جو شخص ہر بات میں شیخ کا نام لیتا ہے وہ سنتِ صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) پر عمل کرتا ہے، کیونکہ صحابہ کہا کرتے تھے قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس شخص سے فیض بھی زیادہ ہو گا۔

(سفر نامہ رنگون وڈھاکہ: ۱۹۸)

ارشاد فرمایا: جو خلافت کے لیے (اصلاحی) خط و کتابت کرے گا اسے کچھ نہیں ملے گا۔

(تربیتِ عاشقانِ خدا: ۲/ ۳۳۹)

ارشاد فرمایا: حق تعالیٰ کا فضل بقدر حُسنِ ظن مع الشیخ مرتب ہوتا ہے۔ (ایضاً: ۱/ ۶)

ارشاد فرمایا: نفع کا مدار مناسبت پر ہے کمالات پر نہیں۔ (ایضاً: ۲/ ۳۶۴)

ارشاد فرمایا: حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی شیخ العرب والعجم کے سلسلہ کی یہ برکت ہے کہ اس سلسلہ والوں کو کبھی فاقہ نہیں ہوگا، فہمِ دین عطا ہوگا اور حسنِ خاتمہ نصیب ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ (ایضاً: ۲/۴۲۳)

ارشاد فرمایا: کسی بزرگ کا عمل حجت نہیں شریعت کا حکم حجت ہے۔ کتبِ فقہ سے بزرگوں کے عمل کو ملاؤ، بزرگ کے عمل سے کتابوں کو نہ ملاؤ۔ اگر کتاب یعنی شریعت کے حکم کے مطابق کسی بزرگ کا عمل ہے تو صحیح ہے ورنہ اس کو بشری کمزوری پر محمول کریں گے۔ (ایضاً: ۲/۴۵۹)

ارشاد فرمایا: کتابیں صحبت کے قائم مقام ہیں۔ اچھی کتابیں نیک صحبت کا اثر رکھتی ہیں اور بُری کتابیں بُرے اثرات رکھتی ہیں۔ مصنف کے قلب کا اثر اس کے الفاظ میں بھی ہوتا ہے۔ (ایضاً: ۱/۲۷۷)

ارشاد فرمایا: اس زمانے میں نگاہوں کو باوضو رکھو شرعی پردہ کرو یہ ہر وقت باوضو رہنے سے افضل ہے۔ (ایضاً: ۲/۴۶۱، ۴۶۰)

ارشاد فرمایا: کسی نیک عمل کو ریاء کے خوف سے ترک کرنا بھی ریاء ہے۔ (ایضاً: ۱/۲۰۹)

اور فرمایا: ہر عمل سے پہلے رضاءِ الٰہی کی نیت کرلیں کافی ہے۔ پھر دل میں خیال آئے تو وہ وسوسہ ہے، ریاء نہیں۔ (ایضاً: ۱/۷۹)

اور فرمایا: خوف دلیل اخلاص ہے۔ ریا مخلوق کو دنیوی غرض سے عبادت کو دکھانے کا نام ہے مخلوق کے دیکھنے کا نام نہیں۔ ریاء ایسی چیز نہیں کہ اڑ کے لگ جائے۔ ریاء نیت سے ہوتی ہے لہٰذا نیت کو درست رکھیں۔ (ایضاً: ۲/۴۹۰)

اور فرمایا: ہر عمل کے بعد یہ کہہ لیں کہ یا اللہ اگر میرے دل کی گہرائیوں میں ریا کا ذرّہ بھی ہو تو اسے معاف فرمادیں اور مجھے ریا اور تمام رذائل سے پاک فرمادیجئے۔ (ایضاً: ۱/۸۳)

ارشاد فرمایا: اگر دل میں نہ اللہ کی رضا کی نیت تھی نہ مخلوق کو دکھانے کی نیت تھی تو یہ بھی اخلاص ہے کیونکہ جب دل میں مخلوق نہیں تو اللہ ہی اللہ ہے۔ (ایضاً: ۱/۹۴)

ارشاد فرمایا: اس زمانے میں اہلِ دین کو اپنی حیثیت کے موافق ذرا اچھے لباس میں رہنا چاہیے تاکہ عوام کی کو دین کی طرف رغبت ہو اور ان کی غلط فہمی دُور ہو کہ دین سے نعوذ باللہ مفلسی آتی ہے۔ (ایضاً: ۱/ ۵۰)

ارشاد فرمایا: (درُود شریف) اس دھیان سے پڑھیں کہ روضۂ مبارک کے سامنے کھڑے ہو کر درود شریف پڑھ رہا ہوں اور روضۂ مبارک پر جو رحمتِ بیکراں برس رہی ہے اس کے چھینٹے مجھ پر بھی پڑرہے ہیں۔ (ایضاً: ۱/ ۸۳)

ارشاد فرمایا: بدگمانی وہ بُری چیز ہے جو خود سوچ کر لائی جاتی ہے اور دل سے اس کو صحیح سمجھے لیکن اگر کسی کے متعلق بدگمانی کا وسوسہ آئے تو جب تک اس وسوسہ پر عمل نہیں کرتے گناہگار نہ ہوں گے۔ (ایضاً: ۱/ ۸۶)

ارشاد فرمایا: اگر کوئی ظلم کرے تو دل ہلکا کرنے کے لیے اپنے کسی ہمدرد سے اس کا ذکر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ غیبت میں داخل نہیں۔ (ایضاً: ۱/ ۹۷)

ارشاد فرمایا: جائز دنیا کی محبت ہونا برا نہیں بس اشد محبت اللہ تعالیٰ کی ہو یہ مطلوب ہے۔ اللہ سے اشد محبت کی علامت یہ ہے کہ دنیا اسے اللہ سے غافل نہ کرے۔ (ایضاً: ۱/ ۱۴۳)

ارشاد فرمایا: دنیا کی محبت وہ مذموم ہے جو اللہ کی محبت پر غالب آجائے محض محبت ہونا برا نہیں اور غالب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ سے غافل ہو جائے اور یا نافرمانی میں مبتلا ہو جائے۔ (ایضاً: ۱/ ۲۷۴)

ارشاد فرمایا: اعمال سے ترقی ہوتی رہتی ہے لیکن بعض دفعہ احساس نہیں ہوتا جیسے ہوائی جہاز میں آدمی کو محسوس نہیں ہوتا کہ کس تیزی سے راستہ طے ہو رہا ہے۔ (ایضاً: ۲/ ۳۹۳)

ارشاد فرمایا: کیفیات مطلوب نہیں، اعمال مطلوب ہیں۔ کیفیات سے ترقی نہیں ہوتی، اعمال سے ہوتی ہے اس لیے اعمال جاری رکھیں۔ (ایضاً: ۱/ ۴۹۸)

ارشاد فرمایا: نیک عمل کرتے رہو اور ڈرتے رہو، نہ اتنا کرو کہ ڈرنا چھوڑ دو، اور نہ اتنا ڈرو کہ کرنا چھوڑ دو۔ (ایضاً: ۱/ ۳۸۲)

ارشاد فرمایا: یکسوئی مطلوب نہیں عمل مطلوب ہے عملی کیے جایئے یکسوئی ہو یا نہ ہو۔

(ایضاً:۲/۳۱۹)

اور فرمایا: دین کے کاموں میں بہ تکلف دل لگاؤ۔ دل لگانا مطلوب ہے دل لگنا مطلوب نہیں۔

(ایضاً:۱/۴۰۸)

ارشاد فرمایا: ولایت کی کسوٹی بیوی سے حسنِ سلوک ہے۔ لاکھ تہجد و تلاوت و ذکر ہو، اگر بیوی کو کسی درجہ میں ایذا پہنچاتا ہے تو سب بیکار ہے، لہٰذا اس کا خیال رکھیں کہ اس کو ذرہ برابر تکلیف نہ پہنچے۔

(ایضاً:۱/۴۳۸)

ارشاد فرمایا: نفع لازم نفع متعدی پر مقدم ہے۔ دوسروں کی خاطر اپنے دین کا نقصان جائز نہیں۔ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی صاحب کا ارشاد ہے کہ دوسروں کے جوتوں کی حفاظت میں اپنا دوشالہ نہ گنواؤ۔ (ایضاً:۱/۵۰۷)

ارشاد فرمایا: حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ مقتدیٰ کو بعض ایسی جائز چیزوں سے بھی اجتناب اور پرہیز کرنا چاہیے جس سے عوام فتنے میں مبتلا ہو جائیں۔ (سفر نامہ رنگون وڈھاکہ:۱۸۲)

ارشاد فرمایا: حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

(تربیتِ عاشقانِ خدا:۲/۴۶۰)

ارشاد فرمایا: جو مولیٰ پر فدا ہوا سارا عالم اس پر فدا ہوا۔ لیکن عالم کو اپنے اوپر فدا کرنے کے لیے اللہ کو نہ چاہو اللہ کے لیے اللہ کو چاہو۔ ورنہ اللہ نہیں ملے گا۔ (افضالِ ربانی:۹)

ارشاد فرمایا: آنکھیں سرحد ہیں دل دارالخلافہ ہے آنکھوں کو بد نظری سے بچا کر سرحد کی حفاظت کرو اور دل کو گندے خیالات اور ماضی کے گناہوں کے تصورات سے بچا کر دارالخلافہ کی حفاظت کرو۔ جس کی آنکھوں کی سرحد اور دل کا دارالخلافہ محفوظ ہے اس کا ملکِ ایمان و اسلام محفوظ ہے۔

(تربیتِ عاشقانِ خدا:۱/۱۰۰)

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

.........☆.........

بد نظری و عشقِ مجازی کی تباہ کاریاں اور اُن کا علاج (منظوم)

محمد ارمغان ارمانؔ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم ، اَمَّا بَعۡدُ!

سیّدی و مرشدی حضرت والا قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ اس زمانے میں بہت ضروری ہے کہ حفاظتِ نظر کے مضمون کو پھیلایا جائے، جس زمانے میں جو خطرناک بیماری زیادہ پھیلی ہو اس کے بارے میں زیادہ بیان کرنا چاہیے یا نہیں؟ لوگ کہتے ہیں کہ یہ کیا بات ہے کہ یہ صرف نظروں کی بیماری کو ہی کہتے ہیں، دوسرے اور گناہ بھی تو ہیں، جیب کاٹنا بھی تو گناہ ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ میرا تجربہ ہے کہ جو اس عمل کو کرے گا یعنی آنکھ کو بچائے گا تمام گناہوں کو چھوڑ دینے کی اس میں ہمت پیدا ہو جائے گی۔ .... بد نظری کا مرض آج کل تمام امراضِ روحانیہ کا باپ ہے۔ بس اس کو چھوڑ دو، اس کی برکت سے ان شاء اللہ ہر گناہ چھوڑنا آسان ہو جائے گا۔ جس نے آنکھ کی حفاظت کر لی اور دل کو گندے خیالات سے بچالیا اور جسم کو بھی حسینوں سے دور رکھا اس نے بہت مشکل پرچہ حل کر لیا۔......... سانپ دیکھنے میں بہت حسین ہوتا ہے لیکن اتنا زہریلا ہوتا ہے کہ اگر پھنکار دے تو کھوپڑی پھٹ جائے لہٰذا ان حسینوں کو دیکھنے سے یا ان کے بارے میں دل میں گندے خیالات لانے سے یا جسم کو ان کے قریب کرنے سے تمہارے ایمان کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے، ایمانی موت واقع ہو جائے گی۔......... آج کل اوّابین تہجد و اشراق کا تو اہتمام ہے مگر اس گناہ سے بچنے کا اہتمام نہیں ہے۔ اس لیے یہ نصیحت کرتا ہوں کہ اس گناہ سے بچو کہ گناہ نیکیوں کے نور کو ختم کر دیتا ہے۔......... لہٰذا اللہ کے خوف سے نگاہ بچاؤ، دل بچاؤ اور جسم بچاؤ، ان شاء اللہ ہم آپ ولی اللہ بن کر مریں گے۔ (ملخص از خزائن شریعت و طریقت: ۴۶۰۔۴۶۳)

حضرت والا نے اپنی الہامی شاعری سے بد نظری، عشقِ مجازی، اَمرد پرستی اور ہم جنس پرستی جیسی مہلک وخطرناک بیماریوں کی تباہ کاریوں کو بڑے موٴثر انداز میں پیش کیا اور ان کا علاج بڑی عجیب پُر لطف مثالوں کے ساتھ پیش کر کے ہزاروں عشاقِ مجازی کو عشاقِ حقیقی بنایا، لیلیٰ سے توڑا اور مولیٰ سے جوڑا، ان کی باہ کو آہ میں بدل کے صاحبِ نسبت بنایا۔

حضرت والا نے فرمایا: سارے عالم میں آج کل اختر کا یہی ایک مضمون ہے کہ تم لیلاؤں سے بچ جاؤ تو مولیٰ پا جاؤ گے اور مزہ بھی پاؤ گے۔......... جو دونوں جہان کی لذتوں کا خالق ہے وہ مولیٰ جب دل میں تجلی فرمائے گا تو میرا یہ شعر پڑھو گے۔

وہ شاہِ دو جہاں جس دل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

.... اس بیان کو معمولی مت سمجھو یہ بیان ہم کو آپ کو مولیٰ سے ملانے والا ہے اور لیلیٰ سے چھڑانے والا ہے۔(درسِ مثنوی مولانا روم: ۱۴۰،۱۳۹) اب منتخب عارفانہ اور ناصحانہ اشعار ملاحظہ فرمایئے:

فنائیت وزوالِ حُسنِ مجاز:

جن کا نقشہ تھا کل جوانی کا
ہے لقب آج نانا نانی کا
کیسا دیکھا تھا ہو گئے کیسے
کیا بھروسہ ہے اس جوانی کا
مل گئے خاک قبر میں کتنے
ناز تھا جن کو زندگانی کا
یہ جہاں گر گیا نگاہوں سے
جب کھلا حال دارِ فانی کا

.........☆.........

کمر جُھک کے مثل کمانی ہوئی
کوئی نانا ہوا، کوئی نانی ہوئی
ان کے بالوں پہ غالب سفیدی ہوئی
کوئی دادا ہوا، کوئی دادی ہوئی

.........☆.........

اس طرح شکلیں بدل جاتی ہیں میر
پھر نہیں پہچان میں آتی ہیں میر
اور اگر پہچان میں آتی بھی ہیں
پھر ذرا دِل کو نہیں بھاتی ہیں میر

.........☆.........

اِدھر جغرافیہ بدلا اُدھر تاریخ بھی بدلی
نہ اُن کی ہسٹری باقی نہ میری ہسٹری باقی

.........☆.........

ان کے سر پر سفید بالوں کا
ایک دن تم تماشہ دیکھو گے
ان کے چہرہ پہ کھچڑی ڈاڑھی کا
ایک دن تم تماشہ دیکھو گے
میر اس دن جنازہ اُلفت کا
اپنے ہاتھوں سے دفن کردو گے

.........☆.........

لگانا دل کا ان فانی بتوں سے

عبث ہے، دل کو یہ سمجھا جا رہا ہوں

.........☆.........

انجام بد نظری و عشقِ مجازی:

جس نے دی غیرِ خدا پر اپنی جاں
عمر بھر پایا اسے نوحہ کناں

.........☆.........

ہمیشہ حسنِ فانی پر جنھیں مَرتے ہوئے دیکھا
انہیں صحرائے غم میں ہم نے پایا آہِ سر گرداں

.........☆.........

ہتھوڑے دِل پہ ہیں مغزِ دماغ میں کھونٹے
بتاؤ عشقِ مجازی کے مزے کیا لُوٹے

.........☆.........

مرنے والوں پہ مرنے والوں پر
سینکڑوں غم ہیں سینکروں آفات

.........☆.........

ہر عشقِ مجازی کا آغاز بُرا دیکھا
انجام کا یا اللہ کیا حال ہوا ہو گا

.........☆.........

انسانیت کا اپنی وہ پرچم جلا گئے (نظم)

ہم جنس پرستی سے جو لذت اُڑا گئے
انسانیت کا اپنی وہ پرچم جلا گئے

رُسوا ہوئے ہیں فاعل و مفعول آن میں
دونوں حیا کے اپنے جنازے اُٹھا گئے
ہرگز ملا سکیں گے نہ آنکھیں تمام عمر
آپس میں شرم کے جو پردے ہٹا گئے
دھوکہ یہ تھا کہ حق محبت ادا کریں
نفرت کا بیج تا دمِ آخر جما گئے
سمجھے تھے جس نظر کو اساس حیاتِ دل
کیوں اس نظر سے آج وہ نظریں بچا گئے
کیا کم ہے دوستو، یہی لعنت مجاز کی
پہچاننے کے بعد بھی آنکھیں چرا گئے
یہ عشق کی صورت میں تقاضے تھے فسق کے
دونوں کو ایک پل میں جو رُسوا بنا گئے

.........☆.........

علاج بد نظری و عشقِ مجازی:

اس کا چہرہ اگرچہ نمکدار ہے
جسم اس کا اگرچہ چمکدار ہے
میر ظاہر میں بے شک وہ گلزار ہے
لیکن اندر غلاظت کی بھرمار ہے

.........☆.........

جو کرتا ہے تُو چھپ کے اہلِ جہاں سے......کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے

.........☆.........

نہیں علاج کوئی ذوقِ حُسن بینی کا
مگر یہی کہ بچا آنکھ بیٹھ گوشے میں
اگر ضرور نکلنا ہو تجھ کو سُوئے چمن
تو اہتمام حفاظت نظر ہو توشے میں

.........☆.........

جب آ گئے وہ سامنے نابینا بن گئے
جب ہٹ گئے وہ سامنے سے بینا بن گئے

.........☆.........

دل میں یادِ حق کی گرمی دل کو جب گرمائے ہے
یاد ہر لیلائے فانی سرد پھر ہو جائے ہے

.........☆.........

مرقع عبرت

کتابی چہرے جو ہوں گے بینگن
تو ٹوٹ جائیں گے سارے بندھن
وہ شاھزادی لگے گی بھنگن
اگرچہ پہنے وہ لاکھ کنگن
وہ شاہزادہ لگے گا بھنگی
اگرچہ کر کے آئے وہ کنگھی
یہ دانت ہل کر اُکھڑ پڑیں گے
لگائیں ان پر ھزار منجن
نہ سننا اے میر اُن کی ہر گز

کہ نفس و شیطاں ہیں تیرے دشمن

لگا بڑھاپے سے مجھ کو فتوّ

اگرچہ پہنے ہوئے ہے اچکن

ہوئے ہیں پیری میں مثلِ بلی

جو تھے جوانی میں شیر افگن

بچاؤ اپنی نظر کو اخترؔ

یہی ہے بس اِک طریق احسن

مرشدی حضرت والا نے ایک نظم بعنوان ''علاج بد نگاہی و عشقِ مجازی'' اپنی مبارک تصنیف ''معارفِ مثنوی'' (ص:۳۱۸) پر تحریر فرمائی ہے، بہت عمدہ ہے اُس کو ضرور پڑھیے، احقر طوالت کے خوف سے یہاں مکمل نہیں لکھ پایا، البتہ چند متفرق اشعار ملاحظہ فرمایئے۔

بد نگاہی مت سمجھ چھوٹا گناہ

دِل کو اِک دم میں یہ کرتی ہے تباہ

بد نگاہی تیر ہے ابلیس کا

زہر میں ڈوبا ہوا تلبیس کا

ہو گئے کتنے ہلاک اس راہ میں

کھو کے منزل گر گئے وہ چاہ میں

کھو نہ تو اس طرح ہے عمرِ عزیز

عمر کی قیمت ہے بس ذکرِ عزیز

چند دن کا حُسن ہے حُسنِ مجاز

چند روزہ ہیں فقط یہ ساز و باز

عشق جو ہوتا ہے رنگ و رُوپ پر

جیسے عاشق شمس کا ہو دھوپ پر

عاشق و معشوق کُل روزِ شمار

رُو سیہ ہیں دونوں پیشِ کردگار

دِل کا ہو مطلوب کوئی غیرِ حق

ہے یہ مستیٔ شراب قہرِ حق

ذکرِ حق سے مل گیا جس کو قرار

سامنے اس کے خزاں بھی ہے بہار

غیرِ حق کا دِل سے جب نکلے گا خار

دِل میں ہو گی چین ولذّت کی بہار

جان میں ہو گا طلوع وہ آفتاب

اور حیاتِ طیبہ کا فتح باب

.........☆.........

دُعا برائے عطائے ہمت:

اے خدا کشتی مِری طوفانِ شہوت سے بچا

ان حسینوں کے عذابِ نارِ اُلفت سے بچا

.........☆.........

فانی ہے حسن گو مگر اس کا نشہ ہے سخت تر

ان کی طرف نظر سے بھی مجھ کو بچالے اے خدا

.........☆.........

کرم سے نفسِ امارہ کو میرے بے ضرر کر دے

تقاضائے گناہ کو فضل سے زیر و زبر کر دے

ایسی صورت جو مجھے آپ سے غافل کر دے
اے خدا اس سے بہت دُور مِرا دل کر دے

.........☆.........

انعام خونِ تمنا در رضائے مولیٰ:

ہزار خونِ تمنّا ہزار ہا غم سے
دلِ تباہ میں فرماں روائے عالم ہے

.........☆.........

خوبرویوں سے مِلا کرتے تھے میر
اب مِلا کرتے ہیں اہل اللہ سے
مت کرے تحقیر کوئی میر کی
رابطہ رکھتے ہیں اب اللہ سے

.........☆.........

مِرے حسرت زدہ دل پر انہیں یوں پیار آتا ہے
کہ جیسے چوم لے ماں چشمِ نم سے اپنے بچے کو

.........☆.........

دلِ ویراں پہ میرا شاہ برساتا ہے آبادی
سمجھ مت میر ان راہ میں مرنے کو بربادی

.........☆.........

درد بھری نصائح:

نہ پہنچا منزلِ عشقِ خدا تک
لگایا جس نے دل کو غیرِ ھُو سے

اگر رہنا ہے اخترؔ اُن کا بن کر
لگانا نہ دل فانی خوب رُو سے

.........☆.........

آنکھوں کی حفاظت میں ہے اس دل کا سکوں بھی
گو نفس کرے تجھ سے کوئی اور بہانا
دھوکہ ہے تجھے لطف حسینوں سے ملے گا
ابلیس کے کہنے سے کبھی اس پہ نہ جانا
پاگل کی طرح پھرتے ہیں عشاقِ مجازی
بے چین ہیں دن رات یہ بدنام زمانہ
رہتا ہے اگر چین سے سن لو یہ مِری بات
آنکھوں کو حسینوں کی نظر سے نہ ملانا
اخترؔ کی یہ اِک بات نصیحت کی سنو تم
ان مُردہ حسینوں سے کبھی دل نہ لگانا

.........☆.........

تجھے دھوکہ نہ دے فانی بتوں کی عارضی رنگت
کبھی دیکھو گے تم قبروں میں ابتر حال لاشوں کے

.........☆.........

خاک ہو جائیں گے قبروں میں حسینوں کے بدن
عارضی دلبر کی خاطر راہِ پیغمبر نہ چھوڑ
جانے کب آجائے رب سے تجھ کو پیغامِ اجل
راہ گم کردہ نفس کو اُس کی گمراہی سے موڑ

تو نے جو رب سے کیا تھا عہد و پیمانِ ازل

نفس دشمن کی وجہ سے اس کو اے ظالم نہ توڑ

.........☆.........

رہنا ہے چین سے تو بتوں سے بچا نظر

ورنہ نظر سے قلب و جگر ہو گا بے قرار

ہے عشقِ مجازی کا صلہ کس قدر بُرا

ہر ایک دوسرے کی نظر میں ہوا ہے خوار

.........☆.........

نہیں کرتا ہے صدقِ دل سے توبہ جو گناہوں سے

کسی بھی حال میں اس کی پریشانی نہیں جاتی

.........☆.........

میر مت مرنا کسی گلفام پر.........خاک ڈالو گے انہیں اجسام پر

.........☆.........

میر آفت ہے صورت گلفام.........ترک صورت کرو یہ ہیں سب خار

.........☆.........

بچو گندے عمل سے امردوں سے دُور ہو جاؤ

اگر یہ فعل اچھا تھا خدا پتھر نہ برساتا

.........☆.........

ہم ایسی لذتوں کو قابلِ لعنت سمجھتے ہیں

کہ جن سے رب مرا اے دوستو ناراض ہوتا ہے

.........☆.........

میر مرنا نہ حسنِ فانی پر
حسنِ فانی کے رنگ فانی پر
جس کا پانی بدلنے والا ہو
میر مرنا نہ ایسے پانی پر
دل فدا اپنے رب پہ کر اخترؔ
کر بھروسہ نہ زندگانی پر

.........☆.........

سنبھل کر رکھ قدم اے دل! بہارِ حسنِ فانی میں
ہزاروں کشتیوں کا خون ہے بحرِ جوانی میں
وہ جوانانِ چمن اور ان کا ظالم بانکپن
دیکھتے ہی دیکھتے سب ہوگئے دشت و دمن

.........☆.........

کسی خاکی پہ مت کر خاک اپنی زندگانی کو
جوانی کر فدا اس پر کہ جس نے دی جوانی کو

.........☆.........

مچا دے گی وہ باہی میں تباہی
نہ کر اے دوست ہرگز بدنگاہی
چٹائی پر ملے گا تختِ شاہی
اگر حاصل کرو عشقِ الٰہی
حسینوں سے اگر ملنا نہ چھوڑا
نہیں پہنچے گا دربارِ الٰہی

وہی پہنچا ہے دربارِ خدا میں

ملی ہے جس کو آہِ سحر گاہی

جو اہلِ دل کی صحبت میں رہے گا

وہی پائے گا بس عشقِ الٰہی

ملی اخترؔ جسے نسبت خدا کی

مٹا دی اس نے باہی اور جاہی

.........☆.........

ظالم ہے عدل کے خلاف غیر کو دل دیا اگر

جس نے دیا ہے دل تجھے دل کو فدا کر اسی پہ کر

اس کا سکون چھن گیا مرکز سے جو ہوا جدا

مرکز دل خدا ہے بس دل نہ فدا کسی پہ کر

وَاٰخِرُ دَعْوَانَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

.........☆.........

حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کے بد نظری واَمرد پرستی پر منتخب ملفوظات

جناب مولانا مجیب الرحمٰن منصور صاحب (کراچی)

رمضان میں بد نظری سے خاص طور پر بچیں:

ارشاد فرمایا کہ: رمضان میں خصوصاً بد نگاہی سے بچو۔ دو بیماریاں ایسی ہیں جن کی وجہ سے انسان روزہ کی برکات سے محروم ہو جاتا ہے۔ ان میں سے ایک یہی بد نظری ہے جس کی میں تفسیر پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے بد نظری کو مردوں کے لیے بھی حرام فرمایا ہے اور خواتین کے لیے بھی حرام فرمایا ہے یعنی جہاں **یَغُضُّوْا** ہے کہ مردوں کو چاہیے کہ نظر بچائیں وہیں **یَغْضُضْنَ** بھی ہے کہ خواتین پر بھی فرض ہے کہ اپنی نظر کی حفاظت کریں۔

ارشاد فرمایا کہ: بد نظری کی شریعت میں ممانعت ہے کہ کسی نامحرم عورت کو مت دیکھو۔ اس میں بھی ہماری عزت ہے کیونکہ عورت جب دیکھتی ہے کہ یہ لوگ نیچی نظر کر کے گذر گئے تو کہتی ہے کہ بڑے شریف آدمی معلوم ہوتے ہیں جنہوں نے ہمیں نظر اُٹھا کر نہیں دیکھا۔

ملکِ شام جب فتح ہو رہا تھا تو عیسائیوں نے اپنی نوجوان لڑکیوں کو دورویہ کھڑا کر دیا تھا تاکہ یہ مسلمان گناہ میں مبتلا ہو جائیں تو پھر فتح نہیں ہو سکتی۔ اللہ کی رحمت ہٹ جائے گی، لیکن صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سپہ سالار نے فوراً آیت پڑھی:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ

”اے نبی! آپ ایمان والوں سے فرمادیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی کرلیں، نامحرموں پر نہ ڈالیں“۔

لہٰذا سارے لوگ نگاہیں نیچی کر کے گزر گئے۔ عیسائی لڑکیوں نے اپنے والدین سے جا کر کہا کہ آپ نے جو ہم کو ان لوگوں کے لیے جال بنایا تھا تو وہ لوگ ہمارے جال میں نہیں پھنسے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے غلاموں کی شان ہم نے دیکھی، وہ فرشتے ہیں، انسان نہیں معلوم ہوتے اور جنگ فتح ہو گئی۔

تو ہمارے لیے شریعت میں جتنے بھی کرنے کے کام ہیں اور جتنے نہ کرنے کے کام ہیں دونوں میں ہمارا ہی فائدہ ہے۔ ہمارے شیخ شاہ عبد الغنی پھولپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا کے لوگ جب کام لیتے ہیں تو کام کرا کے پھر مزدوری دیتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ایسے کریم مالک ہیں کہ بہت سے کاموں کو کہتے ہیں کہ نہ کرو اور نہ کر کے مجھ سے مزدوری لو۔ وہ کام کیا ہیں مثلاً جھوٹ نہ بولو۔ جھوٹ بولنا بھی تو ایک کام ہے۔ یہ کام نہ کرو، مزدوری لو، ثواب لو۔ غیبت نہ کرو اور مزدوری لو۔ عورتوں کو بُری نظر سے مت دیکھو۔ گانا مت سنو، چوری نہ کرو جتنے بھی گندے کام ہیں خلافِ شریعت کام ہیں۔ ان کاموں کو نہ کر کے مجھ سے مزدوری لے لو۔

حضرت فرماتے تھے کہ دنیا میں کوئی فیکٹری مالک ایسا نہیں ہے جو اپنے مزدوروں سے کہہ دے کہ بھائی تم لوگ یہ یہ کام نہ کرو اور نہ کر کے مزدوری لے لو۔ کام نہ کرا کے انعام دینا یہ اللہ تعالیٰ ہی کا کرم ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب کوئی شخص اپنی نظر بچاتا ہے اللہ کے خوف سے تو اللہ تعالیٰ اسی وقت اس کے دل میں ایمان کی مٹھاس پیدا کر دیتے ہیں۔ یعنی حلاوتِ ایمانی عطا فرما دیتے ہیں۔ (کنز العمال: ج۵، ص۲۳۸) یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔ بصارت کی لذت لے کر بصیرت اور قلب کی لذت دیدی۔

ارشاد فرمایا کہ: کسی کافر عورت کے ساتھ بھی زنا جائز نہیں ہے۔ بعض لوگوں کو شیطان بہکاتا ہے کہ یہ تو کافر ہے، مالِ غنیمت ہے لوٹ لو۔ وہ جہاد پر قیاس کرتے ہیں کہ جیسے جہاد میں کافر عورتیں قید کر لی جاتی تھیں اور مسلمانوں کو مالِ غنیمت کے طور پر ملتی تھیں۔ اب وہ قانون ختم ہو گیا۔ بین الاقوامی معاہدہ سے لونڈی اور غلام بنانا اب ختم ہو گیا۔ خلاصہ یہ کہ کسی کافر عورت کے ساتھ بھی بدنظری جائز نہیں۔ کسی کافر لڑکے ساتھ بھی بدنظری جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے حقوق مسلمان کے ذمہ ہیں۔ جب صحابہ ملک شام فتح کرنے جا رہے تھے تو عیسائیوں نے ان کے راستہ میں خوبصورت لڑکیاں کھڑی

کر دی تھیں کہ یہ مسلمان جب ان خوبصورت لڑکیوں کو دیکھیں گے تو ان کا ایمان کمزور ہو جائے گا اور اللہ کی مدد ہٹ جائے گی لیکن فوج کے کمانڈر انچیف نے یہ آیت تلاوت کر دی:

قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ (پارہ: ۱۸، سورہ نور)

”اے نبی! ایمان والوں سے فرما دیجئے کہ وہ اپنی نظریں نیچی کر لیں“۔

صحابہ نے اپنی نظریں نیچی کر لیں اور گذر گئے۔ کسی ایک نے بھی کسی عیسائی لڑکی کا حسن نہیں دیکھا۔ ان لڑکیوں نے جا کر اپنے والدین سے کہا کہ آپ لوگوں نے جس مقصد کے لیے ہمیں بھیجا تھا آپ سب اس میں ناکام ہوگئے۔ ارے! وہ لوگ تو فرشتے ہیں فرشتے۔ انہوں نے تو ہماری طرف نگاہ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔

ارشاد فرمایا کہ: جان دینا ہے مگر نظر سے کسی عورت کو نہیں دیکھنا ہے۔ ان ننگی عورتوں کو نہ دیکھنے سے اگر جان بھی نکل جائے تو ہم آپ جان دے دیں کیوں کہ وہ جان بہت مبارک جان ہوگی جو خدا کی راہ میں نکل جائے لیکن میں کہتا ہوں کہ اللہ میاں جان نہیں لیں گے۔ آدھی جان لیں گے اور سو جان عطا فرمائیں گے۔

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد

انچہ در وہمت نیاید آں دہد

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر مجاہد و سالک کو مجاہدہ سے نیم جان کر دیتے ہیں۔ مشقت و غم میں تھوڑا سا مبتلا ہوتا ہے۔ حسرت کرتا ہے کہ آہا کیسی حسین شکل تھی لیکن کیا کریں اللہ تعالیٰ نے غض بصر کا نہ دیکھنے کا حکم دیا ہے۔

حفاظت نظر سے حلاوت ایمانی ملتی ہے:

اس غم کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے بزبانِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حلاوتِ ایمانی کا وعدہ کیا ہے کہ ہم تمہیں ایمان کی مٹھاس دیں گے:

ان النظر سھم من سھام ابلیس مسموم من ترکھا مخافتی ابدلتہ ایمانا یجد حلاوتہ فی قلبہ۔ (کنز العمال: ج ۵، ص ۳۲۸)

تم بصیرت کی حلاوت کے لیے اپنی بصارت کی ناجائز مٹھاس کو قربان کردو۔ علامہ ابن قیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنی آنکھوں کو حسینوں سے بچایا تو گویا بصارت کی حلاوت اس نے اللہ پر فدا کی۔ اس کے بدلہ میں بصیرت یعنی قلب کی حلاوت اللہ تعالیٰ اس کو دیتا ہے اور کیونکہ اللہ تعالیٰ باقی ہیں تو ان کی حلاوت بھی باقی ہوگی۔ اس کے برعکس حسینوں کو دیکھنے سے دل تڑپتا ہی رہتا ہے۔ ایک عالم نے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ حضرت مجھے نگاہ ڈالنے کی طاقت تو ہے لیکن نگاہ ہٹانے کی طاقت ہی نہیں رہتی۔ حضرت نے جواب دیا کہ آپ پڑھ لکھ کر اور خصوصاً فلسفہ پڑھ ایسی بات کرتے ہیں کیوں کہ قدرت تو ضدین سے متعلق ہوتی ہے یعنی جو کام کرسکے اس کو بھی نہ کرسکے۔ قدرت کہلاتی ہے۔ اگر کسی کو رعشہ ہے، ہر وقت اس کا ہاتھ ہل رہا ہے تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس کو ہاتھ ہلانے کی قدرت ہے کیوں کہ روک نہیں سکتا۔ یہ ہاتھ ہلانے کی طاقت نہیں کہی جائے گی بلکہ بیماری کہی جائے گی۔ ہاتھ ہلانے کی طاقت وقدرت یہ ہے کہ ہاتھ کو ہلا بھی سکے اور نہ بھی ہلا سکے۔ جب چاہے روک لے۔ لہٰذا جب آپ کو نظر ڈالنے کی طاقت ہے تو معلوم ہوا کہ ہٹانے کی بھی طاقت ہے۔ جب نظر ڈال سکتے ہو تو ہٹا بھی سکتے ہو۔ پھر انہوں نے دوسرا خط لکھا کہ جب نظر بچاتا ہوں تو دل پر بڑی چوٹ لگتی ہے۔ حسرت و غم پیدا ہوتا ہے کہ ہائے نہ معلوم اس کی شکل کیسی ہوگی؟ اس میں کیا کیا حسن کے نکتے ہوں گے؟ نہ جانے کیسی آنکھیں ہوں گی، کیسی ناک ہوگی؟ نہ دیکھنے سے دل پر ایک زخم لگتا ہے۔ حضرت حکیم الامت نے ان سے ایک سوال کیا کہ یہ بتایئے کہ نہ دیکھنے سے دل کو کتنی دیر تک پریشانی رہتی ہے اور دیکھنے کے بعد کتنی دیر تک پریشانی رہتی ہے۔ تب انہوں نے لکھا کہ نہ دیکھنے سے چند منٹ حسرت رہتی ہے، اس کے بعد قلب میں حلاوت محسوس ہوتی ہے اور اگر دیکھ لیتا ہوں تو تین دن تین رات اس کے ناک نقشہ کا تصور دل کو تڑپاتا رہتا ہے تو حضرت نے فرمایا کہ اب آپ خود فیصلہ کرلیجئے کہ بہتر گھنٹے کی مصیبت ہے یا چند منٹ کی؟ بس پھر خط آیا کہ حضرت توبہ کرتا ہوں۔ بات سمجھ میں آگئی۔

ایک اور صاحب نے لکھا کہ میں حسینوں میں اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا مشاہدہ کرکے معرفت حاصل کرتا ہوں کیوں کہ یہ حسین تو آئینۂ جمالِ خداوندی ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ ان کا آئینہ جمالِ خداوندی ہونا میں تسلیم کرتا ہوں لیکن یہ آتشیں آئینے ہیں جن کو دیکھنے سے آگ لگ جاتی ہے۔ تمہارا ایمان جل کر خاک ہوجائے گا۔

ارشاد فرمایا کہ: اور جو شخص رات بھر تہجد پڑھتا ہے، دن بھر تلاوت کرتا ہے، ہر سال حج وعمرہ کرتا ہے لیکن کسی عورت کو دیکھنے سے باز نہیں آتا، بد نظری کرتا ہے، گانا سنتا ہے، غیبت کرتا ہے، یہ شخص ولی اللہ نہیں ہوسکتا باوجود حج وعمرہ کے، باوجود تہجد کے یہ فاسق ہے۔ جو گناہ کرتا ہے شریعت میں وہ فاسق ہے اور فسق وولایت جمع نہیں ہوسکتی۔ ایک شخص جو فرض، واجب، سنت موکدہ ادا کرتا ہے لیکن ہر وقت باخدا ہے، کسی وقت گناہ نہیں کرتا یہ متقی ہے، ولی اللہ ہے۔

ارشاد فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ کی یاد کی دو قسمیں ہیں۔ نمبر ایک یادِ مثبت یعنی امتثال اوامر نمبر دو یاد منفی یعنی ترک نواہی۔ اگر ہم احکام کو بجالاتے ہیں تو یہ ذکر مثبت ہے جیسے نماز کا وقت آگیا تو نماز ادا کرلی اور گناہ چھوڑنا یہ ذکر منفی ہے جیسے نامحرم عورت سامنے آگئی تو نظر بچالی اور اس وقت اللہ تعالیٰ سے سودا کرلیں کہ اے اللہ! بصارت کی حلاوت یعنی آنکھوں کی مٹھاس تو میں نے آپ کو دے دی۔ اب آپ مجھے حلاوتِ ایمانی یعنی ایمان کی مٹھاس عطا فرمادیجیے۔ اپنا ایک اور شعر یاد آیا۔

جب آگئے وہ سامنے نابینا بن گئے
جب ہٹ گئے وہ سامنے سے بینا بن گئے

نابینا کیسے بنیں؟ یعنی نظریں جھکالو جب کوئی نامناسب شکل سامنے آئے، لیکن موٹر چلانے والا نابینا نہ بنے اس کے لیے معافی ہے۔ بس وہ سامنے نظر رکھے اِدھر اُدھر نہ دیکھے۔ پھر بھی نفس حاشیہ نگاہ سے اور زاویہ نگاہ سے کچھ چرائے گا۔ اس کی ان شاء اللہ تعالیٰ معافی ہوجائے گی۔ توبہ کرلے کہ اے اللہ میں نے نظر کو سامنے رکھا، قصداً نظر نہیں ڈالی لیکن پھر بھی میرے نفس نے جو حرام مال چرایا ہو میرے مستلذاتِ محرمہ مسروقہ کو آپ معاف فرمادیجئے یعنی حرام لذت کی چوری کا مال جو نفس نے

حاصل کیا ہو آپ اس کو معاف کر دیجئے کیوں کہ اس وقت اس پر اختیار نہیں تھا۔ اگر نظر جھکا تا تو تصادم ہو جاتا۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر کوئی واقعی سچا اللہ والا ہے لیکن کمزور ہے اور تسبیح پڑھتا ہوا جا رہا ہے کہ ایک حسین تگڑی عورت نے اس کو بری نیت سے دیکھا اور لپٹ گئی اور اس کو پٹک دیا۔ یہ مفروضہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ بیان فرما رہے ہیں اصلاح اُمت کے لیے اور اس کے سینہ پر بیٹھ گئے اور کہا اے ملا! تم بہت نظر بچاتے ہو اور پوری طاقت سے اس کی آنکھیں کھول کر کہا کہ اب دیکھ مجھے، دیکھتی ہوں کہ اب کیسے نہیں دیکھے گا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ صاحب نسبت ہے تو اپنی شعاع بصریہ پر اللہ تعالیٰ کی عظمت کو غالب رکھے گا اور اچٹی پچھٹی سطحی نظر جو غیر اختیاری ہے ڈالے گا، باریک نظر نہیں ڈالے گا۔ یہ باتیں کون بیان کر سکتا ہے؟ ایسی باتیں اللہ تعالیٰ کے بڑے اولیاء بیان کرتے ہیں جو اس راستہ سے گزرے ہوئے ہیں جن کو ایسا ایمان حاصل ہے۔

ایسی دنیا سے کیا دل لگانا:

ارشاد فرمایا کہ: قبرستان میں یہ سڑیں گی یا نہیں اگر ان سڑنے والی لاشوں کے ڈسٹمپر اور رنگ وروغن پر ہم مریں گے تو اللہ سے محروم رہیں گے۔ سوچ لیجئے فائدہ کس میں ہے؟ ان عاجزوں اور مُردوں پر گدھ کی طرح کب تک پڑے رہو گے؟ کب تک ان مردہ لاشوں کو کھاتے رہو گے؟ کب باز شاہی بنو گے؟ ایسا نہ ہو کہ اچانک موت آجائے۔ پھر کفِ افسوس ملو گے اور پھر دوبارہ زندگی نہیں ملے گی۔ ولی اللہ بننے کے لیے اللہ دوبارہ حیات نہیں دے گا اب میرے تین جملے سن لیجئے: جس دنیا سے ہمیشہ کے لیے جانا اور پھر لوٹ کر کبھی نہ آنا، ایسی دنیا سے دل کا کیا لگانا۔

یہ تین جملے ہدایت کے لیے کافی ہیں۔ اگر ولی اللہ بننا ہے تو اسی حیات میں بننا ہے۔ مرنے کے بعد کوئی دوبارہ نہیں آنے پائے گا۔ پھر قیامت تک حسرت وافسوس ہے اور میدانِ قیامت میں اگر خدانخواستہ فیصلہ سزا کا ہو گیا تو پھر کہاں ٹھکانہ ہے۔ اس کو سوچنا چاہیے۔

ارشاد فرمایا کہ: لیکن ایک بات یہ بھی عرض کر دوں کہ جس کو اللہ اپنا بناتا ہے اس کو فانی بتوں سے، مرنے گلنے والی لاشوں سے بچاتا ہے لہٰذا جو اللہ کا ہونا چاہتا ہے اسے ان حسینوں سے نظر بچانی پڑے گی، گناہ سے اپنے کو بچانا پڑے گا، خونِ تمنا پینا پڑے گا۔ جیسا کہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

بہت گو ولولے دل کے ہمیں مجبور کرتے ہیں
تری خاطر گلے کا گھونٹنا منظور کرتے ہیں

اور جیسا کہ مولانا اصغر گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ۔

ہم نے لیا ہے داغِ دل کھو کے بہارِ زندگی
اک گل تر کے واسطے میں نے چمن لٹا دیا

فانی اور مرجھانے والے پھولوں کی بہاروں کو چھوڑنے کا ہم نے غم اُٹھایا ہے، پھول جیسے چہروں سے نظر بچانے کا زخم دل پر کھایا ہے اور حق تعالیٰ کے قرب کی غیر فانی بہار کے لیے حسنِ فانی کے چمن کو لٹایا ہے، تب کہیں جا کر اللہ ملتا ہے لہٰذا فانی اور بگڑنے والے پھولوں کو چھوڑو یعنی ان حسینوں سے دل نہ لگاؤ اور سوچو کہ آج ایسے ہیں کل کیسے ہوں گے۔

ایسے ویسے کیسے کیسے ہو گئے
کیسے کیسے ایسے ویسے ہو گئے

اور حسینوں کا انجام سن لو اختر کی زبان سے۔

کمر جھک کے مثلِ کمانی ہوئی
کوئی نانا ہوا کوئی نانی ہوئی

ان کے بالوں پہ غالب سفیدی ہوئی
کوئی دادا ہوا کوئی دادی ہوئی

اُدھر جغرافیہ بدلا اِدھر تاریخ بھی بدلی

نہ ان کی ہسٹری باقی نہ میری مسٹری باقی

ارشاد فرمایا کہ: حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عشقِ مجازی، غیر اللہ سے دل لگانا یہ عذابِ الٰہی ہے جس کو دوزخ کا عذاب دنیا میں دیکھنا ہو تو وہ ان لوگوں کو دیکھ لے جنہوں نے غیر اللہ سے دل کو لگایا ہے۔ نیند غائب، ہر وقت پریشان اور دل میں اختلاج۔ ویلیم فائیو کھایا، ویلیم ٹین کھایا، آخر میں پاگل ہو کر گدو بندر چلے گئے۔ اس دنیائے حسن نے کتنوں کو پاگل کر دیا۔ اس لیے حکیم الامت فرماتے ہیں کہ عشق مجازی عذابِ الٰہی ہے اور حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو کسی کے جغرافیہ اور رنگ و روپ سے، ظاہری ڈسٹمپر اور نقش و نگار سے، آنکھوں سے اور کتابی چہرے سے دل لگایا ہے، کچھ دن کے بعد یہ محبت نفرت اور عداوت سے تبدیل ہو جاتی ہے اور جو اللہ والی محبت ہوتی ہے، ہمیشہ قائم رہتی ہے، ترو تازہ رہتی ہے یعنی دنیا میں بھی، عالمِ برزخ میں بھی، میدانِ محشر میں بھی اور جنت میں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اللہ والے جو اللہ کے لیے آپس میں محبت کرتے ہیں، میدانِ محشر میں بھی عرش کے سائے میں رہیں گے۔ یہ اللہ والی محبت ایسی نعمت ہے لہٰذا حضرت فرماتے ہیں کہ اگر محبوب ناقص ہے اور دل کو یہی ناقص غذا دے دی تو دل تباہ ہو جائے گا، خراب ہو جائے گا۔

نظر کی حفاظت پر تین انعامات:

حفاظتِ نظر کا پہلا انعام: بے چینی سے حفاظت

ارشاد فرمایا کہ: پہلا انعام کیا ہے؟ بے چینی سے حفاظت۔ نظر ڈالنے کے بعد بے چینی بڑھ جاتی ہے کہ آہ کاش! یہی ملی ہوتی تو لفظ کاش اور حسرت سے آپ کی حفاظت ملتی ہے۔ اس پہلے انعام کا نام ہے حسرتوں سے حفاظت۔ اب کاش نہیں نکلے گا کیوں کہ دیکھا ہی نہیں۔ پھر گھر کی چٹنی روٹی، بریانی اور پلائو معلوم ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے یہ ہم کو عطا فرمائی ہے۔ آپ بتائیے کہ اگر مجنوں کو ساری دنیا کی عورتیں بریانی اور پلائو بھیجتیں اور اس کی وہ لیلیٰ جس پر وہ ظالم پاگل ہوا تھا سوکھی روٹی بھیجتی تو مجنوں کس لیلیٰ کا کھانا کھاتا؟ اپنی لیلیٰ کا! اور کہتا کہ یہ سوکھی روٹی میری لیلیٰ کے ہاتھ سے آئی ہے تو جو مولیٰ کے عاشق ہیں، جو اللہ والے ہیں وہ اپنی بیوی کو تمام دنیا کی لیلائوں سے بہتر سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارے

مولیٰ نے عطا فرمائی ہے اور اسی لیے وہ چین سے رہتے رہتے ہیں، ان کے گھر میں سکون رہتا ہے۔ اور جو اِدھر اُدھر تانک جھانک کرتے ہیں ان کے گھر میں بے برکتی، پریشانی اور لڑائی جھگڑے رہتے ہیں، کیونکہ نظر میں تو دوسری سماگئی اس لیے اپنی بیوی ان کو اچھی نہیں لگتی۔ تو نظر بچانے کا پہلا انعام کیا ملا؟ حسرت اور بے چینی اور پریشانی سے حفاظت۔

حفاظتِ نظر کا دوسرا انعام: ایمان کی حلاوت

دوسرا انعام ہے ایمان کی حلاوت۔ حدیثِ قدسی ہے، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ محدثین لکھتے ہیں کہ حدیث قدسی کی تعریف یہ ہے: ''هُوَ الْكَلَامُ الَّذِيْ يُبَيِّنُهَا النَّبِيُّ بِلَفْظِهٖ وَيُنْسِبُهٗ اِلٰى رَبِّهٖ'' حدیثِ قدسی وہ کلامِ نبوت ہے جو زبانِ نبوت سے نکلے مگر نبی یہ کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے ایسی حدیث کو حدیثِ قدسی کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیثِ قدسی بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں نظر کتنی زہریلی چیز ہے، ابلیس کا تیر ہے۔

اِنَّ النَّظَرَ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ اِبْلِيْسَ مَسْمُوْمٌ

''نظر ابلیس کا تیر ہے اور تیر بھی زہر میں بجھایا ہوا''۔

مَنْ تَرَكَهَا مَخَافَتِيْ اَبْدَلْتُهٗ اِيْمَانًا يَجِدُ حَلَاوَتَهٗ فِيْ قَلْبِهٖ

(کنز العمال، جلد: ۵، صفحہ: ۳۲۸)

جس نے میرے خوف سے اپنے قلب و نظر کو اس تیر سے بچالیا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں اس کو کیا دوں گا۔ اس نے آنکھ کی مٹھاس مجھ پر فدا کی میں اس کو دل کی مٹھاس، ایمان کی حلاوت دے دوں گا۔ علامہ ابن قیم جوزی فرماتے ہیں کہ بندہ نے بصارت دے کر بصیرت لے لی۔ بصارت آنکھ کی بینائی کو کہتے ہیں، نظر کی روشنی کو بصارت کہتے ہیں، اس نے اپنی بصارت کو خدا پر فدا کیا، اس کے بدلہ میں اللہ نے اس کو بصیرت اور قلب کی ایمانی مٹھاس دے دی۔

حفاظتِ نظر کا تیسرا انعام: حسنِ خاتمہ کی بشارت

محدثِ عظیم ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جو ہرات کے رہنے والے تھے۔ ثم مہاجر الیٰ مکہ پھر مکہ کی طرف ہجرت کی۔ آج ان کی قبر جنت المعلیٰ میں ہے، وہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی حلاوت دے گا پھر اس کا خاتمہ ایمان پر ضرور ہو جائے گا کیوں کہ اللہ تعالیٰ ایمان کی حلاوت دے کر واپس نہیں لیتے اور حفاظتِ نظر کا یہ تیسرا انعام ہے۔

ارشاد فرمایا کہ: لہٰذا آج سڑکوں پر، ایئرپورٹوں پر، ریلوے اسٹیشنوں پر، مارکیٹوں میں جگہ جگہ جہاں جہاں بھی عورتیں سامنے آئیں نظر بچا بچا کر اللہ تعالیٰ سے حسن خاتمہ کا سودا کر لیجئے۔

وَقَدْ وَرَدَ اَنَّ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ اِذَا دَخَلَتْ قَلْبًا لَاتَخْرُجُ مِنْہُ اَبَدًا

(مرقات، جلد ا، صفحہ: ۴)

فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس قلب کو ایمان کی مٹھاس دیتے ہیں پھر واپس نہیں لیتے۔ ''فِیْہِ اِشَارَۃٌ اِلٰی بَشَارَۃِ حُسْنِ الْخَاتِمَۃِ'' ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اشارہ ہوگیا کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ آج سڑکوں پر، ایئرپورٹوں پر اور بازاروں میں جگہ جگہ ایمان کی حلاوتیں بٹ رہی ہیں بشرطیکہ اس نظر سے مٹھائی کی دکانوں کو مت دیکھو یعنی نامحرم شکلوں پر نظر نہ ڈالو۔ اگر کسی کی شوگر بڑھی ہو اور وہ مٹھائی کی دکان کو دیکھ لے تو دیکھنے سے اس کی شوگر نہیں بڑھے گی لیکن یہ نظر کی ایسی ظالم مٹھائی ہے کہ دیکھنے سے ہی زہر اُتر جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس نے نامحرم عورتوں کو صرف دیکھا لیا، استعمال نہیں کیا، بات بھی نہیں کی لیکن یہ آنکھوں کا زنا ہو گیا۔ بخاری شریف کی حدیث ہے، علماء سے عرض کرتا ہوں کہ بخاری شریف میں دیکھ لیجئے:

فَزِنَی الْعَیْنِ النَّظَرُ۔(بخاری، جلد۲، کتاب الاستیذان)

بدنگاہی آنکھوں کا زنا ہے اور اس میں وہ لڑکے بھی شامل ہیں جن کے ڈاڑھی مونچھ نہ ہو، لہٰذا آنکھوں کا زنا کر کے ولی اللہ بننے کا خواب دیکھنے والوں کو اپنا سر پیٹنا چاہیے۔ ولی اللہ بننے کا شوق ہے تو یہی قرینے ہیں ولی اللہ بننے کے؟

ولی اللہ بننے کے لیے دو کام

ارشاد فرمایا کہ: لہٰذا نظر کی حفاظت اور دل کی حفاظت اگر سالک یہ دو کام کرلے تو ان شاء اللہ تعالیٰ ولی اللہ ہو جائے گا۔ باقی سب پرچے آسان ہیں، باقی سب گناہ چھوڑنا آسان ہیں بس دو کام اہم ہیں۔ ایک سرحد کی حفاظت اور ایک دارالخلافہ کی حفاظت۔ دیکھئے! دُشمن دو راستوں سے آتا ہے یا تو سرحد سے آئے گا یا براہِ راست دارالخلافہ پر ہوائی جہاز سے حملہ کرسکتا ہے جب آپ نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق آنکھوں کی سرحد کی حفاظت کرلی اور قلب کے دارالخلافہ کی حفاظت کرلی تو بس آپ کے لیے اللہ کی ولایت اور دوستی کا راستہ بالکل ہموار ہے۔ جو گناہ سے نظر سے بچائے گا اور دل بچائے گا وہ ظالم کیا جھوٹ بولے گا؟ بڑا مشکل پرچہ جو حل کرلے گا اس کو آسان پرچہ حل کرنا کیا مشکل ہے۔ جو سو ڈگری کا بخار برداشت کرلے گا اس کو پچاس ڈگری کا برداشت کرنا کیا مشکل ہے۔

ارشاد فرمایا کہ: بد نظری کرنے والے کو عبادت میں بالکل مزہ نہیں آئے گا۔ جب نظری کی حفاظت پر ایمان کی مٹھاس کا وعدہ ہے تو نظر کی حفاظت نہ کرنے پر ایمان پر مٹھاس چھن جاتی ہے۔ جو لوگ نظر نہیں بچاتے وہ لوگ اپنی نماز، ذکر اور عبادت کا حال دیکھ لیں، بالکل سب بے مزہ ہو جاتا ہے۔ اس لیے دوستو! اس کو بار بار عرض کرتا ہوں کہ شیطان کے تیر مت کھائو، دُشمن کے تیر سے بچو۔ جب کسی عورت کو دیکھنے کا دل چاہے تو سمجھ لو کہ اب شیطان ہمیں تیر مارے گا کیونکہ عورتوں کی آنکھوں میں شیطان بیٹھے ہوئے ہیں۔ حدیث پاک میں سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد پاک ہے نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے جو زہر آلود ہے۔ بتائو بھائی! جو شخص تیر کھائے گا وہ تڑپ کر مرے گا یا نہیں؟ آج کل لوگ کہتے ہیں کہ صاحب بڑا مجاہدہ ہے، دل بڑا بے چین ہے۔ اس لیے کہ تم شیطان کے تیر کھا رہے ہو۔ نظر بچانے کی ہمت کیوں نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ نے آنکھ میں پردہ کس لیے دیا ہے، دیکھو! یہ پردہ لگا ہوا ہے، کان میں کوئی پردہ نہیں ہے جب تک اُس میں کوئی انگلی نہ ڈالو لیکن آنکھوں پر تو وہیں پردہ لگا دیا۔ ذرا سا کوئی سامنے نظر آیا جلدی سے آنکھوں کے پردے کو بند کرلیا لیکن ڈرائیور مستثنیٰ ہے، موٹر چلانے والا اپنے سامنے اور دائیں بائیں شیشے پر بھی نظر رکھے کیونکہ جان بچانا بھی فرض ہے، بعد میں اللہ تعالیٰ سے

استغفار کرلے۔ لیکن اور لوگ جو بیٹھے ہوئے ہیں وہ اِدھر اُدھر کیوں دیکھیں۔ جہاں دیکھا کہ کوئی ننگی ٹانگ والی آرہی ہے فوراً سمجھ لو کہ شیطان اب ٹانگنے کے لیے آرہا ہے، یہ ذرائع ہیں۔ حدیث پاک میں ہے کہ عورتیں شیاطین کے جال ہیں جیسے مچھلی پھنسانے والے کانٹا اور لمبا سا ڈنڈا لے کر جاتے ہیں اسی طرح عورتیں شیطان کے جال ہیں، جس نے ان کو دیکھا شیطان نے فوراً پھانس لیا۔ شیطان بہت خوش ہوتا ہے کہ آج بہت بڑی داڑھی والے کو پکڑا ہے، شیطان کی خوشی کی کوئی انتہاء نہیں ہوتی آج صوفی کو اس جال میں پکڑا ہے، تھوڑی دیر بعد ایک حاجی کو پکڑا، پھر اس کو پکڑا جو بہت زور زور سے الا اللہ، الا اللہ کی ضربیں مارتا تھا، شیطان اس طریقے سے دھوکہ دیتا ہے۔ بتایئے! جب دُشمن کا تیر لگ جاتا ہے اور وہ بھی زہر میں بجھا ہوا تو دل میں فوراً پریشانی آجاتی ہے۔ دل اس قابل نہیں رہے گا کہ اُس دل میں اللہ ہو، مہمانِ مکرم کے لیے گھر کی صفائی کی جاتی ہے۔ جب لعنتی چیزیں اور غیر اللہ کی عشق و محبت کی چیزیں قلب میں آجائیں گی تو اُس قلب پر اللہ تعالیٰ کی عنایتیں کیسے ہوں گی؟ اس ماحول میں کوئی صرف نظر بچالے تو ولی اللہ ہوجائے گا، صرف فرض، واجب، سنت مؤکدہ ادا کرلے، کسی لطائف ستہ کو جاری کرنے کی ضرورت نہیں، صرف نظر کا لطیفہ جاری کرلے، آنکھوں کو اللہ تعالیٰ کا غلام اور فرمانبردار بنالے کیونکہ حدیث میں وعدہ ہے کہ ایک نظر بچانے پر اللہ تعالیٰ اُسکو ایمان کی حلاوت نصیب فرمائینگے۔

ارشاد فرمایا کہ: گناہوں کے قریب رہنے سے ان کا زہر روح میں آہستہ آہستہ گھلنے لگتا ہے اور جب روحانیت میں کمزوری آئے گی تو ہمت پست ہوجائے گی، پھر نظر بھی خراب ہونے لگے گی۔ یہاں تک حسینوں کو اپنی گود میں بٹھانے کے وسوسے شروع ہوجائیں گے۔ یاد رکھو! ایک گناہ دوسرے گناہ کا سبب بنتا ہے۔ کوئی تھوڑی دیر کسی امرد یا کسی لڑکی سے گپ شپ کرلے دل کا ستیاناس ہوجائے گا، اعمالِ صالحہ کی لذت سے اور مناجات کی حلاوت سے محروم ہوجائے گا، یہاں تک کہ ایک دن اہل اللہ کی محبت سے بھی راہِ فرار اختیار کرلے گا، کیوں کہ جب اُلوپن غالب ہوجائے گا تو اب یہ کہاں بلبل رہے گا؟ خانقاہ میں رہنے کے بھی قابل نہیں رہے گا کیوں کہ گناہوں سے اس کا دل ویران ہوچکا ہے۔

خدائے تعالیٰ اس کو چمنستان سے نکال باہر کریں گے۔ اُلوستان بھیج دیں گے۔ جب اُلو بن گیا تو اُلوستان میں بھیجا جائے گا۔

وہ لمحہ حیات جو تجھ پر فدا ہوا
اس حاصلِ حیات پہ اخترؔ فدا ہوا

ارشاد فرمایا کہ: جس کو حسینوں پر نظر بازی کا مرض ہو اس کے لیے ایک شعر اور ہے کہ جب ایک دن ان حسینوں کا جغرافیہ بدل جائے گا تب وہاں سے ایسے بھاگو گے، جیسے گدھا شیر سے بھاگتا ہے۔ جہاں رات دن غزلیں پڑھ رہے تھے، جماعت کی نمازیں فوت کر رہے تھے، ہر وقت ناپاک رہتے تھے، پھر اسی صورت سے بھاگ نکلے، بتاؤ! حماقت ہے یا نہیں۔ یہ عشق مجازی بہت ہی خبیث چیز ہے، یہ صورت پرستی انسان کو خبیث بنا دیتی ہے، پیشاب پاخانے کے مقام تک پہنچا دیتی ہے، اس لیے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے سالکانِ طریق! اے اللہ کے راستے پر چلنے والو! شاہراہ حق تعالیٰ کی تمہارے کے لیے کھلی ہے، اگر تم ایک کام کرلو، صرف ایک کام کہ صورت پرستی چھوڑ دو، صورتوں سے توبہ کرلو۔

گر ز صورت بگذری اے دوستاں
گلستان است، گلستان است، گلستاں

اے دوستو! اگر تم صورت پرستی چھوڑ دو تو پھر اللہ کے قرب کا باغ ہی باغ ہے۔

حفاظتِ نظر کا ایک عجیب فائدہ:

ارشاد فرمایا کہ: ایک بات یاد آگئی۔ میرے دوست نے بتایا کہ ایک فرانسیسی جوڑا ہوٹل میں بیٹھا ہوا تھا۔ انہوں نے تقریر کی کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے نظر کی حفاظت کا حکم دیا ہے۔ اس کے فائدے یہ ہیں کہ شوہر کے دل میں بیوی کی محبت بس جاتی ہے، جب غیروں کو نہیں دیکھتا تو اس کی نظر کا تمام مرکز اس کی بیوی ہوتی ہے اس لیے بیوی سے محبت بڑھ جاتی ہے تو بیوی بھی خوش رہتی ہے اور شوہر بھی خوش رہتا ہے۔ برعکس یورپ کی ترقی، ترقی معکوس ہے یعنی الٹی ترقی، اللہ کے غضب اور قہر والی ترقی ہے، ان

کی ہر بیوی ہر وقت خائف رہتی ہے۔ شوہر نے اگر کسی عورت سے مسکرا کر بات کرلی تو عورت جل کے خاک ہو جاتی ہے، دل تڑپ جاتا ہے کہ ہائے معلوم ہوتا ہے کہ ظالم اس عورت سے پھنسا ہوا ہے اور اگر عورت نے کسی مرد سے ہنس کر بات کرلی اور ہاتھ ملا لیا تو شوہر صاحب کی نیند حرام ہو جاتی ہے، سمجھتے ہیں کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ غرض سارا یورپ آج عذاب میں مبتلا ہے۔ اس کے بعد اس دوست نے کہا کہ زیادہ نہیں صرف تین دن تم کسی نامحرم کو نہ دیکھو، اپنی بیوی کو دیکھو اور عورت صرف اپنے شوہر کو دیکھے۔ صرف تین دن قرآن کی آیت **یغضوا من ابصارھم** پر عمل کرلو کہ اے ایمان والو! اپنی نگاہوں کو نیچی کرلو، نامحرم عورتوں کو، کسی کی ماں بہن بیٹی کو مت دیکھو، کسی کی بیوی کو مت دیکھو، تین دن عمل کرلو اس کے بعد دیکھو گے کہ تمہیں اپنی بیوی کو دیکھنے میں اور تمہاری بیوی کو تمہیں دیکھنے میں کتنا مزہ آتا ہے کیونکہ شبہات ختم ہو جائیں گے اور زندگی خوشگوار ہو جائے گی۔ اس فرانسیسی عوت نے ڈاڑھی والے دوست کا شکریہ ادا کیا کہ ہم بالکل بات سمجھ گئے کہ واقعی آج بد نظری کی وجہ سے سارا یورپ عذاب میں مبتلا ہے۔

آج بھی جو مسلمان اپنی آنکھوں کو تقویٰ سے رکھتے ہیں ان میاں بیوی میں جو محبت ہے وہ ان میں نہیں ہے جو اپنی آنکھوں کو ادھر اُدھر لڑاتے رہتے ہیں کیونکہ جب ادھر ادھر دیکھتے ہیں تو شیطان ان کی آنکھوں پر اور عورت کے گالوں پر مسمریزم کر دیتا ہے جس کی وجہ سے انہیں وہ غیر عورت اپنی بیوی سے دس گنا زیادہ حسین نظر آتی ہے لہٰذا جب وہ گھر آتے ہیں تو منہ پر افسردگی اور غم کے آثار ہوتے ہیں، بیوی سمجھ جاتی ہے کہ کسی کا مارا پیٹا اور ستایا ہوا چلا آرہا ہے۔ اسی لیے کہتا ہوں کہ تقویٰ سے رہو۔ میاں بیوی میں اگر محبت ہو جائے تو گھر جنت بن جاتا ہے۔

آنکھوں کا زِنا:

ارشاد فرمایا کہ: بولئے صاحب! جس وقت کوئی حسین سامنے ہوتا ہے، صحیح بخاری شریف کی حدیث یاد آتی ہے کہ **زِنَا الْعَیْنِ النَّظَرُ** مردوں کو، لڑکیوں اور لڑکوں کو دیکھنا، آنکھوں کا زِنا ہے۔ یہ ارشاد حضور ﷺ فرمارہے ہیں۔ کوئی لڑکی کسی لڑکے کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھے یا لڑکا کسی لڑکی کو

دیکھے تو دونوں کا حکم یہ ہے کہ یہ آنکھوں کا زِنا ہے اور زِنَا اللِّسَانِ الْمَنْطِقُ زبان کا زِنا یہ ہے کہ کوئی لڑکا کسی لڑکی سے گپ شپ مار رہا ہے، اس کو اپنا دوست بنا رہا ہے، لیکن جب شہوت چڑھی ہو تو یہ حدیث کہاں یاد رہتی ہے کہ نامحرم سے شہوت سے بات کرنا زبان کا زنا ہے، اچھے اچھے دین داروں کو یاد نہیں رہتی۔ یہ دل کی سختی کی علامت ہے، اللہ تعالیٰ سے تعلق کی کمی کی بات ہے، یہ شخص مخلص نہیں معلوم ہوتا، اگر اس کا ارادہ صحیح ہوتا، اللہ تعالیٰ مُراد ہوتا تو فکر ہوتی کہ ہم یہ کیا کر رہے ہیں۔ ایسا شخص نفس کا غلام ہے، اللہ تعالیٰ کا صحیح بندہ ابھی نہیں بنا ورنہ اس کو خدا ضرور یاد آتا کہ ہم یہ کیا کر رہے ہیں جب کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔

میرا ایک اُردو کا شعر سنئے! جو لوگ سمجھتے ہیں کہ مجھے کوئی نہیں دیکھ رہا ہے، یہ شعر خاص طور پر ان کے لئے ہے۔

جو کرتا ہے تو چھپ کے اہلِ جہاں سے
کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے

جب کوئی لڑکی کسی لڑکے کو یا لڑکا کسی لڑکی کو دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ یہ دیکھ رہا ہے کہ یہ بے غیرت، بے حیا کیا کر رہا ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ کسی نامحرم کو، کسی کی ماں بیٹی کو دیکھنا آنکھوں کا زِنا ہے، ایسے ہی عورتوں کا مَردوں کو دیکھنا، لڑکیوں کا لڑکوں کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنا، یہ آنکھوں کا زنا ہے، ان سے بات چیت کرنا، زبان کا زِنا ہے لیکن نفس کیا کہتا ہے کہ ارے! چند دن عیش کر لو، ایسے لوگوں کو قبر میں جانے کے بعد پتہ چلے گا کہ اپنی زندگی کہاں ضائع کی ہے۔

بد نظری کی حرمت کا ایک سبب ایذاءِ مسلم ہے

ارشاد فرمایا کہ: بد نظری کے حرام ہونے کا یہ سبب شاید آپ پوری کائنات میں مجھ سے ہی سنیں گے کہ مسلمان کو تکلیف دینا حرام ہے اور کسی کی بہو، بیٹی یا کسی حسین لڑکے کو دیکھنے سے اپنے قلب کو کش مکش پر پریشانی اور تکلیف ہوتی ہے تو دیکھنے والا بھی مسلمان ہے لہٰذا کسی مسلمان کا اپنے دل کو تکلیف دینا بھی حرام ہے۔ بد نظری کے حرام ہونے کی یہ حکمت ہے کہ ناظر صاحب بھی تو مسلمان ہیں،

اُن کے دل کو تکلیف ہو رہی ہے اور ایذائے مسلم حرام ہے، اس لیے بد نظری کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا۔



مجد دزمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نوراللہ مرقدہ کے یہ چند مضامین یعنی "بد نظری، عشق مجازی، امرد پرستی، ہم جنس پرستی، بے پردگی، گانا، فلم، ٹی، وی سی" حاصل زندگی ہیں، حضرت والا رحمہ اللہ نے ان مضامین پر اپنی عزت بھی داؤ پر لگادی تھی، حاسدین بھی ہو گئے تھے، قتل کے منصوبے بھی بنے لیکن حضرت والا ڈٹے رہے اور ڈنکے کی چوٹ پر ان تمام مذکورہ برائیوں اور گناہوں کی قباحت بیان کرتے رہے۔ اسی میں سے ایک مختصر مضمون امرد پرستی کا حاضر خدمت ہے:۔

میرے مرشد شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بہت حسین تھے، اتنے حسین تھے کہ جب امام ابو حنیفہ سبق پڑھاتے تو نظر کی حفاظت کے لیے ان کو پیچھے بٹھایا کرتے تھے، ایک دن چراغ کی روشنی میں عبارت پڑھتے ہوئے جب ان کی ڈاڑھی ہلتے دیکھی تو فرمایا ارے بھئی! تمہاری تو ڈاڑھی آگئی، اب سامنے آجاؤ۔

مجدّدِ ملّت حضرت تھانوی کا تقویٰ:

واللہ کہتا ہوں کہ کتنے صوفیوں کو حسن کے چکر نے غارت کر دیا۔ حکیم الامت کے بھتیجے مولانا شبیر علی نے ایک طالبِ علم کو حضرت کے پاس کسی کام سے بھیجا، حضرت اس وقت تنہا بیٹھے باوضو بیان القرآن لکھ رہے تھے، فوراً نیچے اُتر آئے، اس لڑکے کے ساتھ ایک لمحہ بھی خلوت نہیں کی اور مولوی شبیر علی صاحب سے فرمایا کہ میری تنہائیوں میں بے ڈاڑھی مونچھ کے لڑکوں کو مت بھیجا کرو اور پھر فرمایا کہ جو مجھ کو حکیم الامت سمجھتے ہیں اس واقعہ سے سبق لیں۔

علامہ بدر الدین عینی نے شرح بخاری عمدۃ القاری میں لکھا ہے:

شَابٌّ جَمِيْلٌ دَعَاهُ الْمَلِكُ لِيَتَزَوَّجَ بِنْتَهٗ بِهٖ فَخَافَ اَنْ يَّرْتَكِبَ بِهِ الْفَاحِشَةَ فَامْتَنَعَ

ایک خوبصورت جوان کو بادشاہ نے بلایا تاکہ اس سے اپنی بیٹی کا نکاح کردے مگر وہ بادشاہ عادت کا اچھانہ تھا، اس نوجوان کو ڈر لگا کہ یہ بیٹی تو دے گا مگر میرے حسن کو غلط استعمال کرے گا، میرے ساتھ بدفعلی کرے گا لہٰذا اس نے انکار کردیا کہ ہم آپ کی بیٹی سے شادی نہیں کرنا چاہتے تو علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو بھی عرش کا سایہ دے گا کیونکہ اس نے اپنی جوانی کو اللہ پر فدا کردیا۔

امام ابو حنیفہ کا احتیاط:

امام ابو حنیفہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ سے نکاح کیا تھا، امام محمد ان کے سوتیلے بیٹے بھی تھے لیکن پڑھائی کے زمانے میں ان کے حسن کی وجہ سے امام ابو حنیفہ ان کو اپنے پیچھے بٹھاتے تھے۔ میرے مرشد شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے خوب ڈاڑھی آگئی اور امام ابو حنیفہ نے چراغ کی روشنی میں ان کی ڈاڑھی ہلتے دیکھی تو فرمایا کہ اب سامنے بیٹھ جاؤ۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے بھتیجے مولوی شبیر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرماتے تھے جو خانقاہ تھانہ بھون کے مہتمم تھے کہ میری تنہائیوں میں بے ریش لڑکوں کو میں بے ریش لڑکوں کو مت بھیجا کرو۔ یہ ہے اللہ والوں کا عمل!



حضرت والا قدس سرہٗ اور مثنوی شریف

محمد ارمغان ارمانؔ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم ۔ اَمَّا بَعۡدُ!

حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مثنوی شریف وہ الہامی کتاب اور عشقِ الٰہی کا آتش فشاں ہے جس سے ہر زمانے میں اُمت کے اکابر علماء و اولیاء نے استفادہ کیا ہے۔ میرے شیخ حضرت والا قدس سرہ نے فرمایا کہ مثنوی تو قرآن و حدیث کی تفسیر ہے، لوگوں کو سمجھانے کیلئے مولانا نے قرآن و حدیث کے علوم کو مثالوں سے عاشقانہ انداز میں پیش کیا ہے۔

سیّد الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ مثنوی کے عاشق تھے آپ کا درسِ مثنوی مشہور و معروف ہے۔ قاسم العلوم و الخیرات حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ تین کتابیں انوکھی ہیں: قرآن شریف، بخاری شریف اور مثنوی شریف۔ سیّدی و مرشدی حضرت والا قدس سرہ فرماتے تھے کہ مثنوی شریف مولانا جلال الدین رُومی رحمہ اللہ تعالیٰ کی الہامی کتاب ہے، مولانا رومی خود فرماتے ہیں ۔

قافیہ اندیشم و دلدار من

گویدم مندیش جز دیدار من

جب میں قافیہ سوچنے لگتا ہوں تو آسمان سے آواز آتی ہے کہ اے جلال الدین مت سوچ، مثنوی تو ہم لکھوا رہے ہیں بس میری طرف متوجہ رہو، قافیہ میں عطا کروں گا۔......... اس شعر میں مثنوی کے الہامی ہونے کا اشارہ ہے۔ اور اس سے زیادہ واضح اشارہ مولانا کے دوسرے شعر میں ہے، فرماتے ہیں ۔

چوں فتاد از روزن دل آفتاب

ختم شد واللہ اعلم بالصواب

قلب میں جس دریچہٗ باطنی سے آفتابِ علم کے فیضان سے علوم و معارف غیبیہ وارد ہو رہے تھے وہ آفتابِ فیض قلب کے محاذات سے بحکمت خداوندی غروب ہو گیا۔......... لہٰذا مولانا نے مثنوی لکھنا بند کر دی اور قصہ بھی ادھورا چھوڑ دیا۔ یہی دلیل ہے کہ یہ الہامی کلام تھا، اگر الہامی نہ ہوتا تو جو شخص ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار لکھ سکتا ہے کیا وہ چند اشعار لکھ کر مثنوی کو پورا نہیں کر سکتا تھا؟[1]

اور فرمایا کہ مولانا روم کے کلام کو ایسی مقبولیت حاصل ہوئی کہ حاسدین جل کر خاک ہو گئے۔ ایک رافضی نے ایک اہلِ سنت سے کہا کہ مثنوی کے معنی ہیں مشنوی یعنی اس کو نہ سنو۔ مولانا رومی کو اس کی اطلاع دی گئی تو فرمایا کہ اس ظالم سے کہہ دو۔

مثنویم را تو گوئی مشنوی

اے سگِ ملعون تو عو عو می کنی

میری مثنوی کو تو کہتا ہے مت سنو۔ اے ملعون کتے تو عو عو کرتا ہے، بھونک رہا ہے[2]۔

ہر زمانے میں اس کی بے شمار شرحیں لکھی گئی، حکیم الامت مجدّد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ نے مثنوی شریف کی شرح "کلیدِ مثنوی" کے نام سے لکھی، جس کتاب کی شرح حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے جامع المجددین اور جامع شریعت و طریقت لکھیں اس کی اہمیت کا اندازہ خود لگایا جا سکتا ہے۔ اور عصرِ حاضر میں مثنوی شریف کی عاشقانہ، عارفانہ، درد بھری اور منفرد شرح "معارفِ مثنوی" کے نام سے سلطان العارفین شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدّدِ زمانہ جنیدِ وقت رُومیٔ ثانی تبریزِ دوراں قطب العالم غوثِ زماں حکیم العصر محبوبِ سبحانی رومیٔ ثانی عاشقِ ذاتِ حق سیّدی و مرشدی مجی و محبوبی حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب قدس اللہ سرہ العزیز نے

---

[1] مستفید از درسِ مثنوی: ۱۱۔۱۶۔

[2] ارشاداتِ دردِ دل: ۴۴،۴۳۔

ارقام فرمائی ہے۔ مرشدی حضرت والا اس صدی میں مثنوی شریف مولانا روم کے سب سے بڑے عاشق، حافظ، شارح اور مدرس تھے، اور اس بارے میں بے شمار مبشرات اور اکابرینِ اُمت کی جانب سے آپ کے لیے بلند کلمات بھی ہیں۔ معارفِ مثنوی کی ابتدا میں حضرت والا کے تین اشعار شرح کی حقیقت کو بیان فرماتے ہیں۔

ایں کتابِ دردِ دل اے دوستاں

کردہ ام تالیف بہرِ عاشقاں

اے دوستو! اپنے درد دل کی یہ کتاب میں نے اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کے لیے لکھی ہے۔

خونِ دل بر ہر ورق زاریدہ ام

دردِ دل بر ہر ورق نالیدہ ام

اس کے ہر ورق پر اپنا خونِ دل رویا ہوں اور اس کا ہر ورق میرا نالۂ دردِ دل لیے ہوئے ہے۔

پردہ از دردِ نہاں بیروں کُنم

دردِ دل در عاشقاں افزوں کُنم

میں نے اپنے درد نہاں سے پردہ اُٹھا دیا ہے تاکہ اللہ کے عاشقوں کے دل میں دردِ محبت اور تیز ہو جائے[1]۔

معارفِ مثنوی کتاب کے علاوہ حضرت والا کی ''درسِ مثنوی'' اور ''فغانِ رُومی'' بھی ہیں۔ مثنوی شریف کے علاوہ ایک کتاب ''دیوانِ شمس تبریز'' بھی ہے جس میں حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پچاس ہزار اشعار ہیں لیکن محبتِ شیخ میں اپنے دیوان کو ان سے منسوب کر دیا تھا۔ حضرت والا نے اس کتاب سے بھی انتخاب فرما کر عجیب درد بھری اور عاشقانہ شرح بنام ''معارفِ شمس تبریز'' لکھی ہے۔ اس کتاب کا تعارف حضرت والا نے شروع کتاب میں ان اشعار سے کیا ہے۔

پہلے دل کی داستانِ دردِ پنہاں دیکھئے

---

[1] معارفِ ربانی: ۹،۱۰۔

پھر غمِ آفاقِ دل پر شمسِ تاباں دیکھئے

شمس تبریزی کے سینے میں جو تھا اک رازِ غم

اس کتابِ عشق میں وہ دردِ پنہاں دیکھئے

حضرت والا فرماتے ہیں کہ مولانا جلال الدین رومی بچپن ہی سے میرے استاد ہیں۔ مثنوی سے میں نے تصوف اور سلوک سیکھا۔ اللہ کی طلب اور پیاس مثنوی سے مجھ کو حاصل ہوئی۔ میں اس وقت بچہ تھا، بالغ بھی نہیں ہوا تھا، بارہ سال کی عمر تھی، جنگل کی ایک مسجد میں جا کر نماز پڑھتا تھا اور آسمان کی طرف دیکھ کر مولانا کا یہ شعر پڑھتا تھا۔

سینہ خواہم شرحہ شرحہ از فراق

اے خدا اختر آپ کی جدائی کے غم میں اپنے سینہ کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہتا ہے۔

تا بگویم شرح از دردِ اشتیاق

تا کہ آپ کی محبت کی بات کو میں درد دل سے پیش کروں۔ اگر یہ اللہ کا جذب نہیں تھا تو پھر کون مجھے جنگل میں لے جاتا تھا۔ اس وقت آسمان و زمین کو دیکھ کر دل کو وجد آجاتا تھا اور مولانا کے اشعار سے تسلی ہوتی تھی[1]۔

ایک دوسری جگہ یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے بچپن سے مولانا رومی سے عشق ہے۔ میں بہت چھوٹا تھا جب سے مولانا کے اشعار پڑھ پڑھ کے رویا کرتا تھا خصوصاً یہ شعر۔

آہ را جز آسماں ہمدم نبود

راز را غیر خدا محرم نبود

ترجمہ: ”میں جنگل کی تنہائی میں ایسی جگہ اللہ کا نام لیتا ہوں جہاں سوائے اللہ کے میری آہ کا کوئی ساتھی نہیں ہوتا اور میری محبت کے راز کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا“[2]۔

---

[1] الطافِ ربانی: ۷۸، ۷۷۔

[2] درسِ مثنوی: ۱۱۔

حضرت والا فرماتے ہیں کہ مثنوی میں نے حضرت (مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ) سے پڑھی اور حضرت نے پڑھی حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے اور حکیم الامت نے پڑھی شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے اور حاجی صاحب نے پڑھی حافظ عبد الرزاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جو حافظِ مثنوی تھے اور حافظ عبد الرزاق صاحب خاص شاگرد ہیں مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ خاتمِ مثنوی کے۔ یہ میری مثنوی کی سند ہے، اتنی قریبی سند بھی کم لوگوں کو حاصل ہوگی۔ غرض جو کچھ ملا شیخ کی صحبت سے ملا[1]۔

مثنوی پڑھنے کے زمانہ ہی میں حضرت والا کے قلب پر اشعار مثنوی کے عجیب و غریب مطالب و معانی القاء ہوتے تھے اور حضرت والا کبھی کبھی حضرت شیخ پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کو وہ شرح سناتے جو اللہ کی طرف سے حضرت کے قلب کو عطا ہوتی جس کو سن کر حضرت شیخ نہایت مسرور ہوتے اور آبدیدہ ہو جاتے اور ایک بار تو حضرت پر ایسی خاص کیفیت طاری ہوئی کہ فجر کی نماز پڑھ کر مدرسہ سے پانچ میل پیدل اپنے شیخ کی خدمت میں پھولپوری حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت مثنوی کے بعض اشعار کی شرح میرے دل میں آئی ہے، اگر اجازت ہو تو تصدیق کے لیے حضرت والا کو سنا دوں۔ فرمایا کہ سناؤ۔ حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے معمولات ذکر و تلاوت و نوافل و مناجات وغیرہ سب ملتوی کر دیے اور مسلسل پانچ گھنٹے دوپہر گیارہ بجے تک حضرت کی دردناک شرح سنتے رہے اور اشکبار رہے جس پر حضرت یہ شعر پڑھتے ہیں۔

وہ چشمِ ناز بھی نظر آتی ہے آج نم
اب تیرا کیا خیال ہے اے انتہائے غم

اس کے بعد حضرت شیخ نے خوش ہو کر جوش سے فرمایا کہ بتاؤ آج کیا کھاؤ گے۔ حضرت نے عرض کیا کہ حضرت جو آپ کھلا دیں گے۔ حضرت والا پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ اٹھ کر گھر تشریف لے

[1] درسِ مثنوی: ۲۸،۲۷۔

گئے اور فرمایا کہ آج حکیم اختر کے لیے تہری (پیلے نمکین چاول) پکاؤ۔ شرح سن کر حضرت شیخ پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ بے انتہا خوش تھے[1]۔

حضرت والا فرماتے ہیں کہ مثنوی کو صرف لغت سے نہیں سمجھ سکتے، مثنوی کو بغیر درد بھرے دل کے کوئی پڑھا بھی نہیں سکتا۔ مثنوی وہی پڑھا سکتا ہے جس نے اللہ والوں کی جوتیاں اٹھائی ہوں، اللہ کے راستہ میں چلا ہو، سینہ میں درد بھرا دل رکھتا ہو کیونکہ مولانا رومی نے مثنوی میں سلوک بیان کیا ہے۔ پس جس نے نفس سے جنگ نہیں لڑی اور نفس کا غلام ہے وہ کیا جانے مثنوی کو[2]۔

حضرت والا ''رُومی ثانی'' ہیں:

مثنوی کے بحر میں حضرت والا کے کئی سو اشعار فارسی میں ہیں جن کو دیکھ کر حضرت مولانا یوسف بنوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ **لا فرق بینك و بین مولانا روم** یعنی آپ کے اور مولانا روم کے کلام میں کوئی فرق نہیں معلوم ہوتا۔ اور ایران کے علماء حق بھی ان کو پڑھ کر جھوم گئے اور ایک مشہور عالم نے ایران سے حضرت والا کو خط لکھا کہ جو بھی آپ کی مثنوی پڑھتا ہے اس کو مثنوی مولانا روم سمجھتا ہے اور بے شک آپ اس دور کے ''رومی ثانی'' ہیں[3]۔

خانقاہ مولانا رُومی رحمہ اللہ تعالیٰ میں درسِ مثنوی

حضرت والا کو بچپن ہی سے مولانا رومی کے شہر قونیہ کو دیکھنے کی آرزو تھی، ۱۹۹۷ء میں احباب کی دعوت پر لندن جاتے ہوئے ترکی کے دارالخلافہ استنبول میں قیام کیا اور استنبول سے ایئر کنڈیشن بس میں حضرت والا مع احباب قونیہ تشریف لے گئے اور یوں حضرت والا کی یہ آرزو بفضلِ تعالیٰ پوری ہوئی۔ مولانا رومی کے مزار سے چند قدم پہلے مولانا کے نہایت عاشق، محبوب مرید اور خلیفہ مولانا حسام الدین کا مزار ہے، یہاں حضرت والا اور جملہ احباب نے ایصالِ ثواب کیا، مولانا رومی پر جب مثنوی وارد

---

[1] الطافِ ربانی: ۸، ۷۔

[2] فغانِ رومی: ۲۹۷۔

[3] الطافِ ربانی: ۱۰۔

ہوتی تھی تو یہ اس کو جلدی جلدی لکھتے جاتے تھے انھی کی فرمائش پر یہ مثنوی ہوئی۔ پھر مولانا رومی کے مزار پر ایصالِ ثواب کر کے دعا مانگی۔ یہیں مولانا رومی کی خانقاہ میں ہی حضرت والا نے علماء اور دیگر حاضرین کو مثنوی پڑھانے کی اجازت عطا فرمائی، خانقاہ میں حضرت والا کے دستِ اقدس پر بعض لوگ داخلِ سلسلہ ہوئے اور بہت سے علماء نے تجدیدِ بیعت کی۔

درسِ مثنوی کے بعد شام بعد نمازِ عصر جس جنگل میں مولانا رومی پر مثنوی وارد ہوئی اور وہ جگہ جہاں ذکر و شغل میں مشغول ہوتے تھے، حضرت والا مع جملہ احباب وہاں تشریف لے گئے اور زیارت فرمائی، وہاں درخت اور سبزہ زار تھے۔ رہبر نے بتایا کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں مثنوی کا آخری دفتر (دفتر ششم) لکھا گیا۔ پورا جنگل نور سے بھرا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر وہاں حضرت والا نے قیام فرمایا اور اس کو دیکھ کر حضرت والا اور تمام احباب محظوظ ہوئے اور حضرت نے فرمایا کہ بچپن سے میرے دل میں اس جگہ کو دیکھنے کی خواہش ہوتی تھی کہ جہاں مولانا نے یہ شعر فرمایا ہوگا؎

آہ را جز آسماں ہمدم نبود

راز را غیرِ خدا محرم نبود

میں ایسی جگہ آہ کرتا ہوں جہاں سوائے آسمان کے میری آہ کا کوئی ساتھی نہیں ہوتا اور میری محبت کے راز کا سوائے خدا کے کوئی محرم نہیں ہوتا۔

راستہ میں مغرب کا وقت ہو گیا۔ قونیہ کے ایک چھوٹے سے گاؤں کی مسجد میں مغرب کی نماز باجماعت ادا کی گئی۔ اب کیونکہ اندھیرا بڑھتا جا رہا تھا اور بتایا گیا کہ آگے راستہ بھی زیادہ صحیح نہیں ہے۔ اس لیے مولانا کی خانقاہ جانے کا ارادہ منسوخ کر دیا گیا، البتہ وہ راستہ نگاہوں کے سامنے تھا جس کے لیے کہا جاتا ہے کہ مولانا اس سے گزرتے تھے[1]۔

اب بطورِ نمونہ اور برکت کیلئے حضرت والا قدس اللہ سرہ کا صرف وہ درسِ مثنوی یہاں نقل کرتا ہوں جو حضرت والا نے مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خانقاہ میں دیا تھا اور اکابر علماء بھی

---

(1) ملخص از الطافِ ربانی: ۶۸، ۶۷۔

موجود تھے۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ قونیہ میں مولانا رومی کی خانقاہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے مولانا کی برکت سے مثنوی کے ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار سے جن تین شعروں کا انتخاب شرح کے لیے دل میں ڈالا یہ اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد ہے کیونکہ یہ تین اشعار مثنوی کی روح ہیں۔ اور پھر اس شرح کا واپسی کے وقت بس میں دوبارہ مذاکرہ بھی کیا گیا تھا۔ وہ تین اشعار یہ ہیں۔

بشنو از نے چوں حکایت می کند
واز جدائی با شکایت می کند
نار شہوت چہ کشد؟ نور خدا
نور ابراہیم را ساز اوستا
اے خدا جوئیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب

اب ان تینوں اشعار کا درس ملاحظہ فرمائیے:

۱)۔ محبتِ الٰہیہ اور اس کا طریقہ حصول:

پہلے شعر میں مولانا نے دنیا میں آنے کا مقصد بتا دیا کہ وہ اللہ کی یاد اور اللہ کی تلاش میں بے چین رہنا ہے اور اس مقصد کے حصول کا طریقہ بھی بتا دیا کہ

بشنو از نے چوں حکایت می کند

جس طرح بانسری بانس کے مرکز سے کٹ کر آئی ہے اور اپنے مرکز کو یاد کر کے روتی ہے تو اے لوگو! تم بھی عالم ارواح سے، عالم امر سے، اللہ کے عالم قرب سے کٹ کر دنیا میں آئے ہو تم کیوں اللہ کو یاد کر کے نہیں روتے، تم کیوں اپنے مرکز کو یاد نہیں کرتے، کیوں دنیا کی رنگینیوں میں پھنس کر تم اللہ کو بھول گئے لہٰذا بانسری کی طرح تم بھی روؤ، اللہ کو یاد کرو جن کے پاس سے یہاں آئے ہو لیکن بانسری کو رونے کی یہ توفیق جب ہوتی ہے، جب وہ کسی کے منہ میں ہوتی ہے، بانسری خود نہیں بجتی، بجائی جاتی ہے، اس کی صلاحیت آہ و فغاں محتاج ہے کسی بجانے والے کی۔ جب کوئی بجانے والا اس کا ایک سرا

اپنے منہ میں لیتا ہے تب اس میں آہ و نالے پیدا ہوتے ہیں ورنہ ایک لاکھ سال تک اگر زمین پر پڑی رہے تو بج نہیں سکتی اسی طرح تمہاری روح کے اندر بھی اللہ کی یاد میں رونے کی صلاحیت موجود ہے مگر رونا جب نصیب ہو گا جب کسی اللہ والے سے تعلق کرو گے، اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دو گے اس کو اپنا مربی بناؤ گے۔ اس تعلق کی برکت سے اس اللہ والے کا دردِ دل تمہاری روح میں داخل ہو جائے گا اور پھر تمہاری روح بھی مثل بانسری اللہ کی یاد میں رونے لگے گی اور اہل اللہ کی صحبت کا کیا اثر ہو گا اس کو دوسرے مصرع میں بیان کرتے ہیں کہ۔

واز جدائی با شکایت می کند

جس طرح بانسری اپنے مرکز کی جدائی کا غم بیان کرتی ہے خود بھی روتی ہے اور دوسروں کو بھی رلاتی ہے اسی طرح تمہاری روح بھی اپنے اللہ کی جدائی کا غم بیان کرے گی خود بھی روئے گی دوسروں کو بھی رلائے گی اور اللہ کا دیوانہ بنائے گی۔ بانسری کی مثال سے مولانا نے یہ سبق بھی دے دیا کہ تم اللہ کی یاد میں رو نہیں سکتے جب تک اللہ والوں کی صحبت میں نہ رہو گے۔

(سیّدی و مرشدی حضرت والا قدس سرہ نے یہ بھی فرمایا کہ مولانا کا مقصد بانسری کی مثال سے یہ تھا کہ ہم اللہ کی یاد میں روئیں۔ بانسری بجانا تو حرام ہے مولانا جیسا اللہ والا بانسری بجانے کا حکم کیسے دے سکتا ہے۔ بانسری سے تو مولانا نے صرف ایک مثال دی ہے، ص:۵۰)

۲)۔ راہِ سلوک کا سب سے بڑا حجاب اور اس کا علاج:

اور دوسرا شعر کیا تھا جس میں مولانا نے راہ سلوک کے سب سے بڑے حجاب یعنی شہوت نفس کا علاج بتایا ہے۔

نار شہوت چہ کشد؟ نور خدا

علماء کرام! غور سے سنئے۔ مثنوی کا وزن کیا ہے؟ فاعلاتن فاعلاتن فاعلن۔ فاعلاتن فاعلاتن میں مولانا نے ایک سوال قائم کیا نار شہوت چہ کشد؟ ابھی مصروع پورا نہیں ہوا۔ فاعلن باقی ہے۔ اسی فاعلن میں جواب دے دیا نور خدا۔ مولانا کا کمال ہے کہ اس چھوٹی سی بحر میں ایک ہی مصرع میں سوال بھی قائم

کیا اور اسی میں جواب بھی دے دیا۔ نار شہوت چہ کشد سوال ہے اور نور خدا جواب ہے کہ شہوت کی آگ یعنی گناہ کے گندے گندے تقاضوں کی آگ کیسے بجھے گی؟ گناہ کرنے سے یہ شہوت کی آگ نہیں بجھے گی، گناہ کرنے سے گناہ کے تقاضے کم نہیں ہوں گے اور بڑھ جائیں گے۔ پاخانے کو پیشاب سے دھونے سے ناپاکی اور بڑھ جائے گی۔ تم سمجھتے ہو کہ گناہ کرنے سے گناہ کے تقاضوں کو سکون مل جائے گا؟ ہرگز نہیں! اور آگ لگ جائے گی، اور دل پریشان ہو جائے گا۔ دیکھو جہنم کا پیٹ دوزخیوں سے نہیں بھرا۔ جب دوزخ سے اللہ تعالیٰ پوچھیں گے هَلِ امْتَلَئْتِ اے جہنم تیرا پیٹ بھر گیا؟ تو جہنم کہے گی هَلْ مِنْ مَّزِيْد اللہ میاں ابھی پیٹ نہیں بھرا، کچھ اور دوزخی لایئے کچھ اور گنہگار مجھ میں بھریئے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ فیضع قدمہ اس وقت اللہ دوزخ پر اپنا قدم رکھ دے گا۔

محدثین کرام سے گزارش ہے کہ اس شرح کو ذرا غور سے سنئے۔ جب آپ یہ حدیث پڑھائیں گے تو ان شاء اللہ اختر کی یہ تقریر کام دے گی۔ فیضع قدمہ جب دوزخ کہے گی کہ میرا پیٹ نہیں بھرا کچھ اور لایئے تو اللہ تعالیٰ ظالم تھوڑی ہیں کہ بے گناہوں سے دوزخ کو بھر دیں، دوزخ پر اپنا قدم رکھ دیں گے فتقول جھنم قط قط و فی روایۃ قط قط قط ایک روایت میں ہے کہ جہنم دو دفعہ کہے گی بس بس اور ایک روایت میں ہے کہ تین دفعہ کہے گی بس بس بس اللہ میرا پیٹ بھر گیا۔ اور قدم سے مراد اللہ کی تجلی خاص ہے کیونکہ اللہ قدم سے پاک ہے۔

اب مولانا جلال الدین رومی فرماتے ہیں کہ جب دوزخ کا پیٹ نہیں بھرا گنہگاروں سے تو تمہارا نفس جو دوزخ کی شاخ ہے، برانچ ہے یہ بھی گناہوں سے نہیں بھرے گا، پھر کس چیز سے بھرے گا؟ شہوت کی آگ کس چیز سے بجھے گی؟ جب گناہوں کی آگ گناہوں سے نہیں بجھ سکتی تو پھر کیا حاصل کرو کہ یہ آگ بجھ جائے؟ فرماتے ہیں نور خدا۔ اللہ کا نور حاصل کرو اللہ کے نور ہی سے دوزخ کا پیٹ بھرا، اسی نور سے نفس کا پیٹ بھی بھر جائے گا۔ نور ٹھنڈا ہوتا ہے، نار گرم ہوتی ہے اور نار کا الف اکڑا ہوا ہے اور نور کا واؤ جھکا ہوا ہوتا ہے لہٰذا جو اہل نور ہوتے ہیں وہ جھکے ہوئے، مٹے ہوئے ہوتے ہیں ان میں شان تواضع ہوتی ہے، خاکساری ہوتی ہے اور اہل نار اکڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ اللہ پناہ میں رکھے تکبر اہل نار

کی علامت ہے ابیٰ واستکبر و کان من الکافرین۔ نار اور نور کی لغت سے یہ مضمون کیسا حل ہو گیا۔ نور خدا جب آئے گا تو نار شہوت خود بجھ جائے گی۔

نار شہوت چہ کشد نور خدا

نور ابراہیم راساز اوستا

دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نور سے نمرود کی آگ ٹھنڈی ہو گئی تھی۔ تمہارے نفس کی آگ بھی آتش نمرود سے کم نہیں لہٰذا تم بھی اللہ کا نور حاصل کرو جو ذکر اللہ سے، صحبت اہل اللہ سے، عبادت سے اور گناہوں سے بچنے کا غم اٹھانے سے حاصل ہوتا ہے۔

۳)۔ رُوحِ سلوک:

اور تیسرا شعر روح ہے سلوک کی جسکی شرح بھی مولانا کی خانقاہ میں بیان ہوئی، وہ کیا شعر ہے۔

اے خدا جوئیم توفیق ادب

اے اللہ ہم آپ سے ادب کی توفیق مانگتے ہیں، اپنے بڑوں کا ادب مانگتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ جوش میں آکر ہم سے کوئی بے ادبی ہو جائے جس سے ہمارے بڑوں کا دل مکدر ہو جائے اور اے اللہ ہم ادب کی توفیق کیوں مانگتے ہیں چونکہ

بے ادب محروم ماند از فضل رب

بے ادب اللہ تعالیٰ کے فضل اور مہربانی سے محروم ہو جاتا ہے۔

اور ادب کیا چیز ہے سن لیجئے۔ دین کی کتاب پر ٹوپی کو مت رکھو، اسی طرح قلم چشمہ اور مسواک وغیرہ کو بھی کتاب پر نہ رکھو۔ قرآن شریف پر بخاری شریف کو مت رکھو کیونکہ قرآن شریف اللہ کا کلام ہے اور بخاری شریف پر فقہ کی کتاب مت رکھو کیونکہ بخاری شریف رسول اللہ ﷺ کا کلام ہے اور فقہ پر تصوف کی کتاب کوئی کتاب نہ رکھو۔ ہر چیز کا مرتبہ الگ ہے۔ اور اپنے بڑوں کا ادب رکھو۔ جب اپنا کوئی بڑا خصوصاً اپنا شیخ تقریر کر رہا ہو تو خود مت بولو۔ اس وقت اگر کوئی علمی نکتہ ذہن میں آجائے تو یہ نہ کہو کہ حضرت مجھے ایک بات یاد آگئی۔ میں نے فلاں کتاب میں یہ پڑھا تھا۔ یہ سخت بے ادبی

ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے جیسے بڑے بڑے علماء سب خاموش رہتے تھے۔ میر مجلس کے متعلق یہ حسنِ ظن رکھنا چاہیے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے علوم کی بارش ہو رہی ہے، تم بولو گے تو اس بارش میں دخل انداز ہو گے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے فضل میں دخل انداز مت ہو۔ خاموشی سے سنو۔ اسی لیے اللہ نے کان دو دیے ہیں اور زبان ایک دی ہے لہٰذا ایک بولو اور دو سنو یعنی بولو کم اور سنو زیادہ۔ حکیم الامت تھانوی فرماتے ہیں کہ چھوٹا بچہ پیدا ہونے کے بعد پہلے بولتا نہیں ماں باپ کی سنتا ہے پھر اس کے بعد صحیح بولتا ہے اور جو بچہ بہرا ہو، ماں باپ کی گفتگو نہ سنتا ہو وہ بول نہیں سکتا۔ ہر بہرا گونگا ہوتا ہے۔ دنیا میں جتنے گونگے ہیں سب بہرے ہیں، ان کے کان نہیں ہوتے اور جو کان بنتا ہے اس کو زبان ملتی ہے لہٰذا شیخ کی بات کے لیے سراپا کان بن جاؤ۔ پھر ان شاء اللہ ایسی زبان عطا ہو گی کہ دنیا حیران ہو گی۔ (مستفید از: الطافِ ربانی: ۶۹-۷۴)

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

.........☆.........

کشکولِ اخترؒ

.........(حضرت والا قدس سرہٗ کا منتخب عارفانہ کلام).........

محمد ارمغان ارمانؔ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ نَحۡمَدُهٗ وَ نُصَلِّيۡ عَلٰى رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡم ، اَمَّا بَعۡدُ!

سرورِ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ مِنَ الشِّعۡرِ حِكۡمَةً۔

(صحیح بخاری، کتاب الادب)

"بے شک بعض شعر حکمت آمیز ہوتے ہیں (جو لوگوں کے لیے نافع ہوتے ہیں)"۔

بہت سے صحابہ کرام بھی شاعر ہوئے ہیں جن میں سے حضرت حسان بن ثابت، حضرت کعب بن مالک، حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم زیادہ مشہور ہیں اور آج بھی "قصیدہ حسان بن ثابت" جو حضور ﷺ کی شان میں پیش کیے گئے اشعار کا مجموعہ ہے مشہور و معروف ہے۔ خود رحمۃ اللعالمین ﷺ صحابہ سے اشعار سنانے کی فرمائش فرما کر سنتے تھے، حضرت مرشدی فرماتے ہیں کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو باقاعدہ چادر بچھا کر تخت پر بٹھا کر اشعار سنتے تھے[1]۔

اسی طرح ہر دور میں بھی صوفی شعراء مثلاً حضرت بابا فرید الدین عطارؒ، حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ، حضرت شیخ سعدیؒ، حضرت حافظ شیرازیؒ، حضرت سلطان باہوؒ، حضرت بابا فریدؒ الدین گنج

[1] وعظ غمِ تقویٰ اور انعامِ ولایت:۳۶

شکر، حضرت امیر خسروؒ اور ماضی قریب میں حضرت خواجہ مجذوبؒ اور حضرت پرتا بگڈھی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ گزرے ہیں جن کی شاعری عشقِ حقیقی اور معرفت ومحبت سے لبریز تھی۔

عصرِ حاضر میں شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدّدِ زمانہ سلطان العارفین رُومیٔ ثانی تبریزِ دوراں قطب الارشاد سیّدی ومرشدی حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اخترؒ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز عالمِ ربانی اور عارفِ ربانی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک قادر الکلام اور بلند پایہ شاعر بھی تھے، حضرت والا فرماتے ہیں:

(۱)حیدر آباد دکن جب میں گیا تو ایک دوست نے کہا کہ چلئے آپ کو شہر دکھالائیں۔ میں نے ان کو جواب دیا جو خود بخود شعر بن گیا کہ

نہ لے جاؤ مجھے ان کی گلی میں

اضافہ ہو گا میری بے کلی میں

یعنی شہر میں عورتیں بے پردہ پھر رہی ہیں۔ شیطان تو کہتا ہے کہ ان حسین عورتوں کو دیکھنے سے چین ملے گا لیکن چین چھن جاتا ہے[1]۔

(۲)میرے دواخانے میں ایک عاشق مزاج نوجوان آیا اور کہا کہ میرے مغز میں ہر وقت ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کوئی کیل ٹھونک رہا ہے، ایک پل کے لیے چین نہیں ہے، اضطراب کا عالم ہے اور دل میں ہر وقت اسی کی یاد آتی ہے جس سے دل لگا بیٹھا ہوں۔ اُس وقت میں نے یہ شعر کہا

ہتھوڑے دل پہ ہیں مغزِ دماغ میں کھونٹے

بتاؤ عشقِ مجازی کے مزے کیا لوٹے

میں نے اس سے کہا کہ اس کا علاج صرف یہ ہے کہ اس گلی میں جانا چھوڑ دو اور اللہ سے دل لگاؤ، غیر اللہ سے دل لگا کر چین نہیں پاسکتے[2]۔

---

[1] معارفِ ربانی: ۳۵،۳۴۔

[2] ایضاً: ۱۳۰،۱۲۹۔

(۳) مدینہ پاک میں ایک ڈاکٹر صاحب نے دعوت کی جس میں کباب بہت عمدہ تھے تو اس وقت میں نے یہ شعر کہا جو اسی وقت موزوں ہوا تھا۔

کچھ نہ پوچھو کباب کی لذت

ایسی جیسے شباب کی لذت

تو ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ میرے کباب کی ایسی تعریف آج تک کسی نے نہیں کی[1]۔

حضرت والا کی شاعری روایتی اور بالقصد نہیں بلکہ منجانب اللہ قلب پر وارد ہوتی تھی جیسا کہ حضرت والا اپنے مجموعہ کلام ''فیضانِ محبت'' کے افتتاحیہ میں خود رقم طراز ہیں:

احقر کا مجموعہ کلام بعنوان ''فیضانِ محبت'' جس کے تقریباً نوّے فیصد اشعار میری زندگی کے ٦٦ سال کے بعد اچانک قلب کی آہ و فغاں کے ساتھ زبان ترجمان دردِ دل سے نمودار ہوئے اور بعض راتوں میں بے ساختہ آنکھ کھل گئی اور نیند غائب ہوگئی اور بغیر محنت و کاوشِ دماغی محض عطائے رحمتِ حق تعالیٰ شانہٗ سے یہ اشعار موزوں ہوگئے۔ جو درحقیقت اس مضمون کے حقیقی ترجمان ہیں۔

دیکھ کے اپنے ضعف کو اور قصورِ بندگی

آہ و فغاں کا آسرا لیتی ہے جان ناتواں

بطورِ نمونہ صرف ایک واقعہ ملاحظہ فرمایئے، ۱۹۹۳ء میں جب حضرت والا اپنے خصوصی احباب کی دعوت پر فرانس کے جزیرہ ری یونین تشریف لے گئے تھے۔ ایک دن بعد نمازِ فجر سیر کے لیے تشریف نہیں لے گئے، فرمایا کہ آج نیند کا غلبہ ہے اس لیے سونا چاہیے اور حضرت والا بستر پر استراحت کے لیے لیٹ گئے، سونے کے لیے آنکھیں بند کرلیں اور تقریباً سو گئے تھے کہ اچانک بیدار ہو کر مندرجہ ذیل اشعار نہایت درد بھرے ترنم سے پڑھنے لگے جو اسی وقت وارد ہوئے۔ حضرت والا آنکھیں بند کیے نہایت درد سے پڑھ رہے تھے اور حضرت میر صاحب نوٹ فرما رہے تھے۔

سوا تیرے کوئی سہارا نہیں ہے

[1] وعظ انوارِ حرم: ۵۔

سوا تیرے کوئی ہمارا نہیں ہے

سمندر کا ساحل پہاڑوں کا دامن

بجز آہ کے کچھ سہارا نہیں ہے

نہیں ختم ہوتی ہے موجِ مسلسل

میرے بحرِ غم کا کنارا نہیں ہے

کوئی کشتیٔ غم کا ہے ناخدا بھی

مِری موجِ غم بے سہارا نہیں ہے

اس کے فوراً بعد کچھ اور درد بھرے اشعار فرمائے۔

میرا سر ہے اور اُن کا آستاں

کر رہا ہوں کس طرح آہ و فغاں

غم ہے کوئی یا کوئی کوہِ گراں

قلب نعرہ زن ہے سوئے آسماں

آتشِ غم کی ہے کوئی داستاں

کیوں دھواں دیتا ہے میرا آشیاں

جب چمن پر ہو بلائے ناگہاں

طائروں کی پھر سنو آہ و فغاں

جب زمیں پر ہو نہ تدبیرِ زماں

کیوں نہ جائے آہ سوئے آسماں

آشیاں میں طائروں کی سن فغاں

ان کی جانب رخ کریں جب بجلیاں

آہِ مظلومی سے ڈرنا چاہیے

ظالموں کی دیکھ اجڑی بستیاں

جس دعا میں ملتی ہو آہ و فغاں

یہ بلا ہے میر مہرِ آسماں[1]

حضرت والا کا ایک شعر ہے ؂

کسی کی آہِ سوزندہ فلک پر نعرہ زن بھی ہو

تو پھر ظالم کو ڈرنا چاہیے اپنے مظالم سے

اس شعر کے متعلق فرمایا کہ یہ بالکل اِلہامی ہے یعنی میرے دماغ کو اس میں بالکل دخل نہیں۔ رات کو ڈھائی بجے میری آنکھ کھلی تو یہ مصروع میری زبان پر جاری تھا اس کو میں نے بنایا نہیں ع

کسی کی آہِ سوزندہ فلک پر نعرہ زن بھی ہو

آسمان پر وہ آہِ بارگاہِ حق کا دروازہ کھٹکھٹا رہی ہے کہ رحم کیجئے، ظالموں کے مقابلہ میں میری مدد کیجئے۔ آہِ سوزاں تو بہت لوگوں نے استعمال کیا ہے، آہِ سوزندہ کی لغت شاید زمین پر پہلی بار اختر نے استعمال کی ہے[2]۔

حضرت والا کی زندگی کا پہلا شعر ؂

دردِ فرقت سے میرا دِل اس قدر بے تاب ہے

جیسے تپتی ریت میں اک ماہی بے آب ہے

فرمایا کہ: ستّر برس تک میں شاعر نہیں یعنی باقاعدگی کے ساتھ شعر نہیں کہتا تھا۔ میرے اشعار اب اتنی کثرت سے ہوئے کہ فیضانِ محبت کی صورت میں شائع ہوئے (اب دوسرا مجموعہ کلام بنام ''آئینۂ محبت'' بھی شائع ہو چکا ہے، الحمدللہ تعالیٰ)، یہ ستّر برس کے بعد کے ہیں۔ ستّر برس کے بعد یہ سب ایک دَم سے ہوا اور اصل بات یہ ہے کہ ؂

---

[1] معارفِ ربانی:۳۲۳،۳۲۲۔

[2] معارفِ ربانی:۳۷۶،۳۷۵۔

شاعری مدّ نظر ہم کو نہیں

وارداتِ دِل لکھا کرتے ہیں ہم

ایک بلبل ہے ہماری راز داں

ہر کسی سے کب کھلا کرتے ہیں ہم

میرے اشعار کو اشعار نہیں سمجھئے، دردِ دل سمجھئے، یہ میرے دل کی آہ ہے جو شعر میں ڈھل گئی ہے۔

چھپاتی رہیں رازِ غم چپکے چپکے.........مری آہیں نغموں کے سانچے میں ڈھل کے

آپ اگر میرے شعروں کو شاعری سمجھیں گے تو کچھ نہیں پائیں گے اگر دل کی آواز سمجھیں گے اور دل کی واردات سمجھیں گے تو امید ہے کہ کچھ پا جائیں گے۔ اور سب نہیں پائیں گے، کچھ پائیں گے۔ سب کب پائیں گے؟ جب میرا جیسا دل ہو جائے گا[1]۔

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے

اشاعت میرے شعروں کی بامیدِ نصیحت ہے

اور فرمایا: میرے شیخ اوّل حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پر تا بگڈھی رحمۃ اللہ علیہ اشعار کے ذریعے نسبت منتقل فرماتے تھے۔ ہماری عادت وہیں سے خراب ہوئی ہے حضرت خود اشعار پڑھتے تھے اور آواز اس قدر پُر کشش اور سحر انگیز تھی کہ دِل نکل پڑتے تھے صبح تک مجلس چلتی تھی۔ مولانا جلال الدین رومی جب درسِ مثنوی دیتے تھے تو نسبت منتقل ہوتی تھی۔ ہمارے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی درسِ مثنوی کے ذریعے نسبت الی اللہ، مع اللہ اور باللہ منتقل فرماتے تھے۔ اسی طرح حضرت شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ بھی جب شعر پڑھتے تو آنکھوں سے نسبت منتقل فرماتے تھے[2]۔

---

[1] ارشاداتِ دردِ دل: ۲۴، ۲۳۔

[2] سفر نامہ رنگون وڈھاکہ: ۳۰۳۔

عاشقِ ذاتِ حق تعالیٰ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ تعالیٰ کے الہامی اشعار کو ان کے محبوب خلیفہ مولانا حسام الدین رحمہ اللہ تعالیٰ قلمبند فرمایا کرتے تھے، ایسے ہی حضرت والا کے خادمِ خاص اور خلیفۂ مجاز حضرت سیّد عشرت جمیل میرؔ صاحب دامت برکاتہم قلمبند فرمایا کرتے تھے، یہ اُمت پر ان کا احسان ہے اللہ تعالیٰ جزائے عظیم عطا فرمائیں۔

مِرے ہر شعر میں شامل آہِ سحر کر دے

قیامت تک تو ان کو یادگار بحر و بر کر دے

حضرت والا کی شاعری علم و عرفان اور توحید و تصوف کا عظیم خزانہ ہے جو غفلت میں ڈوبے دِلوں کو مولائے کریم کی یاد دلاتی ہے، عشقِ مجازی سے نجات دلا کے قلب میں عشقِ حقیقی کا بیج لگاتی ہے، دُنیا سے بے رُغبت کر کے فکرِ آخرت پیدا کرتی ہے، گناہوں سے متنفر کر کے طاعات کی جانب مائل کرتی ہے، اور معرفتِ الٰہی کا راستہ دکھا کر سالکینِ طریقت کی تربیت بھی کرتی ہے۔ حضرت والا اپنے پیارے ربّا کے حضور یوں دعا گو ہیں۔

جو بشر بھی سن لے میری آہ کو

بس تڑپ جائے وہ تیری چاہ کو

آہ! کتنے درد بھرے الفاظ اور محبت کے ساتھ اپنے کریم ربّا سے کہہ رہے ہیں کہ۔

اے خداوند یہ میری مثنوی

جو پڑھے اس کو ہو تجھ سے آگہی

بھر دے تو ہر شعر میں انوارِ عشق

جس سے ہوں ظاہر ترے اسرارِ عشق

ہو مِرا ہر شعر ایسا دردناک

جس سے پیدا ہو تِرا ہی عشقِ پاک

حضرت والا نے فرمایا کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؏

کہ غذائے عاشقاں باشد سماع

عاشقوں کی غذا سماع ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کے اشعار حدودِ شریعت کے اندر سننا۔ معلوم ہوا کہ وہ عاشق ہی نہیں ہے اس کا عشق برائے نام ہے جو اشعار سے مست نہیں ہوتا۔ یہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔ اگر کسی کو شعر و شاعری سے مناسبت نہیں ہے تو اس کے عشق میں کمی ہے اور سماع کے لیے حدود شریعت یہ ہیں کہ گانا باجانہ ہو اور سنانے والا عورت اور اَمرد نہ ہو۔ مضمون خلافِ شریعت نہ ہو اور سننے والے اللہ والے ہوں صالحین ہوں[1]۔

حضرت والا کے عارفانہ، عاشقانہ، ناصحانہ، حکیمانہ اور الہامی اشعار پر اکابرینِ اُمت نے اپنی پسندیدگی کا اظہار بھی فرمایا ہے، اس سلسلہ میں چند نمونے ملاحظہ فرمایئے:

۱۹۷۶ء میں جب دیوبند کے صدر مفتی حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ ہردوئی تشریف لائے تھے تو اُس وقت حضرت والا نے اپنا ایک تازہ شعر سنایا جو کہ اس وقت ہوا تھا، تو مفتی صاحب نے اس شعر کو بہت پسند فرمایا، وہ شعر یہ تھا؎

یہ چمن صحرا بھی ہوگا یہ خبر بلبل کو دو
تاکہ اپنی زندگی کو سوچ کر قرباں کرے

اور یہ شعر بھی حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت پسند فرمایا تھا؎

یوں تو دُنیا دیکھنے میں کس قدر خوش رنگ تھی
قبر میں جاتے ہی دُنیا کی حقیقت کھل گئی[2]

حضرت والا نے فرمایا: جو بندہ اپنا دِل توڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت حلاوتِ ایمانی کی صورت میں اس دِل کا پیار لیتی ہے۔ اس پر میرا ایک اُردو شعر ہے جس کو جب مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ

---

[1] ارشاداتِ دردِ دل:۴۶۔

[2] وعظ آدابِ راہِ وفا:۲۷،۲۶۔

تعالیٰ علیہ نے سنا تو فرمایا کہ میں سمجھتا تھا کہ تمہارا فارسی شعر ہی درد بھرا ہوتا ہے، لیکن آج معلوم ہو ا تمہاری اُردو شاعری بھی عجیب وغریب ہے۔ وہ شعر یہ ہے۔

ترے ہاتھ سے زیرِ تعمیر ہوں میں

مبارک مجھے میری ویرنیاں ہیں[1]

فرمایا: جب میرا پہلا حج ہوا تھا تو کعبہ کے اندر ایک شعر موزوں ہوا۔

کہاں یہ میری قسمت یہ طواف تیرے گھر کا

میں جاگتا ہوں یاربّ یا خواب دیکھتا ہوں

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم فداہ ابی وامی کے نواسہ فہیم الحق سلمہٗ نے بتایا کہ جب میں کعبہ میں طواف کے دوران اس شعر کو پڑھتا ہوں تو دوسرے سال حج کا موقع اللہ تعالیٰ مجھے عطا فرماتے ہیں۔ یہ ایسا مبارک شعر ہے ہے۔ انہوں نے بتایا کہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم پورے طواف میں بار بار یہ شعر پڑھتے رہے۔

کہاں یہ میری قسمت یہ طواف تیرے گھر کا

میں جاگتا ہوں یاربّ یا خواب دیکھتا ہوں[2]

فرمایا: میرا شعر جس کو حضرت مولانا یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے بہت زیادہ پسند فرمایا تھا اور بہت زیادہ تعریف کی تھی یہ ہے۔

اہلِ دل آنکس کہ حق رادل دہد دل دہد اوراکہ دل رامید ہد

اہلِ دل وہ ہے جو خدائے تعالیٰ پر دل کو فدا کر دے اور دل اسی ذات حق سبحانہ و تعالیٰ کو دے دے جس نے ماں کے پیٹ میں دل بنایا ہے۔ یہ کیا کہ دل تو اللہ نے بنایا اور فدا کرتے ہو مٹی کے کھلونوں پر[3]۔

---

[1] وعظ آدابِ راہِ وفا: ۱۵، ۱۴۔

[2] حرمین شریفین میں حاضری کے آداب: ۱۲۔

[3] الطافِ ربانی: ۶۴، ۶۳۔

اسی طرح حضرت والا نے اپنے اس فارسی شعر کے متعلق فرمایا۔

روح را با ذات حق آویختہ

دردِ دل اندر دعا آمیختہ

ترجمہ: عارفین اپنی روح کو حق تعالیٰ کے ساتھ آویزاں رکھے ہوئے اپنے دردِ دل کو دعا میں شامل کیے ہوئے ہیں، یہ شعر بروزن مثنوی خواب میں موزوں ہوا جب احقر بیدار ہوا تولب پر جاری رہا۔ حضرت مخدومی ڈاکٹر عبد الحیٔ صاحب دامت برکاتہم نے اس شعر کی بڑی قدر فرمائی اور دیر تک اس کا لطف لیا اور فرمایا:

"مصرعۂ اولیٰ نعمت ہے اور مصرعۂ ثانیہ اس کے حصول کا ذریعہ ہے"[1]۔

.........☆.........

"حقیقتِ خانقاہ"

اہلِ دل کے دل سے نکلے آہ آہ

بس وہی ہے اخترؔ اصلی خانقاہ

.........☆.........

وقفہ وقفہ سے آہ کی آواز

آتشِ غم کی ترجمانی ہے

.........☆.........

آہ سے راز چھپایا نہ گیا

منہ سے نکلی مِرے مضطر ہو کر

.........☆.........

[1] معارفِ شمس تبریز: ۱۹۔

”گر خدا چاہے تو پہلے عاشقِ ابرار ہو“

عشق کا اے دوستو! ہم سب کا یہ معیار ہو
متبعِ سنّت ہو اور بدعت سے بھی بیزار ہو

اتباعِ سنّتِ نبوی سے دل سرشار ہو
نورِ تقویٰ سے سراپا حاملِ انوار ہو

عاشقِ کامل کی بس ہے یہ علامت کاملہ
جاں فدا کرنے کو ہر دَم سر بکف تیار ہو

عشق سنّت کی علامت ہر نَفَس سے ہو عیاں
خواہ وہ رفتار ہو، گفتار ہو، کردار ہو

صحبتِ مُرشد سے نسبت تو عطا ہو گی مگر
اجتنابِ معصیت ہو ذکر کی تکرار ہو

عشقِ کامل کی علامت یہ سنا کرتا ہوں میں
آشنائے یار ہو، بے گانۂ اغیار ہو

ہے یہی مرضی خدا کی ہم مٹا دیں نفس کو
گرچہ وہ سارے جہاں کا بھی کوئی سردار ہو

اس کی صحبت سے نہیں کچھ فائدہ ہو گا کبھی
بے عمل کوئی محبت کا علمبردار ہو

جب کسی بندہ پہ ہوتا ہے خدا کا فضلِ خاص
دَم میں وہ ذوالنّور ہو گا گرچہ وہ ذوالنّار ہو

عمر بھر کا تجربہ اخترؔ کا ہے یہ دوستو

گر خدا چاہے تو پہلے عاشقِ ابرار ہو

.........☆.........

”جمع ضدینِ خوشی و غم“

رضائے دوست کی خاطر یہ حوصلے ان کے

دلوں پہ زخم ہیں پھر بھی یہ مسکراتے ہیں

عجیب مظہرِ اضداد ہیں تِرے عاشق

خوشی میں روتے ہیں اور غم میں مسکراتے ہیں

.........☆.........

دردِ عشقِ حق بھی تم حاصل کرو

لاکھ تم عالم ہوئے فاضل ہوئے

یک زمانے صحبتے با اولیاء

جس نے پائی ہے وہی کامل ہوئے

.........☆.........

جو بھی اہل اللہ سے تھے بدگماں

عمر بھر نابالغِ منزل رہے

علم کا پندار جن کے دل میں تھا

ہو کے قابل بھی وہ ناقابل رہے

.........☆.........

گر نہ ہو دردِ دل قلب و جاں میں

کیا اثر ہو گا اس کے بیاں میں

.........☆.........

"جامِ قرب"

تونے ان کی راہ میں طاعت کی لذت بھی چکھی

ہاں شکستِ آرزو کا بھی مقامِ قرب دیکھ

سر فروشی دل فروشی جاں فروشی سب سہی

پی کے خونِ آرزو پھر کیف جامِ قرب دیکھ



"اپنے مالک کو راضی کریں خوب ہم"

جس کے دل میں نہیں ہے ترا دردو غم

ہو کے انساں نہیں جانور سے وہ کم

دوستو سن لو تم کچھ مِری داستاں

ایک دن پھر نہیں ہوں گے دُنیا میں ہم

خاکِ تن میں نہیں ہے اگر دردِ دل

کوئی قیمت نہیں خاک ہیں صرف ہم

دو جہاں میں کوئی میری قیمت نہیں

ہاں اگر آپ کی ہو نگاہِ کرم

صحبتِ اہلِ دل سے ملا دردِ دل

ورنہ پاتے کہاں سے یہ دولت بھی ہم

دردِ دل سیکھنا ہے اگر دوستو

ساتھ میرے رہو پھر سکھائیں گے ہم

سارے ارض و سما اور شمس و قمر

دیکھ کر پا گئے اپنے خالق کو ہم

دل کے ملنے کی ہے بات کچھ اور ہی

ساتھ رہتے ہیں گو ایک مدت سے ہم

سختیاں شیخ کی ہیں فنا کے لیے

مت سمجھ مت سمجھ اس کو ہرگز سِتم

اخترؔ بے نوا کی صدائیں سنو

اپنے مالک کو راضی کریں خوب ہم

.........☆.........

یہ ہے ہر لمحہ فرمانِ محبت

فدا ان پر کرو ہر لمحہ جاں کو

نہ پاؤ گے کبھی جامِ محبت

نہ ڈھونڈو گے اگر پیرِ مغاں کو

گناہوں سے نہ باز آئے اگر تم

عطاءِ نسبت نہ ہو گی قلب و جاں کو

.........☆.........

نہیں ہوتی ہے تکمیلِ محبت

مگر اے دوست خونِ آرزو سے

محبت ہو خدا کی یا نبی کی

کوئی سیکھے صحابہ کے لہو سے

.........☆.........

”گرم بازاری عشق“

اشکہائے خون سے جب چشم تر کرتا ہوں میں

عشق کا بازار دل میں گرم تر کرتا ہوں میں
جب بتان حسن سے صرف نظر کرتا ہوں میں
درد کی لذت سے راہ عشق سر کرتا ہوں میں
کر کے خون آرزو خون جگر کرتا ہوں میں
اپنی آہوں کا اثر یوں تیز تر کرتا ہوں میں
ہر قدم پر تا کہ حاصل ہو حیاتِ نو مجھے
ہر قدم پر زیرِ خنجر اپنا سر کرتا ہوں میں

.........☆.........

جو اہلِ دل کے جوتوں سے لگے ہیں خاک کے ذرّے
شرف حاصل ہے ان کو موتیوں پر تاج شاہوں کے

.........☆.........

پالیا جس نے خدا کو پالیا سارا جہاں
کون کہتا ہے کہ اہلِ دل جہاں دیدہ نہیں
اہلِ دل کی صحبتوں سے جو حقیقت بیں ہوا
لذتِ دنیائے فانی کا وہ گرویدہ نہیں

.........☆.........

تمام عمر ترے دردِ محبت نے مجھے
کسی سے دِل نہ لگانے دیا گلستاں میں

.........☆.........

"ہائے لمحات غفلت دل کے"

آرزو میری خاک میں مل کے

لطف لیتی ہے عشق کامل کے

مٹ گئے رنج راہِ منزل کے

پاس آئے ہیں جب سے وہ دل کے

رنج حسرت ہے راہ میں لیکن

لطف شامل ہیں اُن کی منزل کے

کیا کہوں ان کے قرب کا عالم

کتنے عالم ہیں عالم دل کے

فرطِ لذّت سے جُھوم جاتا ہوں

کتنی خوشیاں ہیں آپ سے مل کے

اب خزاں دل سے دُور ہے کیونکہ

پاس رہتے ہیں وہ مرے دل کے

جب یہ لذّت ہے دل کے طوفاں میں

کیا کہوں کیف دل میں ساحل کے

کیا خبر تھی کہ خوں بہا ہیں آپ

ہائے لمحات غفلت دل کے

ایسے ویسے بھی ہوگئے کیسے

فیض کیسے ہیں شیخِ کامل کے

جان ان پر فدا کرو اخترؔ

سرخرو ہوگے خاک میں مل کے

.........☆.........

دوستوں کو عیشِ آب و گِل دیا

دوستوں کو اپنا دردِ دل دیا

ان کو ساحل پر بھی طغیانی ملی

مجھ کو طوفانوں میں بھی ساحل دیا

.........☆.........

چند فارسی اشعار:

میسر چوں مرا صحبتِ بجان عاشقاں آید

ہمیں بینم کہ جنت بر زمیں از آسماں آید

.........☆.........

نور حق از ذکر حق در جاں رسد

از زباں در دل ز دل تا جاں رسد

.........☆.........

جان خود با ذات حق آویختہ

درد دل اندر دعا آمیختہ

.........☆.........

قطرۂ اشک ندامت در سجود

ہمسری خون شہادت می نمود

.........☆.........

ہر کجا گرید بہ سجدہ عاشقے

آں زمیں باشد حریم آں شہے

.........☆.........

اہل دل آنکس کہ حق را دل دہد

دل دہد او را کہ دل را امید ہد

اور اہلِ دِل پر حضرت والا کے اردو اشعار بھی ہیں، ان میں سے دو اشعار ملاحظہ فرمایئے۔

خالق دل پہ دوستو جس نے فدا کیا ہے دل
کہتے ہیں اس کو اہلِ دل سارے جہاں کے اہلِ دل
مجھے تو اخترؔ سکونِ دل گر ملا تو بس اہلِ دل کے دَر پر
تو ان کے دَر کو میں اپنا مسکن صمیمِ دل سے نہ کیوں بناؤں

.........☆.........

اپنے پیارے مرشد کے اس پیارے کلام پر اختتام کرتا ہوں جو احقر کو بہت پسند ہے اور میرے محبوب شیخ حضرت والا کو بھی بہت پسند تھی۔

”تِرے عاشقوں میں جینا تِرے عاشقوں میں مرنا“

ہے اسی طرح سے ممکن تِری راہ سے گزرنا
کبھی دل پہ صبر کرنا کبھی دل سے شکر کرنا
یہ تِری رضا میں جینا یہ تِری رضا میں مرنا
مِری عبدیت پہ یارب ہے تیرا فضل کرنا
یہی عاشقوں کا شیوہ یہی عاشقوں کی عادت
کبھی گریہ و بکا ہے کبھی آہِ سرد بھرنا
یہی عشق کی علامت یہی عشق کی ضمانت
کبھی ذکر ہو زباں سے کبھی دل میں یاد کرنا
مِری زندگی کا حاصل مِری زیست کا سہارا
تِرے عاشقوں میں جینا تِرے عاشقوں میں مرنا
مجھے کچھ خبر نہیں تھی تِرا درد کیا ہے یارب

ترے عاشقوں سے سیکھا ترے سنگِ در پہ مرنا

یہ تری عنایتیں ہیں یہ تری مدد کا صدقہ

مری جانِ ناتواں کا ترے غم پہ صبر کرنا

یہ تری عطا ہے یارب یہ ہے تیرا جذبِ پنہاں

مرا نالۂ ندامت ترے سنگِ در پہ کرنا

مرا ہر خطا پہ رونا ہے یہی مری تلافی

تری رحمتوں کا صدقہ مرا جُرم عفو کرنا

تری شان جذب ہے یہ تری بندہ پروری ہے

مرے جان و دل کا تجھ کو ہمہ وقت یاد کرنا

کسی اہلِ دل کی صحبت جو ملی کسی کو اخترؔ

اسے آگیا ہے جینا اسے آگیا ہے مرنا

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

.........☆.........

حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کی اپنی شاعری

جناب مولانا مجیب الرحمٰن منصور صاحب (کراچی)

"زمیں میری ہو جیسے آسماں میں"

کہاں پھرتے ہو فکرِ این و آں میں

کبھی آؤ تو بزمِ دوستاں میں

اگر ہے برق و باراں اس جہاں میں

کرو فریاد اپنے آشیاں میں

مزہ پاتے ہو کیوں اس کے بیاں میں

کوئی تو بات ہے دردِ نہاں میں

مزہ پایا جو صحرا کی فغاں میں

نہیں پایا مزہ وہ گلستاں میں

وہ ظاہر ہو گیا اس کی زباں میں

اثر پنہاں تھا جو زخمِ نہاں میں

نہیں پایا چراغِ راہِ منزل

مگر بس عاشقوں کی داستاں میں

عطائے خالقِ دونوں جہاں ہے

اثر پاتے ہو جو میرے بیاں میں

رہے لپٹا گلوں کے دامنوں سے

اگرچہ خار ہے وہ گلستاں میں

سنا تو سب نے میری داستاں کو

اثر پایا نگاہِ دوستاں میں

نہ پوچھو لذتِ فریادِ سجدہ

زمیں میری ہو جیسے آسماں میں

کوئی پوچھے یہ جاکر باغباں سے

گذرتی ہے تری کیسے خزاں میں

اگر ہے ربط خلّاقِ چمن سے

تو اخترؔ گل لیے ہوگا خزاں میں



"مبارک مجھے میری ویرانیاں ہیں"

زباں سے تو اے دوست شہبازیاں ہیں

بہ باطن مگر آہ خفاشیاں ہیں

حقارت سے مت دیکھ ان عاصیوں کو

کہ توبہ کی برکت سے درباریاں ہیں

جو پرہیز کرتا نہیں معصیت سے

انہیں راہ میں سخت دشواریاں ہیں

گناہوں کے اسباب سے دور ہو گے

تو منزل میں ہر وقت آسانیاں ہیں

دوائے دل سالکاں عشق حق

دلوں میں بہت گرچہ بیماریاں ہیں

رہ حق میں ہر غم سے کیوں ہے گریزاں

رہ عشق میں کب تن آسانیاں ہیں

یہ خون تمنا کا انعام دیکھو

جو ویرانیاں تھیں وہ آبادیاں ہیں

فدا ان کی مرضی پہ اپنی رضا کر

فقیری میں دیکھے گا سلطانیاں ہیں

ترے ہاتھ سے زیر تعمیر ہوں میں

مبارک مجھے میری ویرانیاں ہیں

جو پیتا ہے ہر وقت خون تمنّا

اسی دل پہ نسبت کی تابانیاں ہیں

تجلی ہر ایک دل کی اخترؔ الگ ہے

مہربانیاں، جیسی قربانیاں ہیں

.........☆.........

”حضرت والا کی تربیت کی اہم باتیں“

مے کدہ میر کا ہے ٹنڈوجام

اور صحرا وہاں کا ہے گُل زار

میر آفت ہے صورت گلفام

ترک صورت کرو یہ ہیں سب خار

ایسی عشرت کہ جس سے ہو کلفت
اپنی حسرت ہے اس سے بہتر یار
خار کھاتے ہیں میر کیوں گل سے
دے گی کیا ان کو وادی پُر خار
جب ملے مے حلال کی، پی لے
پڑ نہ پیچھے حرام کے زنہار
چند حسرت بھرے دلوں کے ساتھ
خوب گذریں گے تیرے لیل ونہار

.........☆.........

”حسن سے بیزاری اور اختر کی تیماری داری“

حسن سے جس کے میر تھے سرشار
اس کی صورت سے اب ہیں کیوں بے زار
عشق فانی کے لطف خواب ہوئے
سر پہ ہے بار معصیت کا سوار
ان کی نظروں میں میر ہیں رُسوا
دین وایماں کیا تھا جن پہ نثار
میر رہتے ہیں عشق کے بیمار
مجھ کو پاتے ہیں اپنا وہ تیمار
ان بتوں کو نہ دیکھ تو زنہار
عقل کھو دے گا ورنہ تو اے یار

عشق لے چل بجانب صحرا

حسن والوں سے قلب ہے بے زار



”نہ کر توہین تو تاثیر آہ بے زبانی کی“

جسے بخشی ہے دولت حق نے اپنی راز دانی کی

محبت ہو نہیں سکتی اسے دنیائے فانی کی

بدلتا ہے کبھی جغرافیہ ایسا حسینوں کا

کہ تاریخیں بدل جاتی ہیں جس سے حسن فانی کی

جنازہ حسن کا جب دفن ہو پیری کی قبروں میں

سنوں کیا آہ ان کی داستاں عہد جوانی کی

میں اب تاریخ ان کے حسن کی کس طرح دہرائوں

نہیں وقعت ہے کوئی حسن رفتہ کی کہانی کی

نہ ہوتا بد گماں ناداں کبھی اہل محبت سے

جو ہوتی آگہی ظالم کو کچھ درد نہانی کی

رہا تا عمر وہ محروم اہل دل کی صحبت سے

کہ جس نے کبر کے باعث ہمیشہ بد گمانی کی

ہزاروں بستیاں ویران ہیں از آہ مظلوماں

نہ کر توہین تو تاثیر آہِ بے زبانی کی

نہیں پاتا شفا دکتور خود اپنی دواؤں سے

کرے ہے جستجو دکتور بھی دکتور ثانی کی

بدون صحبت مرشد تجھے کیسے شفا ہو گی

نہیں جب شیخ اوّل جستجو کر شیخ ثانی کی

ہمارے پھول پھل جو دیکھتے ہو دیکھنے والو

ہمارے شیخ نے اخترؔ کے دل میں باغبانی کی

.........☆.........

"دعوت حق کے واسطے محفل دوستاں ملی"

عشق بتاں کے کرب سے غفلت دو جہاں ملی

ذکر خدا کے نور سے فرحت دو جہاں ملی

اے مرے خالق جہاں تجھ پہ فدا ہو میری جاں

لذت ذکر سے ترے راحت دو جہاں ملی

جو بھی فدا ہے دوستو! خالق کائنات پر

اس کی خزاں میں بھی مجھے خوشبوئے بوستاں ملی

دیکھ کے میری چشم تر سن کے ہماری آہ کو

ان کو ہمارے عشق کی مفت میں داستاں ملی

آپ کی یاد اے خدا حاصل کائنات ہے

آپ کے نام سے مجھے نعمت دو جہاں ملی

اخترؔ بے نوا کو بھی تیرے کرم سے اے خدا

دعوت حق کے واسطے محفل دوستاں ملی

.........☆.........

”دردِ دل کا امام ہوتا ہے“

جذب جس کا امام ہوتا ہے

راہ میں تیز گام ہوتا ہے

دل سے ان کا غلام ہوتا ہے

عشق جس کا امام ہوتا ہے

جس کا رہبر نہ ہو تو

پھر اُس کا نفس بھی بے لگام ہوتا ہے

دوستو! دردِ دل کی مسجد میں

درد دل کا امام ہوتا ہے

یہ کرامت ہے شیخِ کامل کی

فیض طالب کا عام ہوتا ہے

رائیگاں آہ تو نہیں ہوتی

فضل اس پر بھی تام ہوتا ہے

کار فرما تو لطف ہے اُن کا

ہم غلاموں کا نام ہوتا ہے

عالمِ غیب کے ہیں جام و سبو

جام اُن کا ہی جام ہوتا ہے

گر نہ ہو دوستو کرم ان کا

عمر بھر عشق خام ہوتا ہے

اشک باری پہ فضل باری ہو

تب کہیں جا کے کام ہوتا ہے

گر مُربی نہ ہو کوئی اُس کا
عشق بھی بے نظام ہوتا ہے
ذکر و تقویٰ کے نور سے اخترؔ
نورِ نسبت تمام ہوتا ہے



"گر خدا چاہے تو پہلے عاشق ابرار ہو"

عشق کا اے دوستو! ہم سب کا یہ معیار ہو
متبع سنت ہو اور بدعت سے بھی بیزار ہو
اتباع سنت نبوی سے دل سرشار ہو
نورِ تقویٰ سے سراپا حاملِ انوار ہو
عاشقِ کامل کی بس ہے یہ علامت کاملہ
جاں فدا کرنے کو ہر دم سر بکف تیار ہو
عشق سنت کی علامت ہر نفس سے ہو عیاں
خواہ وہ رفتار ہو، گفتار ہو، کردار ہو
صحبت مرشد سے نسبت تو عطا ہوگی مگر
اجتناب معصیت ہو ذکر کی تکرار ہو
عشقِ کامل کی علامت یہ سنا کرتا ہوں میں
آشنائے یار ہو بے گانۂ اغیار ہو
ہے یہی مرضی خدا کی ہم مٹادیں نفس کو
گرچہ وہ سارے جہاں کا بھی کوئی سردار ہو

اس کی صحبت سے نہیں کچھ فائدہ ہو گا کبھی
بے عمل کوئی محبت کا علمبر دار ہو
جب کسی بندہ پہ ہوتا ہے خدا کا فضل خاص
دم میں وہ ذوالنور ہو گا گرچہ وہ ذوالنار ہو
عمر بھر کا تجربہ اخترؔ کا ہے یہ دوستو
گر خدا چاہے تو پہلے عاشقِ ابرار ہو

☆

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ
وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ